SECRET WARS OF
CIA

کی خفیہ جنگیں

ویت نام سے عراق تک

پیٹر ہارکلیروڈ

سی آئی کی خفیہ جنگیں

ویت نام سے عراق تک

مصنف: پیٹر ہارکلیروڈ

ترجمہ: عبداللہ طارق

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

نگارشات پبلشرز

24- مزنگ روڈ، لاہور
فون 7322892 فیکس 7354205

الحمد مارکیٹ،غزنی سٹریٹ 40- اردو بازار، لاہور
فون 5014066 فیکس 7354205

e-mail:nigarshat@yahoo.com
www.nigarshatpublishers.com

نام کتاب: سی آئی اے کی خفیہ جنگیں (ویت نام سے عراق تک)
مصنف: پیٹر ہارکلیروڈ
ترجمہ: عبداللہ طارق
ناشر: آصف جاوید
برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور
PH:0092-42-7322892 FAX:7354205
الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 40-اردو بازار، لاہور
PH:0092-42-5014066 FAX:7354205
کمپوزنگ: عبدالستار 0333-4900629
مطبع: حاجی حنیف پرنٹر، لاہور
سال اشاعت: 2009ء
قیمت: -/400 روپے

کتاب کلیکشن ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE-URDU-FORUM . COM

فہرست

خفیہ جنگیں ہوتی رہیں گی کیونکہ 4

پہلا باب:
مشرقی یورپ اور بالٹک (1949ء۔1956ء) 5

دوسرا باب:
البانیہ (1949ء۔1954ء) 27

تیسرا باب:
ہند چینی (1950ء۔1954ء) 51

چوتھا باب:
ملایا (1948ء۔1958ء) 80

پانچواں باب:
کوریا (1950ء۔1953ء) 108

چھٹا باب:
الجزائر (1954ء۔1962ء) 143

ساتواں باب:
بورنیو (1962ء۔1966ء) 184

آٹھواں باب
تبت (1956ء۔1974ء) 221

نواں باب:
اومان (1958ء۔1976ء) 266

دسواں باب:
ویت نام، کمبوڈیا اور لاؤس (1954ء۔1971ء) 300

گیارہواں باب:
افغانستان (1979ء۔2001ء) 332

افغانستان کے بعد عراق اور پھر 397

خفیہ جنگیں جاری رہیں گی کیونکہ......

زیرنظر کتاب امریکہ اور برطانیہ کے خفیہ اداروں کی ان گھناؤنی جنگوں کی روداد ہے جو وہ دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے مفادات کے لیے لڑتے رہے۔ بالٹک' بلقان' ملائیشیا اور انڈونیشیا وغیرہ میں یہ جنگیں برطانوی خفیہ ادارے لڑتے رہے جبکہ امریکی ادارے چین' ویت نام' کوریا اور افغانستان جا کر وہاں کے عوام سے برسرپیکار رہے یا انہیں خانہ جنگی کی نذر کرتے رہے۔ اس کتاب میں کئی اور مقامات پر خفیہ اداروں کے آپریشنز کا ذکر نہیں ہے مثلاً وسطی اور جنوبی امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک میں لاکھوں نہیں' کروڑوں افراد امریکی اور برطانوی ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ گئے اور ان ممالک کی سیاست اور معیشت آج تک اس آگ میں جل رہی ہے جو ان دونوں ممالک نے لگائی۔
ایک باب الجزائر سے متعلق ہے جہاں فرانس نے لاکھوں افراد کو قتل کیا۔

کتاب پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح یہ ادارے دنیا کے دوسرے ممالک پر چڑھ دوڑے اور جب وہاں کے لوگ اپنے دفاع کے لیے متحرک ہوئے تو ان کو دشمن قرار دیا گیا۔ کتاب کا مصنف جب اس طرح کے الفاظ لکھتا ہے کہ "فلاں معرکے میں دشمن کے اتنے افراد مارے گئے اور دشمن کو اتنا نقصان پہنچا" تو یقیناً عام پڑھنے والے کا خون کھول اٹھتا ہے۔ آپ کسی کے گھر میں گھس جائیں اور نتیجتاً ہونے والی لڑائی میں اپنے نقصان پر مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹیں اور جس کے گھر میں آپ گھسے ہیں' اس کے نقصان کو دشمن کا نقصان ظاہر کریں تو عقل کے پاس حیرانی اور صدمے کے سوا کیا رہ جاتا ہے۔ آجکل بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ عراق پر حملہ کر کے لاکھوں "دشمن" بمباری سے نیست و نابود کر دیئے گئے اور اب کوئی امریکی فوجی کسی عراقی کی گولی کا نشانہ بن جاتا ہے تو امریکی ردعمل یہی ہوتا ہے کہ دنیا والو! دیکھو ظالم عراقی معصوم امریکی فوجیوں کو بلاوجہ ہلاک کر رہے ہیں۔

خفیہ جنگوں کا یہ دور ختم نہیں ہوا۔ اس کی شکل بدلتی جا رہی ہے۔ اور جب تک مسلمان اور دوسرے غریب و کمزور ممالک میں سامراجی ممالک کو اپنے ایجنٹ ملتے رہیں گے یہ جنگیں جاری رہیں گی۔ زیرنظر کتاب میں سب سے قابل غور پہلو یہی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر ملک میں امریکی اور برطانوی اداروں کو مخبروں اور میر جعفروں کی ایک فوج دستیاب ہوتی ہے۔

عبداللہ طارق
گلزار منصورہ' لاہور

پہلا باب

مشرقی یورپ اور بالٹک

1949ء۔1956ء

20 ستمبر 1945ء کو صدر ہنری ٹرومین نے ایک حکم کے تحت امریکہ کی زمانہ جنگ کی جاسوسی تنظیم ختم کر دی۔ آفس آف سٹریٹیجک سروسز (او ایس ایس) نے پورے یورپ' اسکینڈے نیویا' بلقان' بحیرہ روم' شمالی افریقہ' جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا بھر کے مقبوضہ علاقوں میں خفیہ اپریشن کئے تھے۔ اس کام میں اسے مقامی مزاحمتی تحریکوں کا تعاون حاصل تھا۔
جون 1944ء میں او ایس ایس کے ایجنٹوں نے نارمنڈی کے جیڈبرا اپریشن میں حصہ لیا۔ یہ اپریشن تین تین کی ٹکڑیوں میں کیا گیا۔ ہر ٹیم میں ایک فرانسیسی شامل تھا۔ اس کا مقصد فرانسیسی تحریک مزاحمت سے رابطہ رکھنا اور انہیں اسلحہ اور تربیت کی فراہمی تھا۔ جنوبی ایشیا میں 300 افراد پر مشتمل یونٹ بھیجا گیا جو برما میں کام کرتا تھا اور اس کی نگرانی بھارت سے کی جاتی تھی۔ برما میں اس نے جاپانیوں کیخلاف جاسوسی اور گوریلا کارروائیوں کیلئے 10 ہزار کاچین قبائل کی فوج تیار کی۔ اس دوران او ایس ایس نے سیام اور ہند چینی میں بھی تھائی اور ویٹ منہہ کی مزاحمتی تحریکوں کی مدد کی۔ جنگ کے اختتام تک اس کے ارکان کی تعداد 12 ہزار تھی اور اسے خفیہ انٹیلی جنس اور کارروائیوں کا وسیع تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔

او ایس ایس کے خاتمے کے فوراً بعد اس کی خفیہ انٹیلی جنس برانچ محکمہ خارجہ کے سپرد کر دی گئی جبکہ غیر روایتی جنگ کا شعبہ محکمہ جنگ کو مل گیا جس نے اسے سٹریٹیجک سروسز یونٹ (ایس ایس یو) کا نام دیا۔ 1946ء میں صدر نے اس کی جانشین تنظیم جنرل انٹیلی جنس گروپ (جی آئی جی) تشکیل دی۔ اسی سال ایس ایس یو بھی محکمہ جنگ سے جی آئی جی کو مل گیا جس نے اسے آفس آف سپیشل آپریشنز (او ایس او) کا نام دیا۔ اس کے ارکان کی تعداد 800 کر دی گئی۔ 1947ء میں نیشنل سیکیورٹی کونسل قائم کر دی گئی۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

8 ستمبر 1947ء کو جی آئی جی کا نام تبدیل کر کے سنٹرل انٹیلی جنس ایجنسی (سی آئی اے) رکھ دیا گیا۔ اس کی ذمہ داری نیشنل سکیورٹی کونسل کو مشورے دینا' انٹیلی جنس کے حوالے سے سفارشات تیار کرنا' رپورٹیں اور تخمینے تیار کرنا' حکومتی محکموں کو مشترکہ معاملات سے متعلق اضافی خدمات فراہم کرنا اور سکیورٹی کونسل کی ہدایات پر انٹیلی جنس سے متعلق ''کچھ دوسرے'' آپریشن انجام دینا تھا۔ ''کچھ دوسرے'' کے الفاظ سے اسے اس کے مستقبل کے کردار کی ایک مبہم اتھارٹی مل گئی یعنی غیر روایتی جنگ اور نیم فوجی کارروائیاں۔ یہ آپریشن سپیشل پروسیجرز گروپ (ایس پی جی) نامی یونٹ کے تحت انجام دیے جانے تھے جسے 1947ء کے آخر میں بنایا گیا تھا۔

1948ء میں صدر ٹرومین نے سی آئی اے کو نفسیاتی جنگ اور نیم فوجی کارروائیاں کرنے کا واضح اختیار دیدیا۔ اس کے حکم میں کہا گیا تھا کہ ان کارروائیوں میں پروپیگنڈا' اقتصادی جنگ' پیشگی راست اقدام جس میں سبوتاژ' اینٹی سبوتاژ' تباہی اور انخلاء کے اقدامات بھی شامل ہیں۔ دشمن ریاستوں کیخلاف تخریب کاری میں زیر زمین مزاحمتی تحریکوں کی مدد کے علاوہ گوریلا اور مہاجروں کے آزادی گروپ بنانا بھی شامل ہے۔ آزاد دنیا کے ان ممالک میں جو خطرے کی زد میں ہیں کمیونسٹ مخالف گروپوں کی مدد بھی مذکورہ بالا ذمہ داریوں میں شامل ہونگے۔ اس محکمہ کے ساتھ ہی ایس پی جی کا نام بدل کر آفس آف سپیشل پروجیکٹس اور تھوڑے ہی دنوں بعد پھر تبدیل کر کے آفس آف پالیسی کوآرڈی نیشن (او پی جی) رکھ دیا گیا تھا۔

شروع میں محکمہ دفاع نے اپنے اہلکار او پی جی کو دینے سے انکار کیا لیکن 1948ء میں جوائنٹ چیفس آف سٹاف نے اس پر آمادگی ظاہر کر دی اور کہا کہ غیر روایتی جنگ صرف او پی جی کے تحت ہونی چاہیے۔

اس دوران برطانیہ میں تقریباً تمام خصوصی فورسز 1945ء میں توڑ دی گئیں۔ اگلے سال پتہ چلا کہ برطانوی فوج کے پاس غیر روایتی جنگ کی صلاحیت بہت محدود رہ گئی ہے یعنی صرف 60 غوطہ خور اور کشتی بان رہ گئے تھے۔ 1947ء میں یہ کمی کسی حد تک پوری کی گئی تاہم 40ء کی دہائی کے آخر میں بھی برطانیہ کی سپیشل سروسز زمانہ جنگ کے مقابلے میں بہت کم رہ گئی تھی۔

برطانیہ کی سپیشل آپریشنز ایگزیکٹوز (ایس او ای) کو جنوری 1946ء میں توڑ دیا گیا لیکن اس کے بیشتر اثاثے سیکرٹ انٹیلی جنس سروس (ایس آئی ایس) میں جذب کر دیئے گئے۔ اس کا زیادہ معروف نام ایم آئی 6 تھا۔ ایس آئی ایس کا حجم زمانہ جنگ کی نسبت خاصا کم ہو گیا تھا بعد میں سابق ایس او ای کے کافی اہلکار اور کچھ اثاثے ایس آئی ایس کے سپرد کر دیئے گئے اور سپیشل آپریشنز برانچ کی تشکیل کی گئی۔

اس دوران 1945ء میں نازی جرمنی کیخلاف جنگ کے خاتمے پر بیشتر مشرقی یورپ پر

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM.COM

روس کا قبضہ ہو چکا تھا۔ جنگ کے دوران سٹالن کے اپنے دو ساتھی اتحادی لیڈروں فرینکلن ڈی روز ویلٹ اور ونسٹن چرچل کے ساتھ تعلقات اگرچہ دوستانہ تھے لیکن باہمی بداعتمادی موجود تھی۔ جنگ کے فوری بعد کے زمانے میں جب ہیری ایس ٹرومین اور کلیمنٹ اٹیلی کی جگہ روز ویلٹ اور چرچل نے لے لی تھی' تعلقات ابتر ہو چکے تھے کیونکہ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ روس نے مشرقی یورپ کے سارے مقبوضہ علاقے میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے اور وہ مغرب میں کمیونسٹ تحریکوں کی مدد کر رہا ہے۔ ٹرومین انتظامیہ نے اس کے جواب میں سوویت توسیع پسندی کی روک تھام کی پالیسی اپنائی اس میں ٹرومین ڈاکٹرین شامل تھا جس کے تحت یونان اور ترکی کو 1947ء میں 40 کروڑ ڈالر کی امداد دی گئی نیز مارشل پلان بھی جس کے تحت اگلے پانچ برسوں میں یورپی معیشتوں کو 13 ارب ڈالر کی امداد دی گئی۔

مارشل پلان کے تحت مشرقی یورپی ممالک کو بھی امداد دی گئی لیکن سٹالن نے اسے مقبوضہ علاقوں میں اپنی گرفت کمزور کرنے کی کوشش سمجھا' اس نے اسے ویٹو کر دیا تاہم چیکوسلاواکیہ جو اس وقت سوویت کنٹرول میں نہیں تھا امداد لینے پر تیار تھا چنانچہ فروری 1948ء میں سٹالن نے اس پر بھی قبضہ کر لیا اور حکومت سے غیر کمیونسٹ عناصر نکال دیئے۔ اس سے کشیدگی بڑھ گئی۔ مارچ کے آخر میں سوویت یونین نے برلن کے مغربی علاقے (جو امریکہ' برطانیہ اور فرانس کے قبضے میں تھا) کی بری ناکہ بندی کر دی۔ اتحادیوں نے ہوائی راستے سے سپلائی شروع کر دی۔ بارہ ماہ کے دوران روس نے فضائی سپلائی میں رکاوٹ ڈالنے کی 733 کوششیں کیں۔ جولائی 1949ء میں ناکہ بندی ختم کر دی گئی۔

اس دوران برطانیہ اور امریکہ سوویت یونین اور مشرقی یورپ میں سوویت مخالف مزاحمت کو فروغ دینے کی کوششیں کرتے رہے۔ ایس آئی ایس کیلئے جو 1918ء ہی سے بالشویکوں کیخلاف آپریشن کرتی رہی تھی یہ پرانے دشمن سے جنگ کی بحالی کا عمل تھا۔ 1945ء میں ایس آئی ایس سے یوکرائن کے قوم پرستوں کی تنظیم او یو این کے سربراہ سٹیفن بندیرا کا رابطہ ہوا۔ یہ تنظیم 1920ء کی دہائی میں پیرس میں یوکرائنی تارکین وطن نے قائم کی تھی۔ ایس آئی ایس اس سے پہلے بھی اس تنظیم کی مدد کرتی رہی تھی۔ مارچ 1941ء میں یہ تنظیم دو ٹکڑوں او یو این بی اور او یو این ایم میں بٹ چکی تھی۔ او یو این بی کی قیادت بندیرا اور دوسرے دھڑے کی قیادت آندرے میلینک کے پاس تھی۔ جرمنی جو اس تنظیم کی حمایت کر رہا تھا تقسیم کے بعد اس نے او یو این بی کی حمایت شروع کر دی جس نے جرمن انٹیلی جنس سروس کی سرپرستی میں 2 یونٹ بنا کر پولینڈ میں پھر سوویت علاقے پر جرمن حملے کے بعد یوکرائن میں آپریشن کیئے تاہم ستمبر 1941ء میں او یو این بی اور او یو این ایم کے درمیان جنگ کے بعد جرمنوں نے یوکرائنی قوم پرستوں کی بڑی تعداد کو قید کر دیا۔

1941ء میں سوویت یونین پر جرمن حملے کی وجہ سے ایس آئی ایس کو سوویت مخالف اپریشن بند کرنے پڑے ساتھ ہی یوکرائنی قوم پرستوں کی مدد بھی روک دی گئی۔ 1943ء میں او یو این بی کے بعض عناصر نے یوکرائن انسرجنٹ آرمی (یو پی اے) بنائی۔ 1943ء کے وسط میں جرمنوں نے یوکرائن سے نکلنا شروع کر دیا اور اکتوبر 1944ء تک سارے ملک پر سوویت یونین کا پھر قبضہ ہو گیا۔ اس وقت یو پی اے کے ارکان کی تعداد تیس چالیس ہزار ہو چکی تھی جس نے مغربی ملک میں مزاحمت شروع کر دی تاہم 1946-1945ء کے درمیان سوویت یونین کے جوابی گوریلا حملوں سے اسے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔

بندیرا اور تنظیم کے بہت سے عناصر سلوا کیا اور وہاں سے مغربی جرمنی کے برطانوی علاقے میں آ گئے۔ بندیرا نے ایس آئی ایس سے پھر روابط استوار کئے اور یوکرائن میں مزاحمت شروع کر دی۔ سوویت یونین کو جلد ہی اس کی مغربی جرمنی میں موجودگی کا پتہ چل گیا اور اس نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ امریکہ نے اسے خبردار کیا کہ اسے خطرہ ہے جس پر وہ مغربی جرمنی کے امریکی علاقے میں میونخ میں چلا گیا۔ یہاں اس نے نیا ہیڈ کوارٹر بنایا اور تنظیم کا نام او یو این ریوولیوشن (او یو این آر) رکھا۔ جنگی جرائم میں اس کے ملوث ہونے کے شواہد کے باوجود امریکہ یہی کہتا رہا کہ وہ اس کے علاقے میں موجود نہیں ہے۔

میونخ میں بندیرا نے امریکی امداد مانگی اور اس کے بدلے وعدہ کیا کہ وہ یوکرائن سے فرار ہو کر مغربی جرمنی آنے والے لوگوں سے امریکہ کو افرادی قوت فراہم کریگا اس نے پہلے امریکی وزیر دفاع جیمز فورسٹال سے 48ء میں رابطہ کیا۔ محکمہ خارجہ نے اس بات سے اتفاق کر لیا کہ منحرفین کو کمیونزم کیخلاف لڑائی میں استعمال کیا جائیگا۔ یہ ذمہ داری سی آئی اے کو سونپی گئی جس نے یہ کام او ایس او اور او پی سی کے سپرد کر دیا۔

او پی سی نے مغربی جرمنی میں کئی تربیتی مراکز قائم کئے جن میں یوکرائنی، روسی اور دوسرے سوویت تارکین وطن کو تربیت دی جاتی تھی۔ او یو این آر کے منتخب ارکان کو برطانیہ میں تربیت دی جاتی تھی۔ پیرا شوٹ کی تربیت رائل ایئر فورس دیتی تھی۔ تاہم امریکہ اور او یو این آر کے درمیان تعلقات کی بیل زیادہ منڈھے نہ چڑھ سکی بندیرا اور اس کی ہائی کمان نے امریکیوں پر بد اعتمادی ظاہر کی۔ دوسری طرف امریکیوں نے بھی محسوس کیا کہ یوکرائنیوں کی شرائط پوری کرنا ممکن نہیں پھر یہ شہادت ملی کہ او یو این آر کے ارکان کی بڑی تعداد کی جرمنوں سے ساز باز ہے تو تعلقات مزید خراب ہو گئے۔ ان میں سے کئی تو گستاپو کے بھی رکن تھے۔ امریکہ یوکرائنی دھڑوں کی باہمی آویزشوں سے بھی تنگ تھا جو جرمنی آسٹریا اور اٹلی کے کیمپوں میں یوکرائنی آبادی پر کنٹرول کیلئے برسرپیکار تھے۔
اس دوران یوکرائن میں سوویت حکمرانی کیخلاف مزاحمت جاری رہی۔ سٹالن اس مزاحمت

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کو جڑ سے اکھاڑنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا جس کا اظہار 1946ء میں سرخ فوج کے سابق کمانڈر مارشل گورگی ژوکوف کی آمد سے ہوتا تھا اس کے بعد گوریلا مخالف کارروائیاں خاصا زور پکڑ گئیں جس سے یوکرائنی گوریلوں کو کافی نقصان پہنچا۔ 28 مارچ 1947ء کو ہمسایہ ملک پولینڈ کے نائب وزیر دفاع کو ان گوریلوں نے قتل کر دیا جس کے بعد سوویت یونین نے پولینڈ اور چیک فورسز کی مدد سے یوکرائن کے مغربی سرحدی علاقوں اور پولینڈ میں گوریلوں کیخلاف اپریشن تیز کر دیا تھا تاکہ یو پی اے کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ جولائی تک پولینڈ کے مطابق دو ہزار گوریلے ہلاک کئے جا چکے تھے۔
ستمبر 1947ء میں یو پی اے کے کمانڈر شوخی وچ نے تنظیم کو توڑ دیا اور زیر زمین تنظیم بنا لی جس کے بعد بہت بڑی تعداد میں گوریلے یوکرائن سے نکلے اور چیکوسلواکیہ سے ہوتے ہوئے 1500 میل تک لڑتے بھڑتے آسٹریا کے امریکی مقبوضہ علاقے کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ یوکرائن کے کارپیتھین علاقے میں بچے کھچے گوریلوں نے مزاحمت جاری رکھی۔
1949ء میں او پی سی اور ایس آئی ایس نے "انگرل" کے نام سے ایک مشترکہ اپریشن شروع کیا جس کا مقصد یوکرائن میں مداخلت کاروں کو داخل کر کے بچے کھچے گوریلوں سے رابطہ استوار کرنا تھا۔ جولائی میں 3 افراد کا پہلا دستہ کیف کے علاقے میں اتارا گیا اور بعدازاں اس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

او پی سی نے ستمبر 1949ء میں مغربی یوکرائن میں 2 ایجنٹ اتارے یہ ایجنٹ ایک سی 47 طیارے کے ذریعے اتارے گئے جس پر کوئی نشان نہیں تھا۔ یہ ان 2000 ایجنٹوں میں شامل تھے جن کو پورے سوویت یونین کے اہم سٹریٹیجک مقامات پر تعینات کرنے کا منصوبہ تھا۔ مشن کے دو مقاصد تھے: ایک تو یہ معلوم کرنا کہ روس مغربی یورپ پر حملے کی تیاری تو نہیں کر رہا اور دوسرا اس حملے کو روکنے کیلئے مزاحمتی گروپوں کی مدد کرنا۔ چند روز بعد چار مزید ایجنٹ کارپیتھین کے پہاڑوں پر اتارے گئے لیکن جلد ہی انہیں پکڑ کر ہلاک کر دیا گیا۔
اگلے برس 8 ہزار گوریلوں نے عام معافی کے وعدے پر ہتھیار ڈال دیئے چنانچہ تنظیم کی قوت اور صلاحیت میں مزید کمی آ گئی۔ اس بڑے نقصان سے بظاہر بےخبر ایس آئی ایس نے مزید ایجنٹوں کو یوکرائن اور پولینڈ میں اتارنے کا سلسلہ جاری رکھا۔
1950ء کی دہائی کے شروع میں ایس آئی ایس شمالی ڈویژن کے سربراہ ہیری کار نے واشنگٹن کا دورہ کیا اور سوویت بلاک میں کئے جانے والے آپریشنز پر بات چیت کی۔ او پی سی اور او ایس او کے نمائندوں کی ملاقاتوں میں واشنگٹن میں ایس آئی ایس کا نمائندہ کم فلبی بھی شریک تھا جو برطانوی سفارت خانے میں فرسٹ سیکرٹری کے طور پر تعینات تھا۔ اس کے فرائض میں سی آئی اے، او ایس او اور او پی سی کے درمیان رابطے کا کام انجام دینا بھی شامل تھا۔

اب دنیا جانتی ہے کہ فلبی روسی ایجنٹ تھا۔ کیمبرج یونیورسٹی کے زمانہ تعلیم میں وہ مارکسسٹ رہا تھا بعد میں وہ ویانا میں رہا جہاں اس نے پہلی شادی ایک سرگرم کمیونسٹ ایلس لٹزی کوہلمین سے کی۔ 1937ء میں وہ فری لانس صحافی بنا اور سپین کی خانہ جنگی کی کوریج کی اسے دی ٹائمز نے اپنا خصوصی نمائندہ بنایا۔ 1939ء میں وہ فرانس میں جنگی وقائع نگار تھا۔ جون 40ء میں سقوط پیرس کے بعد برطانیہ آ گیا اور جلد ہی ایس آئی ایس نے اسے اپنے سیکشن ڈی میں رکھ لیا جس کا کام تخریب کاری، سبوتاژ اور نیم فوجی اپریشن انجام دینا تھا پھر وہ ایس آئی ایس میں آ گیا اور سیکشن وی میں شامل ہوا جو رد جاسوسی کا شعبہ تھا وہاں اسے آئی بیریا کے ذیلی شعبے کی سربراہی مل گئی۔

1944ء میں فلبی ایس آئی ایس کے نئے سوویت شعبے آر 5 کا سربراہ بن گیا اور سوویت انٹیلی جنس سروس این کے جی بی کو معلومات فراہم کرنی شروع کر دیں۔ 1947ء میں اس نے ایس آئی اے کے استنبول سٹیشن کی سربراہی سنبھال لی۔ 1949ء میں اسے واشنگٹن میں ایس آئی ایس کا نمائندہ بننے کی پیشکش ہوئی۔

ہیری کار کے دورۂ واشنگٹن میں امریکیوں نے سٹیفن بندیرا اور او یو این آر/یو پی اے کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی کا واضح اظہار کر دیا جسے وہ امریکہ مخالف قرار دے چکے تھے ان کی یوکرائن میں حمایت زوال پذیر تھی اور وہ نیم فوجی کارروائیوں میں کوئی خاص کردار ادا کرنے کے قابل نہیں تھے۔ علاوہ ازیں ان کا کہنا تھا کہ بندیرا کی مسلسل حمایت سے یوکرائن کے باقی ماندہ مزاحمتی عناصر میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ اس صورتحال کے بعد 1949ء میں امریکہ نے بندیرا اور اس کی جماعت سے تمام روابط توڑ لئے۔ اس دوران ایس آئی ایس کے برعکس او ایس او یوکرائن میں اتارے گئے پہلے دو ایجنٹوں سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ ان سے حاصل کردہ معلومات سے پتہ چلا کہ یوکرائن میں مزاحمت کی تحریک زوال پذیر ہے۔ یہ اطلاع او یو این آر کی اس اطلاع سے متضاد تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اس کے گروپ سوویت یونین کیخلاف مؤثر مہم چلا رہے ہیں۔ امریکی دباؤ کے باوجود کار نے بندیرا کی حمایت ختم کرنے سے انکار کر دیا جس سے ان کے اور امریکی نمائندوں میں چپقلش پیدا ہوگئی۔

او ایس او اور یو پی سی بعض دوسری تنظیموں کی مدد کر رہے تھے جن میں آندرے میلنیک کی تنظیم جس نے اپنا نام بدل کر او یو این ایس رکھ لیا تھا کے علاوہ یوکرائنین سپریم لبریشن کونسل (یو ایچ وی آر) بھی شامل تھی اسے او یو این بی نے 1944ء میں تمام قوم پرست دھڑوں کو متحد کر کے بنایا تھا تا کہ وہ یو پی آئی اے کیلئے ایک سیاسی جماعت کے طور پر کام کرے۔ دوسرے گروپوں میں روس کے نرودنی ترودووی سویوز (نیشنل لیبر کونسل) بھی شامل تھی جس کی قیادت ولادیمیر پورمسکی کر رہے تھے یہ انقلاب کے بعد بالشویکوں کے عتاب کا نشانہ بننے والے سوشلسٹوں اور منشویکوں نے بنائی تھی جو

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM . COM

اب مغرب میں پناہ گزین تھے۔

این ٹی ایس اور دوسرے سوویت مخالف گروپوں کی بھرتی گہلن آرگ نامی ادارہ کرتا تھا جسکی قیادت جنرل رین ہارڈ گیلن کے پاس تھی جو جنگ کے زمانے میں جرمن ہائی کمانڈ کی فوجی انٹیلی جنس (ایف ایچ او) کا سربراہ رہ چکا تھا۔ اس نے جنگ میں ہٹلر کی شکست کا اندازہ کرتے ہوئے اکتوبر 1944ء ہی میں مغربی اتحادیوں کو اپنی خدمات فراہم کرنے کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ اتحادیوں نے بھی سوچ لیا تھا کہ جرمنی کے بعد وہ اپنے نئے دشمن سوویت یونین سے نبرد آزما ہونگے۔ 7 مئی 1945ء کو جرمنی کے باضابطہ سرنڈر سے کچھ ہفتے قبل اس نے ایف ایچ او کی خفیہ دستاویزات چھپالی تھیں اس نے اپنے عملے سمیت مئی 1945ء میں خود کو امریکیوں کے حوالے کر دیا۔

اگست میں گہلن اور اس کے تین افسر امریکہ پہنچائے گئے جہاں سودے بازی کے بعد طے ہوا کہ وہ امریکی مداخلت کے بغیر ایک خودمختار ادارہ بنائے گا جو بعدازاں مغربی جرمنی میں حکومت کے قیام کے بعد قومی انٹیلی جنس ادارے میں تبدیل ہو جائے گا۔

1946ء میں ''گہلن آرگنائزیشن'' کی تشکیل کی گئی۔ دسمبر 1947ء میں اس کا دفتر میونخ سے پلاخ نامی قصبے میں منتقل ہو گیا جہاں اسے ایک بڑا کمپاؤنڈ مل گیا۔ اس نے سائنسی تعلیمی ادارے کے بھیس میں کام شروع کیا اور 1948ء میں امریکہ کے فراہم کردہ 6 لاکھ ڈالر سالانہ بجٹ کی مدد سے مشرقی یورپ اور سوویت یونین میں اپریشن شروع کر دیئے گئے۔

1950ء میں امریکیوں نے یوکرائن میں متعدد ایجنٹ اتارے جو چار چار اور چھ چھ کے میں سے 2 غائب ہو گئے اسی سال یو پی اے کے کمانڈر رومن شوخی وچ کی موت ہوئی جو کہ روسی انٹیلی جنس کی ہٹ لسٹ پر تھا۔ سوویت انٹیلی جنس (اس وقت ایم جی بی) نے لووف کے علاقے میں شوخی وچ کی کئی ماہ تک بے سود تلاش کے بعد او یو این آر کے رکن گورباياف کو کسی طرح آمادہ کیا کہ اس کے بارے میں کچھ بتائے۔ اس کی مخبری پر لووف کے ایک گاؤں میں ایک جنرل سٹور کا گھیراؤ کیا گیا۔ فائرنگ کے دوطرفہ مقابلے میں شوخی وچ اپنی دو ساتھی خواتین کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

اس کی جگہ ایک تجربہ کار گوریلا لیڈر واسل کووال کو لگایا گیا لیکن کئی ماہ تک اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو بندیرا نے مینن ماتو یکو کی زیر قیادت ایک وفد صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے وہاں بھیجا لیکن اس وقت تک روسی انٹیلی جنس کا سربراہ جنرل سوویلاتوف او یو این آر میں اپنا ایجنٹ داخل کر چکا تھا۔ مذکورہ وفد کی برطانیہ سے روانگی سے قبل اس نے اطلاع دیدی کہ ماتو یکو کی زیر قیادت وفد کس راستے سے یوکرائن پہنچ رہا ہے۔

اس وقت یوکرائن کی ایس آئی ایس کی تمام پروازیں قبرص اور مالٹا کے برطانوی اڈوں سے جاری تھیں۔ ماتو یکو کا طیارہ مالٹا سے اڑا اور کامیابی سے منزل پر اتر گیا جس کی وجہ روسی حکام تھے

جنہوں نے فوج کو حکم دیا تھا کہ اس بغیر نشان والے سی 47 طیارے پر کوئی حملہ نہ کیا جائے۔ ماتو یکو نے بعد میں اطلاع دی کہ اس کا واسل کو وال کے نیٹ ورک سے رابطہ ہو گیا ہے اور جلد ہی ملاقات ہو گی لیکن یہ ملاقات نہیں ہوئی اور اس کا وائرلیس خاموش ہو گیا۔

بعد میں پتہ چلا کہ ماتو یکو اور اس کے گروپ کی مسلسل نگرانی کی جا رہی تھی۔ انہیں دھوکہ دیکر سوویت ایجنٹوں کی کمین گاہ پر لایا گیا۔ انہیں نشہ آور کھانا کھلایا گیا اور جب وہ جاگے تو وہ ایم جی بی کے قبضے میں تھے ان سے تفتیش کے دوران سوویت ایجنٹوں نے انہیں باور کرا لیا کہ صرف ان کی تنظیم ہی نہیں، یوکرائنیوں کی تمام تنظیموں میں سوویت ایجنٹ سرایت کر چکے ہیں اپنے لئے کام کرنے پر آمادہ کرنے کی خاطر ایم جی بی کے ایجنٹوں نے ماتو یکو سے نرمی کا مظاہرہ کیا اور لووف کے ایک ولا میں اسے ٹھہرا دیا۔ لیکن وہ جلد ہی وہاں سے بھاگ نکلا اور مفروری کے دوران بھی او یو این آر کے ہمدردوں سے رابطے اور ان پناہ گاہوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی جن کو اس نے اپنے تفتیش کنندگان سے چھپایا تھا۔ مگر اسے مایوسی ہوئی کیونکہ نہ تو رابطے برقرار تھے اور نہ ہی اس کے پاس موجود پتے درست تھے۔ وجہ یہ تھی کہ او یو این آر نے لندن اور میونخ کے ہیڈ کوارٹروں کو اپنی حمایت کے بارے میں مبالغہ آمیز اطلاعات دی تھیں۔ ماتو یکو نے خود کو ایم جی بی کے حوالے کر دیا اور پھر ایک پریس کانفرنس میں اس نے او یو این آر کی مذمت کی۔

اس زمانے میں رائل ایئر فورس کے ایک بے نشان جہاز نے قبرص سے چھ چھ افراد کے تین گروپ یوکرائن اتارے، پہلا لووف کے قریب اور دوسرا کولومیا اور تیسرا پولش سرحد کے قریب اترا۔ کم فلبی نے ان تینوں گروپوں کے اترنے کے بارے میں تمام معلومات ایک اور روسی ایجنٹ گائے برجیس کو دے دیں۔ یہ ایک شرابی ہم جنس پرست تھا جو واشنگٹن کے برطانوی سفارت خانے میں فرسٹ سیکرٹری تھا اس نے یہ اطلاع ایک اور برطانوی غدار ممتاز فنی مؤرخ انتھونی بلنٹ کو دیدی جس نے یہ اطلاع لندن کے روسی سفارت خانے میں ایم جی بی کے ایک افسر یوری مووین کو پہنچا دی۔ اس کے بعد مذکورہ تینوں گروپوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا۔

1952ء اور 1953ء کے درمیان او پی سی کے اپریشن جاری رہے۔ این ٹی ایس کا ایک چار رکنی گروہ 26/25 اپریل 1953ء کی رات یوکرائن اتارا گیا۔ ان کی منزل کیف اور بحیرہ اسود کی بندرگاہ اوڈیسہ تھی۔ اتارے جانے کے بعد ان کی کوئی خبر نہیں ملی لیکن 27 مئی کو سوویت اخبار پراودا میں خبر چھپی کہ چاروں افراد پکڑے گئے اور مقدمہ چلانے کے بعد انہیں گولی سے اڑا دیا گیا۔ اتارے جانے والے مزید 12 اراکین بعد میں پکڑے گئے۔ اسی عرصہ کے دوران ایس آئی ایس اوالیڈر کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں کو بھی ایسے ہی نقصانات اٹھانا پڑے ہونگے۔

1954ء میں او یو این آر کا ایک بڑا گروپ کارپیتھیئن کے علاقے میں داخل ہو رہا تھا

کہ سوویت فوجیوں نے حملہ کر کے اس کا صفایا کر دیا انہیں اس کی پیشگی اطلاع مل گئی تھی۔ یہ بندیرا کیلئے آخری دھچکا تھا جس کے بارے میں ایس آئی ایس کی خوش فہمی اب دور ہو چکی تھی اور جواب یو این آر کے باقی ماندہ نیٹ ورک سے الگ ہو کر اس کی تشکیل نو کا فیصلہ کر رہا تھا۔ اس نے ایک نئی اور کافی چھوٹی تنظیم بنائی لیکن اس کی وجہ سے وہ کے جی بی کا بنیادی ہدف بن گیا جو 1954ء میں ایم بی جی کی جگہ قائم ہوئی تھی۔ 15 اکتوبر 1959ء کو اسے میونخ میں اپنے گھر کے دروازے پر قتل کر دیا گیا۔ اسے ایسے پستول سے قتل کیا گیا جس میں تیزاب بھرا تھا۔ اس پستول سے تیزاب سپرے کی شکل میں نکلتا ہے اور سانس کے ذریعے خون میں جذب ہو کر موت کا اس انداز سے باعث بنتا ہے جیسے موت دل کے دورے سے ہوئی ہو۔ قاتل کا بعد میں پتہ چل گیا وہ کے جی بی کے محکمہ نمبر 13 سے تعلق رکھتا تھا جس کے ذمے لوگوں کو قتل کرنا تھا۔ دو سال قبل میونخ میں اس قاتل سٹاشنسکی نے ایک اور یوکرائنی جلاوطن لیڈر لیو ریبٹ بھی اسی انداز سے قتل کیا تھا۔

اس طرح ایس آئی ایس /او پی سی کے یوکرائن میں تخریب کاری کو فروغ دینے کے منصوبے ناکام ہو گئے۔ بنیادی وجہ یہ تھی کہ 1940ء سے لے کر اس وقت کی سوویت انٹیلی جنس این کے وی ڈی او یو این میں بہت اعلیٰ سطح پر سرایت کر چکی تھی بعد میں اس کی جانشین تنظیموں این کے جی بی، ایم جی بی اور کے جی بی نے بھی تمام کمیونسٹ مخالف تنظیموں میں اسی طرح نفوذ کیا۔ اس پر مستزاد کم فلبی کی غداری تھی ایک اور بڑی وجہ ایس آئی ایس اور او پی سی کی طرف سے گوریلوں کو دی جانے والی محدود امداد تھی زیادہ امداد دی جا سکتی تھی مگر اس کے جواب میں سوویت یونین بھی بڑی کارروائی کرتا لیکن جنگ عظیم میں زبردست جانی اور مالی قیمت ادا کرنے کے بعد برطانیہ اور امریکہ اس حد تک جانے کیلئے تیار نہیں تھے کہ سوویت یونین سے کوئی بڑی محاذ آرائی شروع ہو جائے۔

اس دوران ایس آئی ایس اور او پی سی پولینڈ میں بھی کمیونسٹ حکومت کیخلاف مزاحمت کو فروغ دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جنگ سے پہلے ایس او ای کا سربراہ میجر جنرل کولن گبز پولینڈ میں برطانوی ملٹری مشن کے سربراہ کے طور پر کام کر چکا تھا وہ اس وقت ملٹری انٹیلی جنس میں تھا اور اس کے شعبے کا کام جرمنی کے زیر قبضہ مشرقی یورپی ممالک کی خفیہ امداد کرنا تھا۔ وہ پولینڈ کے دو تہائی مغربی حصہ پر جرمنی اور باقی ماندہ ملک پر سوویت یونین کے قبضے کا شاہد تھا۔ بعد ازاں جرمنی نے سارے پولینڈ پر قبضہ کر لیا تھا۔

جنگ کے سارے زمانے میں پولش تحریک مزاحمت ''ہوم آرمی'' (اے کے) کو امداد ایس او ای کا پولش شعبہ دیتا تھا۔ اگست 1944ء میں ''اے کے'' نے وارسا میں عوامی تحریک چلائی تا کہ جرمن فوج کو شکست دیکر شہر پر قبضہ کیا جا سکے اسے اس کی جلدی اس لئے تھی کہ پیش قدمی کرتی ہوئی سوویت فوج پہلے ہی مشرقی پولینڈ پر قبضہ کر کے وہاں کمیونسٹ حکومت قائم کر چکی تھی۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE-URDU-FORUM.COM

جنگ کے پہلے دو برسوں میں ایس او پی نے اے کے کی حوصلہ افزائی کی کہ وقت آنے پر عوام کو متحرک کر دیا جائے تاہم بعد میں برطانیہ اور پولینڈ کی جلاوطن حکومت نے اس اقدام کو نا قابل عمل سمجھا اور اس کا منصوبہ ترک کر دیا تاہم پولینڈ میں اے کے نے وارسا کی آزادی کو اپنا حتمی مقصد قرار دیدیا۔

سوویت فوج نے مغرب کی طرف پیش قدمی جاری رکھی تو اے کے نے لندن کی جلاوطن حکومت سے احکامات طلب کئے مگر بے سود' اس وقت پولینڈ کے وزیر اعظم سٹانسیلا میکولازک اور آزاد پولش فوج کے کمانڈر انچیف جنرل کازی میرز سولنسوسکی دونوں ہی غیر موجود تھے۔ میکولازک ماسکو گیا ہوا تھا تاکہ سٹالن سے کوئی سیاسی مفاہمت کر سکے جبکہ سولنسوسکی اٹلی میں تھا جہاں سے اس نے متضاد ہدایات بھجیں جن سے یہ مطلب لیا گیا کہ محدود کارروائی کی اجازت دے دی گئی ہے۔

تاہم اس دوران 'سوویت اے کے' کی سرگرمی سے حوصلہ افزائی کر رہے تھے اور یکم اگست کو 50 ہزار پولش گوریلوں نے جنرل کموروسکی کی کمان کے تحت نسبتاً کمزور جرمن فوجوں پر حملہ کر دیا اور تین دن میں وارسا پر قبضہ کر لیا۔ ایس او ای نے ان کی امداد کی جس نے اگست اور ستمبر کے دوران 192 مرتبہ افراد' اسلحہ اور آلات اتارے لیکن اس کی قیمت بہت زیادہ دینا پڑی۔ اس عرصہ میں ان کے 41 جہاز گر گئے۔ جرمنوں نے بھاری کمک بھیج کر جوابی کارروائی کی اور اگلے 9 ہفتوں تک 'اے کے' کی پوزیشنوں پر بم اور گولے برساتے رہے۔ اس دوران سوویت فوج دریائے وستولا کے مشرق میں رک گئی۔ 2 ستمبر کو اے کے نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت تک 2 لاکھ شہری اور 10 ہزار گوریلے ہلاک ہو چکے تھے۔ کموروسکی اور باقی ماندہ گوریلوں کی گرفتاری کے بعد وارسا کی ساری آبادی اکٹھی کر کے شہر بدر کر دی گئی اور جرمنوں نے منظم انداز سے شہر کا بیشتر حصہ مسمار کر دیا۔ دریا کے بائیں کنارے کے مضافات کو خالی کرا کے اس کی تمام عمارات نذر آتش کر دی گئیں یا دھماکہ خیز مواد سے اڑا دی گئیں۔

جرمنوں نے اے کے کو بھاری نقصان پہنچایا۔ جو بچ رہے انہوں نے لندن رابطہ کیا لیکن کموروسکی کی گرفتاری نے اے کے کے نیٹ ورک کو بری طرح تباہ کر دیا تھا۔

20 دسمبر 1944ء کو ایس او ای کا ایک مشن ''فریسٹن'' کے کوڈ نام سے پولینڈ روانہ کیا گیا تاکہ بچی کھچی مزاحمت کا پتہ چلایا جا سکے اسے پتہ چلا کہ جنگ کے زمانے میں ایس او ای کے جتنے ایجنٹ وہاں اتارے گئے تھے ان میں سے بیشتر گستاپو یا سرخ فوج کے ساتھ آنے والے این کے وی ڈی کے اہلکاروں کے ہاتھوں ہلاک کئے جا چکے ہیں۔ جنوری 1945ء میں مشن کے ارکان نزدیکی سوویت ہیڈ کوارٹر گئے جہاں انہیں فوراً ہی گرفتار کر لیا گیا۔ روسیوں نے ان سے تفتیش شروع کر دی۔ 12 فروری کو انہیں رہا کر کے برطانیہ واپس بھجوا دیا گیا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

تاہم جب یہ جنگ ختم ہوئی تو سوویت یونین نے اے کے کے ارکان کی پکڑ دھکڑ شروع کی۔ ان میں سے کچھ کو ملک بدر کر دیا اور کچھ کو اپنی سرپرستی میں بنائی ہوئی پولش فوج میں جبری بھرتی کر لیا۔ جلاوطن پولش حکومت نے جنوری 45ء میں اے کے کو سرکاری طور پر توڑنے کا اعلان کر دیا لیکن اس کے باقی ماندہ ارکان زیر زمین سرگرم ہو گئے۔ انہوں نے کمیونسٹ مخالف تحریک شروع کر دی اور ایک سیاسی جماعت ''نائی'' بنالی سوویت یونین نے ان پر زبردست کریک ڈاؤن کیا اور این کے جی بی نے 50 ہزار افراد گرفتار کر کے سائبریا بھجوا دیئے۔ ان زبردست تباہ کن نقصانات کے باوجود پولش تحریک مزاحمت زیر زمین جاری رہی اور مدد کیلئے برطانیہ اور امریکہ سے رجوع کیا۔

ایس او ای نے اس دوران پولینڈ میں اپنے ریڈیائی مواصلاتی نیٹ ورک کی از سر نو تنظیم کی۔ سوویت یونین کو اس کا پتہ چل گیا اور اس نے برطانوی حکومت سے احتجاج کیا۔ دفتر خارجہ نے جو اس وقت سوویت یونین سے اچھے تعلقات برقرار رکھنا چاہتا تھا' نیٹ ورک بند کرنے کو کہا جس کے بعد نیٹ ورک ایس آئی ایس کے حوالے کر دیا گیا جس نے پولینڈ کی جرمنوں سے آزادی کے بعد وہاں خفیہ اپریشن شروع کر دیئے۔

مئی 1946ء میں پولینڈ میں ایک نئی مزاحمتی تحریک ڈی ایس زیڈ قائم ہوئی تاہم یہ اگست میں ختم ہو گئی۔ اگلے ماہ ایک نئی تنظیم ڈبلیو آئی این قائم ہوئی لیکن یہ بھی جلد ہی ختم ہو گئی۔ اس دوران دو اور مزاحمتی تحریکیں کام کر رہی تھیں ایک این زیڈ ڈبلیو اور دوسری یو پی اے۔

مزاحمتی سرگرمیاں 1946ء میں بڑھ گئیں اور حکومتی فورسز کیخلاف تیزی سے اپریشن کئے جاتے رہے' حتیٰ کہ اکتوبر میں ڈبلیو آئی این کے سربراہ اور اس کی سپریم کونسل کے 17 ارکان پولش سکیورٹی سروسز نے گرفتار کر لیے۔ جنوری 47ء میں ان کے جانشینوں کی بڑی تعداد بھی پکڑ لی گئی اور اس کے نیٹ ورکس اور کمانڈ سٹرکچر کو کافی حد تک تباہ کر دیا گیا۔ مزید برآں حکومت نے عام معافی کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں تنظیم کے 50 ہزار ارکان نے پارٹی چھوڑ دی۔

جنوری 47ء ہی میں بائیں بازو کے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے مخلوط اتحاد نے ان حالات میں انتخابات میں لینڈ سلائیڈ فتح حاصل کی کہ ملک میں عملاً دہشت کا راج تھا اور دوسری جماعتوں کو گرفتاریوں اور دیگر برے نتائج کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں اور اخبارات پر سنسر نافذ تھا۔ کمیونسٹوں نے سوویت یونین کی پشت پناہی سے عوامی سلامتی کی وزارت جیسے اہم سرکاری اداروں پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ پچھلے ستمبر میں انہوں نے سٹالن سے نئی حکومت کی ترکیب کے بارے میں معاہدہ کیا تھا۔

نئی حکومت نے برطانیہ میں جلاوطن متعدد پولش شہریوں کو وطن واپسی پر آمادہ کر لیا۔ ان میں سے بعض کو ایس آئی ایس نے اپنا ایجنٹ بنا لیا جون 1947ء میں ایس آئی ایس نے متعدد ایجنٹ

اور آلات پولینڈ میں اتارے لیکن حکومت نے کریک ڈاؤن کیا اور اندازہ ہوا کہ ڈبلیو آئی این (تحریک مزاحمت) تقریباً تباہ کی جا چکی ہے۔

دو برس بعد تنظیم پھر نمودار ہوئی جب اس نے فری پولش فورسز کے زمانہ جنگ کے کمانڈر جنرل ولادی سلاو اینڈرس سے جو لندن میں مقیم تھا' رابطہ کیا۔ اس سے 1950ء کی دہائی میں ایس آئی ایس وی آئی این کے ساتھ دوبارہ رابطہ کرنے کے قابل ہوگئی جس نے جنرل اینڈرسن کی قیادت میں لندن میں اپنا اڈہ بنالیا تھا اور پھر اس نے براڈوے کے خفیہ نام سے ایک اپریشن شروع کیا جس کا مقصد وی آئی این کو نیم فوجی تنظیم بنانا تھا تاکہ وہ سوویت یونین کی مغربی یورپ میں پیشقدمی روک سکے۔ اس کے ساتھ ہی وی آئی این کو مشرقی یورپ میں سوویت یونین کے جنگی منصوبوں کی معلومات اکٹھی کرنے کا کام بھی دیا گیا۔ اگلے مہینوں میں ایجنٹ' ہتھیار آلات اور رقم ڈبلیو آئی این کو فراہم کی گئی لیکن نومبر تک اپریشن کا دائرہ اور اخراجات اتنے بڑھ گئے کہ ایس آئی ایس نے او پی ایس سے رابطہ کیا اور مشترکہ مہم کی تجویز دی۔ او پی ایس راضی ہوگئی اور اپریشن کے کنٹرول شاف کیلئے اپنے دو افسر فراہم کردیئے۔

اگلے پورے سال اپریشن کامیابی کی طرف گامزن رہا۔ وی آئی این منصوبہ کے مطابق پھیلتی رہی اور مشرقی یورپ میں سوویت فوجوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتی رہی۔ تاہم تنظیم کے مطالبات بڑھتے جارہے تھے جس سے سی آئی اے میں بے چینی پیدا ہوئی او ایس او کے روسی جاسوسی کے شعبے کے سربراہ جیمز انجیلٹن نے سی آئی اے کے سربراہ' ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس جنرل والٹر بیڈل سمتھ اور ایجنسی کے ڈپٹی ڈائریکٹر منصوبہ بندی ایلن ڈلس کو شکایت کی کہ وی آئی این سوویت یونین کا فریبی ہتھکنڈہ ہے۔ او پی ایس کے سربراہ فرینک وائزنر نے یہ خدشہ مسترد کردیا اور کہا کہ وی آئی این ایک حقیقی مزاحمتی تنظیم ہے۔

بیڈل سمتھ نے تاہم یہ تسلیم کیا کہ وی آئی این سوویت یونین کے ردِ جاسوسی اپریشن کا ہدف ضرور رہی ہوگی اور اپریل 1951ء میں اس نے ایک ریٹائرڈ امریکی فوجی افسر جنرل لوسیان ٹرسکاٹ کو مغربی جرمنی بھیجا تاکہ اپریشن براڈوے اور ان خفیہ مہمات کے بارے میں جائزہ رپورٹ دے جو روس اور مشرقی یورپ میں سرانجام دی جارہی تھیں اس نے وہاں جاکر رپورٹ دی کہ وی آئی این جو جاسوسی معلومات فراہم کررہی ہے وہ نہایت ناقص ہیں۔ نیز جن ایجنٹوں کو تربیت دی جارہی ہے ان کے زندہ رہنے کے کوئی امکانات نہیں ہیں کیونکہ تارکین وطن انہیں پہنچاتے ہیں جن میں سوویت عناصر سرایت کرچکے ہیں۔

ٹرسکاٹ کی رپورٹ ایس آئی ایس اور او پی سی دونوں نے مسترد کردی اور اپنا مشترکہ اپریشن جاری رکھا۔ تاہم 18 ماہ بعد انہیں شدید دھچکا پہنچا۔ 1952ء کے آخری دنوں میں ریڈیو وارسا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

نے انکشاف کیا کہ وی آئی این پر 1948ء سے ہی کمیونسٹوں کا کنٹرول ہے۔ 48-1947 میں پولش خفیہ تنظیم یو۔ بی اس تنظیم کے ایک سینئر لیڈر سٹیفن سینکو کی گرفتاری سے پہلے ہی جو بعدازاں ڈبل ایجنٹ بننے پر راضی ہوگیا تنظیم کے نیٹ ورک میں رسائی حاصل کرنے اور اسے کسی حد تک تباہ کرنے میں کامیاب ہوچکی تھی۔

چنانچہ کمیونسٹوں کو باقی ماندہ تنظیم میں سرایت کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ ڈبلیو آئی این کیلئے جو بھی ایجنٹ اسلحہ اور فنڈ اتارے گئے ان سب پر پولینڈ کی خفیہ ایجنسی یو۔ بی نے قبضہ کرلیا اور اسے اپریشن کی پوری تفصیل کا بھی پتہ چل گیا۔ ایس آئی ایس او اور او پی سی کو جو جاسوسی اطلاعات ملیں وہ یو۔ بی اور کے جی بی کی تیار کردہ تھیں۔

اس طرح ایس آئی ایس اور او پی سی ایک بار پھر سوویت جال میں آگئے۔ ایک مرتبہ پھر کم فلبی کی طرف انگلیاں اٹھیں جو بلاشبہ اپریشن براڈوے کی اطلاعات سوویت یونین کو پہنچا رہا تھا لیکن اپریشن کی ناکامی کی بڑی وجہ ڈبلیو آئی این کے اندر سکیورٹی کا کمزور نظام' سوویت یونین والوں کی پھرتی اور پولش حکومت کا سخت کنٹرول تھا اس کی تباہی کے باوجود برطانیہ اور امریکہ سوویت یونین کے ہاتھوں دھوکہ کھانے سے باز نہیں آئے۔

1940 میں لتھوانیا' لٹویا اور اسٹونیا کی آزاد بالٹک ریاستوں پر سوویت یونین نے قبضہ کرلیا۔ اس نے 1939ء میں جرمنی سے ایک خفیہ معاہدہ کیا تھا جس کے تحت جرمنی نے ان علاقوں پر روس کی بالادستی تسلیم کرلی تھی۔ جون 1941ء میں سوویت یونین پر جرمنی کے حملے کے بعد ان تینوں ریاستوں اور بیلارس کو ایک صوبہ بناکر اسے اوسٹ لینڈ کا نام دے دیا گیا۔ لٹویا اور اسٹونیا میں جرمنی نے فوجی' نیم فوجی اور پولیس دستے بناکر یہودیوں کی نسلی صفائی کی مہمیں چلائیں۔ لٹویا میں ایک ایسے دستے نے اگست 1941ء میں 15 ہزار یہودی قتل کئے اور ستمبر و دسمبر کے درمیان مزید 29 ہزار یہودی قتل کرنے کیلئے ملک بدر کردیئے۔

نازی قبضہ کے تین برسوں میں بالٹک ریاستوں میں متعدد قوم پرست تنظیمیں قائم ہوئیں۔ لٹویا میں لٹوین سنٹرل کونسل (ایل سی سی) 1943ء سے بنی جبکہ اسٹونیا میں ری پبلک نیشنل کمیٹی (آر این سی) 1944ء میں قائم کی گئی۔ لتھوانیا میں لتھوانین فریڈم آرمی 1941ء میں بنائی گئی۔ اس کے دو برس بعد 1943ء میں سپریم کمیٹی برائے آزادی (ایس سی ایل ایل) قائم ہوئی۔ ان سب کو امید تھی کہ جنگ کے بعد سوویت یونین اور جرمنی دونوں کمزور ہوجائینگے اور بالٹک پر اپنا قبضہ برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ بعض نے مغرب سے امداد طلب کی اور 1944ء میں انہوں نے ایس آئی ایس' او ایس ایس اور سویڈش ملٹری انٹیلی جنس (ایس ایم ٹی) سے رابطے قائم کرلئے۔

1944ء کے آخر میں سوویت یونین نے بالٹک ریاستوں پر حملہ کردیا ہزاروں افراد

اس حملے سے پہلے ہی پناہ کیلئے فرار ہو گئے اور قوم پرستوں کی بڑی تعداد نے جنگلوں کا رخ کیا تاکہ سوویت یونین کی مزاحمت کیلئے گروہ بنائے جاسکیں۔ لتھوانیا میں ''فارسٹ برادر ہڈ (جنگلی اخوت) نامی تنظیم بنائی گئی جس کے ارکان کی تعداد 30 ہزار تھی۔ لٹویا میں جو تنظیم بنائی گئی اس کے ارکان کی تعداد 14 ہزار تھی۔ یہ مکمل طور پر مسلح تھی اور اس کے پاس تربیت یافتہ گوریلے تھے۔ اسٹونیا میں 10 ہزار گوریلے سرگرم تھے۔ یہاں باقی ماندہ جرمنوں کے فوجی و نیم فوجی دستے مغرب کو فرار ہو گئے تھے۔ جب وہ جرمنی میں برطانوی اور امریکی علاقوں میں پہنچے تو انہیں جنگی قیدیوں کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔

1945ء کے شروع میں ایس آئی ایس بالٹک علاقے میں سوویت موجودگی کے بارے میں انٹیلی جنس معلومات اکٹھی کرنے لگی تھی۔ چار ایجنٹوں کا ایک پہلا گروپ 15 اکتوبر کو وہاں اتارنے کا منصوبہ بنایا گیا لیکن ان کی کشتی کورلینڈ کے ساحل پر ڈوب گئی۔ اسلحہ اور سامان غرق ہو گیا اور چاروں ایجنٹ قریبی جنگل میں چھپ گئے تاہم اگلے دن ڈوبا ہوا اسلحہ اور سامان سوویت یونین کو مل گیا اور اس نے چاروں ایجنٹوں کی تلاش کیلئے بڑی مہم شروع کی اور دو روز بعد ان میں سے دو کو گرفتار کر لیا۔ تفتیش کے دوران انہوں نے بتا دیا کہ ان کے ساتھ ایک ریڈیو آپریٹر بھی تھا جس کو تین ہفتے بعد ریڈیو اور کوڈ بکس سمیت پکڑ لیا گیا۔ تشدد کے باوجود یہ تینوں روس سے تعاون کرنے پر آمادہ نہ ہوئے یا وہ تعاون کے قابل ہی نہیں تھے، جس پر روس نے اپنا پسندیدہ حربہ آزمایا یعنی دھوکہ دہی کا اپریشن تیار کیا۔ روسی انٹیلی جنس نے مزاحمتی تحریک کے پہلے سے گرفتار ایک ریڈیو آپریٹر برگمانس کو تعاون پر آمادہ کیا جس نے 1946ء میں مذکورہ تین افراد سے پکڑے گئے ریڈیو پر اطلاعات بھجوانا شروع کر دیں۔ تین ماہ بعد سٹاک ہام کے ایس آئی ایس کے اڈے سے جواب ملا۔ ایس آئی ایس برگمانس کی اس وضاحت سے مطمئن ہو گئی کہ اسے مذکورہ افراد نے اپنی گرفتاری سے پہلے بتا دیا تھا کہ ان کا ریڈیو کہاں پڑا ہے اور وہ انہی کے مشورے سے اسے استعمال کر رہا ہے۔

6 اگست 1946ء کی رات دو مزید ایجنٹ رہارڈ زانڈے اور ایریکس ٹامسن لٹویا کی بندرگاہ پر اتارے گئے۔ اس مشن کا مقصد پہلی ٹیم کے انجام کا پتہ چلانا اور نیا ریڈیائی رابطہ قائم کرنا تھا۔ اگلے ماہ زانڈے کے ریڈیو میں خرابی ہو گئی اور نومبر میں اسے برگمانس سے رابطے کو کہا گیا۔ ملاقات میں اتفاق ہوا کہ برگمانس سٹاک ہام پیغامات بھیجے گا۔ اس طرح ایک ہی وار میں ایم جی پی لٹویا بھیجے جانے والے دوسرے مشن میں بھی نفوذ کر گئی۔

دسمبر 1946ء میں ایس آئی ایس نے ھیگبارڈ نامی کشتی لٹویا بھیجی۔ اس پر ایک ریڈیو آپریٹر سمیت تین گوریلے تھے۔ ان کے پاس اسلحہ اور ایک ریڈیو تھا۔ لٹویا کے ساحل کے قریب پہنچنے پر وفد کے قائد الماریس سکوبے کو محسوس ہوا کہ پو پھٹنے والی ہے اور وہ پکڑے جائینگے۔ اس لیے اس نے

عملے کو سویڈن کے جزیرے گوٹ لینڈ واپسی کا حکم دیا۔ کشتی واپس آئی تو وہاں سویڈش پولیس کی کشتی نے اسے روک لیا۔ تلاشی میں اسلحہ اور دوسرا سازوسامان ملا جس پر انہیں گرفتار کر کے قریبی بندرگاہ پر بھیج دیا گیا۔ وہاں سے انہیں سٹاک ہام بھجوا دیا گیا جہاں سویڈن کی سول انٹیلی جنس ایجنسی نے ان سے تفتیش کی۔ بالآخر سکوبے نے اعتراف کر لیا اور اپنے مشن کی تفصیلات فراہم کر دیں تاہم اس میں ایس آئی ایس کا ملوث ہونا بڑے طریقے سے چھپا لیا۔ سکوبے نے اصرار کیا کہ جس آدمی نے انہیں اسلحہ اور آلات دیئے وہ امریکی تھا۔ جب اسے امریکی سفارت خانے کے عملے کی تصاویر دکھائی گئیں تو وہ ان میں سے اپنے مطلوبہ آدمی کی شناخت نہ کر سکا لیکن سویڈش انٹیلی جنس کی مسلسل تحقیقات کامیاب ہوئیں اور ایس آئی ایس پر شبہ ظاہر کر دیا گیا۔ ساتھ ہی سکوبے کو سویڈن سے نکال دیا گیا۔ ایس آئی ایس کا وہ افسر جو برطانوی سفارتخانے میں تھرڈ سیکرٹری کے طور پر سفارتی تحفظ کے زیر سایہ اپریشن چلا رہا تھا' یعنی میکالا کلان سلورود' متوقع انجام سے بچنے کیلئے برطانیہ چلا گیا۔

لٹویا میں زانڈے اور ٹامسن 30 گوریلوں کے ہمراہ سویڈن واپسی کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ برگمانس کے ذریعے زانڈے کو بتایا گیا تھا کہ 5 جنوری کو ایک کشتی انہیں لے جائے گی لیکن کوئی مناسب کشتی نہ مل سکی چنانچہ روانگی ملتوی ہو گئی۔ اس دوران ایم جی بی دونوں کی مسلسل نگرانی کر رہی تھی۔ مارچ میں ٹامسن کو کشتی مل گئی لیکن سوویت ایجنٹوں نے روانگی سے پہلے ہی انہیں دھر پکڑا۔ برگمانس نے ایس آئی ایس کو اس کی اطلاع دیدی اور کہا کہ وہ خود بچ نکلا ہے۔

ایس آئی ایس نے ایک اور ایجنٹ فیلکس رمینکس کو لٹویا بھیجنے کا فیصلہ کیا لیکن اسے بھی پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد ایم جی بی نے پکڑ لیا اسے مقدمہ چلا کر طویل قید سنا دی گئی۔

اس دوران لتھوانیا میں خفیہ اپریشنوں کے منصوبے بنائے جاتے رہے۔ 1946ء کے شروع میں مغربی جرمنی میں بالٹک اپریشن سے متعلق ایس آئی ایس کے افسر الیگزینڈر رسینڈی میکنن نے متعدد اجلاس کئے۔ شریک ہونے والوں میں لتھوانی قوم پرست سٹازلیس زمنٹاس اور والٹر زلینزکاس بھی تھے۔ ہمبرگ کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایجنٹوں اور ریڈیو آپریٹروں کو موقع ملتے ہی بھیجا جائے تاکہ لتھوانیا کی تحریک مزاحمت سے ایس آئی ایس کا رابطہ قائم ہو سکے۔

دوسرے اجلاس میں ایل ایف اے کے رہنما جوناس ڈکزنی کی رپورٹ سنی گئی جو لتھوانیا سے لوٹا تھا اور جہاں اس نے تحریک مزاحمت کا جائزہ لیا تھا۔ اس سفر میں اس کے ساتھی کو روسیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں روسیوں کے سخت اقدامات کے باوجود 30 ہزار گوریلے مصروف کار ہیں اس نے کہا کہ تحریک مزاحمت سے رابطے کیلئے تنظیم قائم کی جائے کیونکہ موجودہ تنظیم ایس سی ایل ایل جنگ کے زمانے میں نازیوں سے ساز باز کی وجہ سے گوریلوں کے اعتماد سے محروم ہو چکی ہے۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

اس کی اس رپورٹ کا ماخذ لیتھوانیا کے اندر تحریک مزاحمت کا ایک لیڈر ڈاکٹر جوزاس البیناس مرکوس تھا۔ ڈکزنی اپنے دورہ میں اس سے ملا تھا۔ مرکوس نے اسے آمادہ کر لیا کہ وہ ریڈیو کوڈ اور این آئی ایس سے سٹاک ہام میں رابطوں کا شیڈول اس کے حوالے کر دے' اس کے عوض اس نے اسے ایک محفوظ پناہ گاہ اور جعلی پاسپورٹ فراہم کیا تھا۔

میکنن اور سٹازیس زمٹاس نے ڈکزنی کی رپورٹ قبول کر لیا ارو فیصلہ کیا کہ ایس آئی ایس نئی تنظیم کو بھرپور مالی اور لاجسٹک امداد دے گی۔ جون 1946ء میں یونائیٹڈ ڈیموکریٹک رزسٹنس مومنٹ (یو ڈی آر ایم) بنائی گئی جس میں لتھوانیا کے تمام مزاحمتی گروپ شامل تھے۔ 1947ء میں تنظیم کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے۔ گوریلے یو ڈی آر ایم کی مجوزہ پرامن مزاحمت کی پالیسی ماننے کو تیار نہیں تھے۔ وہ یہ بھی ماننے کو تیار نہیں تھے کہ آزادی کے بعد ملک کے مستقبل میں ان کا کوئی کردار نہیں ہوگا۔

لتھوانیا میں اس دوران ''فارسٹ برادر ھڈ'' کے رہنما جوزاس لکسا کو مرکوس کے بارے میں اس وجہ سے شکوک وشبہات پیدا ہو گئے کہ وہ جعلی کاغذات اور محفوظ پناہ گاہوں کا اتنی آسانی سے انتظام کیسے کر لیتا ہے۔ جنوری 1947ء میں اسے اور دوسرے گوریلا لیڈروں کو مرکوس کی طرف سے ایک اجلاس میں شرکت کا دعوت نامہ ملا۔ اس نے اپنے جتنے ساتھیوں سے رابطہ کیا انہیں مشورہ دیا کہ وہ اجلاس میں نہ جائیں اور مخصوص فاصلے سے اس نے اس عمارت کی نگرانی رکھی جس میں اجلاس ہونا تھا۔ اس کا شبہ صحیح تھا عمارت کے اردگرد کے جی بی کے لوگ کھڑے تھے جو گوریلے اجلاس میں شریک ہوئے' پکڑے گئے۔

مواصلاتی رابطے نہ ہونے کی وجہ سے لکسا ایس آئی ایس کو بچھائے جانے والے جال سے خبردار نہ کر سکا۔ 1947ء کے وسط میں وہ اپنے 15 ساتھیوں کو لے کر مغرب کی طرف روانہ ہوا اور 48ء میں جرمنی جا پہنچا دوران سفر اس کے تین ساتھی روسیوں نے مار ڈالے۔ وہاں اس نے نہ صرف مرکوس کی غداری کی تفصیل بیان کی بلکہ جوناس ڈکزنی کے بارے میں بھی شبہات ظاہر کیے۔ اس کی وجہ سے یو ڈی آر ایم میں اختلافات پیدا ہو گئے جس سے اس شبے کو تقویت ملی کہ تنظیم میں روسی نفوذ کر چکے ہیں۔ مرکوس واقعتاً کے جی بی کا افسر تھا۔ ایس سی ایل ایل کی مذمت کر کے اور یو ڈی آر ایم بنانے کی تجویز دیکر اس نے تحریک کو تقسیم کرنے کی بنیاد رکھ دی تھی اس پر ناکام قاتلانہ حملہ ہوا جس کے بعد کے جی بی نے اسے وہاں سے بلا کر لینن گراڈ بھجوا دیا۔

1947 کے دوران لتھوانیا کے جنگلوں میں گوریلوں کے تربیتی کورس ہوئے۔ فروری 48میں گوریلوں نے اپنا سب سے بڑا اپریشن کیا۔ 120 گوریلوں نے 250 روسی فوجیوں کی گیریژن پر حملہ کیا۔ ستمبر میں روسیوں نے سراغ لگا کر جنگل میں ایک تربیتی کیمپ پر حملہ کر دیا اور دن بھر کی لڑائی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلنے وں اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

کے بعد گوریلے وہاں سے فرار ہو گئے۔ 1998ء کے آخر تک مزاحمت میں خاصی کمی ہو گئی۔ 20 ہزار گوریلے جنگلوں میں مارے جا چکے تھے۔

1949ء میں ایس آئی ایس کے بالٹک اپریشن کا کنٹرول سویڈن سے ہمبرگ (مغربی جرمنی) منتقل ہو گیا ساتھ ہی بالٹک کے تارکین وطن کے گروپ برطانیہ بھجوا دیئے گئے جہاں انہیں تربیت دی گئی۔

ایس آئی ایس نے اس بات کی حمایت جاری رکھی کہ ایجنٹوں کو طیاروں کے بجائے سمندری راستے سے اتارا جائے۔ 49ء میں رائل نیوی کے ڈائریکٹر آف نیول انٹیلی جنس نے دو موٹر بوٹس حاصل کر کے ان میں تبدیلیاں کیں اور ان کی رفتار بڑھ کر 50 ناٹ کے قریب کر دی ان میں سے ایک کشتی ایس 208 کا کپتان ہلمٹ کلوز کو بنایا گیا۔

یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ یہ کشتیاں جرمنی میں برطانیہ کے ماہی گیری کے محکمے کے تحت کام کر رہی ہیں۔ انہیں کیل کے اڈے سے ڈنمارک کے جزیرے بورن ہام کی طرف روانہ کیا جانا تھا جہاں انہیں ہمبرگ سے ایس آئی ایس کا اشارہ پا کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہونا تھا۔

''جنگل'' کے کوڈ نام سے یہ اپریشن 5 مئی 1949ء کو شروع ہوا۔ 6 ایجنٹوں کا پہلا گروپ کلوز کی کشتی کے ذریعے لتھوانیا کے ساحل پر اترا اور نزدیکی جنگل میں غائب ہو گیا لیکن ان چھ میں سیوڈدس سویکس نامی لٹویا کے ایک شہری نے گروپ سے الگ ہو کر روسیوں کو اپریشن کی اطلاع دے دی' چنانچہ انہوں نے جلد ہی 3 ایجنٹ حملہ کر کے مار ڈالے۔ باقی دو جوناز ڈکزنی اور کازل پیراس پپلس بچ نکلے۔

ادھر سویکس نے ریگا جا کر ایس آئی ایس کو بتایا کہ گروپ پر اترتے ہی حملہ کیا تھا اور وہ اپنے ریڈیو سمیت بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اپریشن سے قبل اسے ان ہمدردوں کی فہرست دی گئی تھی جن سے وہ اور باقی گروپ رابطہ کر سکتا تھا۔ ان میں آگسٹس امولز نامی پادری اور لٹویا میں باقی ماندہ واحد ریڈیو اپریٹر برگمانس کے نام بھی تھے۔ سویکس نے وہاں پادری سے رابطہ کیا اور پھر ایس آئی ایس کو بتایا کہ تمام پناہ گاہیں محفوظ ہیں۔ اسے وہاں ڈکزنی کا خط بھی موصول ہوا جس میں اس نے اسے کہا تھا کہ وہ ایس آئی ایس کو آلات اور ریڈیو آپریٹر کی فراہمی کیلئے پیغام دے۔ اس کے بعد سے ڈکزنی غائب ہو گیا۔ جون میں پپلس نے سٹاک ہام پیغام بھیجا کہ اسے ڈکزنی کے بارے میں بتایا جائے اس وقت تک ڈکزنی کو ایم جی بی نے گرفتار کر لیا تھا اور وہ خطرناک سزاؤں کی دھمکی کے بعد اس سے تعاون کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔

اکتوبر میں دو ایجنٹ وٹولڈ برکس اور آندرے گالونس ایس 208 کے ذریعے لٹویا کے ایک دور دراز ساحل پر اتارے گئے۔ دونوں پادری امولس کے گھر پہنچے اور اگلے روز ریگا روانہ ہوئے۔

پادری نے ان کی آمد کا سویکس کو بتا دیا۔

دونوں 5 نومبر کو ریگا میں برگمانس کے گھر جا پہنچے اگلے روز برگمانس نے میجر لوکا ویسکس کو ان کے آنے کی اطلاع دے دی۔ فیصلہ ہوا کہ انہیں ایک محفوظ پناہ گاہ میں رکھا جائے اور ان کیلئے دھوکہ دہی کا ایک منصوبہ بنایا گیا۔ ایم جی بی نے جعلی گوریلوں کا ایک گروپ بنا کر انہیں دونوں ایجنٹوں کے پاس بھیجا تا کہ انہیں یہ تاثر ملے کہ ان کا تحریک مزاحمت سے رابطہ ہے۔ جنگل میں ان جعلی گوریلوں کا ایک کیمپ بھی قائم کر دیا گیا۔

مئی میں برکس اور کاڈن جنگل گئے اور کئی مہینے اس جعلی کیمپ میں گوریلوں کے ساتھ رہے۔ اس دوران برکس نے ایک جعلی گوریلے کو ریڈیو آپریٹر بننے کی تربیت دی اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ جعلی گوریلا ایم جی بی کا زبردست مواصلاتی ماہر ہے۔

اس دوران امریکہ نے بھی سٹاک ہام میں سی آئی اے کا ایک فیلڈ سٹیشن قائم کر کے بالٹک اپریشن شروع کر دیا تھا جس کی قیادت ولیم کولبی کے پاس تھی۔ 1949ء میں ایس سی ایل ایل (مزاحمتی تحریک) بھی اپنے قائد مکولاس کروپارکس کے دورہ واشنگٹن کے بعد امریکہ سے مل گئی۔ امریکہ نے اس تحریک کو ہر قسم کی امداد فراہم کرنے کا یقین دلایا۔ اس عرصہ میں ایم جی بی مختلف مزاحمتی تحریکوں میں انتشار پیدا کرنے کی اپنی کوششوں میں بہت کامیاب ہو چکی تھی۔ ایس سی ایل ایل اور یو ڈی آر ایم کے تعلقات پہلے سے ابتر ہو گئے تھے۔ پچھلے 18 ماہ سے ایس سی ایل ایل کو فرانس سے مدد ملتی رہی تھی اس کی انٹیلی جنس نے چھ لتھوانیوں کو تربیت دی' اس دوران میں سے تین کو سویڈن بھیجا جو وہاں اترتے ہی پکڑے گئے اس پر باقی تین یعنی فارسٹ برادرھڈ کے لیڈر جوزاس لکسا' سروس اور ٹرمپیز کے بارے میں غداری کے شکوک پیدا ہوئے جو بے بنیاد تھے تاہم اس کی وجہ سے ان تینوں نے اپنی خدمات امریکہ کے سپرد کر دیں۔ اس وقت لکسانے سی آئی اے کو بتایا کہ یو ڈی آر ایم کی صفوں میں روسی بری طرح سرایت کر چکے ہیں۔

3 اکتوبر 1950ء کی رات سی آئی اے کا پہلا اپریشن شروع ہوا اور بغیر نشان والا ایک سی 47 طیارہ مغربی جرمنی کے امریکی اڈے وزباڈن سے لکسا' سروس اور ٹرمپیر کو لے کر روانہ ہوا جنہیں پیراشوٹ کے ذریعے اتارا جانا تھا۔ نیچی پرواز کرتے ہوئے یہ طیارہ سوویت فضا کی حدود میں داخل ہوا اور لتھوانیا کی طرف رخ کیا۔ منزل مقصود کے قریب پہنچ کر یہ 500 فٹ تک بلند ہوا تا کہ پیرا شوٹ کے ذریعے انہیں اتارا جا سکے۔ دو ایجنٹ حفاظت سے اتر گئے لیکن لکسا زخمی ہو گیا اور بدقسمتی یہ ہوئی کہ اگلی صبح تینوں کو معلوم ہوا کہ انہیں اصل جگہ سے 100 میل دور اتار دیا گیا ہے۔ کہیں ایک ہفتے بعد جا کر وہ فارسٹ برادرھڈ سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

19 اپریل 1951ء کو دو مزید ایجنٹ جولیچو ناس بوٹی ناس اور جوناس ککاسکوس لتھوانیا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

اتارے گئے۔ ان کا بھی فارسٹ برادرھڈ سے رابطہ ہو گیا۔ لکسا برادرھڈ کے دوسرے گروہوں سے رابطے کیلئے نکلا ہوا تھا۔ بوٹی ناس اس کی تلاش میں کیمپ سے باہر گیا اور کچھ گوریلے اتارے جانے والے سامان کی تلاش میں گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں روسیوں نے کیمپ پر چھاپہ مارا اور ککاسکوس کو گرفتار کر لیا جو جلد ہی ان سے ساز باز پر آمادہ ہو گیا۔ دو ہفتے بعد مئی میں بوٹی ناس جنگل میں محاصرے میں آ گیا اور خودکشی کر لی۔ اکتوبر میں ایم جی بی نے لکسا کو ککاسکوس کی مدد سے گرفتار کر کے گولی مار دی۔

اپریل میں اپنی ناکامیوں کے باوجود ایس آئی ایس نے مزید چار ایجنٹ لٹویا بھیجے ان میں سے ایک جانس ارگلیس کمیونسٹ ایجنٹ تھا۔ وہ سیاسی پناہ گزین کے طور پر سویڈن آیا تھا اور وہاں سے مغربی جرمنی آ کر کسی طرح ایس آئی ایس میں بھرتی ہو گیا۔ برطانیہ میں ایک سالہ تربیت دینے کے بعد اسے ایس آئی ایس کے ہمبرگ کے اڈے پر بھجوا دیا گیا اس کے ساتھ تین اور لتھوانی جانس برزنس' نوڈس یوپانس اور گستاف بھی تھے۔ دو ہفتے بعد چاروں ایس 200 پر بیٹھ کر دریائے ونیتا کے دہانے پر جا اترے۔

یوپانس اور گستاف ایک طرف کو روانہ ہو گئے جبکہ ارگلیس اور برزنس ریلوے سٹیشن کی طرف چلے۔ راستے میں ملیشیا کے دو اہلکاروں نے انہیں روکا اور مشکوک سمجھ کر ایک گاؤں کی طرف لے گئے تاہم ارگلیس نے رشوت دیکر چھٹکارا حاصل کیا پھر وہ قریبی جنگل میں روپوش ہو گئے اور آخر ریگا پہنچ گئے جہاں ارگلیس برونس کو ایک مکان میں لے گیا اس سے پہلے ارگلس ایم جی بی کو اپنی آمد کی اطلاع دے چکا تھا۔

نوڈس یوپانس اس دوران گستاف کے ساتھ ایم جی بی کے جعلی گوریلا گروپ ''میکس'' سے مل چکا تھا۔ یوپانس کا مشن گوریلوں میں روسی نفوذ کا جائزہ لینا اور پھر سٹینڈے کے علاقے میں جا کر ''رابرٹس'' نامی ایک اور گوریلا گروپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھا۔ یوپانس اس بات سے مطمئن ہو کر کہ میکس اصلی گروپ ہے گستاف کے ساتھ اگلی منزل کو روانہ ہو گیا۔ 24 اپریل کو گساف اسٹونیا کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسے ایم جی بی نے پکڑ لیا جس پر اس نے سائنائڈ کا کیپسول جو ایجنٹ اپنے پاس رکھتے تھے نگل کر خودکشی کر لی۔ یوپانس ایس آئی ایس کا پیغام لایا تھا کہ آندرے کاٹونس اور ٹیولڈس برکس جرمنی چلے جائیں لیکن بعد میں برکس کے ساتھ بھیجنے کیلئے آرلینس گالینس کو چنا گیا۔ اس طرح ایم جی بی اپریشن بالٹک میں اپنا ایجنٹ داخل کرنے میں ایک بار پھر کامیاب ہو گئی۔ جب برکس اور گالیتس ایس 208 پر سوار تھے تو تین ایجنٹ جنگل سے میکس کے گروپ کے کیمپ کی طرف جا رہے تھے' ان میں سے ایک ریڈیو آپریٹر لٹویا کا بالوسیلاف پیتانس اور دوسرے دو اسٹونی لیو آرددا اور مارک پیڈاک تھے جنہیں بعدازاں اپنے وطن جا کر تحریک مزاحمت

سے رابطہ کرنا تھا۔ چند روز بعد وہ وطن روانہ ہوئے اور چار ہفتے بعد دارالحکومت تالینن پہنچے اور مقامی مزاحمتی لیڈر سے رابطہ کیا جسے ایم جی بی پہلے ہی گرفتار کر چکی تھی اور اس کی جگہ اپنا ایجنٹ بٹھا چکی تھی چنانچہ نتیجہ ظاہر تھا۔

او پی سی نے 1952ء میں دوسرا اپریشن کیا۔ دو ایجنٹ جانس ہلوس اور زیگورڈ کرمین کو اسٹونیا کے ساحل پر اتارا گیا۔ انہیں مقامی مزاحمتی گروپوں سے رابطے کے بعد لٹویا کے دارالحکومت ریگا جانا تھا اور بالٹک میں روسی بحری جہازوں کی سرگرمیوں کی جاسوسی کیلئے نیٹ ورک بنانا تھا۔ کچھ ماہ بعد کرمین کو روسیوں نے گرفتار کر کے قید کی سزا سنا دی' دوسرے کا کچھ علم نہیں ہو سکا۔

اپریل میں گالتیس برطانیہ میں سات ماہ گزار کر واپس آ گیا۔ ایم جی بی نے آندرے کو گرفتار کر کے پھانسی دیدی اور جانس برزنس کو قتل کرا دیا مکیس گروپ کے مطالبہ پر ایس آئی ایس نے گالتیس کو مزید تین ایجنٹوں کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ یہ چاروں 20 اپریل کو کشتی سے وینٹسپل کے قریب اتارے گئے اس دوران سی آئی اے مزید ایجنٹ بھیجتی رہی۔ 30 اگست 1952ء کو بالوڈیس' ریکسٹن اور ایڈونس لتھوانیا کی سرحد کے نزدیک کورلینڈ میں پیراشوٹ کے ذریعے اتارے گئے۔ انہیں روسیوں نے پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ بچ نکلے۔ روسیوں نے ان کی تلاش کیلئے علاقے میں تلاشی مہم شروع کی۔ ریکسٹن نے خودکشی کر لی لیکن ایڈونس پکڑا گیا۔ بالوڈیس بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایم جی بی کو خدشہ ہوا کہ وہ اس کے فریبی ہتھکنڈے کا راز فاش کر دیگا لیکن خدشہ غلط نکلا کیونکہ بالوڈیس سی آئی اے کی طرف سے دی گئی رقم لے کر مفرور ہو گیا اور عیش وعشرت کی زندگی گزارنے لگا تاہم ایک سفر میں جعلی پاسپورٹ پکڑے جانے پر اسے دھر لیا گیا۔ ایم جی بی کو تفتیش کے دوران علم ہوا کہ اس نے کسی کو کوئی اطلاع نہیں دی۔

ستمبر 52ء تک ایس آئی ایس نے چار ایجنٹ بھیجے جن میں سے دو لتھوانی تھے۔ زگماس کور کا اور ایک ایڈمنڈ نامی مشکوک آدمی جو درحقیقت ایم جی بی کا افسر تھا اور جعلی گوریلوں میں پلانٹ کیا گیا تھا۔ 20 اپریل کو اسے کشتی ایس 208 کے ذریعے لوڈیس یوپانس کے ہمراہ خصوصی نمائندہ بنا کر جرمنی بھیجا گیا۔ بعدازاں اس نے پانچ ماہ برطانیہ میں گزارے جہاں وہ ایس آئی ایس کے صلاح مشوروں میں شریک رہا۔ باقی دو میں سے ایک جعلی گوریلا اور دوسرا ریڈیو آپریٹر تھا۔ جب کشتی لتھوانیا کے ساحل سے پلٹی تو اس پر ایم جی بی کا ایک اور ایجنٹ جانس کلم کانس سوار تھا جس نے بعد میں برطانیہ پہنچ کر کئی ماہ کی تربیت حاصل کی۔ ناکامیوں کے باوجود بالٹک اپریشن 53ء میں بھی جاری رہے۔ مئی میں او ایس او نے ایک ایجنٹ لیونڈ لٹویا میں اتارا۔ اس نے علاقے میں سوویت یونین کی فوجی موجودگی کے بارے میں معلومات دینا تھیں اور ایڈولنس ادسولنس سے رابطہ کرنا تھا ایک ہفتہ بعد اس نے ریگا میں اوسولنس سے ملاقات کی اور پکڑا گیا اوسولنس بعد میں سی آئی اے کو پیغام بھیجتا رہا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

کہ لیونڈ اس سے ابھی تک نہیں ملا۔

اب سی آئی اے میں او ایس او اور او پی سی کے بالٹک آپریشنوں کے متعلق تشویش بڑھ رہی تھی۔ 6 مئی کو لٹویا کا لیونڈ برومبرگ نامی ایجنٹ لٹویا میں اتارا گیا تاکہ پہلے بھیجے گئے ایجنٹوں کے انجام کے بارے میں معلومات حاصل کر سکے۔ وہ ٹرین سے ریگا پہنچا اور ادسولنس سے مختصر ملاقات کی اور نتیجتاً گرفتار کر لیا گیا۔ کئی ہفتے کی تفتیش کے بعد وہ بھی تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا اور جولائی میں مغربی جرمنی اپنی معلومات بھیجنا شروع کر دیں۔

ہر ریڈیو آپریٹر کا مواصلات کیلئے مورس کوڈ استعمال کرنے کا اپنا مخصوص انداز ہوتا ہے جسے پیغامات وصول کرنے والا آپریٹر سمجھ لیتا ہے۔ موصول ہونے والے پیغامات ریکارڈ کئے جاتے تھے تاکہ موازنہ کر کے آپریٹر کی شناخت کے بارے میں شک دور کر لیا جائے۔ بورمبرگ کو پکڑنے والے ایم جی بی کے نگرانوں کو اس بات کا علم تھا کہ آپریٹر اپنے طریقہ کار میں معمولی سی تبدیلی کر کے اشارہ دے دیتے ہیں کہ وہ کسی کے دباؤ کے تحت غلط پیغامات دے رہے ہیں چنانچہ انہوں نے برومبرگ کو خبردار کر دیا کہ وہ ایسا کوئی اشارہ دینے سے باز رہے تاہم سال کے آخر تک اس نے ایسے اشارے دینے شروع کر دیئے کہ وہ کسی کے دباؤ میں ہے۔ لیکن اس کے یہ اشارے سمجھے نہیں جا سکے۔ البتہ جوناس کاکسوس کے پیغامات پر کچھ شک ہوا جسے بوٹی ناس کے ساتھ اپریل 1951ء میں اتارا گیا تھا۔ اپنی گرفتاری کے بعد سے وہ ایم جی بی سے تعاون کر رہا تھا۔ اس موقع پر سی آئی اے اور ایس آئی ایس نے اپنے اپنے ایجنٹوں کی ارسال کردہ رپورٹوں کا موازنہ کیا۔ ٹھوس معلومات کی کمی اور فراہم کردہ مواد کی یکسانی سے فوراً ہی سی آئی اے کو پتہ چل گیا کہ وہ سوویت یونین کے فریبی ہتھکنڈے کا شکار ہو گئے ہیں۔ فوراً ہی بالٹک اپریشن بند کر دیئے گئے پھر بھی ایس آئی ایس کو یقین تھا کہ لٹویا اور لتھوانیا میں اس کا نیٹ ورک محفوظ ہے تاہم اس نے اسٹونیا میں اپنے نیٹ ورک کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور ایک پیغام بھیج کر حکم دیا کہ ایک گوریلا لیڈر کو تربیت کیلئے برطانیہ بھیجا جائے نومبر 1954ء میں والٹر لیوکس کو لندن پہنچایا گیا۔ ایک ہفتہ کی تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ تشویش کی کوئی بات نہیں۔

لیوک مارچ 55ء میں واپس اسٹونیا آ گیا۔ اسے شک وشبہ سے بالا رکھنے کیلئے کے جی بی نے ہینو کرکمان نامی ایک ایجنٹ لندن بھیجا۔ ریڈیو آپریٹر کرکمان اسٹونیا میں گوریلا گروپ میں کام کر رہا تھا اسے کچھ شکوک تھے لیکن اس نے اپنے شکوک دل ہی میں رکھے اور اپنے ''کامریڈوں'' کو آمادہ کر لیا کہ وہ مزید مدد حاصل کرنے کیلئے اسے برطانیہ جانے کی اجازت دیدیں۔

لندن پہنچتے ہی کرکمان نے یہ تکلیف دہ حقیقت ایس آئی ایس کو بتا دی کہ پورے بالٹک میں اس کے نیٹ ورک کو سوویت چلا رہے ہیں۔ آنیوالے ہفتوں میں ایس آئی ایس نے باقی ماندہ

11 ایجنٹوں سے خود کو الگ کرنا شروع کر دیا جو تمام کے تمام کے جی بی کے قابو میں تھے۔ ان کی طرف سے امداد کی درخواستوں کا جواب یہ کہہ کر دیا جاتا کہ اب سمندری راستے سے رسد پہنچانا ممکن نہیں رہا۔ اس دوران ایس آئی ایس کا اعتماد بحال کرنے کیلئے ایم جی بی کے میکس گروپ نے درخواست کی کہ اس کے ایک سینئر رکن جانسن کلکانس کو برطانیہ آنے دیا جائے۔ ایس آئی ایس نے یہ سوچ کر کہ اس سے تفتیش کے دوران معلومات حاصل کرنے کا موقع ملیگا' رضامندی ظاہر کر دی لیکن اسے لینے کیلئے ایس 208 کو بھیجنے سے انکار کر دیا کہ اس کے جال میں پھنسنے کا خطرہ تھا۔

ستمبر 1956ء میں کرکمان سویڈن سے ہوتا ہوا لندن پہنچا جہاں ایس آئی ایس نے اس سے چار ہفتے تفتیش کی اور آخر وہ ہار مان گیا اور کے جی بی کے فریبی ہتھکنڈے کی پوری تفصیل بیان کر دی۔ نومبر میں وہ واپس سویڈن بھیج دیا گیا اس دوران ایس آئی ایس کے باقی ماندہ ایجنٹ گرفتار کر لیے جو اب ان کے کسی کام کے نہیں رہے تھے۔

مشرقی یورپ اور بالٹک کے یہ اپریشن ناکامی پر ختم ہوئے۔ اب اپنے ملکوں میں کام کرنے والے سی آئی اے اور ایس آئی اے کے ایجنٹوں کو جو اپنے مادر وطن کی آزادی کے کاز کو بڑھانے کے خواہشمند تھے گرفتاری اور پھر لمبی قید یا سزائے موت کی تلخ حقیقت کا سامنا تھا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

دوسرا باب

البانیہ

1949ء۔1954ء

سیکریٹ انٹیلی جنس سروس (ایس آئی ایس) اور آفس برائے پالیسی کوآرڈی نیشن (او پی سی) مشرقی یورپ کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑے خفیہ اپریشن میں بھی بری طرح ملوث تھے۔ 1947ء میں ایس آئی ایس نے بلقان کی جمہوریہ البانیہ میں اپریشن کا منصوبہ بنانا شروع کیا۔ اس کا کوڈ نام ''ویلیوایبل'' تھا اور یہ بلقان اور ایڈریاٹک کے علاقے میں سوویت غلبے کو محدود کرنے کے منصوبے کا حصہ تھا جس کے تحت یونان میں کمیونسٹ گوریلوں' جن کی پناہ گاہ البانیہ تھا کی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالنا تھا۔ اس کا ایک مقصد البانیہ کے ڈکٹیٹر اور کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری جنرل انور ہکسا کا تختہ الٹنا بھی تھا۔ انور ہکسا نے جنگ کے زمانے میں کمیونسٹ تحریک مزاحمت کی قیادت بھی کی تھی۔ منصوبہ یہ تھا کہ وہاں مغرب نواز جمہوری حکومت قائم کی جائے۔

البانیہ کے شمال اور شمال مغرب میں یوگوسلاویہ' مشرق میں مقدونیہ اور جنوب مشرق میں یونان واقع تھے۔ البانیہ پانچ صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا حصہ رہنے کے بعد 1912ء میں آزاد ہوا تھا لیکن پہلی جنگ عظیم شروع ہونے کے بعد اس پر آسٹریا اور ہنگری کی سلطنت' فرانس' اٹلی' یونان' مانٹی نیگرو اور سربیا نے حملہ کر دیا۔ جنگ کے بعد یہ ملک ختم ہی ہو جاتا لیکن امریکہ نے برطانیہ فرانس اور اٹلی کا وہ منصوبہ ویٹو کر دیا جس کے تحت اسے اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا جانا تھا۔

جون 1924ء میں یہاں امریکی تعلیم یافتہ پادری فان نولی کی زیر قیادت قائم لبرل جمہوری حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ اس کی جگہ شمالی حصہ ملک کے ایک قبائلی سردار احمد بے زوگو نے لی جس نے 1928ء تک صدر کے طور پر ملک پر حکومت کی اور اس کے بعد وہ بادشاہ بن گیا اور شاہ زوگ اوّل کا لقب اختیار کیا۔ اس کی قوت کا سرچشمہ زمیندار ٹولہ تھا جو جنوبی البانیہ یعنی توسکریہ کے علاقے میں چھایا ہوا تھا اور وہ قبائلی سردار یعنی ''بجرکتار'' تھے جو گھگیریا کے شمالی حصہ ملک پر

حکمرانی کر رہے تھے۔

اپریل 1939ء میں اٹلی نے حملہ کر کے البانیہ پر قبضہ کر لیا۔ البانوی فوجوں نے' جن کی کمان مقامی پولیس چیف میجر عباس کوپی کر رہا تھا' دروزو میں زبردست مزاحمت کی اور اطالوی فوج کو اتنی دیر تک روکے رکھا کہ شاہ زوگ فرار ہو کر یونان اور وہاں سے فرانس پہنچ گیا۔ 1940ء میں فرانس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ وہاں سے برطانیہ چلا گیا اس کے بعد مزاحمت کمزور پڑ گئی۔

برطانویوں نے اطالیہ مخالف جذبات سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ 1949ء کے دوران ایس آئی ایس کے محکمہ "سیکشن ڈی" نے یوگوسلاویہ کے راستے البانیہ میں تحریک مزاحمت کو فروغ دینے کیلئے اپریشن شروع کیا۔ یونان اور ترکی میں جلاوطن البانوی باشندوں کو بھرتی کیا اور یونان البانیہ سرحد پر اسلحہ کے ڈپو قائم کئے۔

6 اپریل 1941ء کو جرمنی نے یوگوسلاویہ پر حملہ کر دیا اس کے اگلے روز کرنل ڈیریل اوکلے ہل کو' جو بلغراد میں ایس او ای کا البانوی تنظیم کے ساتھ رابطے کا افسر تھا' شمالی البانیہ میں تحریک مزاحمت منظم کرنے کیلئے بھیجا گیا وہ عباس کوپی' گھیگ لیڈر غنی کریزیو اور اس کے بھائیوں حسن اور سید کے ساتھ کسووا کی سرحد کے راستے البانیہ داخل ہوا اس کی زیر قیادت یونائیٹڈ فرنٹ کے 300 کارکن بھی تھے وہ سکوتری پہنچے جہاں قبائلیوں نے ان کا استقبال کیا تاہم اس دوران یوگوسلاویہ کو ایک ہفتے کی جنگ کے بعد جرمنوں سے شکست ہو گئی تھی۔ حکومت کے ارکان فرار ہو کر مشرق وسطیٰ پہنچ گئے اور فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ لاجسٹک سپورٹ نہ ہونے کے باعث اوکلے ہل کی مہم ختم ہو گئی اور وہ یوگوسلاویہ واپس جانے پر مجبور ہو گیا جہاں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ عباس کوپی البانیہ ہی میں رہا اور بادشاہ پرست کے قبائل کا اعتماد حاصل کرنے اور بالآخر ان کا لیڈر بننے میں کامیاب ہو گیا۔ نومبر 1941ء میں تسکیریا میں کمیونسٹ پارٹی آف البانیہ قائم ہوئی اور ستمبر 1942ء میں ایل این سی نامی جماعت قائم ہوئی جو بادشاہت کے حامیوں اور قوم پرستوں پر مشتمل تھی جس کی مرکزی کونسل کا عباس کوپی بھی رکن تھا۔ ان دو جماعتوں کی تشکیل سے جنوبی حصہ ملک میں اطالویوں کیخلاف پہلی مؤثر تحریک مزاحمت منظم ہوئی۔

اپریل 1943ء میں ایس او ای نے "کنسینس" کے کوڈ نام سے لیفٹیننٹ کرنل مینل بلی مکلین اور کیپٹن ڈیوس سملی کی زیر قیادت ایک چار رکنی مشن یونان کے شمالی پہاڑوں پر اتارا جہاں اس کی ملاقات وہاں پہلے سے کام کرنے والے ایس او ای کے مشن سے ہوئی۔ وہاں سے یہ مشن البانیہ پہنچا جہاں یکم مئی کو اس نے ایل این سی سے رابطہ کیا اس کی رپورٹوں اور سفارشوں پر اسلحہ اور آلات کی پہلی امدادی کھیپ جون میں پہنچی۔ اس کے بعد مشن نے بہت سے لوگوں کو تربیت اور اسلحہ فراہم کیا۔ ان لوگوں کو بعد میں منظم کر کے پہلے "پارٹیسان بریگیڈ" کی شکل میں منظم کیا گیا۔ بعد میں مکلین اور

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

اس کے ساتھیوں کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ اطالویوں پر حملہ کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

اس دوران جولائی میں بینٹو مسولینی کے زوال کے بعد اٹلی مارشل پیٹرو بڈوگلیو کی قیادت اتحادیوں سے جا ملا۔ چند ہفتے بعد جرمنوں نے البانیہ میں ایک ایئر بارن ڈویژن اتار دیا جس نے ترانہ پر قبضہ کر لیا۔ البانیہ میں موجود اطالوی فوجیوں کی بڑی تعداد جرمنوں سے مل گئی جنہوں نے چند روز میں پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے پہاڑوں کی طرف فرار ہو گئے اور کمیونسٹ اور قوم پرست مزاحمتی گروپوں سے مل گئے۔ جرمنوں نے کٹھ پتلی حکومت بنائی اور ساتھ ہی یوگوسلاویہ سے کسووا اور کمیریا کے علاقے چھین کر ضم کر لئے اور وہاں بھی مقامی لیڈروں کی حکومتیں بنا دیں۔

اس دوران بادشاہ مخالف قوم پرستوں کے ایک گروہ نے مدحت فرشیری جو 1912ء میں البانوی آزادی کے معماروں میں سے ایک تھا' کی زیر قیادت ایل این سی سے الگ ہو کر جنوبی حصہ ملک میں اپنی تنظیم نیشنل فرنٹ (بی کے) بنا لی۔ اس تقسیم کے باوجود دونوں تنظیموں نے ایک سمجھوتہ کر لیا اور دو اگست کو البانیہ کی آزادی کیلئے کمیٹی قائم کر دی تاکہ اطالویوں اور جرمنوں سے جنگ کی جا سکے۔ ایل این سی کی سنٹرل کونسل نے جس پر کمیونسٹوں کا غلبہ تھا' اس نئے ادارے کی سخت مخالفت کی۔ نومبر میں عباس کوپی نے بھی ایل این سی سے الگ ہو کر شمالی علاقے میں بادشاہ پرست دھڑا بنا لیا جس کا نام "لیگالی ٹیٹی" تھا۔ 9 ستمبر کو ایل این سی نے اپنی تمام فوجوں کو حکم دیا کہ وہ قوم پرستوں کو عوام پر اثر انداز ہونے سے روکیں' جہاں بھی ممکن ہو خود کو منوائیں اور خود کو ایل این سی کے پلیٹ فارم سے البانوی عوام کی واحد طاقت کے طور پر پیش کریں یہ درحقیقت قوم پرستوں اور زوگسٹوں (بادشاہ پسندوں) سے سول وار کی تیاری تھی۔

آنے والے ہفتوں میں ایس او ای کی طرف سے البانیہ میں کئی مشن اتارے گئے جن میں سے کچھ شمال میں زوگسٹوں کی مدد کیلئے بھی اتارے گئے۔ کچھ عرصہ بعد ایس او ای نے فیصلہ کیا کہ ایک سینئر افسر اور عملے پر مشتمل ایک مشن بھیجا جائے جو مکلین سے ان کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس مشن کا خفیہ نام "سلینڈ" تھا اور اس کی قیادت بریگیڈیئر ای ایف ٹرائسکی ڈیویز کے پاس تھی اس کے ساتھ لیفٹیننٹ کرنل آرتھر نکولس اور چھوٹے افسروں کا ایک گروہ تھا۔ کمان واپس دینے کے بعد مکلین اور سملی سمندری راستے سے جنوبی اٹلی میں ایس او ای کے اڈے پر پہنچے اور وہاں سے تنظیم کے ہیڈ کوارٹر قاہرہ جا پہنچے۔

قاہرہ پہنچنے پر مکلین اور سملی سے سوال جواب کئے گئے۔ میکلین نے بتایا کہ ایل این سی جرمنوں سے جنگ کی صلاحیت رکھتی ہے' اگرچہ اسے زیادہ دلچسپی قوم پرستوں کے ساتھ لڑنے میں ہے۔ قوم پرستوں کو جرمنوں سے لڑنے میں کوئی دلچسپی نہیں جن میں سے بعض عناصر اپنی جان بچانے کیلئے جرمنوں سے ملے ہوئے ہیں۔ اس نے سفارش کی کہ ایل این سی کی صرف فوجی امداد جاری رکھی

جائے بلکہ قوم پرستوں اور زوگسٹوں سے بھی رابطہ کیا جائے تاکہ سول وار سے بچا جا سکے۔

مکلین کی سفارشات کی تائید 17 دسمبر کو بریگیڈیئر ٹراٹسکی کی رپورٹ سے ہوئی کہ بی کے کے بعض عناصر کی جرمنوں سے ساز باز ہے اس لئے امداد صرف ایل این سی کو دی جائے۔ اس نے بتایا کہ جرمنوں نے ''بی کے'' کے ارکان پر مشتمل 4 بٹالین فوج بنالی ہے جس نے ایل این سی اور یوگوسلاویہ میں کمیونسٹوں کیخلاف جھڑپوں میں حصہ لیا ہے۔ کچھ دنوں بعد اس بات کی ایک اور شہادت ملی جب بی کے کے نازی حامی دستے نے ڈیویز اور اس کے گروہ پر گھات لگا کر حملہ کیا اس میں ڈیویز زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔ باقی افراد بچ نکلے لیکن انہیں محفوظ مقام تک پہنچاتے ہوئے کرنل آرتھر نکلس مارا گیا۔

اپریل 1944ء میں مکلین اور سملی ایک اور افسر کے ہمراہ ایک اپریشن کیلئے البانیہ میں پیراشوٹ کے ذریعے اترے۔ ان کا مقصد شمالی اور وسطی ملک میں ایس او ای کے اپریشنز کو از سر نو منظم کرنا' تحریک مزاحمت سے رابطہ کرنا' گھیگ عوام کو بالعموم اور زوگسٹوں کو بالخصوص جرمنوں کیخلاف ابھارنا اور زوگسٹوں اور ایل این سی کے درمیان تعاون کی کوئی شکل پیدا کرنا تھا۔

مکلین نے عباس کوپی کو اپنی فوج متحرک کرنے کیلئے راضی کیا جس کے جواب میں عباس کوپی نے اسلحہ کی کھیپ مانگی۔ اس پر اسے کہا گیا کہ وہ جرمنوں کیخلاف اپریشن شروع کرے اور اسکے فوجی اپنی اہلیت ثابت کریں جس کے بعد اسلحہ مل جائیگا۔ اس بات کی اطلاع ایل این سی کو ملی تو اس نے عباس کوپی کے ہیڈ کوارٹر اور کئی قبائل سرداروں کے ٹھکانوں پر حملہ کر دیا۔ اپریشن سلینڈر کے اڈے کو روند ڈالا اور کیپٹن ہارے اور اس کے ریڈیو آپریٹر کو اٹھا کر لے گئے۔ اس نے مکلین کے گروپ کو بھی اغوا کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران ایل این سی اور عباس کوپی کے گروہوں میں صلح کی تجویز کو انور ہکسا نے بھی مسترد کر دیا۔ مکلین مشن نے اب اپنی توجہ قوم پرست گروہوں پر مبذول کر دی کہ وہ عباس کوپی کی قیادت میں اکٹھے ہو جائیں اور پورے شمالی البانیہ میں جرمنوں کیخلاف اٹھ کھڑے ہوں لیکن اس سے پہلے ہی ایل این سی نے مزید حملے کر دیے۔ اب انور ہکسا نے مطالبہ کیا کہ البانیہ سے تمام فوجی مشن نکال لئے جائیں ورنہ وہ انہیں گرفتار کر کے ان کا کورٹ مارشل کریگا۔ برطانیہ نے یہ الٹی میٹم مسترد کر دیا۔

آنیوالے ہفتوں میں عباس کوپی کی فوج اور دوسرے قوم پرست لیڈروں نے جرمنوں کیخلاف کئی اپریشن کیے تاکہ انہیں اسلحہ مل سکے لیکن ایس او ای نے جتنے اسلحے کا وعدہ کیا تھا' اس کا معمولی سا حصہ ہی پہنچایا گیا جس سے بعض افراد حوصلہ ہار گئے اور اپریشن سے فرار ہونے لگے۔

تاہم غنی کریزیو جس نے 1941ء میں یونائیٹڈ فرنٹ قائم کیا تھا' کی زیر قیادت ایک دھڑے نے جرمنوں کیخلاف جنگ جاری رکھی لیکن ایل این سی کی فوج نے حملہ کر کے کریزیو کا ہیڈ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کوارٹر تاراج کر دیا اور ایس او ای کے رابطہ افسر میجر ٹونی سمکاکس اور سارجنٹ بل کولنز کو اغوا کر لیا' ان کے ساتھ کریزیو کا سیاسی مشیر لازار فونڈو بھی تھا۔ سمکاکس اور کولنز کو بعد ازاں برطانوی مشن کے سپرد کر دیا گیا۔ لازار فونڈو جس نے 1938ء میں کمیونسٹ پارٹی سے استعفیٰ دے دیا گیا تھا' موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

عباس کوپی اس دوران مزید اسلحہ حاصل کیے بغیر ہی لڑائی جاری رکھنے پر آمادہ ہو گیا اس نے صرف یہ درخواست کی کہ شاہ زوگو ایک خط میں اسے لڑتے رہنے کو کہیں' مگر برطانوی دفتر خارجہ کو خدشہ تھا کہ اس پر امریکہ منفی ردعمل ظاہر کریگا جو پہلے ہی یونان کے بادشاہ کی امداد کرنے پر برطانیہ سے ناراض تھا تاہم مکلین نے وزیر خارجہ انتھونی ایڈن سے براہ راست رابطہ کیا اور شاہ زوگو سے خط لکھوانے کو کہا۔ اس کے فوراً بعد ہی پہلے پارٹیسان بریگیڈ نے زوگسٹوں کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ ایس او ای نے ایک افسر کو صلح کی تجویز دیکر روانہ کیا لیکن انور ہکسا نے اسے مسترد کر دیا جو مکلین اور اس کے گروپ کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا تاکہ اس کے عباس کوپی سے رابطے توڑ دیئے جائیں۔ 25 اگست کو مکلین کو پیغام ملا جس میں بتایا گیا تھا کہ انور ہکسا نے اس پر اور اس کے گروپ پر سازشی عناصر سے مل کر ایل این سی کیخلاف کام کرنے کا الزام لگایا ہے اور دھمکی دی ہے کہ وہ پانچ روز کے اندر البانیہ چھوڑ جائیں ورنہ انہیں گرفتار کر کے کورٹ مارشل کیا جائیگا لیکن برطانیہ نے جوابی پیغام بھجوایا کہ وہ فوراً ہی فوجی امداد بند کر دیگا جس پر ہکسا نے دھمکی واپس لے لی۔

مکلین اور اس کے ساتھیوں نے جرمنی کیخلاف کوپی کے ساتھیوں سے مل کر اپریشن جاری رکھے لیکن 4 ستمبر کو انہیں باری کے کیمپ سے پیغام ملا کہ مکلین اور سملی باری پہنچ جائیں اور امیری صرف مبصر کے طور پر عباس کوپی کے ساتھ رہے۔ پیغام میں کہا گیا کہ اب زوگسٹوں کو مزید اسلحہ نہیں ملے گا تاہم مکلین کے گروپ نے باقی ستمبر اور اکتوبر میں بھی سرگرمیاں جاری رکھیں اور باری سے آنے والی ہدایات نظر انداز کر دیں۔ باری جا کر انہیں خود کو ہکسا کے سپاہیوں کے سپرد کرنا تھا تاکہ وہ ان کا وہاں سے انخلا کر سکیں لیکن وہ جانتے تھے کہ پارٹیسان ان سے کیسا سلوک کر سکتے ہیں انہیں پتہ تھا کہ ہکسا کی طرف سے دھمکی واپس لیے جانے کے باوجود ایک ''عوامی عدالت'' نے ان کی غیر حاضری میں مقدمہ چلا کر انہیں عوام دشمن قرار دیکر سزائے موت سنا دی ہے۔

اکتوبر کے آخر میں مکلین کا مشن واپس بلا لیا گیا۔ البانیہ چھوڑنے سے پہلے اسے پیغام ملا کہ صرف برطانوی شہری ہی نکالے جائینگے جبکہ اس کے ساتھیوں جن میں عباس کوپی اور بہت سے دوسرے جنگجو شامل تھے' یہیں چھوڑ دیئے جائینگے۔ باری پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ وزیر خارجہ انتھونی ایڈن کو جو پیغام مکلین نے بھیجا تھا اور جس میں عباس کوپی کے انخلاء کی بھی درخواست کی گئی تھی ایس او ای نے راستے ہی میں روک کر ضائع کر دیا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ باری کیمپ میں ایس او ای کے

بعض افسر کمیونسٹ تھے اور انہی میں سے ایک نے یہ جرم کیا۔ مکلین نے ایڈن کو پھر پیغام دیا جس پر فوری جواب ملا کہ کوپی اور اس کے ساتھیوں کا انخلاء بھی ہوگا۔ اس پر کیمپ کے افسروں نے پھر رکاوٹ ڈالی تو مکلین نے بحیرہ روم میں اتحادیوں کے سپریم کمانڈر جنرل سرہنری میٹ لینڈ سے رجوع کیا جس نے فوراً ہی اس کے حق میں حکم جاری کیا لیکن اس وقت تک کوپی اور اس کے ساتھی البانیہ سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

نومبر میں جرمن فوج البانیہ سے نکل گئی اور ایل این سی اور بی کے کے درمیان بھر پور جنگ چھڑ گئی۔ 1944ء کے آخر تک کمیونسٹوں نے ملک پر قبضہ کر لیا اور انور ہکسا حکمران بن گیا۔ 2 برس بعد اس نے عوامی جمہوریہ البانیہ کے قیام کا اعلان کیا اس دوران اس کے امریکہ اور برطانیہ سے تعلقات بگڑتے چلے گئے۔ ان کے سفارت کاروں کو ہراساں کیا جاتا تھا۔

15 مئی 1946ء میں رائل نیوی کے دو کروزر جہازوں ایچ ایم ایس اورین اور سپرب پر آبنائے کرفو سے گزرتے ہوئے البانویوں نے گولہ باری کی۔ پھر البانیہ نے اپنی سمندری حدود میں تین میل کی توسیع کر دی اور اس طرح آبنائے کو غیر ملکی جہاز رانی کیلئے بند کر دیا۔ 22 اکتوبر 1946ء کو برطانیہ نے یہ پابندی توڑتے ہوئے دو تباہ کن جہاز ایچ ایم ایس ساموریز اور وولاگ روانہ کئے۔ بدقسمتی سے اس وقت البانیہ نے آبنائے میں بارودی سرنگیں لگا رکھی تھیں جن کے پھٹنے سے دونوں جہازوں کو نقصان ہوا اور 44 اہلکار مر گئے۔ برطانیہ نے انتقامی طور پر بینک آف انگلینڈ میں جمع البانیہ کا 10 ملین پونڈ مالیتی سونا ضبط کر لیا' پھر دونوں ممالک کے سفارتی تعلقات ٹوٹ گئے۔

جولائی 1945ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد کلیمنٹ اٹیلی کی حکومت نے شروع ہی سے سوویت یونین کے ساتھ مخاصمانہ رویہ اختیار کیا۔ اس کی بڑی وجہ نیا وزیر خارجہ ارنسٹ بیون تھا جو سٹالن اور اس کی حکومت سے سخت نفرت کرتا تھا جس کی وجہ سوویت نظام سے بیون کی گہری واقفیت تھی۔ اٹیلی کی شہ پا کر وہ سوویت ڈکٹیٹر کی مخالفت میں اور بھی پکا ہو گیا۔

اسے پہلا موقع بلقان میں ملا جہاں 1945ء تک البانیہ بلغاریہ اور یوگوسلاویہ کی حکومتیں یونان کے کمیونسٹ گوریلوں کو پناہ گاہیں فراہم کر رہی تھیں۔ جنگ کے دوران جرمن اور اطالوی قابض فوجوں کی مزاحمت کمیونسٹ پارٹیسان جماعت ای ایل اے ایس (نیشنل پاپولر لبریشن آرمی)' ای اے ایم (نیشنل لبریشن فرنٹ) کا فوجی بازو اور ای ڈی ای ایس (گریک ڈیموکریٹک نیشنل آرمی) کے گوریلے کر رہے تھے۔ دونوں پارٹیوں کو ایس او ای کی طرف سے رابطہ افسر' تربیت اور اسلحہ فراہم کیا جاتا تھا۔ 1944ء کے شروع میں ای اے ایم نے شمالی یونان کے پہاڑوں میں ایک سیاسی کمیٹی قائم کر دی اور قاہرہ میں یونان کی شاہ پسند جلاوطن حکومت سے لاتعلقی اختیار کر لی۔ یہ ای اے ایم اور ای ڈی ای ایس کے درمیان خانہ جنگی کا آغاز تھا اور اس دوران مصر میں موجود یونان فوج اور بحریہ کے دستوں

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

میں بغاوتیں بھی ہوئیں۔

اکتوبر 1944ء میں یونان سے جرمن فوجوں کی واپسی کے بعد کمیونسٹوں اور قوم پرستوں کو برطانوی حکومت نے مخلوط حکومت میں اتحادی بنا دیا لیکن یہ اتحاد ٹوٹ گیا اور 3 دسمبر کو خانہ جنگی چھڑ گئی جسے کچلنے میں برطانوی فوج کو مشکل پیش آئی کیونکہ ای اے ایم کا تقریباً دو تہائی یونان پر قبضہ تھا تاہم کمیونسٹوں نے 12 فروری 1945ء کو ہار مان لی اور امن معاہدہ کے تحت ای ایل اے ایس کی فوج توڑ دی گئی اس کے عوض کے کے ای (کمیونسٹ پارٹی) کو سیاسی پارٹی کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

31 مارچ 1946ء کو عام الیکشن میں شاہ پسندوں نے بڑی اکثریت حاصل کر لی۔ کمیونسٹوں نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا۔ ستمبر میں رائے شماری ہوئی جس کے نتیجے میں شاہ جارج دوئم کی بادشاہت بحال ہو گئی تاہم شمالی یونان میں کمیونسٹوں نے پھر بغاوت کر دی اور حملے شروع کر دیئے۔ جنرل مارکوس ان کی ''جمہوری فوج'' کی قیادت کر رہا تھا۔

برطانیہ' اتحادیوں نے جنگ عظیم دوئم کے خاتمہ کے بعد یونان کا انتظام جس کے سپرد کیا تھا اب باقی مقامات پر بہت مصروف تھا اور یونان کی سلامتی برقرار رکھنے کے کام کو تنہا جاری رکھنے کا خواہشمند نہیں تھا چنانچہ مارچ 1947ء میں امریکی صدر ہیری ٹرومین نے یونان' جسے کمیونسٹ بغاوت اور ترکی' جسے سوویت یونین سے خطرہ تھا' کو 40 کروڑ ڈالر کی فوجی اور اقتصادی امداد دینے کا اعلان کیا۔

1947ء کے دوران اطلاعات تھیں کہ جمہوری فوج کو البانیہ' بلغاریہ اور یوگوسلاویہ سے امداد مل رہی ہے۔ یونان نے اقوام متحدہ سے مدد کی اپیل کی اور اکتوبر میں جنرل اسمبلی نے معاملے کی تحقیقات کیلئے کمیٹی بنا دی۔ 48ء کے وسط میں کمیٹی نے رپورٹ دی کہ اطلاعات درست ہیں اور البانیہ بڑا سیاسی مجرم ہے۔

48ء میں یوگوسلاویہ سوویت یونین سے الگ ہو گیا جو یوگوسلاویہ کو اسی طرح سے محکوم بنانے کی کوشش کر رہا تھا جیسے اس نے بلغاریہ کیلئے کی تھی۔ سوویت یونین کا منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی بحیرہ روم سے امریکہ اور برطانیہ کو دور رکھنے کیلئے بلقان پر قبضہ جمایا جائے۔ سٹالن کو شبہ تھا کہ یوگوسلاویہ کا رہنما ٹیٹو اپنا الگ کمیونسٹ بلاک بنانا چاہتا ہے۔ ٹیٹو نے سوویت منصوبہ ناکام بنا دیا چنانچہ ٹیٹو اور سٹالن کے درمیان اس جدائی کے نتیجے میں جون میں یوگوسلاویہ کو کمیونسٹ انفارمیشن بیورو (کامن فورم) سے نکال دیا گیا۔ یہ تنظیم یورپ میں کمیونسٹ حکمرانی کی توسیع کیلئے 1947ء میں بنی تھی۔ جلد ہی ٹیٹو نے سی آئی اے سے درخواست کی کہ یوگوسلاویہ پر قبضہ کیلئے سٹالن کی کوششوں کو روکنے کیلئے فوجی امداد دی جائے ساتھ ہی اس نے یونانی کمیونسٹوں کی امداد بھی روک دی۔

اس دوران یوگوسلاویہ اور البانیہ کے تعلقات بھی تیزی سے خراب ہو گئے اب تک

یوگوسلاویہ البانیہ کو کافی مالی اور دوسری امداد فراہم کرتا آ رہا تھا۔ البانوی حکومت کے اندر یوگوسلاویہ کا حامی دھڑا وزیر داخلہ کوسی کوکسے کی زیر قیادت بلغراد میں اپنے ہم منصب کے ساتھ قریبی رابطے میں تھا۔ ھکسا کو خطرہ ہوا کہ یوگوسلاویہ البانیہ کو اپنی فیڈریشن میں شامل کرنا چاہتا ہے۔

اس خدشہ کو تقویت اس وقت ملی جب کوکسے نے کمیونسٹ پارٹی اور حکومت کیلئے اہم عہدوں سے ہکسا کے حامیوں کو ہٹانے کی کوشش کی۔ ہکسا نے روس سے رجوع کیا اور اس سے دوستی کر لی اور اس طرح کوکسے کے عزائم ناکام بنا دیئے۔ اسے بعدازاں گرفتار کر کے مقدمہ چلانے کے بعد 11 جون 1949ء کو پھانسی دے دی گئی۔

یہ بات دلچسپ ہے کہ سٹالن نے مطالبہ کیا کہ کوکسے کی جگہ محمد شیہو کو وزیر داخلہ لگایا جائے جو ماسکو کی ملٹری اکیڈیمی کا پڑھا ہوا تھا۔ بعدازاں کئی لوگوں پر امریکہ اور برطانیہ کیلئے جاسوسی کے الزامات کے تحت مقدمے چلائے گئے۔ ٹیٹو کا حامی ہونے کے شبہ میں بھی بہت سے لوگوں کیخلاف کارروائی کی گئی۔

1948ء کی گرمیوں میں ایس او ای کا سابق افسر جولیان ایمری یونان آیا جہاں اس نے دیکھا کہ یونان کو کمیونسٹوں سے شدید خطرہ لاحق ہے اس کے خیال میں ''جمہوری فوج'' کو شکست دینے کا واحد طریقہ اس کی دوسرے ممالک میں موجود پناہ گاہوں پر حملے کرنا تھا وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ مشرقی یورپ میں توسیع پسندی کے سوویت عزائم کو روکنے کیلئے کارروائی کا وقت بھی آ چکا ہے۔ اس کے خیال میں البانیہ کیخلاف اپریشن دونوں خطرات کا مناسب جواب ہوگا۔ یونان سے واپسی پر اس نے برطانوی حکومت میں بااثر افراد سے رابطہ کیا اور اس کے خیالات کو پذیرائی ملی۔

اپریل 1946ء میں وزارت خارجہ کی طرف سے ''رشیا کمیٹی'' کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا جس میں وار آفس' وزارت فضائیہ' نیوی اور ایس آر ایس کے نمائندے شامل تھے تاکہ سوویت حکمت عملی کا تجزیہ اور برطانیہ کی جوابی پالیسی کیلئے سفارشات تیار کی جاسکیں۔ اس نے آگے ''کولڈ وار سب کمیٹی'' بنائی جو جیب کمیٹی کے نام سے زیادہ معروف ہوئی کیونکہ اس کا صدر اسسٹنٹ انڈر سیکرٹری خارجہ گلیڈون جیب تھا۔ اس کمیٹی کا کردار سوویت یونین کیخلاف سیاسی و اقتصادی جنگ لڑنا اور ایس آئی ایس کے خفیہ اور نیم فوجی آپریشنز پر عمل کرانا تھا۔

25 نومبر 1948ء کو کمیٹی کی میٹنگ میں البانیہ میں خانہ جنگی کرانے پر غور ہوا۔ کمیٹی کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تاہم یہ فیصلہ ہوا کہ سوویت یونین کے طفیلی ممالک کیخلاف کارروائی کا مقصد ان ممالک کو سوویت دائرہ اثر سے جنگ کے سوا باقی کسی بھی طریقے کو استعمال کرتے ہوئے آزاد کرانا ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ برطانیہ ایسے کسی اپریشن کیلئے رقم دینے کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ رشیا کمیٹی نے 16 دسمبر کو فیصلہ کیا کہ امریکی حکومت کی مدد کے بغیر کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

13 فروری 1949ء کو کمیٹی کو بتایا گیا کہ ہکسا کیخلاف کارروائی کی اجازت مل گئی ہے اور وزیراعظم اٹیلی کی اجازت پر ارلنسٹ بیون نے چھوٹے درجے کی کارروائی کی منظوری دی ہے۔ معاملے کا صرف چند افراد کو ہی پتہ تھا۔ ایک ماہ بعد ایس آئی ایس کے ایک سینئر افسر ولیم ہائٹر کی قیادت میں ایک اور برطانوی امریکہ پہنچا اور محکمہ خارجہ اور سی آئی اے کے افسروں سے تین دن تک مذاکرات کیے۔

امریکہ نے البانیہ کیخلاف اقدام کی حمایت کی۔ اپریل میں امریکی محکمہ خارجہ کے پالیسی اینڈ پلاننگ سٹاف نے سفارش کی کہ اپریشن میں امداد کی جانی چاہئے چنانچہ اس بارے میں جلد ہی فیصلہ کرلیا گیا۔ دونوں ممالک کی مشترکہ کمیٹی بن گئی۔

لندن میں اپریشن ''ویلیوایبل'' کی تنظیم اور اس میں برطانوی شراکت کا جائزہ لینے کا کام ایس آئی ایس کو دیا گیا۔ اپریشن کی براہ راست کمان کرنل ہیرالڈ پرکنس کو دی گئی۔

اپریشن ''ویلیوایبل'' کے تحت تربیت یافتہ اہلکاروں کو البانیہ داخل کرا کے وہاں تحریک مزاحمت قائم کی جانی تھی۔ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ کوئی امریکی یا برطانوی اہلکار نہیں بھیجا جائے گا کیونکہ ان کی گرفتاری کی صورت میں سیاسی مسئلہ پیدا ہوسکتا تھا۔ اس کام کیلئے البانوی شہری ہی استعمال ہونے تھے اور یورپ بھر میں قائم مہاجر کیمپوں میں موجود قوم پرست اور شاہ پسند البانویوں میں ایسے متوقع رضاکاروں کی کوئی کمی نہیں تھی۔

ان کی مناسب تربیت ضروری تھی جس کیلئے پرکنس نے میجر ڈیوڈ سملی سے رابطہ کیا جو اس وقت جرمنی میں رائل ھارس گارڈ میں تعینات تھا۔ البانیہ کے دوسرے دورے سے واپسی کے بعد اسے ایس او ای کے مشرق بعید کے شعبے میں لگا دیا گیا تھا اور مئی 1945ء میں اس نے ''کینڈل'' کے نام سے شمال مشرقی تھائی لینڈ میں اپریشن کی قیادت کی۔ 46ء میں وہ برطانیہ آیا جس کے بعد اسے وارسا کے برطانوی سفارت خانے میں ملٹری اتاشی لگا دیا گیا لیکن پولینڈ نے اسے ناپسندیدہ شخصیت قرار دیکر ملک سے نکال دیا۔ واپسی پر ایک سال وہ ایس آئی ایس میں رہا جس کے بعد وہ اپنی رجمنٹ میں سیکنڈ ان کمان بن گیا۔ یہ ایسا عہدہ تھا جس میں اسے کم ہی دلچسپی تھی چنانچہ جب پرکنس نے اس سے رابطہ کیا تو اس نے ''سپیشل ڈیوٹی'' پر واپس آنے کی پیشکش خوشی سے قبول کر لی۔

اسے البانوی گوریلوں کو تربیت دینی تھی۔ او پی سی کے سربراہ فرینک وزنر نے لیسا میں امریکی ادارے کی سہولیات اس مقصد کیلئے پیش کیں لیکن برطانیہ سیاسی وجوہات پر اسے مناسب مقام تصور نہیں کرتا تھا چنانچہ مالٹا میں ''فورٹ بنجما'' کا انتخاب ہوا۔ یہ نپولین دور کا بنا ہوا غیر مستعمل قلعہ تھا۔ سکیورٹی وجوہات کی بنا پر سملی کو مالٹا کی گیریژن کے ہیڈکوارٹر میں جو دارالحکومت ویلیٹا میں واقع تھا' ڈپٹی چیف آف سٹاف تعینات کر دیا گیا اس طرح جزیرے میں اس کی موجودگی کا جواز فراہم کیا گیا۔

رضا کاروں کی بھرتی کیلئے ایس آئی ایس نے مختلف البانوی جلاوطن دھڑوں سے رابطہ کیا۔ شاہ پسندوں کی قیادت اب بھی عباس کوپی جبکہ قوم پرست ''بی کے'' کے مختلف دھڑوں کی قیادت مدحت فرشیری، سید کریزیو اور عباس ارمانجی کے پاس تھی یہ دونوں گروہ ایک تیسرے دھڑے ''انڈی پنڈنزا'' کے سخت دشمن تھے جو زیادہ تر شمالی البانیہ کے کیتھولک قوم پرستوں پر مشتمل تھا۔ تمام سینئر شاہ پسند اور قوم پرست کمیونسٹ حکومت آنے کے بعد البانیہ چھوڑ کر مختلف ممالک میں آ چکے تھے۔ عباس کوپی اور سید کریزیو اٹلی میں مدحت فرشیری اور عباس ارمانجی یونان میں تھے۔ جولیان، امیری اور مکلین نے ان سب سے رابطے برقرار رکھے ہوئے تھے۔ ایس آئی ایس نے ان سے ضروری سیاسی ادارہ، جلاوطن حکومت بنانے کو کہا جس کی طرف سے اپریشن کیا جائے۔

چنانچہ اپریل میں انہوں نے تمام رہنماؤں سے ملاقات کی اور ایک پرچم تلے اکٹھے ہونے کو کہا۔ یہ آسان کام نہیں تھا تینوں دھڑے باہم متصادم تھے تاہم دو مشترک عوامل انہیں متحد کر سکتے تھے۔ ایک کمیونزم سے نفرت اور دوسرے یوگوسلاویہ اور یونان کے بارے میں ان کے شکوک۔ یوگوسلاویہ ان کے خیال میں البانیہ کو ضم کرنا چاہتا تھا جبکہ یونان کا البانیہ کے جنوبی علاقے پر ملکیت کا طویل عرصے سے دعویٰ چلا آ رہا تھا۔

موخر الذکر حوالے سے مئی میں مکلین اور امیری نے یونان کا دورہ کیا اور وہاں کی نمایاں شخصیات سے مل کر انہیں مذکورہ دعویٰ سے دستبردار ہونے کو کہا۔ اس دوران انہیں اپریشن کیلئے یونان کی حمایت اور بعض سہولیات بھی حاصل کرنا تھیں جن میں کرفو کے جزیرے میں ریڈیو مانیٹرنگ کا سٹیشن قائم کرنے کا معاہدہ شامل تھا۔ امیری نے اس مقصد کیلئے یونانی فوج کے فیلڈ مارشل الیگزینڈر پاپاگاس کی رضامندی حاصل کر لی۔

مکلین اور امیری نے بی کے کے فوجی بازو کے کمانڈر عباس ارمانجی سے ملاقات کی اور فیصلہ کیا گیا کہ اپریشن کا پہلا مرحلہ چونکہ جنوبی البانیہ میں شروع ہونا ہے اس لئے وہاں اتارے جانے والا گروپ بی کے کے ارکان پر مشتمل ہوگا۔

البانیہ کے یوگوسلاویہ میں انضمام کا خطرہ دکھا کر اور کمیونسٹ حکمرانی سے نجات کی ترغیب دیکر انہوں نے ارمانجی کی حمایت حاصل کر لی تھی۔ تاہم اس نے کہا کہ مدحت فرشیری کو بھی راضی ہونا چاہئے۔ اس پر اتفاق کر لیا گیا چنانچہ کچھ روز بعد فرشیری ترکی سے اٹلی آیا وہاں امیری، اس کا ساتھی ایلن ہیئر اور ارمانجی بھی آ گئے۔ ارمانجی جعلی پاسپورٹ پر آیا تھا۔ 20 مئی کو مکلین بھی کرنل ہیرلڈ پرکنس کے ہمراہ وہاں آ پہنچا جس کے بعد ان سب کی ملاقاتیں ہوئیں اور بی کے کے دونوں لیڈروں سے 30 افراد کو مہیا کرنے کو کہا۔ ارمانجی نے چند روز ہی میں یہ افراد نیپلز کے مہاجر کیمپ سے چن لئے۔

پانچ روز بعد مکلین اور امیری لندن آ گئے اور وہاں او پی سی کے اس اپریشن کے روز

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

رابرٹ لو سے ملاقات کی۔ 24 جون کو ایس آئی ایس کی ٹیم لو اور ایک دوسرے افسر کے ہمراہ روم پہنچی جہاں سیاسی کمیٹی کے قیام کیلئے البانیہ کے تینوں گروپ موجود تھے۔ ارمانجی نے اپریشن میں زوگسٹوں اور انڈی پنڈنزا کی شمولیت پر اعتراض کیا اس بات سے مذاکرات پر منفی اثر پڑ سکتا تھا چنانچہ ایس آئی ایس نے اسے مذاکرات سے الگ کر دیا اور اس بنیاد پر اسے روم سے روانہ کر دیا کہ وہ جعلی پاسپورٹ پر آیا ہے اور انڈی پنڈنزا کے ارکان اٹلی کی حکومت کو اس بات کی مخبری کر سکتے ہیں۔ اسے ٹریسٹے لے جایا گیا جہاں اس کی کڑی نگرانی کی جاتی رہی۔

7 جولائی کو بارہ روز کے طویل مذاکرات کے بعد اتفاق رائے ہو گیا۔ اپریشن کی نگرانی کیلئے ایک خفیہ فوجی کمیٹی بنائی گئی جس کی سربراہی زوگسٹوں کے لیڈر عباس کوپی کو دی گئی۔ قوم پرستوں کے عباس ارمانجی اور سید کرزیو کو اس کا نائب بنایا گیا اور زوگسٹ گافی گو کو کمیٹی کا سیکرٹری بنا دیا گیا۔ ایک الگ تنظیم البانین نیشنل کمیٹی کے نام سے تنظیم کے سیاسی بازو کے طور پر بنائی گئی جس کا سربراہ مدحت فرشیری تھا۔

نئی تنظیم میں زوگسٹوں کی نمائندگی تو تھی لیکن بادشاہ کی شرکت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا تھا تاہم وہ اپریشن سے باخبر تھا اور مئی میں او پی سی کے دو افراد لو اور مائنز اس سے مل چکے تھے۔ 14 جولائی کو مکلین، امیری اور لو بادشاہ سے ملنے اس کے ولا میں گئے وہ اس بات پر ناراض تھا کہ کمیٹی، جو عملاً جلاوطن حکومت تھی اس کے مشورے کے بغیر بنائی گئی ہے چنانچہ اس نے انہیں ملاقات کئے بغیر لوٹا دیا تاہم شام کو انہیں ملاقات کی اجازت دے دی گئی۔ امیری نے جو ماہر سیاستدان تھا، بادشاہ کی ناراضگی دور کی اور اس کی مدد حاصل کر لی۔ تین دن بعد اسکندریہ میں بادشاہ سے پھر ان کی ملاقات ہوئی اور اس نے کمیٹی کی حتمی منظوری دیدی۔ 18 جون کو مکلین اور اس کے ساتھی روم چلے گئے۔

ڈیوڈ سملی جسے اس دوران اس کی نئی ذمہ داریوں کے سلسلے میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی تھی اپنے اہلخانہ کے ہمراہ جون میں مالٹا پہنچا اور فورٹ بنجما میں تربیتی اڈہ قائم کیا۔ یہ قلعہ جزیرے کے وسط میں ایک الگ تھلگ پہاڑی پر دارالحکومت ویلٹیا سے مدینہ کی طرف واقعہ تھا۔ اس تک رسائی کا واحد ذریعہ ایک تنگ کچا راستہ تھا۔ جنوب اور مشرق میں خندق تھی اور اس پر ایک پل کے ذریعے اس قلعے تک پہنچا جا سکتا تھا جہاں البانویوں اور ان کے ہتھیاروں کو رکھا جانا تھا۔ البانویوں کو تیرنے، کشتیوں کے ذریعے اپریشن کرنے، پرانے نقشے پڑھنے اور بی ٹی ریڈیو کے استعمال کی تربیت دی گئی۔ وقت کی کمی کے باعث مورس کوڈ استعمال کرنے کی تربیت نہیں دی جا سکی۔ ریڈیو کے سوا ان کے زیر استعمال تمام اشیاء غیر ملکی ساختہ تھیں اور ان پر کوئی سیریل نمبر یا نشان نہیں تھا جس سے ان کے ماخذ کا پتہ چل سکتا۔

ڈیوٹی سے فراغت کے اوقات میں وہ مدینہ، رباط اور لیما کے شہروں میں جا سکتے تھے جو وہاں سے محض چند میل دور تھے وہ برطانوی فوج کی یونیفارم پہنتے تھے۔ مقامی ملٹری پولیس اس وقت مشکوک ہوگئی جب اسے پتہ چلا کہ یہ فوجی انگریزی نہیں بول سکتے۔ سکیورٹی سروسز کے مقامی نمائندوں نے کسی نہ کسی طرح وضاحت کر کے اسے مطمئن کر لیا۔

ایس آئی ایس شروع سے ہی فیصلہ کر چکی تھی کہ رضا کاروں کو البانیہ کی سرزمین پر سمندری راستے سے اتارا جائے گا۔ ڈیزل سے چلنے والی ایک کشتی حاصل کی گئی اس کیلئے ایک بوڑھا کپتان ڈھونڈا گیا لیکن جب وہ مالٹا روانہ ہوا تو راستے میں بیمار پڑ گیا اور بعدازاں مر گیا۔ اس دوران ایس آئی ایس کے ایتھنز کے سیکشن کے ربراہ کمانڈر پیٹرک وہنی نے دو سابق نیول افسروں جان لیتھم اور سام برکلے کی خدمات حاصل کر لیں۔ 48ء کی پہلی ششماہی میں وہ انہیں اور ان کی کشتی ''بیبی'' کا ایتھنز سے سالونیکا تک یونانی خانہ جنگی کے دوران حکومتی افواج کو اسلحہ کی فراہمی کیلئے استعمال کر چکا تھا۔ بیبی اب فروخت ہو چکی تھی اور اب دونوں نے ایک نئی کشتی بنانے کا آرڈر دیا۔ اخراجات بجٹ سے بڑھ گئے لیکن سال کے آخر تک وہنی کو ان کی حالت کا پتہ چل گیا اور اس نے اخراجات پورے کرنے کی پیشکش کی۔ اس کے عوض دونوں اپریشن میں شامل ہونے پر تیار ہو گئے۔

نئی کشتی ''سٹارمی سیز'' 15 دسمبر کو سمندر میں اتاری گئی۔ 18 فروری 1949ء کو وہ پائریس سے روانہ ہوئی اور آبنائے کورنتھ سے پتراس اور وہاں سے بحیرہ روم کو چلی۔ شدید طوفان سے اسے کچھ نقصان پہنچا اور آخر 31 مارچ کو مالٹا پہنچی وہاں بیتھم اور برکلے کو لندن بھیجا گیا جہاں ایس آئی ایس نے انہیں ہدایات دیں اس دوران مالٹا میں کشتی کی مرمت کی گئی اور طاقتور انجن نصب کیا گیا اب کشتی اپریشن ''ویلیو ایبل'' میں حصہ لینے کیلئے تیار تھی۔

اس دوران گوریلے اپنی تربیت مکمل کر رہے تھے اور 28 ستمبر کو ان میں سے 9 کو رائل نیوی کی ایک کشتی میں بٹھا کر اٹلی کے جنوبی کونے کی بندرگاہ اوٹرانٹو لے جایا گیا۔ اگلے روز ''سٹارمی سیز'' مالٹا سے نکلی اور اوٹرانٹو کی طرف روانہ ہوگئی۔ اس پر لیتھم اور برکلے اور یونانی کشتی بان دینو ماوروس کے علاوہ پانچ مزید افراد تھے۔ برکلم کی بیوی ایلین جو یہ تاثر دینے کیلئے تھی کہ کوئی فیملی جا رہی ہے، کولنگ، ایلن، ریڈیو آپریٹر جیفری اور ایس آئی ایس کا افسر رولوینگ۔ تین دن بعد 2 اکتوبر کو ایم وی (رائل نیوی کی کشتی) اطالوی بندرگاہ سے روانہ ہوئی اس کے ایک گھنٹے بعد سٹارمی سیز بھی نکلی۔ دونوں کو اوٹرانٹو سے 20 میل مشرق میں ایک جگہ اکٹھا ہونا تھا۔ وہاں ان نو گوریلوں کو اسلحہ سمیت سٹارمی سیز پر منتقل کیا گیا جو پھر البانیہ کے ساحل کی طرف بڑھی۔ رات کو شدید برقی طوفان آیا اور بجلی گرنے سے ریڈیو تباہ ہو گیا۔ ان حالات میں ساحل پر اترنا ناممکن تھا چنانچہ لیتھم اور برکلے نے اسے چھوٹے سے یونانی جزیرے اوتھونی کی کھاڑی میں چھپا دیا۔

اگلی صبح یہ ناخوشگوار نظارہ دیکھنے کو ملا کہ یونانی کسٹمز کی ایک لانچ ان کی طرف بڑھ رہی تھی تاہم خوش قسمتی سے اس کے عملے نے تلاشی لینے کے بجائے مختصر گفتگو پر اکتفا کیا اور اپنی راہ لی۔ عصر کے وقت ریڈیو مرمت کرانے کے بعد لیتھم اور برکلے نے لنگر اٹھایا اور البالوی ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے جزیرہ نما کارابورن میں ویلونا کے جنوب میں ایک کھاڑی پر اترنا تھا۔

رات 9 بجے وہ ہاں پہنچے۔ لیتھم اور برکلے ساحل سے نصف میل پہلے رک گئے۔ کولنگ اور پانچ گوریلوں کو سٹارمی سیز کے پیچھے بندھی چھوٹی کشتی پر منتقل کیا گیا اور وہ ساحل کی طرف روانہ ہوئے ان کے پیچھے دوسری کشتی میں ایلن اسلحہ اور ساز وسامان سمیت تھا۔ رات اندھیری تھی، باقی گوریلوں اور ان کے سامان کو وہاں ساحل پر پہنچتے پہنچتے ایک گھنٹہ لگ گیا جس کے بعد سٹارمی سیز واپس مالٹا روانہ ہوگئی۔

اس کے بعد جو واقعات ہوئے ان کا ذکر نکولس میتھل کی کتاب ''بیٹریڈ'' میں ملتا ہے وہ یہ کہ گوریلے کھاڑی سے نکل کر اوپر پہاڑی پر چڑھے۔ وہ اپنا سفر رات کی تاریکی میں کرتے اور دن کو غاروں میں چھپے رہتے۔ 48 گھنٹوں بعد وہ 10 میل دور کوہ تراگ جاس پہنچے جہاں ان کے دو گروپ بن گئے۔ بیدو کوکا کی زیر قیادت 5 افراد اپنے آبائی علاقے کرویلش کی طرف چلے اور باقی چار شمال میں ویلون کی طرف گامزن ہوئے۔ تاہم چند ہی گھنٹے بعد دوسرے گروپ پر البانوی فوجیوں نے حملہ کر دیا جو ان کے انتظار میں گھات لگائے بیٹھے تھے۔ تین گوریلے مارے گئے تاہم چوتھا بچ کر فرار ہو گیا۔ اس اثنا میں کوکا کا گروپ گجورم نامی گاؤں پہنچ گیا۔ وہاں لوگوں سے فوجیوں کی موجودگی کا علم ہونے پر غاروں میں چھپ گیا جہاں انہیں اپنے ساتھیوں کے انجام کا بھی علم ہوا۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ البانوی فوج اس پورے ساحلی علاقے میں پھیلی ہوئی ہے۔

ایس آئی ایس کا ریڈیو مانیٹرنگ سٹیشن جو کرفو کے ساحل پر قائم تھا، گوریلوں کے پیغامات وصول کرتا رہا۔ گوریلوں کے اترنے کے نو دن بعد 12 اکتوبر کو کوکا کے گروپ کی طرف سے پہلا پیغام وصول ہوا جس میں حملے کی تفصیل بتائی گئی۔ اس گروپ کی طرف سے مواصلات کو برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ریڈیو کے استعمال کیلئے اسے اپنی پناہ گاہ چھوڑ کر بلند پہاڑی علاقے کی طرف جانا پڑا۔ پارک سے چلایا جانے والا بھاری بھرکم جنریٹر بھی مسئلہ تھا جب اسے چلایا جاتا تو یہ زوردار آواز پیدا کرتا۔

گجورم چھوڑنے کے بعد کوکا اور اس کے ساتھی اپنے گاؤں نیولیا (کرویلیش) کی طرف چلے گئے جہاں انہوں نے قابل اعتماد افراد سے رابطہ کیا لیکن تحریک مزاحمت بنانے کیلئے جس کی امداد امریکہ اور برطانیہ نے کرنی تھی ان کی تجاویز پر ملا جلا ردعمل ہوا۔ بعض نے تو پرجوش حمایت کی لیکن بعض نے اعتراض کیا کہ صرف پانچ افراد کیوں آئے ہیں اور یہ کہ ایجنٹ اور اسلحہ اس طرح کیوں نہیں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

اتارا گیا جس طرح زمانہ جنگ میں اتارا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب وہ دیکھیں گے کہ امریکہ اور برطانیہ کا وعدہ سچا ہے' تب ہی وہ اسے سنجیدگی سے لیں گے۔

اکتوبر کے آخر میں کوکا اور اس کے گروپ نے الگ الگ یونان جا کر وہاں رپورٹ دینے کا فیصلہ کیا۔ پہاڑوں پر حکومتی فوجیں پھر رہی تھیں اس لئے ان کا سفر خطرناک تھا۔ پیرو کوکا اور دو گوریلے ھانسن اسیوفی اور ریمس متو کا ایک راستے سے جبکہ اس کا چچازاد احمد کوکا اور گروپ کا پانچواں رکن ترمان علیکو دوسرے راستے سے روانہ ہوئے۔ یہ دوسرا گروپ کسی خاص واقعے سے دوچار ہوئے بغیر یونان پہنچ گیا جبکہ پہلے تین افراد کا ایک سے زائد بار سرکاری دستوں سے آمنا سامنا ہوا ایسے ایک واقعے میں ریمس متو کا گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا البتہ بیدو کوکا اور ھانسن الیسوفی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور آخر سرحد پر پہنچ گئے۔

10اکتوبر کو 11 گوریلوں کا ایک اور گروپ ویلونا کے شمال میں اترا یہ گروپ بھی سٹارمی سیز نے اتارا تھا۔ گروپ اتارنے کا عمل تو کامیاب رہا لیکن تیز طوفان آ گیا جس کی وجہ سے لیبتھم اور بر کلے نہ تو یونانی ساحل کی طرف جا سکے نہ اطالوی ساحل کی طرف اور چند ہی میل جنوب میں جانے کے بعد پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور اس کوشش میں خلیج ویلونا جا پہنچے۔ انہیں علم تھا کہ یہاں ساسینو کے جزیرے میں روسی آبدوزوں کا اڈہ ہے۔

اگلی صبح ان کے بچ نکلنے کی امید اس وقت ختم ہو گئی جب انہوں نے دیکھا کہ سو گز کے فاصلے پر فوجی پوزیشنیں سنبھال رہے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ کشتی کا عملہ ساحل پر آ جائے لیکن وہ نہیں آئے اور یہ دیکھ کر کہ فوجی مشین گن نصب کر رہے ہیں جان لیبتھم نے لنگر کاٹ دیا۔ کشتی پوری رفتار سے بھاگ نکلی۔ گولیوں کی باڑھ ان کے سر پر سے گزر گئی۔ شدید طوفان کے باوجود کشتی کسی نہ کسی طرح 13اکتوبر کی صبح کرفو کے ساحل پر جا پہنچی۔

ادھر گیارہ گوریلے دو گروپوں میں منقسم ہو گئے۔ پانچ ''کورسے'' اور باقی ''گجرو کستر'' کی طرف چلے۔ کورسے جانے والے گروپ کا سربراہ سیفر موسو تھا۔ دیہاتیوں نے ان کا خیر مقدم کیا مگر وہ دھوکہ دیے جانے کے ڈر سے ایک بلند پہاڑ کی غار میں جا کر چھپ گئے۔ اکتوبر کے آخر میں سردی آ گئی اور برفباری نے ان کیلئے مشکلات پیدا کر دیں۔ اس دوران گجرو کستر جانے والا 6رکنی گروہ رات کو سفر کرتا اور دن کو جنگل میں چھپا رہتا۔ اس طرح وہ گجرو ستر پہنچ گیا اور وہاں انہوں نے اپنے اہلخانہ اور دوستوں سے رابطے کئے لیکن انہیں بھی اسی طرح سرد مہری کا سامنا کرنا پڑا جس طرح کا بیرو کوکا کے گروپ کو کرنا پڑا تھا۔ انہوں نے کرفو میں سی آئی اے کے ریڈیو سٹیشن سے رابطہ کیا لیکن پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے نشریات کا معیار بہت ناقص تھا۔ پھر جنریٹر خراب ہو گیا چنانچہ انہوں نے ریڈیو اپنے گروپ کے ایک رکن حاکی گابا کے چچازاد کے حوالے کیا اور یونانی سرحد کی طرف

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

روانہ ہو گئے جو وہاں سے 30 میل دور تھی۔ انہیں امید تھی کہ وہاں سے متبادل جنریٹر مل جائیگا اور وہ واپس آ جائینگے۔

اس اثناء میں برفباری کے مسائل کی وجہ سے کورسے کا گروپ پہاڑ سے نیچے ایک اور خفیہ مقام پر منتقل ہو گیا۔ اسے ریڈیائی رابطے میں کوئی زیادہ مشکل پیش نہیں آئی حتیٰ کہ انہیں ایک دن یونان پہنچنے کا سگنل ملا۔

ادھر جنریٹر لے کر گجرو کستر جانے والے گروپ کے دو ارکان بارڈ ھائل گرویشی اور حاکی گابا واپس البانیہ گئے جہاں انہیں پتہ چلا کہ جس شخص کو وہ ریڈیو دیکر گئے تھے وہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ خطرہ بھانپ کر وہ دونوں بیٹاس گابا کو ساتھ لے کر یونان واپس چلے گئے۔

اس طرح پہلے دو ''ویلیو ایبل'' مشن ناکام ہو گئے۔ ان کی جزوی ناکامی کی وجہ کم فلبی تھا جس نے 8اکتوبر کو واشنگٹن جا کر ایس آئی ایس کے نمائندے کے طور پر چارج لیا تھا اور اس طرح وہ البانیہ کے اپریشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی کا بھی رکن تھا۔ چارج لینے سے قبل لندن میں اسے اس اپریشن سے متعلق جو اکتوبر میں ہوا تھا' تمام معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ ستمبر میں امریکہ پہنچنے سے قبل یہ معلومات اس نے لندن میں کے جی بی کے اڈے کو فراہم کر دیں۔

ایس آئی ایس اور او پی سی کے ساتھ امریکی محکمہ خارجہ اور برطانوی دفتر خارجہ کی بھی ایس پی سی (اپریشن کیلئے مشترکہ سپیشل پالیسی کمیٹی) میں نمائندگی تھی۔ برطانوی محکمہ خارجہ کا نمائندہ ارل آف جیلی کو تھا جو برطانوی سفارت خانے میں فرسٹ سیکرٹری اور بلقان کے معاملات کا ذمہ دار تھا۔ نکولس بیتھل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جیلی کو نے کم فلبی سے اپنی کئی ملاقاتوں کا تذکرہ کیا جن میں دونوں ایس آئی ایس اور دفتر خارجہ کے وہ خطوط پڑھا کرتے تھے جن میں اپریشن ویلیو ایبل کی پیش رفت کی تفصیل بیان کی گئی ہوتی تھی۔ جیلی کو کے مطابق فلبی او پی سی میں اپنے ہم عہدہ جیمز میکارگر سے مل کر اپریشنل فیصلے کرنے کا ذمہ دار تھا۔

گوریلے اتارنے کے پہلے دو واقعات اور بعد میں بچ جانیوالوں کی معلومات سے واضح تھا کہ البانوی حکومت کو گوریلے اتارے جانے کی پہلے ہی اطلاع مل جاتی تھی۔ فلبی اس کا ضرور ذمہ دار تھا مگر البانوی مہاجرین کی تنظیموں کی سکیورٹی بھی ناقص تھی جن میں کے جی بی بری طرح نفوذ کر چکی تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امیری' مکلین اور ھیئر نے تین بڑے البانوی دھڑوں کو قریب لانے کی جو کوششیں کی تھیں' وہ بہت جلد ہکسا حکومت اور سوویت یونین کے علم میں آ گئی ہونگی جنہوں نے اپنے جاسوس اٹلی اور یونان میں البانوی مہاجرین میں چھوڑ دیئے ہونگے اسی طرح اطالوی انٹیلی جنس کو بھی انڈی پنڈنزا گروپ میں اس کے ایجنٹوں نے خبردار کر دیا ہوگا چنانچہ 2 اکتوبر کی صبح اس

کے افسر او ٹرانٹو کے لائٹ ہاؤس پر چڑھ گئے ہونگے جہاں سے انہوں نے رائل نیوی کی کشتی سے گوریلوں کو سٹارمی سیز میں منتقل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔

ممکن ہے روسیوں نے عین اسی وقت البانوی مہاجروں میں سرایت کیا ہو جب پہلا گروپ اتارا گیا تھا۔ 26 اگست کو پیرس میں البانین نیشنل کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا گیا جس کے بعد عباس کوبی اور مدحت فرشیری سمیت کمیٹی کے 5 ارکان لندن جا کر ایس او ای کے سابق رکن پیٹر کیمپ سے ملے۔ ستمبر میں وہ نیویارک اور وہاں سے واشنگٹن گئے جہاں ان کی میزبان نئی قائم شدہ ''کمیٹی فار فری یورپ'' تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کمیٹی کو سی آئی اے مالی امداد دیتی تھی۔ لندن کی طرح یہاں بھی وفد کا سرد مہری سے استقبال ہوا اور صدر ٹرومین سے ملاقات کی درخواست مسترد کر دی تھی۔ امریکی حکومت چاہتی تھی کہ وہ البانین نیشنل کمیٹی سے دوری کا تاثر دے تاکہ اپریشن کی تردید کرنی پڑے تو ممکن ہو سکے۔

وفد واپس نیویارک آ گیا جہاں فرشیری اور نوسی کوٹ نے ایک دفتر قائم کرنا تھا باقی لوگ واپس روم چلے گئے۔ 3 اکتوبر کو' جب گوریلوں کا پہلا گروپ البانوی ساحل پر اتر رہا تھا' پولیس کو مین ہٹین کے اس ہوٹل میں بلایا گیا جہاں دونوں ٹھہرے ہوئے تھے۔ پولیس کو فرشیری کی لاش اس کے بستر سے ملی۔ بظاہر اس کی موت دل کا دورہ پڑنے سے ہوئی تھی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں بھی یہی وجہ سامنے آئی۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ اسے ایم جی بی نے قتل کیا اس لئے قدرتی موت کی بات تسلیم کر لی گئی تاہم 1959ء میں یوکرائن کی تنظیم یو او این بی کے لیڈر سٹیفن بندیرا کی موت کے وقت انکشاف ہوا کہ اسے خصوصی پستول سے قتل کیا گیا تھا چنانچہ اس بات کو تقویل ملی کہ فرشیری کو بھی اسی طرح قتل کیا گیا تھا۔

اس دوران او پی سی اپنا پہلا اپریشن (فائینڈ) کرنے کی تیاری کر رہی تھی۔ 1950 کی پہلی ششماہی میں اس نے البانین نیشنل کونسل کی مدد سے 250 البانوی رضا کاروں کی بھرتی شروع کی جنہیں مغربی جرمنی میں امریکی فوج کے مزدور یونٹ میں شامل کیا جانا تھا۔ کمپنی 4000 کے نام سے یہ یونٹ بویریا کے دارالحکومت میونخ کے نزدیک تعینات ہونا تھا اس کی تین پلٹین بننا تھیں۔ اس کے ساتھ ہی گوریلوں کا ایک تربیتی سکول بھی ہائیڈل برگ کے نزدیک ایک بڑے گھر میں بنا دیا گیا۔ رضا کاروں کا پہلا دستہ میونخ سے 15 میل دور کارلس فیلڈ کی بیرکوں میں 7 جون کو پہنچ گیا۔ چھ روز بعد ان کی ابتدائی تربیت شروع ہو گئی۔

جب کمپنی 4000 کے ارکان نے اپنی تربیت شروع کی تو ایس آئی ایس تیسرے گروپ کو البانیہ بھیجنے کی تیاری کر رہی تھی۔ اپریل میں لیفٹیننٹ کرنل ڈیوڈ سملی مالٹا سے سے یونان چلا گیا۔ اس کی جگہ انتھنی نارتھروپ کو لگایا گیا۔ سملی نے ایتھنز میں برطانوی فوجی مشن میں جی ایس او ون کا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے اردو فورم کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

ظاہری عہدہ سنبھالا جولائی میں کیپٹن ڈاک زاھنر اور عبدل سینو' دو کمانڈنگ افسروں کے ہمراہ 6 گوریلوں کا گروپ مالٹا سے ایتھنز پہنچا جہاں انہیں کفلیسا میں ایس آئی ایس کے ایک اڈے پر کچھ روز رکھا گیا۔ وہاں سے شمالی یونان میں یانینا کے فوجی ایئرپورٹ پر پہنچایا گیا جہاں یونانی انٹیلی جنس سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا جس نے گوریلوں کو ایک سیل میں بند کر دیا۔ اگلے روز زاھنر اور سینو اپنے ساتھیوں سمیت کفسیا آ گئے۔

ڈیوڈ سملی نے یونانی انٹیلی جنس سے رابطہ کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ یانینا جیسے واقعات کا اعادہ نہ ہو۔ دو ماہ بعد ان گوریلوں کو سڑک کے راستے شمال کی طرف لے جایا گیا اس بار ان کے کنڈکٹنگ افسر کرنل ڈے ریل اور کلے ہل' عبدل سینو اور دو یونانی حکام تھے۔

سرحد عبور کرنے کے بعد گوریلوں نے کورسے کے علاقے کا رخ کیا۔ بدقسمتی نے ان کا پیچھا کیا۔ او پی سی کے ایک جہاز نے ہکسا حکومت کیخلاف پروپیگنڈہ جنگ کیلئے گرائے جانے والے اشتہارات گجر وکستر کے قریب گرانے کے بجائے کورسے پر گرا دیئے۔ نتیجتاً البانوی فوج یہ اشتہار قبضے میں لینے کیلئے علاقے بھر میں پھیل گئی اور گوریلوں کو ایک غار میں پناہ لینا پڑی۔ اس گروپ کو تین اور گوریلوں سے ملنا تھا جو نہیں آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ ان مؤخر الذکر گوریلوں میں سے ایک جب اپنے گاؤں پہنچا تو اپنی ماں کی غیر محتاط گفتگو کی وجہ سے گرفتار ہو گیا اور اس کے باقی دو ساتھیوں کو فوراً ہی یونان واپس جانا پڑا۔ موکو کے گروپ نے بھی جسے یہاں رہتے دو مہینے ہو گئے تھے' یہ محسوس کر کے کہ یہاں مزید رہنا خطرہ سے خالی نہیں' یونان واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔

یونانی سرحد سے اور بھی کئی گروپ داخل کئے گئے تھے اور نومبر میں مزید 2 گروپ سمندر کے راستے آئے۔ لینتھم اور برکلے کے پاس اب سٹارمی سیز کے بجائے زیادہ جدید لانچ سبریٹا تھی۔ یہ دونوں گروپ اترتے ہی پکڑ لیے گئے۔

1950ء کے آخر میں انتھنی نارتھروپ اور اس کی ٹیم پر واضح ہو چکا تھا کہ اپریشن ویلیو ایبل میں کوئی پیشرفت نہیں ہو رہی۔ گوریلوں کا مورال بہت نیچے آ چکا تھا اور خود نارتھروپ کو بھی البانیہ میں ہکسا کے سخت سکیورٹی کنٹرول کے باعث اپریشن جاری رکھنا ناممکن لگ رہا تھا۔

عوام تعاون کرنے سے ڈرتے تھے۔ ان حالات میں گوریلوں کیلئے اپریشن کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ ایس آئی ایس کے حکام نے گوریلوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے نارتھروپ پر زور دیا کہ وہ نتائج دیں۔ تاہم ان کی تشویش بالکل خودغرضانہ تھی۔ ویلیو ایبل اپریشن مشرقی یورپ میں سٹالن کی سرگرمیوں کو روکنے کی اہم برطانوی کوشش تھی اور اس کی ناکامی کا نقصان انہیں بھی ہوتا جو بالآخر اس کے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کا ذرا خیال نہیں کیا جو ہکسا نے قید کر لئے تھے یا مار ڈالے تھے۔

1950ء میں آپریشنز کے حوالے سے سکیورٹی میں کوتاہی کے مزید شواہد ملے۔ 27 مارچ کو نیویارک ٹائمز میں اس کے نمائندے کا مضمون شائع ہوا جس میں اس نے بتایا کہ البانیہ میں کمیونسٹوں کیخلاف کارروائی کیلئے 2 گروپ اترے ہیں۔ جب او پی سی کے حکام نے اس سے پوچھا کہ اسے یہ خبر کہاں سے ملی تو اخبار کے نمائندے نے بتایا کہ اسے یہ اطلاع بہت سے ذرائع سے ملی ہے جن کو اپریشن کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ ناقص سکیورٹی اور فلبی کی غداری نے اپریشن ویلیوایبل کی ناکامی میں اہم کردار ادا کیا۔

اس وقت تک البانیہ نے یونانی کمیونسٹ گوریلوں (ڈیموکریٹک آرمی) کی حمایت ختم کر دی تھی۔ اس طرح اپریشن ویلیوایبل کا ایک مقصد پورا ہو گیا تاہم 25 جون 1950ء کو شمالی کوریا نے اچانک جنوبی کوریا پر حملہ کر دیا اور امریکہ کو اس تنازع میں ملوث ہونا پڑا۔ لازمی بات تھی کہ اس میں روس کا ہاتھ تھا۔ اس طرح اپریشن ویلیوایبل کو نیا حوصلہ ملا اور او پی سی پر بھی دباؤ بڑھا کہ وہ اپنے گروپ میدان میں لائے۔

اکتوبر 1950ء میں او پی سی نے کمپنی 4000 سے 16 البانوی گوریلے لے کر انہیں ہائیڈل برگ میں تربیت دی۔ انہیں پیراشوٹ کے ذریعے اتارا جانا تھا لیکن انہیں صرف ضروری زمینی تربیت ہی دی گئی۔ نومبر میں انہیں یونان پہنچایا گیا اور ایتھنز میں او پی سی کے ایک اڈے میں رکھا گیا لیکن اس مرحلے پر ان میں سے آٹھ نے مشن پر جانے سے انکار کر دیا تاہم آخری مرحلے پر ایک آمادہ ہو گیا اور اس طرح 10 نومبر کو نو گوریلے ایک ڈی سی تھری جہاز پر روانہ ہو گئے۔

ان میں سے آدم گجورا کی زیر قیادت پانچ گوریلوں کو مارٹینیش کے میدان اور دوسرے کو شمالی مشرق علاقے میں کوکیس کے قریب اتارا جانا تھا تاہم موسم کی خرابی کی وجہ سے علاقہ تلاش کرنے میں مشکل ہوئی اور جہاز واپس آ گیا۔ 9 دن بعد مشن پھر روانہ ہوا لیکن ایک بار پھر موسم کی خرابی کی وجہ سے مطلوبہ جگہ تلاش کرنے میں مشکل ہوئی لیکن اس بار پہلے گروپ نے فیصلہ کیا کہ وہ کود جائے گا چنانچہ گجورا اور اس کے تین ساتھی سالی والیو، سیلی داسی اور ژیتان ڈاسی پیراشوٹ کے ذریعے ترانہ سے 25 میل شمال مشرق میں بلفیزے کے نزدیک کامیابی سے اتر گئے لیکن پانچواں الیاس توپتانی اترنے کے بعد بھٹک گیا اور ایک گاؤں میں پہنچتے ہی گرفتار کر لیا گیا ان کے سامان کا بھی کوئی اتا پتا نہیں تھا۔

طیارہ اب کوکیس کے علاقے کی طرف محو پرواز تھا لیکن علاقہ دیکھنے میں مشکل پیش آئی چنانچہ دوسرا گروپ بھی بغیر دیکھے کود پڑا اس گروپ کا سامان بھی ان کے پیچھے اتار دیا گیا مگر وہ ایک گاؤں زرشت میں گرا۔

اس بات سے بے خبر کہ وہ کہاں اترے ہیں آدم گوجیرا اور اس کے تین ساتھیوں نے اپنے اترنے کی جگہ کے قریب جنگل میں رات گزاری۔ دوسرے دن عصر کے وقت انہیں البانوی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

سکیورٹی دستوں نے گھیر لیا۔ انہوں نے فرار ہونے کی کوشش کی اور اس دوران ژیتان ڈاسی ہلاک اور سلیم داسی گرفتار ہو گیا۔ گجورا اور والیو فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ والیو کو پاؤں میں گولی لگی تھی۔ وہ گجورا کے گاؤں کی طرف بڑھے۔ والیو کے زخمی ہونے کی وجہ سے ان کی رفتار بہت سست تھی وہ رات کو چلتے' دن کو لیٹے رہتے۔ اس دوران انہیں ہمدرد دیہاتیوں نے بتایا کہ البانوی فوجیوں کو ان کے اترنے کا پہلے سے پتہ تھا اور وہ دو دن پہلے ہی اس علاقے میں آ گئے تھے۔ انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ آدم گوجیرا بھی ان میں ہو گا۔ وہ اگر موقع پر گرفتاری سے بچے تھے تو محض اس وجہ سے کہ وہ صحیح جگہ پر نہیں اتر سکے تھے۔

جنوب میں اللبان کے مقام پر انہوں نے دو ہفتے گزارے پھر انہوں نے یوگوسلاویہ کے راستے فرار ہونے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر ایک گائیڈ کی مدد سے سرحد پار کر گئے۔ البانوی فوج کو گجیرا کے فرار کا پتہ چلا تو اس نے اس کے اہلخانہ کو گرفتار کر لیا اور ان میں سے دو کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

دوسرا گروپ بھی غلط جگہ پر اترنے کے باعث گرفتاری سے بچ گیا تھا۔ تاہم اس کا سامان گاؤں میں گرنے کی وجہ سے فوج چوکنا ہو گئی اور جلد ہی پورے علاقے میں ان کی تلاش شروع ہو گئی۔ گوریلے پانچ روز تک چھپے رہے اور پھر سرحدی علاقے میں اپنے گروپ کے ایک رکن حلیل نرگوتی کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ موسم بہت خراب تھا اور برفباری ہو رہی تھی۔ چار ہفتے بعد انہوں نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا اور دسمبر میں یوگوسلاویہ داخل ہو گئے۔ وہ پرزرن نامی گاؤں پہنچے جہاں انہوں نے متعدد البانوی رضاکار بھرتی کئے۔ اس دوران دونوں گروپوں سے کوئی پیغام نہ موصول ہونے کے باعث او پی سی نے ڈی سی 3 طیارہ اس علاقے میں روانہ کیا لیکن کوئی ریڈیائی رابطہ نہ ہو سکا۔

1951ء کے شروع میں او پی سی کو مزید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ جنوری میں او پی سی نے شمالی البانیہ میں 43 گوریلے اتارے لیکن بہت جلد ہی البانوی فوج نے ان میں 29 کو ہلاک کر دیا اور باقی کو پکڑ لیا۔ اس بڑے نقصان کے باوجود ایک اور گروپ فروری میں اتارا گیا۔ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچنے اور وہاں تحریک مزاحمت قائم کرنے میں کسی قدر کامیاب ہو گیا تاہم یہ کامیابی مختصر تھی۔ مئی میں اپنے کچھ کارکنوں کی گرفتاری کے بعد باقی گروپ یوگوسلاویہ نکل گیا جہاں اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔

ادھر لندن اور واشنگٹن میں مئی 1951ء میں دفتر خارجہ کے اہلکاروں گائے برجس اور ڈونالڈ مکلین کے روس کو فرار ہونے کے بعد ایس آئی ایس میں کسی اعلیٰ افسر کے جاسوس ہونے کے بارے میں دیر سے پائے جانے والے شبے کا مرکز کم فلبی بن گیا۔ فلبی کی طرح یہ دونوں بھی طویل عرصہ سے سوویت یونین کے ایجنٹ تھے۔ مکلین 1930ء کی دہائی میں اپنے کیمبرج یونیورسٹی کے زمانہ تعلیم سے ہی بھرتی کر لیا گیا تھا اور اس وقت وہ دفتر خارجہ کے محکمہ برائے امریکہ کا سربراہ

تھا۔ فلبی نے گائے برجس کو بتا دیا تھا کہ مکلین پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد برجس کو ڈسپلن کی وجوہات پر لندن بلا لیا گیا۔ گرفتاری کے خطرے کے پیش نظر وہ اور مکلین 25 مئی کو ماسکو فرار ہو گئے۔

چند روز بعد فلبی کو بھی لندن بلا لیا گیا اور وہاں اس سے ایک ممتاز وکیل اور سکیورٹی افسر نے تفتیش کی لیکن اس کیخلاف غداری کی کوئی شہادت نہ مل سکی۔ پھر بھی سکیورٹی سروسز اور ایس آئی ایس کے اعلیٰ افسروں کے پاس یہ سمجھنے کیلئے کافی وجوہات تھیں کہ فلبی سوویت یونین کیلئے کام کر رہا ہے۔ ساتھ ہی وہ اپریشن ویلیو ایبل اور اپریشن فائنڈ کی ناکامی پر بھی مشتعل تھے جس کی مشترکہ کمان میں فلبی شامل رہا تھا۔ ادھر سینٹرل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل والٹر بیڈل سمتھ ایس آئی ایس اور سی آئی اے سے تعلقات توڑنے کی دھمکی دے چکا تھا چنانچہ فلبی کو ریٹائر کر دیا گیا۔

نقصانات کے باوجود او پی سی نے البانیہ میں اپریشن کا دائرہ وسیع کر دیا اور جون 1951ء میں کمپنی 4000 کے مزید 40 رضا کاروں کو تربیت دی گئی۔ اپریل میں ایس آئی ایس نے چار چار گوریلوں کے دو گروپ اور جون میں مزید 2 گروپ اتارے۔ جولائی میں کمپنی 4000 کے 16 ارکان اگلے اپریشن کیلئے ایتھنز پہنچے۔ تین دن بعد چار چار ارکان کے تین گروپ بالترتیب گجیرو کستر' گواجا اور سکوتریہ کے مقامات پر اتارے گئے لیکن اس بار بھی البانوی فوج کو پہلے سے پتہ چل گیا۔ گجیر وکستر والے گروپ کے دو ارکان ہلاک اور دو گرفتار کر لیے گئے۔ گواجا اتارے جانے والے چاروں گوریلے ایک گھر میں محصور ہو گئے۔ البانوی فوج نے اس مکان کو آگ لگا کر انہیں زندہ جلا دیا۔ سکوتریہ والے گروپ کے چاروں ارکان اترتے ہی مار ڈالے گئے۔

اکتوبر میں گجیر وکستر گروپ کے باقی ماندہ 2 گوریلے قاسم شیہو اور محمد ہوکسا پر بارہ دیگر افراد کے ہمراہ جو آدم گجیرا گروپ کے تھے اور نومبر میں پکڑے گئے تھے' مقدمہ چلایا گیا اور انہیں قید کی سزا سنا دی گئی۔ گرفتار ہونیوالوں میں سے بعض نے تشدد کے تحت اپنی بھرتی' تربیت اور اپریشن کی ساری تفصیلات بتا دیں۔ مقدمے کی کارروائی دنیا بھر میں نشر کی گئی۔

اس سب کے باوجود او پی سی نے 15 اکتوبر کی رات وبرا کے مشرقی علاقے میں 5 مزید گوریلے اتار دیئے۔ اترتے وقت گروپ لیڈر ہاکسن سالکو کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اگلی صبح ان پر البانوی فوج نے حملہ کر دیا۔ سالکو اور اس کا ایک ساتھی مارا گیا۔ باقی تین بچ نکلے اور چار دن کے سفر کے بعد یوگوسلاویہ کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ کئی دن وہاں قیام کے بعد وہ 31 اکتوبر کو یونان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

ویلیو ایبل اور فائنڈ' دونوں اپریشنوں میں کامیابی سے مکمل محرومی کے باوجود ایس آئی ایس نے ان میں اپنی شرکت جاری رکھی۔ 1952ء کے شروع میں برطانیہ میں متعدد گوریلوں کو تربیت

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

دی گئی جس کے بعد انہیں مالٹا کے فورٹ بنجما منتقل کر دیا گیا۔ گرمیوں میں ہنریٹا کشتی کے ذریعے چار گروپ اتارے گئے لیکن اب گوریلے ماضی کے تجربات کے حوالے سے شکوک وشبہات کا شکار ہو چکے تھے اور یہی حال ایس آئی ایس کے بہت سے لوگوں کا بھی تھا۔ پھر 14 مارچ 1951ء کو ارنسٹ بیون کی موت سے اپریشن اپنے ایک بنیادی بانی سے محروم ہو گیا۔ 1952 کے آخر میں ایس آئی ایس نے اپریشن ویلیو ایبل ختم کر دیا اور چند ماہ بعد فورٹ بنجما کو بھی بند کر کے اس کے عملے اور باقی ماندہ گوریلوں کو منتشر کر دیا گیا۔

اس دوران او پی سی نے اپریشن فائنڈ جاری رکھا۔ 1952ء میں آٹھ افراد کی خصوصی ٹیم بھرتی کی گئی۔ ان کی تربیت کئی ماہ جاری رہی۔ انہیں ریڈیو مواصلات کا فن بھی سکھایا گیا اور شمالی کورنتھ کے ایک جزیرے پنا گیا سے ایک تیز رفتار کشتی کے ذریعے البانوی ساحل پر اتارا گیا۔ اس جزیرے پر بلغاریہ' سوویت یونین اور کئی دیگر علاقوں میں اپریشن کیلئے سی آئی اے کا ایک اڈہ بھی قائم تھا۔

1952ء میں او پی سی نے ایک خاص مقصد کیلئے شاہ پسندوں کا ایک گروپ بھی بنایا۔ اس سے پہلے شاہ زوگ نے جو اپریشن فائنڈ میں ناکامی پر پریشان تھا' 1955ء میں امریکہ کا دورہ بھی کیا۔ او پی سی کے افسروں سے ملاقات میں اس نے تجویز دی کہ اس کے شاہی محافظوں میں سے' جو 1939ء میں اس کی جلاوطنی سے اس کے ساتھ تھے' کچھ لوگ چن کر ایسا مشن بنایا جائے جو اپریشن فائنڈ کی ناکامی کی وجوہ تلاش کرے۔ چنانچہ اپریشن فائنڈ کا کنٹرولر گریشن یا سی وچ مصر گیا اور شاہی محافظوں کے کمانڈر کرنل ہائسن سلمانی کی مدد سے تین محافظ زینل شیہو' حلیل برانسا اور ہاشی گائل منتخب کئے۔ مارچ 1952ء میں یہ تینوں جہاز کے ذریعے سکندریہ سے مارسلیز اور پھر ٹرین سے پیرس گئے وہاں انہوں نے او پی سی کے افسروں سے ملاقات کی اور ان کے ہمراہ بذریعہ کار جرمنی گئے اور میونخ کے نزدیک او پی سی کے ایک اڈے میں قیام کیا ایک ہفتہ بعد وہ 26 مارچ کو یونان پہنچے۔

اگلے چار ہفتوں تک انہیں نقشے پڑھنے' نیویگیشن اور اسلحہ کے استعمال کی تربیت دی گئی اور ان کا تعارف حمید مقانجی' ژیلو تریسووا اور طاہر پرسنی سے کرایا گیا۔ 27 اپریل کو ان چھ افراد کو ایتھنز سے کستوریا لے جایا گیا جہاں سے وہ یونانی انٹیلی جنس اہلکاروں کے ہمراہ 15 میل کا سفر کر کے سرحد پر پہنچے۔ سرحد عبور کرتے ہی حلیل بیمار ہو گیا اور واپس چلا گیا جبکہ باقی ماندہ مقانجی کے آبائی علاقے ماتی پہنچے۔ وہاں سے متانجی' تریسووا اور گائل یونان واپس چلے گئے اور شیہو اور پرسنی پچھلے برس متانجی کے بھرتی کردہ کمیونسٹ مخالف رضا کاروں کے ایک گروپ کے ساتھ وہیں رہ گئے۔ اگلے مہینوں میں او پی سی کو پرنس کی طرف سے مسلسل ریڈیائی پیغامات ملتے رہے جس میں وہ بتاتا رہا کہ انہوں نے مزید رضا کار بھرتی کئے ہیں جن میں انور ہکسا کی خوفناک سیکرٹ پولیس ''سگوریمی'' کے

تین اہلکار بھی شامل ہیں۔ 4 اگست کو حلیل صحت یاب ہو گیا اور اسے بھی البانیہ اتار دیا گیا تا کہ وہ ان سے جا ملے۔

گریشین یا سی وچ اور او پی سی میں اس اپریشن کے دوسرے ذمہ دار یہ سمجھ رہے تھے کہ اب پانسا ان کے حق میں پلٹ چکا ہے۔ تاہم ایک بات پر انہیں تشویش تھی جیسا کہ شروع میں بتایا گیا تھا کہ ہر ریڈیو اپریٹر مورس کوڈ استعمال کرنے کا اپنا ایک مخصوص طریقہ رکھتا ہے جسے ''فسٹ'' کہا جاتا ہے اس طریقے کو اڈے پر موجود اپریٹر آسانی سے پہچان لیتا ہے۔ پرسنی کا طریقہ کار بھی وہاں ریکارڈ تھا اور جو لوگ اس کے بھیجے گئے پیغامات سنتے تھے وہ اس کا مطالعہ کر چکے تھے۔

اس کے پیغامات کا سلسلہ شروع ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد انہوں نے اس میں قابل ذکر تبدیلی محسوس کی لیکن پرسنی نے واضح کیا کہ اس کا دایاں بازو ٹوٹ گیا ہے اس لئے وہ بائیں ہاتھ سے پیغامات بھیج رہا ہے۔

مہینے گزرتے گئے' شیہو اور پرسنی نے اطلاع دی کہ ان کا نیٹ ورک پھیل رہا ہے اور اس میں انور ہکسا سے ناراض پولیس اور فوج کے افسر بھی شامل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا متانجی کو ان کے پاس بھیجا جائے تا کہ وہ اپنے ساتھ کچھ افسروں کو واپس یونان لے جا سکے جہاں حکومت کا تختہ الٹنے کے بارے میں بات چیت کر سکیں تاہم او پی سی والے اب بھی پرسنی کے ''فسٹ'' کے بارے میں مشکوک تھے انہیں خدشہ تھا کہ پرسنی گرفتار ہو چکا ہے اور دباؤ کے تحت پیغامات بھیج رہا ہے یا اس کی جگہ کوئی اور ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں بتایا جا چکا ہے کہ ایم جی بی اور بالٹک ریاستوں کی سکیورٹی سروسز ایسے فریبی اپریشن کرتی تھیں جو بہت کامیاب ثابت ہوئے تھے اور جن سے برطانوی اور امریکی نیٹ ورک تباہ ہو جاتے تھے۔ جنگ کے زمانے میں جرمن انٹیلی جنس ابوہر ABWEHR نے ہالینڈ میں ایک فریبی ریڈیائی اپریشن نارتھ پول کے کوڈ نام سے شروع کیا تھا جس کے نتیجے میں ایس او ای کے نیٹ ورک میں اس کے ایجنٹ گھس آئے تھے اور نیٹ ورک تباہ ہو گیا تھا۔

چنانچہ مزید تصدیق کیلئے پرسنی سے ایسے سوالات پوچھے گئے جن کے صحیح جوابات صرف وہی جانتا تھا۔ مثلاً ایک مرتبہ وہ اپنا کچھ قیمتی سامان شاہ زوگ کی بیوی کے پاس چھوڑ آیا تھا اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے ناراض ہو کر جواب دیا کہ وقت ضائع مت کرو۔ اس پر مشکوک ہونے کے بجائے او پی سی نے معاملے کو غیر اہم قرار دے کر فیصلہ کر لیا کہ پرسنی کو واپس البانیہ بلا لیا جائے۔

یکم مئی 1953ء کو متانجی اور اس کے ساتھی ناڈم سولا اور غنی مولوشی ماتی کے علاقے میں اتارے گئے۔ جس کے بعد او پی سی کو کئی پیغامات ملے کہ سب ٹھیک ہے لیکن کچھ عرصہ بعد یہ محسوس ہونے پر کہ کوئی پیشرفت نہیں ہو رہی ہے' پیغامات کے بارے میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ 31 دسمبر کو حقیقت عیاں ہو گئی جب البانوی حکومت نے قومی ریڈیو پر اعلان کیا کہ متانجی' شیہو' برانیکا' سولو اور

کتاب کیلئے وزٹ اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ملوشی گرفتار کر لیے گئے ہیں اور اب ان پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ پرسنی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی اس پر شک ہوا کہ وہ کمیونسٹ ایجنٹ تھا۔

متانجی اور اس کے ساتھیوں پر اپریل 1954ء میں مقدمہ چلا۔ کارروائی نشر کی جا رہی تھی۔ سگوریمی کی تفتیش میں انہوں نے نہ صرف اپنے مشن کے بارے میں بلکہ اپریشن فائنڈ کے بارے میں بھی تفصیلات بیان کر دیں۔ یہ بھی واضح ہوا کہ سگوریمی سوویت تعاون سے فریبی ریڈیائی اپریشن کرتی رہی تھی جس کے نتیجے میں البانیہ میں فائنڈ کا سارا نیٹ ورک تباہ ہو گیا۔ 12 اپریل کو متانجی کو پھانسی دے دی گئی اور اس کے چار ساتھیوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔

مقدمے کے بعد ہکسا حکومت نے ملک بھر میں کمیونسٹ دشمن عناصر کیخلاف منظم مہم شروع کر دی اور جن کو مجرم سمجھا جاتا' سزائے موت دے دی جاتی۔ صرف ماتی کے علاقے میں 400 افراد کو سزائے موت دی گئی۔ باقی مقامات پر بڑی تعداد میں لوگوں کو قید کیا گیا کل تعداد ہزاروں میں تھی۔

غور کیا جائے تو اپریشن کا بنیادی مقصد' ہکسا حکومت کا خاتمہ ناممکن العمل تھا اور خود اپریشن کی بنیادیں ریت پر رکھی گئی تھیں' بالخصوص یہ کہ اس کیلئے بہت کم وسائل مختص کیے گئے تھے جب اپریشن شروع ہوا تو البانیہ پر کمیونسٹ حکومت آئے چھ برس ہو چکے تھے اور اس عرصہ میں ہکسا نے اپنی گرفت مضبوط بنا لی تھی۔ 1945ء میں اس نے زمینی اصلاحات کا بے رحم پروگرام شروع کیا جس کے تحت طاقتور زمینداروں کی جائیدادیں چھین کر غریبوں میں تقسیم کر دی گئیں تاہم کچھ ہی عرصہ بعد زراعت کو اجتماعی شکل دیدی گئی اور کسان اپنے نئے حق ملکیت سے محروم ہو گئے۔ ساتھ ہی تمام صنعتی اور تجارتی ادارے بھی قومی ملکیت میں لے لیے گئے۔

ہکسا نے شمالی البانیہ کے شاہ پرست علاقوں اور وہاں کے قبائل پر بھی توجہ دی اور ان کے نیم جاگیردارانہ ادارے توڑ دیئے۔ سگوریمی کے ذریعے ریاست کی حاکمیت قائم کی گئی جس نے آبادی کے تمام حلقوں میں سرایت کر کے مخبروں کا ایک جال پھیلا دیا تھا۔ جو ذرا سی مخالفانہ سرگوشی بھی سن لیتے تھے اور اس کا قلع قمع کر دیتے تھے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ سمجھتے تھے کہ البانیہ میں حکومت کی تبدیلی کیلئے فضا سازگار ہے' انہیں حالات کا صحیح علم نہیں تھا اور انہوں نے ملک کی صورتحال کا بہت غلط اندازہ لگایا۔ بلاشبہ انہیں گمراہ کرنے والے وہی لوگ تھے جو چاہتے تھے کہ امریکہ اور برطانیہ ان کے ایماء پر ہکسا حکومت کا تختہ الٹ دیں اگر عباس کوپی' مدحت فرشیری اور دوسرے البانوی مہاجر لیڈر یہ سمجھتے تھے کہ انہیں برطانیہ اور امریکہ کی طرف سے اسی سطح کی امداد ملے گی جس سطح کی جنگ کے زمانے میں ملتی تھی تو ان کی غلط فہمی بہت جلد دور ہو گئی تھی۔ یہ حقیقت کہ ایس آئی ایس اور او پی سی کے ایجنٹوں کے اتارے جانے کے بعد اسلحہ اور آلات کی کوئی بڑی سپلائی نہیں کی گئی۔ بلاشبہ مقامی آبادی

کو بغاوت منظم کرنے کیلئے قائل کرنے میں ان لوگوں کی ناکامی کا بڑا سبب تھی۔ ناقص سکیورٹی کے باعث بھی کیمونسٹوں کو اپریشن ناکام بنانے میں بڑی مدد ملی۔ مزید یہ کہ سگوریمی نے البانوی مہاجر تنظیموں میں اپنے ایجنٹ داخل کر دیئے تھے۔

ولیو ایبل اور فائنڈ کے خاتمے کے بعد اس سوال کا کبھی کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا کہ آخر ایس آئی ایس اور او پی سی نے بہت پہلے اس بات کا علم ہو جانے کے باوجود کہ کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور بہت سارے لوگ مارے گئے ہیں اپریشن کیوں جاری رکھا۔ مزید یہ کہ فلبی کے بارے میں شکوک وشبہات جس کی غداری نے اپریشن کی ناکامی میں اہم کردار ادا کیا' جون 1951ء میں ظاہر ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود اپریشن ولیو ایبل 1952ء کے آخر میں اور اپریشن فائنڈ 1954ء میں جا کر ختم کیا گیا یہ ماننا مشکل ہے کہ اپریشن کے بارے میں فلبی کی غداری اس وقت کسی کے ذہن میں نہ آئی ہو جب ایس آئی ایس نے جولائی 1951ء میں اسے برطرف کرنے کے بعد نقصانات کا اندازہ لگانا شروع کیا۔ یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ ایس آئی ایس اور او پی سی میں ایسے لوگ تھے جو اپنی ناکامی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھے۔

اس افسوسناک کہانی کے بارے میں حرف آخر سی آئی اے کے ایک افسر کا ہے:

البانوی اپریشن امریکہ کی طرف سے سوویت دائرے میں کسی کیمونسٹ حکومت کو نیم فوجی ذرائع سے ختم کرنے کی پہلی اور واحد کوشش تھی۔ اس نے جنگی منصوبہ سازوں کو واضح سبق دیا وہ یہ کہ کوئی کمزور حکومت بھی محض خفیہ نیم فوجی ذرائع سے الٹائی نہیں جا سکتی۔

تیسرا باب

ہند چینی

1950ء۔1954ء

جس دور میں برطانیہ اور امریکہ مشرقی یورپ اور بلقان میں سوویت توسیع پسندی کو روکنے میں لگے ہوئے تھے' اسی دور میں گلوب کے دوسری طرف فرانس ہند چینی میں اپنی سلطنت کو کیمونسٹوں کے قبضے میں جانے سے روکنے کی تگ و دو میں بری طرح مصروف تھا۔ یہ علاقہ ویت نام' لاؤس اور کمبوڈیا پر مشتمل ہے۔

1942-41ء میں ایشیا پر جاپان کے حملہ اور قبضے کی لپیٹ میں برطانیہ' فرانس اور ہالینڈ کی نوآبادیاتی سلطنتوں کے کچھ حصے بھی آئے ان علاقوں کے عوام نے دیکھا کہ ان کے سابق نوآبادیاتی آقا ناقابل تسخیر نہیں ہیں چنانچہ ان کا مطالبہ آزادی مزید مضبوط ہو گیا یہی صورتحال ہند چینی کی تھی جون 1940ء میں جرمنی کے ہاتھوں فرانس کی شکست اور علاقے میں جاپانی قبضہ کی وجہ سے وہاں تحریک مزاحمت کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد فرانسیسی حکمرانی سے آزادی تھا۔

یہاں ستمبر 1940ء میں پہلا تنازعہ اس وقت بھڑکا جب فرانس نے جاپان کی یہ درخواست مسترد کر دی کہ اس کی فوج کو جنوبی چین کے صوبے ینان میں جنرل چیانگ کائی شیک کی قوم پرست فوج پر حملے کیلئے شمالی ویت نام سے گزرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ان کو ہے پھونگ کی بندرگاہ سے ملنے والی امریکی رسد بند ہو جائے۔ فرانس میں مارشل پیتاں کی وشی حکومت جس نے 19 جون کو جرمنی سے صلح کا معاہدہ کیا تھا' جاپان سے مذاکرات کر رہی تھی کہ اس کی فوجیں لانگ سون اور ڈانگ گینگ کے مقامات پر شمالی ویت نام میں داخل ہو گئیں اور 30 میل لمبے محاذ پر فرانسیسی قلعہ بندیوں پر حملہ آور ہو گئیں جنگ دو روز جاری رہی یہاں تک کہ گولہ بارود کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اس دوران فرانس کے 800 سپاہی ہلاک ہو گئے تھے۔

24 ستمبر کو جاپانی جہازوں نے ہے پھونگ پر بمباری اسی شام اس کے فوجی وہاں اترے

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

جنھوں نے ہنوئی کی طرف پیش قدمی شروع کر دی وشی حکومت نے 'ہندچینی کی فرانسیسی انتظامیہ سقوط فرانس کے بعد جس کی وفادار تھی' ہتھیار ڈال دیے اور جاپانی فوج کو علاقے میں قیام کی اجازت دینے کے معاہدے پر دستخط کر دیے۔

1941ء کے آغاز میں فرانسیسی ہندچینی اور تھائی لینڈ میں جنگ چھڑ گئی جو جاپانی مداخلت کے بعد 28 جنوری کو بند ہوئی۔ 11 مارچ کو ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت فرانس نے لاؤس کے دو اور کمبوڈیا کے تین صوبے تھائی لینڈ کے حوالے کر دیے۔

جنوری میں ہندچینی میں نگوین اے کووک نامی شخص داخل ہوا جس نے بعد میں ہوچی منہ کے نام سے دنیا بھر میں شہرت پائی۔ وہ 1920ء سے ہی کمیونسٹ تھا اور 1930ء میں بنائی جانے والی انڈو چائنا کمیونسٹ پارٹی (آئی سی پی) کے بانیوں میں سے تھا۔ وہ جاپانی قبضہ کے بعد فرانسیسی استعمار کی ظاہر ہونے والی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کیلئے مستعد تھا۔ چین سے ٹونکن میں داخل ہونے کے بعد ہوچی منہ کاؤبانگ کے صوبے میں پاک باؤ کی طرف بڑھا اور وہاں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا دو ماہ بعد کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے اجلاس کے بعد قومی مزاحمتی تحریک بنائی جس کا نام ویت نام ڈاک لاپ ڈانگ منہ ھوتی (ویت نام میں انقلاب اور آزادی کی پارٹی) رکھا گیا۔ اختصاراً اسے ویٹ منہ کا نام دیا گیا اس کے فوجی بازو کی کمان جس شخص کو دی گئی وہ گوریلا جنگ کے میدان میں ہوچی منہ کی طرح ہی مشہور ہوا یعنی نگویان گیاپ وہ سابق سکول ماسٹر تھا اور 1930ء میں کمیونسٹ بننے کے بعد 1939ء میں اس وقت چین فرار ہو گیا تھا جب فرانسیسی حکام نے کمیونسٹوں کیخلاف مہم چلائی تھی۔

ویٹ منہ نے اپنے ابتدائی اپریشن شمالی ویت نام کے علاقے پاک سون میں شروع کئے جہاں تھو قبائل پہلے ہی فرانس کیخلاف بغاوت میں مصروف تھے۔ وہاں سے اس نے اپنا اثر و رسوخ دوسرے شمالی صوبوں میں پھیلانا شروع کر دیا۔ اسلحہ کی کمی کی وجہ سے وہ آسان اہداف جیسے دور دراز سرحدی چوکیاں جن کی حفاظت ''گارڈیس انڈو چائینوس'' نامی سرحدی محافظوں کے چھوٹے چھوٹے یونٹ کرتے تھے' پر ہی حملے کیا کرتی تھی۔

1945ء کے آغاز میں جاپان کو تشویش ہوئی کہ اتحادی فوجوں کی آمد کی صورت میں ہندچینی کے فرانسیسی اس کیخلاف ہو جائینگے۔ اسے علم تھا کہ جنرل چارلس ڈیگال کی تنظیم ''فری فرنچ'' نے اپنے متعدد ارکان علاقے میں داخل کر دیے ہیں اور ریڈیو مواصلات کا ایک زیر زمین نیٹ ورک بھی بنا لیا ہے۔ یہ کام فرانس کی پرانی انٹیلی جنس سروس ڈی جے ای آر کا تھا جو نومبر 1944ء میں قائم ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد ڈی جے آئی آر نے مشرق بعید کے فرانسیسی رابطے کا ایک یونٹ ایس ایل ایف ای او بنایا جو کمانڈنٹ باؤچرڈ ڈی کریوی کور کے زیر کمان کلکتہ میں قیام پذیر تھا اس میں فرنچ انڈو چائنا سیکشن (ایف آئی ایس) بھی شامل تھا جس کا اڈہ سیلون کا شہر کینڈی میں تھا یہ یونٹ سپیشل آپریشنز

کتاب کلیکشن ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ایگزیکٹو (ایس او ای) کی ایشیا اور مشرق بعید کی شاخ فورس 136 کے زیر استعمال تھی۔ ایف آئی ایس میں 40 افسر اور 108 دیگر اہلکار تھے ان میں سے 27 اہلکار ہندچینی سے تعلق رکھتے تھے۔

1944ء کے آغاز میں ڈیگال نے فیصلہ کیا کہ ہندچینی کے فرانسیسیوں کو ان کی کمیٹی برائے قومی آزادی کو تسلیم کرے۔ اس نے حکم دیا کہ فرانس میں قائم ہونیوالی مزاحمتی تحریک کی طرح ہندچینی میں بھی ایسی تحریک قائم کی جائے لیکن یہ حکم کمزور بنیادوں پر تھا کیونکہ مقامی آبادی فرانسیسی تسلط کی بحالی نہیں چاہتی تھی اس تحریک کے رضا کار وہاں کی صرف فرانسیسی آبادی سے آئے تھے جن کی تعداد 30 ہزار تھی وہاں فرانسیسی فوجی 14500 تھے۔

تاہم ان میں سے بیشتر فوجی وشی حکومت کے حامی تھے اس لئے ڈیگال کے آزاد فرانس سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان میں ہندچینی میں فرانسیسی فوج کا کمانڈر جنرل یوجین موروان بھی تھا۔ ڈیگال نے جب اسے تحریک مزاحمت کی قیادت کرنے کو کہا تو اس نے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں دکھائی۔ جولائی کے پہلے ہفتے میں ایس ایل ایف ای او کے ہندچینی شعبے کے سربراہ فرانکوس ڈی لینگلیڈ کو شمالی ویت نام میں لانگ سون کے قریب اتارا گیا تاکہ وہ موروان کا حوصلہ بڑھا سکے لیکن جیسے ہی ڈی لینگلاڈ ویت نام چھوڑ کر ہندوستان آیا تو موروان ہندچینی کے گورنر جنرل اور ایڈمرل جین ڈی کاکس کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے جسے علاقے میں موروان کے سپریم انچارج ہونے پر سخت اختلاف تھا۔

ستمبر 1944ء کے بعد ایف آئی ایس نے ایک اپریشن شروع کیا جس کے تحت 124 ایجنٹ بھاری مقدار میں اسلحہ اور دھماکہ خیز مواد دے کر اتارے گئے۔ ان کا مشن تحریک مزاحمت بنانے اور جاپانیوں کیخلاف گوریلا جنگ کرنا تھا۔ سیلون سے ایف ای ایف ای او (علاقے میں فرانسیسی فوج) کے 15 ہزار دستوں کی آمد متوقع تھی۔ 22 دسمبر کو ایف آئی ایس کے 7 اہلکار گار (علاقے میں پائے جانیوالے ایک جنگلی بیل کا نام) کے کوڈ کے تحت لاؤس میں اتارے گئے۔ 5 ایجنٹ اس علاقے میں جسے آوازوں کا میدان کہا جاتا ہے اور دو لاؤس کے جنوب میں ایک فرانسیسی اڈے کے پاس اتارے گئے۔ اس کے بعد کے مہینوں میں سات مزید مشن لاؤس میں اتارے گئے۔ مشن کا مقصد محب وطنوں میں میکوئس گروپوں کی بھرتی کا کام شمالی افریقہ میں تیار کی جانے والی 12 سو رکنی فرانسیسی فوج کی آمد سے پہلے پہلے کر لینا تھا۔

گیارہ ریڈیو سٹیشنوں پر مشتمل خفیہ مواصلاتی نیٹ ورک بھی اس دوران قائم کیا جا رہا تھا۔ تاہم فرانسیسیوں سے متعدد غلطیاں ہوئیں۔ انہوں نے اپنے منصوبوں کو جاپانیوں سے خفیہ رکھنے کا زیادہ اہتمام نہیں کیا۔ پیراشوٹ سے ایجنٹوں کو اتارنے کا کام دن کی روشنی میں کیا اور اتارا جانے والا تمام اسلحہ' گولہ بارود اور آلات فرانسیسی گیریژنوں میں رکھے گئے۔

جاپان نے مزاحمت کا راستہ روکنے کا فیصلہ کیا اور 9 مارچ کو تمام فرانسیسی گیریژنوں پر پیشگی حملہ کر دیا۔ ٹونکن میں فرانسیسی آخری سپاہی تک لڑے۔ لانگ سون میں جاپانیوں نے فرانسیسی کمانڈر جنرل لیموفائر اور سینئر سول کمانڈر جنرل آ فیلے کا سر قلم کر دیا۔ جنرل مارسیل الیزینڈرے کی زیر قیادت ایک چھوٹا دستہ لڑتا بھڑتا ٹونکن سے ہوتا ہوا چینی سرحد عبور کر کے ینان میں داخل ہو گیا جہاں اسے چیانگ کائی شیک کی فوج نے گرفتار کر لیا۔ باقی ویت نام میں فرانسیسی فوج کو غیر مسلح اور محدود کر دیا گیا۔ مورداں اور ڈی کاکس سمیت تمام فوجی افسر اور سول ایڈمنسٹریٹر قید کر دیئے گئے۔ جاپانیوں نے جنہیں پیشگی اطلاع مل چکی تھی' تحریک مزاحمت کیلئے بھیجے جانے والے آلات اور گولہ بارود بھی ضبط کر لیا۔

شہروں اور قصبوں کے علاوہ جاپانیوں نے باقی ملک پر گرفت مضبوط رکھنے کیلئے کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ سے' نیز فرانسیسی فوج کی عدم موجودگی کی وجہ سے ویٹ منہ اپنا اثر و رسوخ بڑھانے اور اپریشن کا دائرہ پھیلانے کے قابل ہو گئے۔ انہوں نے بعداز جنگ انتظامیہ کے طور پر عوامی کمیٹیاں قائم کیں۔ فرانسیسیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ ہندچینی میں اتحادیوں کی حامی (بظاہر) واحد تنظیم تھی اور مئی 1945ء کے بعد سے اسے امریکہ سے اسلحہ اور او ایس ایس کے افسروں کی شکل میں امداد ملنا شروع ہو گئی۔ مختصر عرصے میں اس کے پاس خوب مسلح اور ساز و سامان سے لیس پانچ ہزار فوجی ہو گئے۔

جب جاپان نے 14 اگست 1945ء کو غیر مشروط ہتھیار ڈال دیئے تو ویٹ منہ نے خود کو ملک کی واحد اتھارٹی بنا لیا۔ 2 ستمبر کو اس نے جمہوریہ ویت نام کے قیام اور ہوچی منہ کو اس کا صدر بنانے کا اعلان کر دیا۔ شاہ باؤ دائی نے حکومت کو تسلیم کر لیا اور اس کے حق میں تخت سے دستبردار ہو گیا۔ اس دوران ڈی جی ای آر نے ہندچینی میں جہاں بھی ممکن ہوا فرانسیسی اتھارٹی بحال کرنے کیلئے 30 ایجنٹ اتارے۔ 21 ٹونکن اور انام میں 9 کمبوڈیا اور کوچین چائنا (جنوبی ویت نام) میں۔

ویٹ منہ کی حکمرانی مختصر ثابت ہوئی۔ چند دن بعد چین کی قوم پرست فوج ہنوئی پہنچ گئی اور سارا شمالی ویت نام 16 متوازی خطہ تک قبضہ میں لے لیا۔ مزید یہ کہ اکتوبر کے شروع میں برطانوی فوج سائیگون میں داخل ہو گئی اور جیل میں بند فرانسیسی رہا کرا لیے۔ فرانسیسی فوج نے جو اب از سر نو مسلح ہو چکی تھی' بلا تاخیر ویٹ منہ کو سائیگون سے نکال دیا اور اکتوبر میں فرانس سے بھی فوجیں پہنچ گئیں سخت لڑائی کے بعد فرانس نے جنوبی ویت نام میں 16 متوازی خطہ تک تمام اہم شہروں کا کنٹرول واپس لے لیا۔ اس عرصہ میں کمیونسٹوں نے شمال میں اپنی افواج کی تعداد بڑھا لی انہوں نے ان جاپانی فوجیوں سے بڑی مقدار میں اسلحہ لے لیا جن کو چینیوں نے غیر مسلح نہیں کیا تھا اس کے علاوہ انہیں چین سے بھی بھاری مقدار میں اسلحہ سمگل کیا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

اس کے بعد فرانسیسیوں نے چینی قوم پرستوں اور ویٹ منہ سے مذاکرات کیے۔ 6 مارچ 1946ء کو ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس میں جمہوریہ ویت نام کو فرانسیسی یونین کے اندر رہتے ہوئے تسلیم کر لیا گیا اور فرانس کو ہے پھونگ میں داخلے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے فوراً بعد تقریباً دو ڈویژن فرانسیسی فوج ٹونکن میں داخل ہو گئی۔

باقی سال بھی مذاکرات جاری رہے۔ اس سال چینی قوم پرستوں کی فوج اور باقی ماندہ جاپانی فوج واپس چلی گئی۔ یہ مضطرب امن کا زمانہ تھا اور ہندچینی کی فرانسیسی انتظامیہ کے اندر خاصی تعداد میں ایسے لوگ تھے جو ویت نام کی آزادی کے سخت مخالف تھے۔ اس سے مذاکرات پر منفی اثر پڑا اور تصادم کے واقعات میں اضافہ ہو گیا۔ 20 نومبر کو ایک فرانسیسی دستے نے ایک جہاز کو روکنے کی کوشش کی جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ ویٹ منہ کیلئے اسلحہ لے جا رہا ہے۔ اس پر جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجے میں کمیونسٹوں کو ہے پھونگ سے نکلنا پڑا۔

دسمبر 1946ء کے شروع میں گیاپ نے 30 ہزار فوجیوں کی مدد سے ہنوئی کا محاصرہ کر لیا اور 19 تاریخ کو فرانسیسیوں کو شہر سے نکالنے کیلئے حملہ کر دیا۔ ایک دن کی شدید جنگ کے بعد جس میں سینکڑوں شہری مارے گئے' فرانسیسیوں نے ویٹ منہ کو پسپا کر دیا۔ گیاپ اپنی فوج لیکر انتہائی شمال میں ویت باک کے پہاڑوں پر چلا گیا۔ اب ان دو بڑی جنگوں میں سے پہلی بڑی جنگ شروع ہو چکی تھی جن کی وجہ سے سارا علاقہ 27 برس تک نہ ختم ہونے والی کشمکش سے تاراج ہو کر رہ گیا۔

اگلے تین برسوں میں گیاپ نے فرانسیسیوں کیخلاف گوریلا جنگ لڑی۔ اس نے جز وقتی گوریلا یونٹ لڑائی میں استعمال کئے اور اپنی بیشتر فوج کو بہت شمال کے پہاڑوں میں محفوظ رکھا۔ ساتھ ہی کمیونسٹ ملک بھر میں اپنا دائرہ اثر بڑھانے میں مصروف رہے اور اس کیلئے کئی مواقع پر انہوں نے دہشت کے ہتھکنڈے بھی استعمال کئے مثلاً مخالف قبائلی سربراہوں اور دیہات کے عمائدین کا قتل۔

کمانڈر انچیف میکوئس لیکلارک کی قیادت میں فرانسیسی فوج اس دوران ویٹ منہ کیخلاف روایتی ہتھکنڈے اختیار کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن جلد ہی اسے ناکامی کا احساس ہو گیا۔ فوج کا بڑا حصہ چھوٹی چھوٹی گیریژنوں کی شکل میں شمالی ویت نام کے جنگلوں اور پہاڑیوں میں بکھرا ہوا تھا اور ان کی بہت زیادہ پھیلی ہوئی مواصلاتی لائن مسلسل حملوں کی زد میں تھی۔ کئی مقامات پر فرانسیسی دستے طویل عرصے سے محصور تھے۔ نام ڈبنہ کی گیریژن چار ماہ تک محصور رہی۔ فرانس کی سب سے بڑی قوت اس کا توپ خانہ اور فضائی ٹرانسپورٹ تھی جنہوں نے کئی مقامات پر دور دراز گیریژنوں کو تباہ ہونے سے بچایا۔

فرانسیسی فوج ویٹ منہ کو پہاڑوں میں ان کے مضبوط ٹھکانوں سے نکال باہر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی جبکہ ویٹ منہ فرانسیسیوں کو دریائے سرخ کے ڈیلٹا اور ہنوئی' ہے پھونگ' لاؤ

کئے' کاؤ بانگ اور لانگ سون جیسے اہم شہروں سے نہیں نکال سکتے تھے چنانچہ اس وجہ سے جنگ میں تعطل کا دور آیا جس میں گیاپ نے اپنی بڑی فوج کو ڈویژنوں اور رجمنٹوں میں تقسیم کر کے روایتی فوج کے طور پر منظم کیا۔

اکتوبر 1950ء میں کمیونسٹوں نے چین سے لگنے والی شمالی ویت نام کی سرحد کے ساتھ ساتھ فرانسیسی قلعہ بندیوں پر ایک بڑا حملہ کیا۔ یہ قلعے کاؤ بانگ اور تین ین کے درمیان واقع سڑک' جسے آر سی 4 کہا جاتا تھا کے ذریعے آپس میں ملے ہوئے تھے۔ 17 اکتوبر تک لانگ سون کے مرکزی قلعے سمیت ان سب پر ویٹ منہ کا قبضہ ہو گیا۔ فرانسیسیوں کے 6 ہزار فوجی مرے اور ان کے اسلحہ اور سازوسامان کی بھاری کھیپ پر ویٹ منہ کا قبضہ ہو گیا جو ویٹ منہ کی 16 ہزار فوج پر مشتمل پوری ایک ڈویژن کو مسلح کرنے کیلئے کافی تھا۔

جنوری سے جون 51ء کے درمیان عرصے میں گیاپ نے شمالی ویت نام میں ون ین' ماؤ کھے اور دریائے دے پر مزید تین حملے کئے تاکہ فرانسیسیوں کو ڈیلٹا کے علاقے سے نکالا جا سکے۔ ہر بار فرانسیسی فوج نے بھاری توپ خانے اور موبائل کمک کی مدد سے حملے پسپا کر دیئے اور ویٹ منہ ایک بار پھر پہاڑوں پر چلے گئے۔

اس دوران فرانسیسیوں نے بغاوت کے توڑ کیلئے ایک متبادل حکمت عملی بنا لی تھی۔ جون 1949ء میں کیپ سینٹ جیکوئس (اب ونگ تاؤ) میں جنوبی ویت نام میں جنرل سٹاف ایئر بورن ٹروپس (ای ایم او۔ ٹی اے پی) کی طرف سے کمانڈوز کی خصوصی تربیت کیلئے ایک مرکز بنایا گیا جہاں ہمونگ' ناؤس اور نونگ سمیت دوسرے پہاڑی قبائل کے افراد کو اپنا ایجنٹ اور تخریب کار بنایا جاتا تھا۔ انہیں بعد میں ویٹ منہ کے زیر قبضہ علاقوں میں تخریبی کارروائیوں کیلئے بھیجا جاتا تھا۔ سال کے آخر تک تربیتی مرکز کیلئے عملے کی فراہمی کا کام پیراشوٹ کمانڈوز کی ایک چھوٹی فورس کے حوالے کر دیا گیا۔

اس عرصہ میں لیفٹیننٹ کرنل ایڈمنڈ گرال کی زیر قیادت 20 افسروں کے ایک گروپ کو قبائلیوں اور دوسرے مقامی لوگوں سے رابطے کا کام دیا گیا۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جن کو ہندچینی میں فرانس کی طرف سے غیر روایتی جنگ میں اہم کردار ادا کرنا تھا مثلاً میجر (بعدازاں کرنل) راجر ٹرنکوییر۔ اس نے چھوٹے چھوٹے مزاحمتی دستے قائم کئے اور ملک کے دور دراز علاقوں میں بھی اڈے بنائے۔ 1950ء کی دہائی کے دوران شمالی ویت نام کے پہاڑوں میں ای ایم او ٹی اے پی نے ہمونگ قبائل کے دستے بنائے۔

مذہبی' اقلیتی اور جرائم پیشہ افراد کے گروپوں کو بھی فرانسیسیوں سے ملنے کی ترغیب دی گئی جن میں خلیج ٹونکن میں بحری قزاقی کرنے والے ''نونگ'' اور سائیگون کے قریب لوٹ مار کرنے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

والے جرائم پیشہ افراد کا گروہ بنہ زویان بھی شامل تھے۔ بنہ زویان کی سرگرمیاں فرانس کی خفیہ فوجی انٹیلی جنس ایجنسی (دیگسیمے بیورو) کیپٹن انتونی ساوانی کی قیادت میں کنٹرول کرتی تھی۔

1950ء کے آغاز میں کرنل ہیری فورکاڈ جو ایس ڈی ای سی ای (ڈی جی ای آر کا نیا نام) کا ٹیکنیکل ڈائریکٹر تھا ہنوئی آیا اور ویٹ منہ کیخلاف گوریلا جنگ کی جائزہ رپورٹ تیار کی۔ جنگ کے زمانے میں بی سی آر اے کی ایک شاخ ''ایکشن سروس'' تھی جس کا کردار خصوصی اپریشن کرنا تھا لیکن جنگ کے بعد یہ توڑ دی گئی۔ ایس ڈی ای سی ای کے پاس ہنوئی میں اس کی 16 اسامیاں خالی تھیں جن کو پر کرنے کیلئے ایکشن سروس کی چھوٹی شاخ بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

ایس ڈی ای سی ای ہندچینی میں جنرل سٹاف آف جائنٹ لینڈ فورسز (ای ایم آئی اے ٹی) کے پانچویں سیکشن کے کوڈ نام سے کام کرتی تھی۔ اس کا اڈہ سائیگون میں تھا اور اس کا کمانڈر فضائیہ کا کرنل ماریس بلیکس تھا۔ ایکشن سروس کے علاوہ اس میں جاسوسی اور مواصلات کو روکنے سے متعلق تین دیگر شاخیں بھی شامل تھیں۔ دیگسیمے بیورو کی شاخ اور دوسری دو انٹیلی جنس سروسز ایس آر او اور پی ٹی ایل سی کے ساتھ یہ بھی ڈی جی جی (ٹیلیفونی رابطے کا ادارہ) کے ماتحت تھی جس کا سربراہ پہلے کرنل گراسیکس اور بعدازاں 1950ء میں کرنل ماریس لباڈی تھا۔ ڈی جی ڈی ہندچینی میں تمام فرانسیسی انٹیلی جنس اداروں پر نظر رکھنے کا ذمہ دار تھا۔ اس دوران امریکہ ہندچینی میں فرانس کو درپیش مسائل میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ 1950ء کے شروع میں سی آئی اے کے ادارے او پی سی نے فرانس کو تجویز دی کہ اسے بھی سائیگون میں ایکشن سروس کی طرح کی تنظیم قائم کرنی چاہئے۔ یہ تجویز امریکی فضائیہ کے افسر لیفٹیننٹ کرنل ایڈورڈ لانس ڈیل نے ہائی کمشنر پگنان کو ذاتی طور پر مل کر دی۔ لانس ڈیل اس وقت فلپائن میں تعینات تھا اور وہاں کمیونسٹ گوریلوں کی طرف سے بغاوت کی کوشش کو دبانے میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ ''ہکس'' کے مقبول نام سے یہ گوریلے 1946ء ہی سے پورے ملک میں پھیلتے چلے جا رہے تھے۔ لانس ڈیل اور او پی سی کی مشترکہ کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ 1953ء میں صدر زاموں میگسیسے' بالآخر منتخب ہو گیا اور بغاوت ختم ہو گئی۔

فرانس نے امریکہ کی اس تجویز پر یہ سمجھا کہ امریکہ ہندچینی میں کمیونسٹوں کا مقابلہ کرنے میں فرانس کا قائدانہ کردار ہتھیانا چاہتا ہے۔ کرنل ماریس بیلکس نے ایک خفیہ اجلاس میں امریکی تجویز بغور سنی پھر اسے مسترد کر دیا۔ 1950ء میں او پی سی نے پھر تجویز دی کہ کیپ سینٹ جیکوئس میں واقع تربیتی سکول امریکہ کے کنٹرول میں دے دیا جائے۔ بلیکس نے اس تجویز کی حمایت کی مگر دسمبر 1950ء میں مارشل ژین ڈی لاٹرے فرانسیسی فوج کے نئے سربراہ کے طور پر ویت نام پہنچ گیا۔ اس نے اپریشن میں امریکہ کے ملوث ہونے کی تمام تجاویز مسترد کر دیں۔ وہ او پی سی کے عزائم کے بارے میں اتنا مشکوک تھا کہ اس نے لانس ڈیل کے ہندچینی میں داخلے پر بھی پابندی لگا دی۔

تاہم کچھ عرصہ بعد یہ اختلافات ختم ہو گئے جب امریکی سینٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر ایلین ڈلس اور واشنگٹن میں ایس ڈی ای سی ای کے سربراہ تھائی راد ڈی واسیولی کے درمیان ملاقات میں خصوصی مشنوں کے بارے میں فرانس' امریکہ رابطوں اور امریکہ کی مالی اور لاجسٹک امداد کا معاہدہ طے پا گیا۔ سائیگون میں امریکہ کا خصوصی رابطہ مشن قائم کیا گیا جو ایس ڈی ای سی ای کے ہیڈ کوارٹر کے بالکل قریب تھا۔ اس کا سربراہ کرنل ہیلون ہال تھا جس نے ایکشن سروس کو اوسی 47 ڈکوٹا جہاز دے کر کرنل ماریس بیلکس کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لیے۔

اپریل 1951ء میں ڈی لائرے نے ویٹ منہ کیخلاف غیر روایتی جنگ لڑنے کیلئے ایکشن سروس میں توسیع کی منظوری دے دی۔ اگلے ماہ ایکشن سروس کو جی سی ایم اے (کمپوزٹ ایئر بارن کمانڈو گروپس) کا نام دے دیا گیا۔ کرنل ایڈمنڈ گرال کی زیر قیادت یہ گروپ ایس ڈی ای سی اے کے ماتحت تھا مگر براہ راست ہندچینی میں فرانسیسی فوجی ہائی کمان کو رپورٹ کرنا تھا اور وہی اسے ذمہ داریاں تفویض کرتی تھی۔ اس کا ہیڈ کوارٹر سائیگون اور انتظامی و تربیتی مراکز کیپ سینٹ جیکوئز میں تھے۔ اس کے چار اپریشنل علاقے کاٹونکن (شمالی ویت نام) وسطی ویت نام' جنوبی ویت نام اور لاؤس تھے۔ ہر علاقہ ایک ادارے کے سپرد تھا اور ہر علاقے میں جی سی ایم اے کی چوکیاں قائم کی گئیں۔

جی سی ایم اے نے 3' 3 ہزار تربیت یافتہ افراد پر مشتمل کئی بڑے گروپ قائم کرنے تھے جن کو اپنے اپنے علاقوں میں جا کر ویٹ منہ کا سراغ لگانا اور انہیں ختم کرنا تھا۔ ہر علاقے میں جی سی ایم اے کے کچھ اہلکار متعین کئے گئے جہاں انہوں نے مزید قبائلیوں کو تربیت دی انہیں چھوٹا اسلحہ' دستی بم اور مارٹر توپیں فراہم کیں اور 100' 100 گوریلوں کے گروپ بنائے۔ پہاڑی قبائل کی بستیوں میں بھی فوجی اور انٹیلی جنس افسر متعین کیے گئے اور وہاں بھی لوگوں کو تربیت دی گئی۔

جی سی ایم کیلئے پورے ہندچینی میں فرانسیسی فوج سے رضا کار لیے گئے۔ ابتدائی طور پر انہیں پیراشوٹ اور کمانڈو یونٹوں سے لیا گیا۔ لیکن بعدازاں باقی یونٹوں سے بھی رضا کار لیے گئے بالخصوص ایسے لوگوں کی بھرتی کی گئی جو پہاڑی علاقوں کی بولیوں سے واقف تھے۔ ان میں سے بعض ایسے فوجی بھی تھے جنہوں نے 1947ء میں فرانس بھر میں ہونے والی کانکنوں کی ہڑتال کے دوران نیم فوجی محافظوں کی وردیاں پہن کر مشتبہ کمیونسٹوں کیخلاف کارروائی کی تھی۔

جی سی ایم اے میں کام کرنا خطرناک تھا۔ بعض افراد ویٹ منہ کے زیر قبضہ علاقوں میں کئی سو میل اندر تعینات کیے گئے جہاں وہ قبائلیوں کے درمیان رہتے اور انہیں ان کی ناراضگی سے بچنے کیلئے ان کے طور طریقوں کا احترام کرنا پڑتا۔ بعض نے تو قبائلی سرداروں کی بیٹیوں سے شادیاں بھی کر لیں۔ اس طرح کی زندگی سے بعض لوگ دباؤ میں آ جاتے اور بیمار پڑ جاتے۔ ایک وارنٹ افسر جو

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM.COM

شمالی ٹونکن میں لائی چاؤ سے 40 میل جنوب میں تعینات تھا' ملیریا میں مبتلا ہو گیا۔ طویل ڈیوٹی سے اسے ذہنی اور جسمانی کمزوری بھی ہو گئی۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کو ویٹ منہ کا گوریلا سمجھ کر گولی مار دی جب اس کے ہوش بحال ہوئے تو سخت صدمے اور پچھتاوے کے ساتھ وہ لائی چاؤ گیا اور اپنے کورٹ مارشل کا مطالبہ کیا۔ ان مشکلات کے ساتھ یہ خطرہ بھی رہتا تھا کہ کوئی رضا کار غداری کر کے ویٹ منہ سے نہ جا ملے جس نے جی سی ایم اے کی سرگرمیوں کے توڑ کیلئے خصوصی جاسوس بٹالین 421 بنا رکھی تھی۔

1951ء کے آخر تک جی سی ایم اے کے پاس فرانسیسی اہلکاروں کی پوری تعداد نہیں تھی۔ طے شدہ 47 کے بجائے اس کے پاس صرف 32 افسر اور 228 کے بجائے صرف 176 دوسرے اہلکار تھے۔ ان اسامیوں پر مقامی افراد کی بھرتی بھی مسئلہ تھی کیونکہ سکیورٹی مسائل کی وجہ سے مناسب افراد کی تلاش کرنا مشکل تھا۔ پھر یہ کہ جی سی ایم اے کیلئے جو فنڈز مختص کیے گئے تھے وہ ناکافی تھے چنانچہ حکام نے دیگر متبادل انتظامات کیے مثلاً دوسری یونٹوں کے اہلکاروں کو بھرتی کیا اس طرح کہ کاغذات میں وہ اپنی یونٹوں کے ملازم ہی رہے۔

ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ فرانس سے خصوصی ساز وسامان پہنچنے میں بہت دیر ہو جاتی۔ بعض آلات بالخصوص ریڈیو ٹرانسمیٹر / ریسور مقامی سخت حالات میں غیر موزوں نکلتے۔ گوریلوں کیلئے جو اسلحہ فرانس سے آتا وہ اکثر اوقات ناقص اور غیر موزوں ہوتا۔

گوریلا دستوں اور ہنوئی کے درمیان ریڈیائی رابطہ شروع میں کم طاقت والے ایس سی پی 536 ٹرانسمیٹرز / ریسورز کے ذریعے اوپر محو پرواز فرانسیسی طیاروں کی وساطت سے ہوتا تھا بعد میں زیادہ طاقت والے ایس سی آر 694 ریڈیو سیٹوں کے ذریعے سے یہ رابطہ براہ راست ہو گیا۔ ان کو چلانے کیلئے تربیت یافتہ مقامی آپریٹر گوریلوں کے اڈوں پر اتارے جاتے جس کیلئے مزید سکیورٹی اقدامات کرنے پڑے۔

جی سی ایم اے کے آپریشنوں کا مرکزی علاقہ انام کا ساحلی میدان تھا جس کی سرحدیں شمال میں ٹونکن اور جنوب میں جنوبی ویت نام سے ملحق تھیں۔ اس میں کوچن چائنا بھی شامل تھا جہاں فائی فو' ڈانگ ہوئی اور ہوئے' کے مقامات پر چوکیاں قائم کی گئیں۔

1945ء کے بعد سے کمیونسٹوں کو انام کی مقامی آبادی میں گوریلا کارروائیوں کیلئے سازگار ماحول ملا چنانچہ انہوں نے اس علاقے کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا جو ان کی فوج کیلئے محفوظ پناہ گاہ بن گیا۔ اس علاقے پر ویٹ منہ کا کنٹرول اتنا مضبوط تھا کہ جی سی ایم اے جلد ہی اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ یہاں اس کیلئے رضا کار گروپ بنانا ممکن نہیں رہا۔ تاہم ویٹ منہ کو کیتھولک آبادی کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ جی سی ایم اے نے اسی آبادی سے رضا کار بھرتی کیے۔ جولائی 1951ء

کے آخر میں بہت سے لوگوں کو تائیوان کے تربیتی مرکز سے تربیت دی گئی اور ریڈیو سیٹ دے کر انہیں انٹیلی جنس نیٹ ورک بنانے کے مشن پر ویٹ منہ کے علاقے میں پیراشوٹ کے ذریعے اتارنے کیلئے تیار کر دیا گیا۔ تاہم بعد میں جہازوں کی کمی کے باعث انہیں زمینی راستے سے 'ہوئے' کے علاقے میں اتارا گیا۔ ویٹ منہ کے سخت سکیورٹی انتظامات کی وجہ سے ٹیم کو بعد ازاں مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

جی سی ایم اے کا پہلا بڑا اپریشن انان کے علاقے میں جزیرہ کولاؤ اے پر کیا گیا جو وانا نگ کی بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر جنوب میں ہے۔ 30 اگست 1951ء کو ''پائریٹ'' کے نام سے ایک مشترکہ اپریشن میں چھٹی کالونیل پیراشوٹ بنالین کی ایک کمپنی اور جی سی ایم اے کی ایک کمانڈو فورس نے کیپٹن جین پرے ووٹ کی قیادت میں جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ کیپٹن نے وہاں ایک ہوائی پٹی اور اڈہ تعمیر کیا۔ کولاؤرے سے لین کھو کے علاقے میں چھاپے مارے گئے جبکہ ہون می کے جزیرے سے ایک اور یونٹ نے کیپٹن زینے بجلیٹ کی زیر قیادت اسی طرح کے اپریشن 'تھان ہوا' کے علاقے میں کیے۔ خلیج تورین میں آبزرویٹری کے نام سے معروف ایک جزیرے میں تین دستے قائم کیے گئے۔

1952ء میں جی سی ایم اے کے ان دستوں نے بھی جو جزیروں یا ساحلوں پر قائم تھے متعدد مشترک آپریشنوں میں حصہ لیا۔ بعض کا کنٹرول سائیگون کے ہیڈ کوارٹر کے پاس تھا اور ان میں فرانسیسی جنگی جہازوں، فضائی یونٹوں اور زمینی دستوں نے بھی شرکت کی۔ انہیں فضائی مدد بھی دی گئی۔ چھوٹے کمانڈو طرز کے اپریشن سمندری یونٹوں یا جی سی ایم اے کی ملکیت بادبانی اور موٹر سے چلنے والی چھوٹی کشتیاں استعمال کی گئیں۔ یہ کشتیاں ساحلی علاقے میں ایجنٹوں کو اتارنے، دشمن کیخلاف تخریبی کارروائیاں کرنے یا اس کی مواصلاتی لائنوں پر حملوں کیلئے بھی استعمال کی جاتی تھیں۔

ستمبر میں کیپٹن رچونیٹ کی موت ہو گئی اس کی جگہ کیپٹن فریڈرک فریڈی باور کو لگایا گیا۔ اگلے برس بھی دشمن کے زیر تسلط علاقوں میں دستے قائم کرنے کے کام میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی چنانچہ یہ کام ختم کر دیا گیا البتہ ساحلی علاقوں میں تورین اور کولاؤرے کے دستے کامیابی حاصل کرتے رہے۔ کولاؤرے میں جہاں کیپٹن پری ووٹ کی جگہ کیپٹن پالالین لیکر آ گیا تھا' دستوں نے جی سی ایم اے کی طرف سے دوسرے علاقوں میں کیے جانے والے آپریشنوں میں حصہ لیا۔ یہ اپریشن کوتم' تھان ہوا جنوبی انام اور کوچین چائنا میں کیے گئے۔

انام کے ساحلی میدان کے مغرب میں گھنے جنگلات سے ڈھکا ہوا پہاڑی سلسلہ ہے جس کی سرحدیں لاؤس اور کمبوڈیا سے ملتی ہیں۔ ویت نامی اسے ٹرواتنگ سان (لمبا پہاڑ) کہتے ہیں اس پر کئی قبائل آباد ہیں جو خود کو ویگار (پہاڑوں کے بیٹے) کہتے ہیں۔ ہندچینی کی پہلی جنگ کے وقت ان کی آبادی 5 لاکھ کے قریب تھی ان قبائل کی تعداد 40 ہے جو ملائی/پولی نیشیائی زبان کی مختلف بولیاں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE-URDU-FORUM.COM

بولتے ہیں۔

ویگار قبائل جنوب مشرقی ہندچینی کے ساحلوں پر دو ہزار سال قبل آباد ہوئے تھے ان کے بعد کئی اور قبائل آئے جن میں چام بھی شامل تھے جن کی سلطنت ساحلی نشیبی علاقوں اور میکانگ ڈیلٹا تک پھیل گئی تھی اور ویت نامیوں کے چینی آباؤ اجداد بھی شامل تھے جو بحیرہ جنوبی چین کے ساحل سے جنوب کی طرف پھیلتے گئے اس کی وجہ سے ویگار قبائل کو مزید اندرونی علاقوں اور پہاڑوں کی طرف منتقل ہونا پڑا جس کی وجہ سے ان کی تہذیب محفوظ رہی اور بیرون دنیا سے ان کا تعلق اس وقت تک کٹا رہا جب تک کہ 19 ویں صدی کے وسط میں فرانسیسی مشنری وہاں نہ پہنچ گئے۔ ایسے رابطوں سے جہاں قبائل کو کچھ فائدہ بھی ہوا وہاں مشنریوں کے سکول ہسپتال قائم کرنے سے انہیں یہ بھی محسوس ہوا کہ فرانسیسی اور انامی لوگ ان کا استحصال کر رہے ہیں۔ مزید برآں پہاڑی قبائل کی سرزمین پر دوسری قوموں کے تجاوزات اور ان کی طرف سے ان قبائل پر اپنی تہذیب اور پالیسیاں نافذ کرنے کی کوششوں کی وجہ سے تعلقات مزید بگڑ گئے۔ صدی کے اختتام کے بعد کئی مرتبہ شورشیں برپا ہوئیں جن کو فرانسیسیوں نے کچل ڈالا بعد میں فرانسیسیوں نے پہاڑی قبائل کیلئے انتظامیہ کا بہتر نظام قائم کیا۔ 1946ء میں ویگار قبائل سے تعلقات بہتر بنانے کیلئے فرانسیسیوں نے انہیں کافی حد تک خود مختاری دیدی اور ان کیلئے پانچ صوبے ویت نام سے الگ وجود کے طور پر بنا دیئے۔

45-1946ء کے دوران ویٹ منہ نے فرانسیسیوں سے جنگ بندی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے 'ڈبنہ' 'کوانگ نگائی اور کوانگ نام صوبوں میں اپنی فوج اتار دی۔ وہاں سے انہوں نے مغرب کی طرف پیشقدمی کی اور پہاڑی علاقے کو اپنے دائرہ اثر میں لے لیا جس کی وجہ سے پہاڑی قبائل اور انامی لوگوں میں دیرینہ نفرت عارضی طور پر دب گئی جو انہیں موئی کہتے تھے یہ ایک توہین آمیز اصطلاح ہے جس کے معنی درندگی کے ہیں۔ 46ء میں ہوچی منہ نے اپنی سیاسی اسمبلی میں ہرے قبائل کے' جو کونتم شہر کے شمال میں رہتے ہیں دو افراد شامل کر لیے اور ان کو تمام پہاڑی قبائل کا نمائندہ قرار دے دیا۔ ہرے کے تمام شمالی علاقے میں کمیونسٹوں نے مقامی سرداروں کو مطیع کرنے کیلئے تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے ہاتو کے مقام پر انتظامی مرکز اور مقامی حکومت قائم کی۔ نوجوان قبائلیوں کو ویٹ منہ میں بھرتی کیا گیا جنہوں نے انکار کیا انہیں نمکین دلدلوں میں قلی کے طور پر کام کرنے پر مجبور کیا گیا۔ مردانہ آبادی کا بیشتر حصہ وہاں سے ہٹانے کے بعد ویٹ منہ نے ہرے کے ہر گاؤں میں انامی لوگوں کو آباد کیا۔ 1949ء میں شمالی ہرے کے سارے قبائل نے بغاوت کر دی ان کی قیادت ان کا سربراہ ڈبنہ لوئیسے کر رہا تھا۔ قبائل انامی آبادی پر ٹوٹ پڑے۔ پانچ ہزار انامی مرد، عورتیں اور بچے قتل کر دیئے گئے۔ ان کی نعشیں دریاؤں میں پھینک دی گئیں یا انہیں ان کے مکانوں سمیت نذر آتش کر دیا گیا۔

ویٹ منہ کے انتقام کے خوف سے ہرے قبائل نے فرانسیسیوں سے رجوع کیا۔ اس دوران ویٹ منہ نے تیزی سے کارروائی کی اور شمالی ہرے کے علاقے پر دوبارہ قبضہ کرلیا ان کی انتقامی کارروائی کے نتیجے میں قبائل فرار ہوکر پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔

فرانسیسیوں نے قبائل کی فوری امداد کی۔ ساتھ ہی کون پلانگ میں ہرے قبائل کی تحریک آزادی قائم کردی گئی جس کا مقصد قبائلیوں کو باقاعدہ فوجیوں کے طور پر تربیت دینا تھا تاکہ وہ ویٹ منہ کیخلاف کارروائیاں کرسکیں۔ اس دوران فرانسیسیوں نے جنوبی ہرے کے علاقے کے قبائلیوں پر توجہ مرکوز کی اور ان کی حمایت حاصل کرلی۔ اس علاقے پر چونکہ ویٹ منہ کا قبضہ نہیں تھا اس لئے وہ غیر جانبدار رہے تھے۔

بی ایم ای او کی ٹیم کے علاوہ کون پلونگ کی چوکی پر چوتھی پہاڑی بٹالین کی پہلی کمپنی اور 200 رضا کار بھی موجود تھے۔ ٹیم کمانڈر کیپٹن ہیری تھا۔ چوکی زبردست طریقے سے قلعہ بند تھی اردگرد خندقیں کھدی ہوئی اور خاردار تاروں کی باڑ تھی اس کی ہوائی پٹی پر چھوٹے طیارے اتر سکتے تھے۔ یہ انامی پہاڑوں کی ڈھلوان پر نہایت اہم جگہ پر کونتم کی وادی اور ایک درّے کے درمیان واقع تھی جہاں سے سون ھا اور باتو کے میدان کو راستے نکلتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم سے قبل کون پلونگ ملیشیا یونٹ کی چوکی تھی۔ 1946ء میں اس پر دوبارہ فرانس کا قبضہ ہوگیا جس کے بعد اس کا دفاع مستحکم کیا گیا۔ ویٹ منہ نے اس پر کئی بار قبضے کی کوشش کی کیونکہ یہ وادی اور میدان میں اس کی کارروائیوں کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ 1948ء سے گیریژن نے اس چوکی کو دفاع کے بجائے ویٹ منہ کے علاقے میں حملوں کیلئے استعمال کرنا شروع کردیا۔ ساتھ ہی دیکھ بھال کرنے والے گشتی دستوں نے پہاڑی قبائل سے رابطے کرنے شروع کردیئے جن میں سے کئی فرانس کے حامی بن گئے۔ کیپٹن ہیری اور اس کی ٹیم نے مقامی آبادی کی بہبود کے کئی کام کیے مثلاً باتو تک سڑک بنائی اور ایک منڈی بھی تعمیر کی اس کے نتیجے میں اطلاعات کا بہاؤ شروع ہوا اور جلد ہی ہیری کے انٹیلی جنس افسر لیفٹیننٹ دوریت کو معلوم ہوگیا کہ ویٹ منہ کے یونٹ کون پلونگ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہیں۔

پیرل کی جی ایم ای او کی ٹیم دو دوسرے افسروں، تین وارنٹ افسروں اور بارہ این سی اوز پر مشتمل تھی۔ ان میں سے ایک کارپورل (بعدازاں سارجنٹ) اینے ریزن تھا۔ اس نے اپنی کتاب جنگل کمانڈو میں ٹیم کو پیش آنے والے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب ہندچینی میں فرانس کی غیر روایتی جنگ کی نایاب چشم دید شہادتیں پیش کرتی ہے۔ اس واقعے میں وہ کون پلونگ کے آپریشن کے بعد کا ذکر کرتا ہے:

''اس جنگ کے بعد کیپٹن ہیری نے مجھے کئی بار تنہا ہرے رضا کاروں کے ساتھ مونومی کے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

علاقے میں دردیز تک بھیجا میں ان کی بولی ٹھولی سے واقف تھا مجھے ہرے یا مونومی زبان بولتے دیکھ کر وہ حیران رہ جاتے۔

میں نے اپنا نام بھی بدل کر باتموئی رکھ لیا جس کے معنی موتیوں کے باپ کے ہیں۔

یہ لوگ مجھے اپنا سمجھنے لگے میں ان کے ساتھ انہی کے طریقے سے زندگی گزارنے لگا ان کے رسم ورواج میں ڈھل گیا فرسٹ ایڈ کا کورس سیکھنے کی وجہ سے میں ان کا ڈاکٹر بھی بن گیا۔

میرے پاس سکوں کے ٹوکن ہوتے تھے جن کے بدلے میں چوکی پر مقررہ مقدار میں چاول خشک مچھلی نمک یا کپڑے ملتے تھے میں یہ چیزیں لیکر وہاں جاتا تھا اور ان سے تازہ گوشت اور پھل وغیرہ لیتا یا انہیں تحفے دیکر ان کی خیر سگالی اور جاسوسی معلومات حاصل کرتا۔ ایک سفید آدمی کے تن تنہا وہاں جانے کی خبر بہت جلد دور دراز جھونپڑوں تک بھی پہنچ گئی۔

میں مریضوں میں کونین اور دیگر دوائیں تقسیم کرتا تھا اور بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی خیر خبر دریافت کرتا رہتا تھا اور ترجمے کی غلطیوں سے بچنے کیلئے جن کی وجہ سے ہمارے ساتھی (قبائلی) غلط فہمی سے ہمارے دشمن بن سکتے تھے میں نے اپنی سرگرمیوں کا دائرہ بڑھا دیا۔

نومبر میں ہرے قبائل نے اپنے قبیلے کی ایک عورت کو میری بیوی بنانے کا فیصلہ کیا میں نے مسکرا کر یہ پیشکش ٹال دی لیکن کیپٹن نے میری تائید نہیں کی وہ جانتا تھا کہ قبائلی کتنے حساس ہوتے ہیں وہ اسے اپنی توہین سمجھتے ہیں جو ناقابل معافی ہوتی ہے۔

چنانچہ میں نے نظر ثانی کی اور یہ کہہ کر کہ میں نے ازراہ انکسار انکار کیا تھا شادی کی پیشکش قبول کرلی۔

اس کا نام الوہی تھا اور وہ دریائے ہرے کے پاس واقع گاؤں وکلی سے تعلق رکھتی تھی۔ 1949ء میں ویٹ منہ کیخلاف بغاوت کے دوران اس کے گھر کے کئی لوگ انامیوں نے قتل کر دیئے تھے اس کے بعد وہ اپنے قبیلے والوں کے ہمراہ کون پلانگ کے علاقے میں آ گئی اس کے چچا اور ان کے بیٹے ہماری صفوں میں کام کررہے تھے اور اپنا انتقام لینے کیلئے موقع کے منتظر تھے۔''

مئی 1951ء میں جی سی ایم اے کی تشکیل کے ساتھ کونتم میں پہاڑی دستہ آر آر پی ایم بنایا گیا جس کا کمانڈر کیپٹن ہیری ھنٹیک تھا اس نے 1949ء میں ویٹ منہ کیخلاف ہرے قبائل کو بغاوت پر اکسانے میں بڑا کردار ادا کیا تھا۔

اگست 1951ء میں کمیونسٹوں نے اپنی دیرینہ خواہش پوری کرتے ہوئے کون پلونگ کی چوکی پر حملہ کر کے تباہ کردی اور گیریژن کا صفایا کردیا۔ فرانسیسیوں نے جواب میں ہوائی جہاز سے فوج اتاری اور ہرے قبائل کے تین دستے بھی دشمن کے عقب میں پہنچا دیئے جہاں انہوں نے کچھ آپریشن کامیابی کے ساتھ انجام دیئے۔ سال کے آخر میں تین ہرے دستوں نے دو ویٹ نامی یونٹوں

کا صفایا کرنے کیلئے ہونے والے آپریشنوں میں بھی حصہ لیا۔

2 مئی 1952ء کو فرانسیسیوں نے کوانگ ناگی صوبے کا وسیع علاقے واپس لینے کیلئے ایک بڑا حملہ کیا۔ تین سو ہرے رضا کار متعدد فرانسیسی افسروں کے ہمراہ باتو کے مقام پر پہنچے جو ویٹ منہ کے کنٹرول والے علاقے سے 20 کلومیٹر دور تھا۔ تین دن بعد کمک نہ ملنے کے باعث دشمن نے انہیں زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ 2 فرانسیسی افسر اور 40 ہرے رضا کار ہلاک ہو گئے۔

1952ء کے آخر میں 500 ہرے رضا کاروں کی فوج نے پہاڑی علاقے میں آپریشنوں کا سلسلہ شروع کیا۔ بعدازاں ہائی کمان کے حکم پر انہیں ساحلی صوبے بنہ ڈینہ میں تعینات کر دیا گیا جہاں انہوں نے گوریلا جنگ شروع کر دی۔ اس کے بعد کیپٹن ھنٹک کی زیر قیادت ایک اور اپریشن شروع کیا گیا۔ کیپٹن کی فوج جنگلات سے بری طرح اٹے پہاڑوں سے مارچ کرتی ہوئی 40 روز بعد کوانگ ناگی پہنچی اور وہاں ویٹ منہ کے سپلائی اڈے پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا اور پھر لاؤس کی طرف پیش قدمی کی اور 20 روز بعد اتاپو کے شہر پہنچی۔ راستے میں اسے ویٹ منہ کے خفیہ سپلائی روٹ کا علم ہوا جو بعدازاں ہوچی منہ کی پگ ڈنڈی کے نام سے معروف ہوا۔ اس میں کیموفلاج کیے گئے راستے تھے جہاں چوکیاں کھڑی کرنے کے انتظامات بھی تھے۔ کیپٹن کی فوج نے تھائی لینڈ سے واپس لوٹنے والے ایک ویٹ منہ مشن پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے کئی قیمتی معلومات حاصل ہوئیں۔

اتاپو پہنچنے کے بعد کیپٹن کی فوج انکھے کے علاقے میں منتقل ہو گئی جہاں اس نے ویٹ منہ کیخلاف کارروائیاں کیں مشن میں کامیابی ہوئی لیکن ہرے قبائل اپنے علاقے سے باہر تعینات ہونے پر خوش نہیں تھے۔

جولائی 1953ء میں کیپٹن ھنٹیک خرابی صحت کی بنا پر سبکدوش کر دیا گیا اور اس کی جگہ کیپٹن ونسنٹ کو آر آر پی ایم کا کمانڈر لگا دیا گیا اس نے وسیع پیمانے والے تمام اپریشن بند کر دیئے اور اس کے بجائے چھوٹے چھوٹے دستے پیراشوٹس کے ذریعے ویٹ منہ کے زیر قبضہ ساحلی علاقوں میں اتارے جن کو تھوڑی بہت کامیابی ملی۔

نومبر کے آخر میں پہاڑی دستہ توڑ دیا گیا۔ انام کے جنوب میں جنوبی ویٹ نام بشمول کوچین چائنا واقع ہے جہاں اقلیتی کیتھولک برادری آباد ہے جس کا خاصا سیاسی اثر و رسوخ تھا۔ بینترے کے علاقے کو چھوڑ کر باقی مقامات پر کیتھولک برادری کا رویہ یا تو فرانس مخالف یا دیکھو اور انتظار کرو تھا۔

علاقے کی دوسری مذہبی اقلیتوں میں کاؤ وائی اور ہوا ہوا کے فرقے شامل تھے۔ 1946ء میں ڈیمی بریگیڈ پیراشوٹس ایس اے ایس نے کاؤ وائی سے رابطہ استوار کیا لیکن اسے باقاعدہ فوج

بنانے میں ناکامی ہوئی اس کے بعد کاؤ وائی نے خود اپنی فوج بنائی جو اپنے علاقے میں فرانس کی لاجسٹک امداد سے اپریشن کرنے لگی اس دوران کولون کے علاقہ اور دارالحکومت سائیگون پر بنہ زویان نے قبضہ کر لیا جیسا کہ اوپر بتایا گیا یہ جرائم پیشہ افراد کا گروہ تھا جس کے فرانسیسی انٹیلی جنس ادارے ڈیگزیے بیورو سے اس کے کیپٹن انتونی سوانی کے ذریعے قریبی تعلقات تھے۔ اس سے قبل سوانی نے تینوں گروہوں کی حمایت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ ان کو ان کے اپنے اپنے علاقوں میں ویٹ منہ کیخلاف اپریشن کیلئے استعمال کیا گیا۔

1946ء کے دوران جی سی ایم اے نے سائیگون میں ویٹ نامی سکواڈ (آر آر وی ایس) بنایا جس کا کمانڈر کیپٹن چاؤم تھا۔ میں کاؤ وائی اور ویٹ منہ کے کنٹرول والے علاقوں کے نزدیک ہان کوان کے مقام پر اس کی بیرونی چوکی بنائی گئی۔ ایک دستہ بنانے کے علاوہ تربیتی اڈہ بھی قائم کیا گیا۔ دستے نے اکتوبر 1951ء میں ویٹ منہ کے زیر قبضہ علاقوں میں اس کے فوجیوں اور چوکیوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ سال کے آخر میں ایسا ایک اور دستہ بنایا گیا۔

سال کے آخر میں علاقے کی مغربی سمت سان تھو کے مقام پر کیپٹن جین ہنری لاشاؤ کی قیادت میں ایک بیرونی چوکی قائم کی گئی جس کے بھرتی کردہ رضا کاروں نے بندوتوتی اور پھر پھونگ ہیپ کے علاقوں میں اپریشن کئے اس چوکی سے ہوائی جہاز کے ذریعے بھی ایجنٹ اتارے گئے نیز جنوبی انام اور کوچین چائنا کے علاقوں میں اتر کر مشترکہ اپریشنوں میں شرکت کی گئی۔

ویٹ نام کا سب سے شمالی حصہ ٹونکن تھا۔ اپریشن کیلئے اس کے تین زون تھے۔ بلند علاقہ جس میں تائی پہاڑی قبائل آباد تھے، وسطی علاقہ جو دریائے سرخ کے ڈیلٹا کے شمالی کنارے سے چین کی سرحد تک پھیلا ہوا تھا اور جس کے جنوبی حصہ میں موانگ قبائل آباد تھے اور شمالی انام کا ساحلی علاقہ جو دریائے ڈے سے تھنہ ہوان تک پھیلا ہوا تھا اس میں کیتھولک اقلیتیں آباد تھیں۔

ٹونکن میں میجر راجر ٹرنکوائر نے رضا کاروں کی بھرتیاں کیں اسے شمالی علاقوں کے قبائل کی زبان اور رہن سہن سے واقفیت تھی وہ کمانڈو اور پیراشوٹ یونٹوں میں خدمات انجام دے چکا تھا اس لئے اسے یہاں تعینات کیا گیا تھا۔ بھرتی کیلئے اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہوائی جہاز پر بیٹھ کر کسی قبائلی بستی کے اوپر پرواز کرتا، اگر وہاں لوگ دوستانہ انداز میں ہاتھ ہلاتے یا فرانسیسی پرچم لہراتے تو اس علاقے کو بھرتی کیلئے موزوں تصور کر لیا جاتا جس کے بعد جی سی ایم اے کے کچھ فوجی وہاں اتارے جاتے۔ جب کسی گاؤں کا سربراہ ساتھ ملنے پر آمادہ ہو جاتا تو وہاں سے 50 قبائلیوں کا ایک دستہ تائی وان کے ٹریننگ سنٹر واقع کیپ سینٹ جیکوئس بھیج دیا جاتا۔ ان میں آدھے افراد کو لڑائی اور باقی کو ریڈیو مواصلات اور جاسوسی کے مشن کی 10 ہفتے تک تربیت دی جاتی جس کے بعد یہ سب لوگ اپنے اپنے گاؤں آ جاتے جہاں سے انہیں بعد میں اسلحہ اور ساز و سامان دے کر تین چار سو کی نفری پر مشتمل

کتاب کلبئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

یونٹوں کا حصہ بنایا جاتا اس طرح ایک ایک ہزار کے جتھے بنائے گئے اس دوران ویٹ منہ کی قائم انتظامیہ ختم کر دی جاتی اور نظم ونسق مذکورہ جتھے کے حوالے کر دیا جاتا۔

1951ء کے موسم بہار میں چینی فوج کی بار بار مداخلت کے باوجود نونگ اور ہمونگ رضا کار ٹونکن کے بلند پہاڑوں پر سرگرم رہے اور 1952ء کے شروع میں لائی چاؤ کے مقام پر جو بعد ازاں جی سی ایم اے کا ایک بڑا اڈہ بن گیا ایک دستہ قائم کیا گیا۔ شمال مغرب میں جی سی ایم اے کے افسروں اور قبائلی رضا کاروں کی دو ٹیمیں پیراشوٹ کے ذریعے ویٹ منہ کے 38ویں ڈویژن کے پیچھے اتار دی گئیں۔ یہ ڈویژن نگھیالو پر قبضہ کرنے کی مہم پر تھا جو ناکام رہی۔ اس دوران تین تین اور بھوباچی کے مقام پر دو دستے بنائے گئے جبکہ تیسرا دستہ ہے پھونگ کے مقام پر تعینات کیا گیا۔ یہ تینوں دستے دریائے ڈے کے دہانے سے شمالی انام تک پھیلے ہوئے علاقے میں سمندری راستے سے آپریشن کرتے تھے۔

جون 1952ء میں جی سی ایم اے نے بلند علاقے میں دریائے سرخ کے مشرق میں اس وقت کچھ کامیابی حاصل کی جب ہمونگ اور نونگ دستوں نے جن کی تعداد 2500 تھی' ایک قبائلی سردار چاؤ کوانگ کی کمان میں ویٹ منہ کی 148ویں رجمنٹ کیخلاف لاؤ کے کے مقام پر چاکلیٹ کے کوڈ نام سے آپریشن میں حصہ لیا۔ آپریشن کا کنٹرول جی سی ایم اے کے افسر لیفٹیننٹ ہیری ہائر کے پاس تھی۔

شکست ہوتے دیکھ کر ویٹ منہ نے چینی کمیونسٹوں سے مدد مانگی جن کا 49ء سے جنوبی چین پر قبضہ تھا۔ چین کا 302واں ڈویژن مدد کیلئے روانہ کیا گیا لیکن راستے میں دستوں کے زمینی اور فرانسیسیوں کے فضائی حملوں سے اسے زبردست نقصان پہنچا۔ اس دوران جی سی ایم اے نے ھا گیانگ کے علاقے میں ہمونگ قبائل سے رابطہ کیا۔ جولائی میں جی سی ایم اے کے افراد اس علاقے میں اتارے گئے جنہوں نے ''پادوٹ'' کے کوڈ نام والے ایک اور آپریشن میں مصروف قبائلی دستے کی مدد کی۔

لیفٹیننٹ ایملی ھانس نے علاقے میں مقامی انتظامی ادارے قائم کئے' اپنا دفاع آپ اور حملے کرنے کیلئے فورس بنائی اور انٹیلی جنس کی فراہمی کیلئے سیل قائم کیا۔ نتائج کامیاب نکلے۔ علاقے میں ویٹ منہ کا کنٹرول جلد ختم ہو گیا اور ھانس کے دستوں نے علاقے کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔

بلند علاقے میں صورتحال یہ تھی کہ ٹرنکوئر نے جی سی ایم اے اور قبائل کے زیر قبضہ علاقے میں توسیع کا فیصلہ کیا تا کہ چاکلیٹ اور پادوٹ آپریشنوں کو اکٹھا کر دیا جائے' اس مقصد کیلئے تھان یوین میں لیفٹیننٹ کاستنگونی کی زیر قیادت مزید دستے بھیجے گئے۔ کامیابی ملی لیکن مختصر عرصے کیلئے اور اگست میں چینی فوج نے آپریشن چاکلیٹ کا خاتمہ کر دیا۔ ستمبر میں چاؤ کوانگ لو کے دستے کے باقی

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

ماندہ رضا کاروں کو بھی دشمن نے تتر بتر کر دیا اور وہ خود مارا گیا۔

اکتوبر 1952ء کے وسط میں تائی اور نونگ گوریلوں کے دستوں کا بھی یہی انجام ہوا۔

ویٹ منہ کے تین ڈویژنوں نے لاؤس سے دریائے سرخ اور دریائے سیاہ کے درمیان میں واقع فرانسیسی چوکیوں پر حملہ کیا۔ ویٹ منہ کا 30واں ڈویژن جنگل میں 40 میل اندر تک آ گیا اور نگھیالو کے علاقے میں آ پہنچا۔ 17 اکتوبر کو ویٹ منہ نے شہر پر اتنے زور کا حملہ کیا کہ فرانسیسی پسپا ہو کر ناسان کو نکل گئے۔ نگھیالو میں گوریلوں کے دستے کا صفایا ہو گیا اور اس کا کمانڈر لیفٹیننٹ ہانس گرفتار کر لیا گیا بعد میں اسے مقدمہ چلا کر پھانسی دے دی گئی۔ تھان یوین کے مقام پر تعینات دستہ آخری وقت پر نکلنے میں کامیاب ہو گیا جبکہ ایک تیسرا قبائلی دستہ کسی نقصان کے بغیر فرار ہو کر سون لا کے مقام پر پہنچ گیا۔ ان دستوں کے ساتھ جی سی ایم اے کے جو افسر تھے وہ مار دیئے گئے یا گرفتار کر لیے گئے۔

اس اثنا میں فرانسیسی دستوں کو نکال کر دریائے سرخ تک پہنچانے کیلئے فیصلہ کیا گیا کہ ایک پیراشوٹ بٹالین اتاری جائے۔ 16 اکتوبر کو کمانڈر مارسل بگیرڈ کی قیادت میں یہ بٹالین نگھیالو سے 20 میل شمال میں اتاری گئی۔ اگلی صبح اس کے ایک گشتی دستے کا سامنا تولی سے 5 میل کے فاصلے پر ویٹ منہ کے 312ویں ڈویژن کے ہراول دستے سے ہو گیا۔ ویٹ منہ دستے شہر کے جنوب اور مشرق میں اونچی زمین پر پہنچ چکے تھے۔

19 اکتوبر کی رات بگیرڈ کو اپنی یونٹ وہاں سے نکال کر دریائے سیاہ کی طرف لے جانے کا حکم ملا لیکن اس نے یہ کام اگلی صبح تک ملتوی کر دیا تا کہ پسپا ہونے والے فرانسیسی دستوں کو محفوظ مقام تک پہنچنے کا وقت مل جائے۔ 20 اکتوبر کو بہت صبح ہی ویٹ منہ نے تولی' پر زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ پو پھٹتے پھٹتے بٹالین نے پسپائی شروع کی لیکن تولی کے درے اور پہاڑیوں کی پہلی قطار کے درمیان ویٹ منہ کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئی۔ فرانسیسیوں کی دو کمپنیوں نے ویٹ منہ کو الجھائے رکھا جبکہ باقی ماندہ بٹالین بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس شام بگیرڈ اور اس کے ساتھی موانگ چن پہنچے جو ایک محفوظ قلعہ بند مقام تھا۔

بگیرڈ نے موانگ چن چوکی کے کمانڈر پیرول کو بتایا کہ اسے دریائے سرخ پہنچنے کیلئے تین گھنٹے درکار ہیں چنانچہ پیرول نے اپنے مختصر دستے کو ویٹ منہ کے پورے ڈویژن کا راستہ روکنے کا حکم دے دیا۔ 7 بجے شام جب بگیرڈ اور اس کے آدمیوں کو وہاں سے نکلے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا' چوٹی پر گولہ باری شروع ہو گئی اور ساتھ ہی ایک زیر تعمیر بنکر پر حملہ کر لیا گیا۔ حملے میں یہ بنکر واپس لے لیا گیا اور دشمن کی فوج کو بھاری نقصان پہنچا۔ پیرول اور اس کے آدمی ڈٹے رہے تا کہ بگیرڈ کی فوج کو دریائے سیاہ تک پہنچنے کیلئے درکار تین گھنٹے کا وقت گزر جائے۔

10 بجے شام تک واضح ہو گیا کہ ویٹ منہ کو مزید روکے رکھنا ممکن نہیں۔ قبائلی دستوں میں سے نصف ہلاک ہو چکے تھے ایک فرانسیسی بھی مارا گیا تھا۔ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر باقی ماندہ فوجی جنگل میں ہوتے ہوئے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

ویٹ منہ نے ان کا تعاقب کیا اور دو کمپنیاں ان کو پکڑنے کیلئے بھیج دیں۔ پیرول اور اس کے آدمی تعاقب کو ناکام بناتے ہوئے 8 ہزار فٹ بلندی پر چڑھ گئے۔ تیسرے دن ان کا راشن ختم ہو چکا تھا۔ خوش قسمتی سے ان کے پاس ایس سی آر 300 ریڈیو تھا جس کے ذریعے انہوں نے فرانسیسی فوج سے رابطہ کیا۔ انہیں جوابی پیغام میں ''ڈراپ زون'' کی طرف مارچ کرنے کی ہدایت کی گئی لیکن پیرول کو اس جوابی پیغام کی حقیقت پر شک تھا اس لئے اس نے ہدایت کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا جو صحیح تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ جوابی پیغام ویٹ منہ کی چال تھی۔

وہ دریائے سیاہ کی طرف مارچ کرتے رہے۔ 5 نومبر کو وہ آخری چٹان پر چڑھے جہاں سے انہیں دریا نظر آ رہا تھا۔ عصر کے وقت وہ وادی میں اتر گئے راستے میں انہیں ایک قبائلی نے خبردار کیا کہ علاقے میں ویٹ منہ کے گشتی دستے حرکت کر رہے ہیں۔ اس نے انہیں رات کے وقت دریا کی طرف لے جانے میں رہنمائی کی پیشکش کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ اس دوران قبائلی ان کیلئے چاول لے کر آ گیا۔

علاقے میں ویٹ منہ کی موجودگی کے باعث اس رات دریا عبور کرنا ناممکن نہیں تھا وہ اپنے مقام پر لیٹے رہے اگلے روز 6 نومبر کو ان کے اوپر سے ایک طیارہ اڑا۔ انہوں نے پائلٹ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا لی، جس نے ایک پیغام گرا کر انہیں مشورہ دیا کہ وہ اسی طرح چھپے رہیں، وہ دریا کے دوسری طرف موجود فرانسیسیوں کو اطلاع کرے گا۔

رات کی تاریکی میں پیرول اور اس کے ساتھیوں نے قبائلی کی طرف سے دی گئی کشتیوں پر دریا کو عبور کیا۔ دوسرے کنارے انہیں قریبی چوکی مواننگ بو کے فرانسیسی سپاہی ملے۔ اس وقت تک پیرول کے 43 رکنی دستے میں صرف 16 بچے تھے فرار کا سفر 12 دن میں ختم ہوا اور اس دوران انہوں نے 200 کلومیٹر کا سفر کیا۔

اس عرصہ میں جی سی ایم اے کی فوجیں بھی ڈیلٹا اور ساحلی علاقے میں مصروف عمل تھیں۔ 1950ء کی موسم خزاں میں تین ین میں تعینات دستہ فرانسیسی فوج کے خالی کردہ علاقے میں چھاپہ مار کارروائیاں کر رہا تھا۔ اگرچہ مقامی آبادی کا رویہ دوستانہ تھا لیکن اس نے دستے قائم کرنے سے انکار کر دیا۔ ہے پھونگ کا دستہ اس دوران ویٹ منہ کی سپلائی لائن پر فرانسیسی کمانڈو یونٹوں کے ساتھ حملے کرتا رہا۔ لک نام اور بھاٹ ڈیم کے مقامات پر تعینات مقامی دستوں کو بھی کامیابیاں ملیں۔ پھوک ین کے دستے نے بھی متعدد کامیاب چھاپے مارے اور ہوائی جہاز سے فوج اتار کر کیے جانے

والے ایک اپریشن میں پھونھو کوان کا ویٹ منہ اسلحہ ڈپو تباہ کر دیا گیا۔

پچھلے برس کے آخر میں ہونے والے نقصانات کے باوجود 1953ء کے شروع میں سائیگون کی فرانسیسی ہائی کمان نے جی سی ایم اے کے آپریشنوں کا دائرہ وسیع کرنے کا فیصلہ کیا اور اضافی وسائل مختص کر دیئے۔ فروری میں میجر راجر ٹرنکوائر کو جی سی ایم اے کا ڈپٹی کمانڈر اور بعد میں کمانڈر مقرر کر دیا گیا۔

ٹونکن کے بلند علاقے میں تائی رضا کاروں کے کئی یونٹ بنائے گئے تھے جن کو لائی چاؤ میں تربیت دی گئی۔ یہ تائی فیڈریشن کا دارالحکومت تھا جس کی سربراہی قبائلی سردار ڈیو وان لانگ کر رہا تھا یہ جی سی ایم اے کے گروپوں کو سپلائی فراہم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ چین سے ملحقہ سرحد کے قریب تسنہ ہو اور پھانگ تھو میں مزید یونٹ تیار کیے گئے۔ جنوری 1953ء میں لائی چو سے ڈین بین پھو میں ویٹ منہ کی یونٹوں کیخلاف اپریشن شروع کیا گیا۔ وہاں جی سی ایم اے کا ایک دستہ تائی قبائل کے رضا کاروں کی مدد سے شہر کو گھیرے ہوئے تھا۔ اپریشن کئی ہفتے جاری رہا یہاں تک کہ 20 مارچ کو 56 رضا کار پیرا شوٹ کے ذریعے شہر میں اتارے گئے۔ دشمن نے ان کا تقریباً خاتمہ کر دیا۔ اس وقت تک طویل عرصہ اپنے علاقے سے باہر رہنے کی وجہ سے تائی رضا کاروں کے حوصلے پست ہو چکے تھے چنانچہ وہ پسپا ہو گئے۔

فروری میں جی سی ایم اے کے ایک افسر کیپٹن اپنے ھیرٹ نے لانگ ہے میں ایک دستہ بنایا۔ ابتدائی رابطے پر ہمونگ تائی کے قبائلیوں نے مدد پر آمادگی ظاہر کی اور جی سی ایم اے سے اسلحہ لے کر اپنے علاقوں سے ویٹ منہ کو نکالنے کیلئے آگے بڑھے۔ اگست میں ہیبیرٹ کے پاس 3 ہزار مسلح قبائلی رضا کار موجود تھے جن کے 3 دستے ایگلون، گلیمر اور کولبری بنائے گئے۔ 4 اور 8 اگست کے درمیان اس فوج نے ناسان پر قبضہ کر لیا تاکہ ناسان سے فرانسیسی گیریژن کی واپسی کو تحفظ دیا جا سکے۔ اس نے سانگ ما اور دریائے سیاہ کے درمیانی علاقے میں بھی کارروائی کی اور اسطرح دشمن کے 312 ویں ڈویژن کی پیشقدمی کو موخر کر دیا۔ گیریژن کو ہوائی جہازوں سے نکال لیا گیا۔ اگلے ماہ ان دستوں نے ویٹ منہ کے کئی حملے پسپا کر دیئے۔

اکتوبر میں چاؤ کوان ٹن کے کوڈ نام سے ان دستوں کی ملکیسات، نہلو، چاپا اور تھاپوین کے علاقوں میں توسیع کیلئے اپریشن کیا گیا۔ 13 اکتوبر کو دشمن کے ایک اہم سپلائی مرکز کوک لیو پر 600 ہمونگ اور تائی گوریلوں نے حملہ کیا۔ فرانس کے بی 26 ہلکے بمبار طیاروں نے انہیں فضائی مدد فراہم کی۔ اپریشن کامیاب رہا اور گاؤں پر قبضہ کر لیا گیا۔ دشمن کا سپلائی اڈہ تباہ کرنے کے بعد گوریلے اور کمانڈوز پہاڑوں پر چلے گئے۔ اس جھڑپ میں ویٹ منہ کے 150 فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

اکتوبر میں ویٹ منہ کا 316 واں ڈویژن پھر نمودار ہوا جس نے مختلف جنگلوں میں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

گوریلوں کو زبردست نقصان پہنچایا۔ اس دوران زخمیوں کا انخلاء بھی رک گیا۔ نومبر کے اختتام تک مذکورہ تینوں دستوں کو شکست ہوگئی جبکہ کولبری کا تو بالکل ہی صفایا ہوگیا چند ایک بچ بچا کر ڈین بین پھو پہنچے جس پر فرانسیسی فوج 20 نومبر کو قابض ہوگئی تھی۔

پڑوسی ملک لاؤس میں جی سی ایم اے کو زیادہ کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔ یہاں جاپانی قبضہ کے دوران ملاؤس سیواوانگ وتھانا کے دو بیٹوں' شہزادہ پھت سراتھ اور سوانا فوما نے لاؤ اساره (آزاد لاؤس) کے نام سے تحریک آزادی قائم کر دی تھی۔ اس میں لاؤس کا اشرافیہ شامل تھا۔ اس نے ملک کی آزادی کا اعلان کر دیا اور جاپان کی شکست کے بعد امریکہ نے اس کی مدد کی۔ ویٹ منہ کے ساتھ ساتھ امریکہ بھی یہ چاہتا تھا کہ لاؤس پر سے فرانسیسی تسلط ختم ہو چنانچہ او ایس ایس کے اہلکار اس مقصد کیلئے لاؤس میں تعینات کر دیئے گئے۔ تاہم "فری فرنچ" کو نہ صرف بادشاہ بلکہ دیہی علاقوں کے عوام کی حمایت بھی حاصل تھی۔ برطانیہ نے فرانس کی مدد کی اور فورس 136 کے اہلکار وہاں بھیجے جنہوں نے ایف آئی ایس کے گارگوریلوں کی مدد کی۔

1945ء کے موسم خزاں میں جب چین کی فوج ہند چینی میں داخل ہو رہی تھی' گارفوج نے جس کی قیادت لیفٹیننٹ کرنل بوچر ڈی کرَیوی کوا کر رہا تھا' ملک کا کنٹرول سنبھالنے کی کوشش کی۔ جو ناکام ہوئی۔ جس پر فرانسیسیوں نے مقامی رضا کار بھرتی کرنے پر توجہ کی۔ نومبر تک انہوں نے چار ہلکی انفنٹری بٹالینیں بنالیں جن کا نام بی سی ایل رکھا گیا۔ اگلے برس جنوری میں ان بٹالینوں نے بولوونس کی سطح مرتفع کے علاقے میں راؤ اسارا کے گوریلوں کے مقابلے میں کامیابیاں حاصل کیں۔ 13 مارچ کو سوانا کھیت کا شہران کے قبضے میں آ گیا جو جنوبی لاؤس کے وسط میں دریائے میکانگ کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔ اس کے بعد شمال میں لاؤ اسارا کا مرکزی اڈہ تھاکھیک پر بھی قبضہ ہوگیا۔

24 اپریل کو فرانسیسی پیراٹروپر لاؤس کے دارالحکومت وینیٹیئن میں اتارے گئے دو ہفتے بعد ایسا ایریشن لوان پرابانگ میں بھی کیا گیا۔ اب لاؤس پر پھر فرانس کا قبضہ تھا اور تین ماہ بعد یہ فرانسیسی ہند چینی کا بنیادی جزو بن گیا۔ تاہم فرانسیسی چاہتے تھے کہ لاؤس کو آزادی دے دی جائے۔ مئی 1947ء میں ملک کو آئینی بادشاہت قرار دے دیا گیا اور 2 برس بعد اسے اپنی فوج بنانے کی اجازت بھی دے دی گئی۔ اکتوبر 1951ء کے آخر میں فرانسیسی تعاون سے لاؤس کی فوج (اے این ایل) کی چار انفنٹری بٹالین اور ایک پیراشوٹ بٹالین تھی۔ دسمبر میں امریکہ نے فرانس کے توسط سے لاؤس کو فوجی امداد کی فراہمی شروع کر دی۔

فرانسیسی لاؤس میں کچھ عرصہ جی سی ایم اے کے آپریشنوں کیلئے منصوبے بناتے رہے۔ اس مقصد کیلئے چار علاقے منتخب کیے گئے۔ شمالی وسطی علاقے میں زینگ کھوانگ کا صوبہ اور اس میں

بالخصوص ترانہہ کی سطح مرتفع کا علاقہ' شمال مشرقی صوبہ سام نیوا' بولوونس کی سطح مرتفع اور انتہائی شمال مغربی علاقے موونگ سنگ اور بن ہوئی جن کی سرحدیں برما اور چین سے ملتی تھیں۔ زینگ کھوانگ اور سام نیوا کے صوبوں میں ہمونگ پہاڑی قبائل آباد تھے جن کے سربراہ توبی لائی فونگ نے 1944ء میں گارگوریلا فورس کی مدد کی تھی جس کا کمانڈر کیپٹن ڈسیفار جس تھا۔ کیپٹن نے ہمونگ قبائل کے سردار سے اچھے تعلقات قائم کر لیے تھے جس کے بعد ازاں کئی فوائد ہوئے۔

1952ء کے آخر میں ہمسایہ علاقہ ٹونکن میں کیے جانے والے آپریشنوں کو ترجیح دینے اور ساز و سامان نیز تربیت یافتہ عملے کی کمی کی وجہ سے لاؤس میں جی سی ایم اے کے ایریشن متاثر ہوئے چنانچہ مقامی افراد کی بھرتی اور دستے بنانے پر توجہ مرکوز کی گئی۔ زینگ کھورنگ میں ایک چھوٹا تربیتی مرکز بھی قائم کیا گیا۔ ایک دستے نے جوموونگ سوتی (صوبہ سام نیوا) میں تعینات تھا' اپنا دائرہ کار مشرق اور شمال مشرق تک بڑھالیا اور سرخ تائی قبائل کی حمایت حاصل کر لی جس کی وجہ سے وہاں ویٹ منہ کی فوجوں کو دوسرے مقامات پر منتقل ہونا پڑا۔ جنوب میں تھا تینگ کے علاقے میں پاک سونگ کے مقام پر تعینات دستہ مصروف تھا۔ اس نے ویٹ منہ کے اسلحے کی کئی کھیپوں پر قبضہ کیا جن میں 300 رائفلیں بھی شامل تھیں۔

1952ء کے آخر میں ویٹ منہ نے ٹونکن کے علاقے پر حملہ کیا اور سنگھیالو' موک چاؤ اور ڈین بین پھو پر قبضہ کر لیا جس پر فرانسیسی ہائی کمان نے جی سی ایم اے کو ہدایت کی کہ وہ شمالی لاؤس میں دستے قائم کرے۔ نومبر کے آخر میں کیپٹن ڈسیفار جس نے توبی لائی فونگ سے رابطہ کیا۔ وہ اس شرط پر مان گیا کہ یہ رضا کار صرف اپنے علاقوں ہی میں کارروائیاں کریں گے۔ دسمبر کے آخر تک ڈسفار جس کی قیادت میں وینیٹیئن میں مقامی رضا کار فوج قائم کر دی گئی۔ جنوری میں ان کی مدد کیلئے اضافی فرانسیسی عملہ وہاں پہنچا جن میں ایک افسر' 4 اہلکار' 10 مقامی ریڈیو آپریٹر شامل تھے ان کے ہمراہ اسلحہ اور ریڈیو سیٹ بھی تھے۔

1953ء کے آخر تک دو دستوں کے مراکز پھوڈو اور پھو وبنگ کے مقامات پر قائم کر دیئے گئے تھے ان کی فوج کو مالو کا خفیہ نام دیا گیا۔ اسی دوران سروان کے نام سے ایک اور فوج سام نیوا کے صوبے میں بنائی جا رہی تھی۔ 10 اپریل 1953ء کو 10 بٹالین پر مشتمل ویٹ منہ کی فوج نے اس صوبے پر قبضہ کر لیا اور 17 سو سپاہیوں پر مشتمل فرانسیسی اور لاؤسی فوج کا صفایا کر دیا تاہم ان میں سے 83 فرانسیسی اور 109 لاؤس فوجی جار کے میدان میں واقع اپنے اڈے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی ویٹ منہ اور پاتھیٹ لاؤ کے کمیونسٹ گوریلوں نے سرحد عبور کی اور لوانگ پرابانگ کی طرف بڑھے۔ ان کا راستہ روکنے کیلئے لاؤسی پیراشوٹ یونٹ اتارا گیا جس کا انہوں نے صفایا کر دیا اور پیش قدمی کرتے ہوئے شہر سے 30 کلومیٹر کے فاصلے تک پہنچ گئے جہاں اس دوران

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

مزید فرانسیسی دستے پہنچ چکے تھے۔12 مئی کو مون سون کی بارشیں شروع ہوگئیں اور ویٹ منہ کو واپس جانا پڑا جس کے بعد فرانسیسیوں نے زینگ کھوانگ' بان بان اور مواننگ سونی پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

ویٹ منہ کی تیسری یلغار لاؤس کے سرحدی شہر نونگ ہیٹ پر ہوئی۔ ان کی فوج جارز کے میدان کی طرف بڑھی۔ فرانس نے وہاں فوج بھیجی۔ اپریل میں وہاں 2 بٹالین فرانسیسی انفنٹری' 3 بٹالین لاؤس انفنٹری اور نیشنل گارڈ کی 5 کمپنیاں جمع ہو چکی تھیں۔ اس موقع پر امریکہ نے سی آئی اے کی ملکیت ایک ایئرلائن' سول ایئر ٹرانسپورٹ کے ذریعے عملے سمیت چھ سی 119 ٹرانسپورٹ طیارے بھیجے جو مئی کے پہلے ہفتے وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے شمال مشرقی لاؤس میں فرانسیسی فوج کو سپلائی پہنچانا شروع کر دی۔13 مئی کو انہوں نے دو فرانسیسی اور ایک ویٹ نامی پیراشوٹ بٹالین اس میدان میں اتار دی۔ مہینے کے آخر تک ویٹ منہ کو پسپا کر دیا گیا۔

جون میں جی سی ایم اے کی پانچ رکنی ٹیم لیفٹیننٹ برے ہیئر کی قیادت میں سام نیوا صوبے میں اتاری گئی جس کا مقصد وہاں ''سدوان'' نام کے تحت مقامی دستے بنانا تھا چنانچہ ہمونگ قبیلے کے 50 رضا کار برے ہیز کے ساتھ ہنوئی گئے اور وہاں سے کیپ سینٹ جیکوئس کے تربیتی مرکز پہنچے اور گوریلا جنگ کی تربیت حاصل کی۔19 اکتوبر کو برے ہیئر اور اس کے ساتھی مونگ یوٹ کے علاقے میں اتارے گئے اسی طرح کے مزید دستے بنائے گئے۔ ایک کو پھو پھاتھی میں برے ہیز کی ہیڈ کوارٹر ٹیم کے ساتھ رکھا گیا دوسرا گروپ ہان ہوئی نہا میں اور تیسرا نونگ کھانگ میں۔

اس دوران ''مالو'' نامی دستہ لیفٹیننٹ میکس میسنٹر کی قیادت میں اپنا دائرہ کار زینگ کھوانگ صوبے میں بڑھا رہا تھا۔ میسٹر نے اپنے علاقے کو چھ ذیلی سیکٹروں میں تقسیم کر دیا۔

اس وقت تک وینیشی میں کیپٹن ڈسفار جس کی جگہ کیپٹن مارسن لے چکا تھا۔ سروان اور مالو نامی دونوں گوریلا فورسز کیپٹن ڈی بیزون ڈی بازن کی مجموعی کمانڈ میں تھیں۔ اکتوبر میں اس کی جگہ کیپٹن جیکوئس ساسی نے لے لی۔ اسی ماہ سروان نامی دستے میں جس کی تعداد ایک ہزار گوریلوں تک پہنچ چکی تھی ایک فرانسیسی افسر' دو اہلکار' ایک ریڈیو آپریٹر اور 35 ہمونگ پیراشوٹر بھی شامل ہو گئے۔

دسمبر میں جارز کے میدان میں کھانگ کے مقام پر کیپٹن ساسی نے تربیتی سلسلے کا آغاز کیا۔ نونگ ہین کے علاقے سے رضا کاروں کے دو دستوں کو تربیت دی گئی جن کو بعد ازاں اپریشن پر روانہ کیا گیا۔

1953ء میں جی سی ایم اے بھی شمالی لاؤس کے علاقے میں اتنا ہی سرگرم تھا۔ شمال مشرق میں پھونگ سالے کے صوبے میں اس کے دو مزید نیٹ ورک بنا دیئے گئے تھے پہلے کا کوڈ نام کارڈامون رکھا گیا اس میں 5 دستے تھے جن کے اپریشن کا دائرہ پھونگ سالے کے شمال اور مشرق سے لے کر ٹونکن کے شمال مغرب تک پھیلا ہوا تھا۔ دوسرا نیٹ ورک دو دستوں پر مشتمل تھا اور اس کا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

علاقہ مونگ سائی سے پھونگ سالے شہر (صوبائی دارالحکومت) تک پھیلا ہوا تھا۔

لاؤس میں اپریشن شروع کرنے کیلئے ایک سال کے اندر اندر جی سی ایم اے نے تقریباً سارے شمالی ملک میں اپنا کنٹرول پھیلا دیا۔ سام نیوا کے صوبے میں ''سردان'' کے گوریلوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ حکومتی گرفت کے باعث کمیونسٹ تنظیم پاتھٹ لاؤ کو اپنا ہیڈ کوارٹر سام نیوا شہر سے نکال کر 28 کلومیٹر دور ایک گاؤں وینگ سائی میں لے جانا پڑا۔ پھونگ سالے میں ''مالو' کے دستوں کے پاس جارز کے میدان سے لے کر مغرب میں ٹونکن کی سرحد تک کے علاقے کا کنٹرول تھا۔ بہت دور شمال کے علاقے میں ایک اور دستہ تشکیل دیا جا رہا تھا۔

اگلے سال 1954ء میں ''سانکسو' کے نام سے ایک اور دستہ بنایا گیا یہ سرخ تائی کے علاقے میں لیفٹیننٹ میئر گیروتمی کے ماتحت تھا اور اس کا دائرہ لاؤس کے علاقوں مونگ سائی' سام تیو اور ہوازینگ سے لے کر ٹونکن کی سرحد تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ لیفٹیننٹ کرنل راجر ٹرنکوئرز کے اس منصوبے کا حصہ تھا جس کے تحت وہ مقامی گوریلوں کی تعداد 50 ہزار کرنا چاہتا تھا تاکہ تائی کا سارا علاقہ ویٹ منہ سے واپس لیا جا سکے۔

1953ء کے آخری حصہ میں جی سی ایم اے نے لاؤس کے علاقے یان ہینڈل کے جنوب میں ان دستوں کے مزید دو نیٹ ورک بنائے۔ دسمبر 1953ء میں جی سی ایم اے نے جی ایم آئی کی تنظیم نو کی لیکن اس کے دائرہ کار میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس سے پچھلے ماہ ٹونکن میں فرانسیسیوں کے کمانڈر انچیف جنرل ہنری نوارے نے حکم دیا تھا کہ ڈین بین پھوئی وادی میں ہائی وے 41 پر ایک قلعہ بند اڈہ قائم کیا جائے۔ یہ سڑک شمال میں لائی چاؤ کو مشرق میں سون لا' تان سان' ہیڈ ونگ اور ہنوئی سے ملاتی تھی۔ بظاہر اس اقدام کا مقصد ویٹ منہ کی طرف سے لاؤس میں حملے کی کوشش کا راستہ روکنا تھا اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ جنرل گیاپ کی فوج کو جال میں پھنسا کر تباہ و برباد کریگا۔ بلاشبہ ڈین بین پھو بہت فوجی اہمیت کا مقام اور لاؤس کا دروازہ تھا لیکن اپریشن کے مرکزی علاقے سے 200 میل دور واقع ایک الگ تھلگ اڈے پر 15 ہزار فوجی تعینات کرنے کا کمانڈر انچیف کا فیصلہ صرف لاؤس کے دفاع کے نقطہ نظر سے ہی نہیں کیا گیا تھا۔

پوری جنگ کے دوران ڈیگز بیورو اور جی سی ایم اے کو درپیش سب سے بڑا مسئلہ آپریشنوں کیلئے فنڈز کی کمی کا رہا۔ ہندچینی کی جنگ کو فرانس میں مقبولیت حاصل نہیں تھی۔ فرانس اپنے علاقے میں فوجی اخراجات کم کر کے کم از کم سطح پر لے آیا تھا۔ فرانسیسی ہائی کمان کے پاس جی سی ایم اے کو دینے کیلئے اضافی فنڈز نہیں تھے چنانچہ اسے وسائل کیلئے کسی دوسری طرف دیکھنا پڑا۔

مسئلے کا حل افیم کی صورت میں نکالا گیا۔ لاؤس اور ٹونکن کے ہمونگ پہاڑی قبائل میں یہ نقد آور فصل تھی۔1952ء میں ویٹ منہ نے تقریباً ساری فصل ضبط کر لی تھی جس سے تائی اور ہمونگ

قبائل ناراض تھے۔ ویٹ منہ نے یہ ساری فصل تھائی لینڈ کے شہر بنکاک کی کھلی منڈی میں بیچ دی تھی تاکہ چین سے مزید اسلحہ حاصل کیا جا سکے۔ 1953ء میں ڈیگز یے بیورو اور لیفٹیننٹ کرنل ٹرینکوئر نے قبائل کو اگلی فصل بہتر قیمت پر خریدنے پر پیشکش کی۔ اس سے انہیں تین فائدے حاصل ہوئے۔ جی سی ایم اے اور قبائل کے درمیان بہتر تعلقات بحال ہو گئے جو 1952ء کے موسم خزاں میں متاثر ہو گئے تھے۔ لاؤس میں ویٹ منہ کی پیش قدمی کا راستہ رک گیا کیونکہ وہ صرف افیم کی فصل کیلئے آنا چاہتے تھے اور تیسرا یہ کہ افیم کی فروخت سے انہیں فنڈ ملنے والے تھے۔

چنانچہ ''ریکس'' کے نام سے ایک اپریشن شروع کیا گیا جس کے تحت قبائلیوں سے افیم خرید کر اسے تان سون لینوٹ کے مقام پر فرانسیسی ڈی سی 3 طیاروں پر لادا گیا۔ بظاہر یہ طیارے جارز کے میدان کی طرف اڑے مگر انکی منزل اصل میں کافی آگے جنوبی ویت نام میں کیپ سینٹ جیکوئس پر تائی وان کا تربیتی مرکز تھا۔ وہاں سے یہ افیم ٹرکوں میں لاد کر 90 کلومیٹر دور سائیگون لے جائی گئی یہ ڈیگز یے بیورو کی سرپرستی والے مجرموں کے گروہ ''بنہ زویان'' کے حوالے کی گئی جس نے اس کی صفائی کی۔ یہاں مداخلت کا کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے کہ شہر کی پولیس کا سربراہ اسی جرائم پیشہ گروہ کے فوجی ونگ کا سربراہ تھا۔

افیون کی صفائی کا کام دو پلانٹوں پر کیا گیا اس کے بعد اس کا ایک حصہ پورے سائیگون میں منشیات کے اڈوں اور دلالوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ اڈے اور دکانیں زیادہ تر بنہ زویان کی تھیں باقی کچھ چینی تاجروں کو دے دی گئی جنہوں نے اسے ہانگ کانگ برآمد کر دیا اور کچھ کارسیکا کے مافیا ''یونین کورس'' کو دی گئی جس نے اسے فرانس بھجوا دیا۔ فرانس میں یہ مارسیلز کی بندرگاہ پر لے جائی گئی جہاں منشیات کا سارا کاروبار چار خاندان چلاتے تھے اور ان میں وہ افراد بھی شامل تھے جو ایس ڈی ای سی ای کے ملازم تھے۔ بنہ زویان نے منافع کی رقم میں ڈیگز یے بیورو اور جی سی ایم اے کو بھی حصہ دیا۔

اس افیم کا کچھ حصہ امریکہ بھی پہنچ گیا جس نے معاملے کی تفتیش شروع کر دی۔ جون 1953ء میں لیفٹیننٹ کرنل ایڈورڈ لانس ڈیل ایک امریکی مشن کے رکن کے طور پر ایک مرتبہ پھر سائیگون آیا۔ وفد کا سربراہ بریگیڈیئر جنرل جان آئرن مائیک اوڈینیل تھا۔ دورہ کا مقصد جنرل ینوارے کو مشورہ دینا تھا۔ فرانسیسی کمانڈر انچیف نے لانس ڈیل سے غیر روایتی جنگ کے بارے میں سفارشات مانگیں۔ اس کے بعد اسے پورے ٹونکن، انام اور ویت نام میں آزادانہ گھومنے کی اجازت دیدی گئی۔ وہ گیریژنوں میں بھی گیا اور اس دورے کے نتیجے میں اسے پتہ چل گیا کہ افیم کی ''جڑ'' جی سی ایم اے ہے۔ کرنل ماریس بیلکس نے تحقیقات کی اور حکم دیا کہ کیپ سینٹ جیکوئس میں خفیہ طور پر ذخیرہ کی گئی افیم ضبط کر لی جائے۔ راجر فالیگاٹ اور پاسکل کراپ کی کتاب ''لا پیائن۔ دی فرنچ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے وِن اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

سیکرٹ سروس'' میں بیلکس نے صورتحال کا ذکر یوں کیا:

جی سی ایم اے کرنل گرال کے ماتحت تھی جو ہندچینی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کے معاون کمانڈنٹ ٹرینکوئر اور روزین تھے۔ اپنی تحقیقات میں ملٹری سیکورٹی کے کرنل برٹن نے جی سی ایم اے کی عمارتوں سے سینکڑوں کلو افیم برآمد کی۔ جنرل سلان نے اس کا الزام ہمیں دیا لیکن یہ افیم کسی نے ٹوبی لائی فاؤنگ سے خریدنی تھی اگر یہ ایس ڈی ای سی اے کیلئے نہ ہوتی تو ویٹ منہ قبائل کی ہمدردیاں حاصل کر لیتے۔ کچھ افیم برما کے گولڈن ٹرینگل میں بھجوائی جانی تھی جس میں چینی تعلق بھی تھا اگر کوئی غلطی ہو جاتی تو سی آئی اے اور ایس ڈی ای سی ای کو بھی ملوث ہونا پڑتا۔ اس کا کچھ حصہ بائی ڈین نے راجر بیلون فارماسیوٹیکل لیبارٹریز کو بھی پہنچا تھا۔ یہ خیال کیا گیا تھا کہ ٹرینکوئر کے اس اپریشن کو سلان کور دیدے گا لیکن آخر میں کرنل گرال کو 45 دن حراست کی سزا دے دی گئی جس کی وجہ سے اس کے نائب ٹرینکوئر کو اس کی جگہ لینے کا موقع مل گیا۔

بیلکس نے جن دو افراد کے نام لیے تھے وہ راجر بیلون اور جنرل پال جیکوئر تھے۔ دونوں ایس ڈی ای سی ای کے رکن تھے۔ فارماسیوٹیکل کمپنی کا سربراہ ہونے کے ناطے بیلون ایس ڈی ای سی ای کی ایکشن سروس میں بھی محفوظ رکن تھا جبکہ جیکوئر 1962ء میں سروس کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا۔

20 نومبر 1953ء کو ڈین بین پھو کو جس پر ویٹ منہ قابض تھے فرانسیسیوں نے ایک ایئر بارن اپریشن میں کسی دقت کے بغیر دوبارہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس کے بعد وہاں فرانسیسیوں نے گیریژن بنائی تاہم ایک ماہ بعد ویٹ منہ کے 316 ویں ڈویژن اور 148 ویں رجمنٹ نے لائی چو پر اتنے زور کا حملہ کیا کہ 12 سو سپاہیوں پر مشتمل تائی فوج اپنے فرانسیسی مشیروں سمیت پسپا ہو کر ڈین بین پھو آ گئی۔ وہاں پہنچتے پہنچتے ان کی تعداد گھٹ کر صرف 175 رہ گئی تھی۔ یہ فرانسیسیوں کیلئے بڑا نقصان تھا کیونکہ لائی چو، تائی فیڈریشن کا دارالحکومت ہونے کے علاوہ جی ایم آئی کی فضائی اور لاجسٹک امداد کا مرکز تھا جہاں سے ٹونکن میں کئے جانے والے آپریشنوں میں مدد فراہم کی جاتی تھی۔ نیز یہ علاقہ افیم کے کنٹرول میں بھی اہم کردار ادا کرتا تھا۔ یہ باتیں جنرل گیاپ کے علم میں تھیں جس نے تہیہ کر لیا تھا کہ نہ صرف اس شہر پر قبضہ کرے گا بلکہ فرانسیسیوں کو اس بات پر بھی گھیر کر لائے گا کہ وہ اپنی بڑی فوج اپریشن کے بنیادی علاقے سے ہٹا دے۔ فرانسیسی جال میں آ گئے اور ڈین بین پھو پر قبضہ کر لیا لیکن اس طرح انہوں نے اپنی آخری شکست اور ہندچینی سے انخلاء کی بنیاد رکھ دی۔

جنرل گیاپ نے 1951ء کے ناپختہ حملے، جس میں ویٹ منہ کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا تھا، اب تک فرانسیسیوں کے ساتھ کسی بڑے معرکے سے گریز کیا تھا لیکن اب وہ محتاط انداز سے ڈین بین پھو کی طرف بڑھا اور اپنی فوجوں کو مرتکز کرنا شروع کر دیا۔ اس کے پاس طیارہ شکن توپوں سمیت آرٹلری کا زبردست ذخیرہ تھا۔ اس نے زبردست پیمانے پر لاجسٹک تیاریاں شروع کر دیں اس کے

پاس گوداموں کا ایک نیٹ ورک بھی تھا جس کا جنگل سے گزاری جانے والی سڑکوں کے ایک جال کے ذریعے ویٹ منہ کے زیر قبضہ علاقے میں واقع گوداموں سے رابطہ تھا۔ جب مون سون کی بارشوں میں گاڑیوں کا چلنا ناممکن ہوگیا تو سپلائی کیلئے ہزاروں قلی استعمال کیے گئے۔ فرانسیسی انٹیلی جنس کو ان تیاریوں کا علم تھا۔ نومبر میں ڈیگزیے بیورو نے گیاپ کی انفنٹری فوج کا کافی درست اندازہ پیش کیا یعنی 29 بٹالین' حقیقت میں وہ 28 بٹالین تھی۔ 27 دسمبر 1953ء کو فرانس کی فضائی فوٹو گرافی کی انٹیلی جنس نے کمیونسٹوں کی کل نفری کا اندازہ 49 ہزار لگایا جن میں سے 33 ہزار لڑاکا تھے۔ اس دوران جی ایم آئی کے گوریلے اور فرانسیسی پیراٹروپر دو اپریشن کر رہے تھے جن کے کوڈ نام ریگیٹا اور پولکس تھے۔ مقصد ویٹ منہ کی پیش قدمی کرتی ہوئی فارمیشنوں کا سراغ لگانا اور ان کی مواصلاتی لائنوں میں رکاوٹ ڈالنا تھا۔ ڈیم بین پھو کی طرف کمیونسٹ پیش قدمی کی اطلاع وہاں کے کمانڈر بریگیڈیئر جنرل کرسچن ڈی کاسٹریز کو دے دی گئی۔

دونوں آپریشنوں پر 5 ہزار کی نفری تعینات تھی جو 15 ہزار ویٹ منہ فوج کو مدد کرنے میں تو کامیاب ہوگئی لیکن فرانسیسی فضائی امداد کے باوجود ٹونکن میں ان کے سپلائی راستوں کو کاٹنے میں ناکام رہی۔ اس کی بڑی وجہ ویٹ منہ کے نیٹ ورک کا بہت بڑا حجم تھا جو چین کے اندر سے لے کر لانگ سون تک اور ڈین بین پھو سے بھی 800 کلومیٹر پرے تک پھیلی ہوئی سڑکوں اور پگ ڈنڈیوں پر مشتمل تھا۔ ان سڑکوں اور راستوں پر ہزاروں قلی روزانہ سینکڑوں ٹن رسد پہنچاتے تھے۔

ڈین بین پھو کا محاصرہ مارچ اور اپریل تک پھیل گیا۔ جنگ کے دوران گیریژن میں مزید 5 پیراشوٹ بٹالینز شامل کی گئیں جن میں ایک ویٹ نامی' ایک فارن لیجن اور تین فرانسیسی تھیں اس کے علاوہ 800 ویٹ نامیوں سمیت 1530 مزید فوجی شامل کیے گئے۔

اپریل کے آخر میں جی ایم آئی نے لاؤس سے شروع کیے جانے والے امدادی اپریشن ڈی میں حصہ لیا اس کے دو حصے تھے پہلا حصے جو ایک فارن لیجن اور تین لاؤسی بٹالینز پر مشتمل تھا۔ کرنل یویز گوڈارڈ کی قیادت میں مونگ سائی سے ڈین بین پھو کی طرف بڑھا۔ دوسرا کیپٹن جیکوئس ساسی کی قیادت میں شمال مغرب کی طرف بڑھا انہیں بعد میں ایک پیراشوٹ بٹالین اور 610 کمانڈوز کی کمک بھی مل گئی۔

کرنل گوڈارڈ کی فوج نے شروع میں اچھی پیشرفت کی اور ڈین بین پھو کی طرف آدھا فاصلہ طے کرلیا لیکن اس مقام پر انہیں ویٹ منہ کی 184 ویں رجمنٹ کا سامنا کرنا پڑا جس نے ان کا راستہ روک دیا۔ اس دوران سدوان اور مالو دستے الگ الگ مونگ پیو کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لیفٹیننٹ بریمیئر کی فوج کو مشرق اور میسنر کی فوج کو جنوب سے آنا تھا۔ میسنر کے پیچھے لیفٹیننٹ وانگ پاؤ اور اس کے کمانڈوز آرہے تھے۔ بریمیئر اور میسنیئر کو مونگ سو قصبے میں آکر ملنا تھا۔ بریمیئر

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

یکم مئی کو وہاں پہنچ گیا لیکن میسنیئر 6 دن بعد وہاں پہنچا اس وقت تک ڈین بین پھو پر قبضہ ہو چکا تھا اور چار دن بعد بریمیئر اور میسنیئر کو اپنی فوج پیچھے لے جانے کا حکم مل گیا۔

اس دوران جی ایم آئی کے مزید 2 اپریشن ڈین بین پھو میں محصور گیریژن پر سے دباؤ کم کرنے کیلئے جاری تھے۔ اپریشن کنڈور لاؤس کے صوبے پھونگ سالے کے وسط میں جبکہ اپریشن ولچر صوبے کے شمال اور مشرق میں کیا جا رہا تھا۔ ویٹ منہ نے صوبائی دارالحکومت پر حملہ کر دیا جس سے اپریشن کنڈور میں شامل فوج کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا تاہم ولچر کو کامیابی ہوئی جس نے ایک ڈراپ زون پر قبضہ کرلیا جہاں اس کا تعلق کیپٹن ڈی بازنس سر کے دستے سے قائم ہونا تھا۔ تاہم یہ دستہ اس مقام کے بجائے ڈین بین پھو پر اتارا گیا چنانچہ یہ فوج وہاں سے ہٹ گئی اور ڈین بین پھو سے باہر جنگ میں پھنسے 78 پیراٹروپرز کو وہاں سے نکلنے میں مدد دی۔

21 جولائی 1954ء کو جنیوا میں فرانس نے کمیونسٹوں سے جنگ بندی پر دستخط کئے اس کے کچھ ہی عرصہ بعد جی ایم آئی کو اپنے دستے نکال لینے کی ہدایت موصول ہوئی چنانچہ اس نے ہنوئی خالی کر دیا۔ لاؤس میں کیپٹن جیکوئس کو اپنے گوریلوں کو نہتا کرنے کا حکم دیا گیا مگر اس نے انکار کر دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت ہمونگ قبائلیوں کے موڈ کے پیش نظر ایسا کرنا ناممکن تھا۔ لیفٹیننٹ مارک گیرونیمی اپنے سانکسو دستے کے ساتھ لاؤس میں داخل ہوا اور سونگ سوئی پہنچ کر وہاں اڈہ قائم کرلیا۔ فوج کا کچھ حصہ تین لاؤسی یونٹوں' کمانڈوز 34' 35 اور 36 میں تقسیم کر دیا اور ان کی قیادت ہمونگ افسروں کو دے دی گئی۔ باقی ماندہ فوجوں کو خود حفاظتی گروپوں میں منقسم کر دیا۔ 7 اگست کو جی ایم آئی کی لاؤس میں متعین فوج وہاں سے نکال لی گئی البتہ 1500 فرانسیسی افسر اور دیگر اہلکار ملک میں ہی رہے۔ اگلے روز تینوں کمانڈوز یونٹوں پر ویٹ منہ کی باقاعدہ فوج نے حملہ کیا۔ یونٹوں کو پسپا ہونا پڑا اور اس دوران انہیں متعدد ریڈیو سیٹوں اور دو ہزار ہتھیاروں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ خود حفاظتی گروپ اپنے اسلحہ سمیت مونگ لان کے علاقے میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ ستمبر تک سانکسو کے دستہ کا وجود ختم ہوگیا۔

جی ایم آئی کی دوسری ٹیموں نے بھی انخلاء کا حکم ماننے سے انکار کر دیا جنیوا معاہدے کے تحت فرانس پر پابندی تھی کہ وہ گوریلا دستوں کو دوبارہ اسلحہ نہیں دیگا۔ لیفٹیننٹ کرنل راجر ٹرنکوائس نے امریکہ سے مدد مانگی مگر اس نے انکار کر دیا اس نے اپنے افسران بالا کی اجازت کے بغیر ''بالائی دریائے سرخ کی لبریشن کمیٹی'' قائم کر رکھی تھی جس کا مقصد ویٹ منہ کیخلاف اپریشن جاری رکھنا تھا چنانچہ اسے گرفتار کرلیا گیا اور دس دن حراست میں رکھا گیا۔

ٹونکن اور انام میں بعض قبائل بالخصوص نونگ اور مونگ کمیونسٹوں کے قبضہ سے آزاد جنوبی ویت نام کی طرف بڑھے اور دلت کے پہاڑیوں میں آباد ہو گئے۔ ٹونکن کے پہاڑی قبائل جن میں ھمونگ اور تائی شامل تھے مجبور تھے کہ اپنی جنگ جاری رکھیں یا پھر سرحد عبور کر کے لاؤس کی طرف

فرار ہو جائیں۔ کمیونسٹوں نے بھاری فوج اکٹھی کر لی تھی۔ ان کے پاس 31 بٹالین اور 17 کمپنیاں تھیں۔ ستمبر 1957ء میں کمیونسٹوں کے ہفت روزہ جریدے ''کوروز ڈوئی بنان ڈان'' نے لکھا کہ جولائی 1954ء سے لے کر اپریل 1956ء تک 130 گوریلے ہلاک اور 300 گرفتار کیے گئے جبکہ 4336 قبائلیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

آخری فرانسیسی دستہ اپریل 1956ء میں ہندچینی سے نکل گیا۔ سال کے آخری حصہ میں جنوبی ویت نام کے ریڈیو آپریٹروں کو فرانسیسی میں ایک پیغام ملا جس میں مدد کی پرزور اپیل کی گئی تھی۔ پیغام یہ تھا سور کے بچو، ہماری مدد کرو' کچھ گولہ بارود پیراشوٹ کے ذریعہ روانہ کرو تا کہ ہم لڑتے ہوئے مرسکیں' جانوروں کی طرح ذبح نہ ہوں۔

جی ایم آئی کے خاتمے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جی سی ایم اے/جی ایم آئی کے بعض افسر فرار ہو کر ویٹ منہ سے جا ملے۔ ان میں سے ایک کیپٹن بین ہیوٹ تھا وہ جنگ عظیم دوئم کے زمانے میں فرانس کی کمیونسٹ مزاحمتی تحریک میں شامل رہ چکا تھا۔ 1952ء میں اسے سائیگون میں ایک تحقیقاتی عدالت میں پیش ہونے کا حکم دیا گیا جس کا مقصد زمانہ جنگ میں اس کی کمیونسٹ مزاحمتی تحریک میں دی گئی خدمات کے حوالے سے پوچھ گچھ کرنا تھا لیکن وہ پیش ہونے کے بجائے ٹونکن کے شہر لوک نام کو فرار ہو گیا اور وہاں خود کو ویٹ منہ کے حوالے کر دیا۔

دوسرا منحرف کیپٹن فرانکسکے رچومینٹ تھا جو لاؤس میں 1946ء کے دوران گار کمانڈر تھا اور بعد میں وسطی انام کے علاقے میں جی سی ایم اے میں خدمات انجام دیتا رہا تھا۔ اس کے بارے میں اطلاع تھی کہ وہ ستمبر 1952ء کے کسی معرکے میں مارا گیا۔ بین ہیوٹ کی طرح وہ بھی کمیونسٹ مزاحمتی تحریک میں شامل رہ چکا تھا۔ بظاہر جی سی ایم اے کے بعض افسروں کی کمیونسٹوں سے ہمدردی کا علم ان کے افسران بالا کو تھا اور انہیں سزا دینے کا بھی فیصلہ کر لیا گیا تھا۔

جہاں تک رچوینٹ کا معاملہ تھا' جی سی ایم اے کے ایک وارنٹ افسر کو حکم دیا گیا کہ اسے گولی مار دی جائے۔ اس نے حکم پر عمل کیا لیکن رچومینٹ تیز نکلا اس نے پہلے گولی چلا دی افسر زخمی ہو گیا اور رچومینٹ فرار ہو گیا بعد میں اس نے خود کو ویٹ منہ کے حوالے کر دیا۔

ایک خاص طور پر دلچسپ معاملہ جی سی ایم اے کے ایک گمنام افسر کا ہے جو 15 جنوری 1954ء کو منحرف ہو گیا تھا۔ کمیونسٹوں کیلئے وہ بہت قیمتی تھا کیونکہ وہ روسی جاسوسی کے امور کا ذمہ دار تھا۔ ہندچینی کی پہلی جنگ کے خاتمے کے بعد وہ شمالی ویت نام میں رہا جہاں ایک امریکی صحافی نے اس سے انٹرویو کیا۔ اس میں اس نے انکشاف کیا کہ منحرف ہونے کے بعد اس نے ویٹ منہ کو مشورہ دیا تھا کہ ڈین بین پھو میں فرانسیسی فوج کو متوقع حملے کا علم ہے۔ جنرل گیاپ کے ہیڈ کوارٹر جا کر اس نے حملے کا فرانسیسی منصوبہ اس کے حوالے کر دیا چنانچہ ویٹ منہ نے اپنا حملہ ملتوی کر دیا۔ جی سی ایم

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

اے اور جی ایم آئی نے اپنے تین سالہ دور میں جو نتائج حاصل کیے اس پر مختلف آرا ہیں۔ بلاشبہ جی سی ایم نے بڑی محنت سے پہاڑی قبائل کو منظم کرنے اور انہیں تربیت دینے کا کام کیا لیکن اس کے وسائل محدود تھے۔ اسلحہ اور خوراک کی فراہمی کے مسائل درپیش تھے۔ اس کے علاوہ ساتھ دینے والے قبائلی سرداروں کے اپنے محرکات تھے۔ بعض اوقات ویٹ منہ سے لڑنے کی خواہش کے بجائے ان کے سامنے ذاتی مفادات ہوتے تھے۔

ڈگلس پورچ نے اپنی کتاب ''دی فرنچ سیکرٹ سروسز'' میں ڈیو وان لانگ کی عمدہ مثال پیش کی ہے جو ٹونکن میں تائی فیڈریشن کی اقلیتی سفید تائی برادری کا لیڈر تھا۔ تائی وفاق میں ایک لاکھ سیاہ تائی اور پچاس ہزار ہمونگ بھی آباد تھے اس کے گوریلا دستے نے ویٹ منہ کیخلاف اپریشن تو کم ہی کیے اس کے بجائے وہ زیادہ تر بلیک تائی آبادی میں مخالف کو کچلنے میں ہی مصروف رہا اس کے ظلم وستم پر اس کے اور فرانسیسیوں کیخلاف سخت ردعمل ہوا۔ اسی طرح ہمونگ بھی اس سے ناراض تھے کیونکہ وہ انہیں اپنی افیم کی پیداوار کم قیمت پر اپنے ہاتھ فروخت کرنے کیلئے مجبور کرتا تھا چنانچہ ڈین بین پھو کے محاصرے میں ان دونوں گروہوں نے ویٹ منہ کو گائیڈ اور قلی اور فراہم کر کے اس کی مدد کی۔

ویٹ منہ کیخلاف گوریلا دستوں کی کارکردگی اس لئے متاثر ہوئی کیونکہ وہ اپنے علاقوں سے باہر جا کر لڑنے پر تیار نہیں تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ وہ سب ان پڑھ تھے اس لئے مطلوبہ انٹیلی جنس معلومات بھی صحیح طور پر اکٹھے کرنے کے اہل نہیں تھے۔ ناقدین نے لکھا ہے کہ جی سی ایم اے اور اس کے گوریلا دستے ویٹ منہ کی سپلائی لائن کو' جو لانگ سون اور ڈین بین پھو کے درمیان 800 کلو میٹر تک پھیلی ہوئی تھی' موثر طریقے سے نہیں کاٹ سکے لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ جنرل گیاپ نے اس مواصلاتی لائن کے تحفظ کیلئے خاصے وسائل صرف کیے تھے اور یہ کہ گوریلا دستے گوریلا جھڑپوں کیلئے تیار کیے گئے تھے' کسی بڑی معرکہ آرائی کیلئے نہیں نیز گوریلا دستوں نے کئی مواقع پر کمیونسٹوں کے عقب میں کامیاب کارروائیاں کیں جن کے نتیجے میں کمیونسٹوں کے خاصے یونٹ اپنے علاقوں میں محدود ہو کر رہ گئے جو دوسری صورت میں فرانس کی باقاعدہ فوج سے معرکہ آرا ہو سکتے تھے۔

❁ ❁ ❁

چوتھا باب

ملایا

1948ء-1958ء

جب فرانس ویت نام میں ویت منہ سے برسر پیکار تھا تو اسی زمانے میں برطانیہ اپنے نوآبادیاتی تاج میں جڑے ایک ہیرے کو درپیش خطرے کا سامنا کر رہا تھا۔

جزیرہ نمائے ملایا جس کے شمال میں تھائی لینڈ ہے جنوب میں سنگاپور تک 500 میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں خلیج تھائی لینڈ اور بحیرہ جنوبی چین ہیں۔ جنوب اور مغرب میں سنگاپور، آبنائے ملاکا اور انڈونیشیا ہیں۔ جنوب مشرق میں بورنیو کا جزیرہ ہے جس پر صباح، سراواک، برونئی اور انڈونیشیا کی ریاست کلیمنتان واقع ہیں۔

جزیرہ نما زیادہ تر پہاڑی علاقہ ہے جس پر شمالاً جنوباً کئی پہاڑی سلسلے ہیں ان میں سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ 300 میل لمبا ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے 7 ہزار فٹ ہے ان کے ساتھ نشیبی ساحلی علاقے ہیں جو مغرب میں خاصے گنجان آباد اور مشرق میں دلدلی علاقوں اور گھنے جنگلات کی پٹیوں پر مشتمل جزیرہ نما کا ساٹھ فیصد حصہ جنگلات پر مبنی ہے۔ بیشتر جنگلات سدا بہار اور بارانی ہیں موسم گرم اور مرطوب ہے جو مون سون کے زیر اثر ہے۔ مون سون کی ہوائیں جون سے اکتوبر تک جنوب مغرب سے اور نومبر سے مارچ تک شمال مشرق سے چلتی ہیں۔

ملایا میں برطانوی پہلے پہل 1819 میں آئے جب انہوں نے سنگاپور میں اپنی نوآبادی قائم کی۔ 1867ء تک انہوں نے ملاکا، سنگاپور اور پینانگ پر مشتمل نوآبادی قائم کر لی تھی۔ 1867ء میں ملایا کی چار ریاستوں میں سے ہر ایک پر اس کا بادشاہ حکمران جبکہ ہر ریاست میں برطانوی سیاسی مشیر تھا ان میں پاہانگ، میگری سمبلان، سیلانگور اور پیراک کی فیڈریشن، جوہور، کیداہ، پرس، کیلنتان اور ترنگانو شامل تھیں۔ 1890ء کی دہائی کے بعد سے برطانیہ نے ملائشیا میں بھاری سرمایہ کاری کی اور ربڑ کی کاشت اور ٹین کی کان کنی کو فروغ دیا جو ملک کی بڑی برآمدات بن گئے اس نے سیاہ مرچ، چمڑا

رنگنے کے عرق، تمباکو اور پام آئل کی پیداوار کی حوصلہ افزائی بھی کی اور ملک کے انفراسٹرکچر کو بھی ترقی دی، درختوں کے ذخیروں اور کانوں کا تعلق شہروں اور بندرگاہوں سے جوڑنے کیلئے سڑکوں اور ریلوں کا جال بچھایا۔ بیسویں صدی کا آغاز میں ملایا قدرتی ربڑ اور ٹین کا دنیا بھر میں سب سے بڑا برآمد کنندہ ملک بن چکا تھا۔

1911ء تک ملک کی آبادی متنوع نسلوں پر مشتمل تھی۔ 60 فیصد ملائی نسل کے لوگ تھے باقی زیادہ تر چینی اور تامل تھے۔ تاملوں کو ربڑ کے باغات میں کام کرنے کیلئے جنوبی بھارت سے لایا گیا تھا۔ چینی جن کی آبادی 1940ء میں کئی ملین تھی، خوشحال تھے اور ملک بھر میں تجارت اور کاروبار کے بیشتر حصہ پر ان کا کنٹرول تھا۔ اس کے علاوہ جنگلات میں پچاس ہزار قدیم نسل کے لوگ آباد تھے۔ ان کی تین اقسام تھیں شمال اور شمال مشرق میں نیگریتوس تھے جن کے قد چھوٹے، رنگت گہری اور جسم بالدار تھے، خانہ بدوش طرز زندگی رکھنے والے یہ لوگ جڑی بوٹی اور جنگلی جانور کھا کر گزارا کرتے تھے۔ وسطی ملایا میں سینوئی تھے ان کی رنگت قدرے صاف، بال گھنگھریالے تھے۔ یہ جھونپڑیوں میں رہتے فصلیں اگانے اور شکار کرتے تھے۔ جنوب میں وہ لوگ آباد تھے جن کو ماہرین ابتدائی ملائی باشندے کہتے ہیں یہ ملائیوں سے مشابہت رکھتے تھے لیکن بولی مختلف تھی۔

دسمبر 1941ء میں جاپان نے ملایا پر حملہ کر دیا جس کی فوج برطانوی ہندوستانی اور آسٹریلوی فوجوں کو روندتی ہوئی پورے جزیرہ نما پر قابض ہوگئی۔ ادھر سمندر میں 10 دسمبر کو جاپانی تارپیڈو بمباروں نے ایچ ایم ایس ری پلس اور پرنس آف ویلز نامی دو جنگی جہاز تباہ کر کے برطانیہ کی رائل نیوی کو زبردست نقصان پہنچایا۔ 15 فروری 1942ء کو سنگاپور کی گیریژن نے ہتھیار ڈال دیئے اور برطانیہ کے ناقابل تسخیر ہونے کا تصور ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔

ملایا میں جاپانی قابض فوجوں کی مزاحمت زیادہ تر کمیونزم کے پیروکاروں کی طرف سے ہوئی جسے یہاں چینی کمیونسٹ پارٹی نے 1920ء کی دہائی میں متعارف کرایا تھا۔ 1928ء میں یہاں نیانگ (جنوبی سمندر) کمیونسٹ پارٹی بنائی گئی مگر اسے زیادہ پذیرائی حاصل نہیں ہو سکی۔ اسے توڑ دیا گیا اور دو برس بعد ملائیشین کمیونسٹ پارٹی (ایم سی پی) بنائی گئی۔ 1930ء کی دہائی میں رونما ہونے والے عالمی مندے کے دوران جس سے ملایا بھی متاثر ہوا۔ پارٹی کو ملک میں کمیونزم کے فروغ میں کچھ کامیابی ہوئی اور 1939ء میں اس کے ارکان کی تعداد 39 ہزار ہوگئی جن میں سے آدھے سنگاپور میں تھے۔

1939ء میں جنگ شروع ہونے پر اور یہ کہتے ہوئے کہ وہ جرمنی کے ساتھ ہے، کمیونسٹ پارٹی نے برطانیہ مخالف مہم شروع کر دی لیکن جون 1941ء میں جب روس نے جرمنی پر حملہ کر دیا تو اس نے پالیسی بدل دی۔ ماسکو اور پیکنگ سے ملنے والے احکامات پر پارٹی نے اپنے سیکرٹری جنرل

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

لوئی ناک کی سربراہی میں وفاقی حکومت کو تعاون کی پیشکش کی۔ اس کے جواب میں حکومت نے جیلوں میں بند تمام کمیونسٹ رہا کرنے کا اعلان کر دیا۔ 15 افراد منتخب کر کے سنگاپور بھیجے گئے جنہیں وہاں سپیشل ٹریننگ سکول 101 میں تربیت دی گئی۔ یہ سکول اورینٹل مشن کے تحت تھا جو سپیشل آپریشنز ایگزیکٹو (ایس او ای) کا سنگاپور میں ادارہ تھا۔ یہ افراد تربیت لے کر واپس لوٹے اور جنگلوں میں غائب ہو گئے۔ ان کے ساتھ کئی برطانوی اہلکار بھی تھے۔ ان میں سے چند ایک زندہ بچے جن میں میجر فریڈی سپنسر چیپ مین بھی تھا۔ جاپانی حملے کے بعد پیدا ہونے والی ابتری کے ابتدائی دور میں جنگل جانیوالے گوریلوں کا کمیونسٹ پارٹی کے سنگاپور میں قائم ہیڈ کوارٹر سے رابطہ ٹوٹ گیا تاہم چند ماہ میں یہ رابطہ بحال ہو گیا اور گوریلوں کو ایک مربوط فوج میں بدل دیا گیا اسے ملاین پیپلز اینٹی جاپانیز آرمی (ایم پی اے جے اے) کا نام دیا گیا۔ اس کی 8 رجمنٹس تھیں جن میں شامل گوریلوں کی تعداد 7 ہزار تھی۔ نہایت خفیہ شہری تنظیم ملاین پیپلز انٹی جاپانیز یونین (ایم پی اے جے یو) اسے رسد، رضا کار 'فنڈز اور جاسوسی کی اطلاعات پہنچاتی تھی۔

1943ء میں ایس او ای کی ایشیا اور مشرق بعید کی شاخ' فورس 136 کا ایم پی اے جے اے سے رابطہ قائم ہو گیا۔ اس کا ہیڈ کوارٹر کولمبو میں تھا۔ 4 اگست کو فورس 136 کا ایک افسر میجر جان ڈیوس ایک آبدوز کے ذریعے ملایا کے مغربی ساحلی شہر تجونگ ہانٹو پہنچا۔ اس نے سیگاری کے جنگل میں اپنا کیمپ قائم کیا اور گوریلوں سے' بالخصوص ان کے ایک سینئر نمائندے اونگ بون ہوا سے رابطے کی کوشش کی۔ اسے اس کے ساتھی چن پنگ کے نام سے بلاتے تھے۔ اس نے 1940ء میں 18 سال کی عمر میں کمیونسٹ پارٹی میں شمولیت اختیار کی تھی اور آخر وہ پیراک کی سیاسی کمیونسٹ پارٹی کا سیکرٹری بن گیا تھا۔ جاپانیوں کیخلاف اس کی خدمات پر برطانیہ نے اس سے اظہار تشکر کیا اور اسے ایک ایوارڈ بھی دیا جو اس نے کبھی وصول نہیں کیا۔

ڈیوس کے ساتھ ایک اور برطانوی افسر بھی آ گیا جس کے بعد فورس 136 نے گوریلا تحریک کو اسلحہ' آلات اور تربیت کی فراہمی شروع کر دی۔ 1945 تک گوریلا ایک زبردست تربیت یافتہ اور اچھی طرح مسلح قوت بن چکے تھے۔ سال کے آخر میں جاپان کے ہتھیار ڈالنے اور برطانوی فوج کی ملایا میں واپسی کے بعد گوریلا تحریک کو سرکاری طور پر توڑ دیا گیا اور اس نے اپنا اسلحہ حکام کے حوالے کر دیا۔

ملایا پر برطانوی راج کی بحالی کے بعد ایک تجویز سامنے آئی کہ سنگاپور کو چھوڑ کر باقی تمام ملائی ریاستوں کو ملا کر ایک یونین تشکیل دی جائے اس تجویز کی ملائی آبادی نے سخت مخالفت کی جو یہ سمجھتے تھے کہ اس سے ریاستوں کی انفرادی خودمختاری کم ہو جائے گی اور غیر مسلموں کو شہریت اور سیاسی حقوق مل جائیں گے۔ چنانچہ 1946ء میں یونائیٹڈ ملائیز نیشنل آرگنائزیشن (یو ایم این او) کا قیام

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

عمل میں آیا۔ ہڑتالوں' مظاہروں اور بائیکاٹ کی تحریکوں سے مجبور ہو کر برطانوی حکومت نے یو ایم این او سے مذاکرات کی راہ اختیار کی۔ آخر 1948ء میں ملایا کا وفاق قائم کر دیا گیا جس کے تحت تمام ریاستیں متحد کر دی گئیں' ملائی شہریوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی اور ریاستی سلاطین کی حیثیت برقرار رکھی گئی۔

ان واقعات سے چینی آبادی بالخصوص ملائی کمیونسٹ پارٹی کو بڑی تشویش ہوئی۔ کمیونسٹ پارٹی نے اپنے مقاصد کیلئے مسلح جدوجہد کرنیکا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے فوجی بازو کو متحرک کیا اور اس کا نام بدل کر ملایشن پیپلز اینٹی برٹش آرمی (ایم پی اے بی اے) رکھ دیا۔ بعدازاں اس کا نام پھر بدل کر ملاین پیپلز لبریشن آرمی (ایم آر ایل اے) رکھ دیا۔ 1948ء کے وسط تک اس کے پاس 4 سے 5 ہزار تک تجربہ کار گوریلے تھے۔ ایم آر ایل اے کو 8 رجمنٹوں میں منظم کیا گیا جن میں سے ہر ایک کے پاس 200 سے 700 گوریلے تھے جو کئی کیمپوں میں مقیم تھے۔ ان میں سے سب سے بڑے کیمپ میں 600 گوریلے رہ سکتے تھے۔ ہر کیمپ میں بیرکس' کلاس روم' انتظامی دفاتر' باورچی خانے' لیٹرینیں اور غسلخانے تھے۔ کیمپ کے ہر طرف چار چار سو گز کے فاصلے پر خفیہ نگران چوکیاں تھیں۔ یہ طے تھا کہ حملہ ہونے کی صورت میں کیمپ خالی کر دیا جائیگا۔ اس مقصد کیلئے فرار کے راستے پہلے ہی تیار تھے۔ دو رجمنٹس جوہور میں مقیم تھیں اور دو پاھانگ میں جبکہ باقی چار سیلانگور' نگری سمبلان' پیراک اور کیداہ میں تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ آزاد ذیلی یونٹ بھی تھے جو کسی مخصوص جگہ پر قیام پذیر ہونے کے بجائے اپنے اپنے علاقوں میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔

ایم آر ایل اے کے پاس زمانہ جنگ کے حاصل کردہ اسلحہ کی اچھی خاصی مقدار تھی۔ جب ایم پی اے جے اے کو 1945ء میں توڑ دیا گیا تھا تو گوریلوں کو اسلحہ حکومت کے حوالے کرنے کے عوض 350 ملائی ڈالر فی کس معاوضہ ملا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے بڑی مقدار میں وہ اسلحہ چھپا دیا تھا جو فورس 136 نے ہوائی جہازوں کے ذریعے گرایا تھا۔ اس اسلحہ کے بارے میں انہوں نے یہ بہانہ بنایا کہ یہ نہ جانے کہاں جا گرا' انہیں نہیں مل سکا۔ نیز انہوں نے ہتھیار ڈالنے والے جاپانیوں سے بھی کافی اسلحہ حاصل کیا تھا۔

ایم آر ایل اے نے پہلا حملہ پیراک ریاست کے دارالحکومت اپیوہ سے 18 میل دور سنگی سپوٹ کے مقام پر کیا۔ 16 جون کو رات ساڑھے آٹھ بجے تین چینی نوجوان بائیسکل پر شہر کے مشرق میں ربڑ کے باغ ایلفل اسٹیٹ کے دفتر آئے اور منیجر آرتھر واکر کو قتل کر دیا۔ نصف گھنٹہ بعد وہاں سے 10 میل دور بارہ مسلح چینیوں نے سنگی میوٹ کی اسٹیٹ کے دفتر کا محاصرہ کر کے منیجر جان ایلی سن اور اس کے نائب ایان کریچن کو گولی مار دی۔ تیسرا حملہ سنگی سپوٹ کے نزدیک کمونگ کے مقام پر ہوا لیکن اس کا منیجر اپنی گاڑی خراب ہونے کے باعث وقت پر دفتر نہیں پہنچ سکا تھا اس لئے بچ گیا۔

اگلے روز دوسرے حملوں کی اطلاعات دارالحکومت کوالالمپور پہنچنے لگیں۔ جوہور میں وولزا سٹیٹ پر پہنچ کر پانچ گوریلوں نے اس کے مزدوروں کے چینی انچارج کو حکم دیا کہ وہ ہر مزدور سے 50 سینٹ فی ہفتہ وصول کر کے انہیں بھتہ دے۔ اس نے انکار کیا تو درخت سے باندھ کر بیوی بچوں کے سامنے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ گوریلے اتنے بے خوف تھے کہ انچارج کی بیوی کو ان کے سربراہ نے اپنا نام بھی بتا دیا جو گوہ پنگ تن تھا۔

اس دوران جوہور باہرو شہر کے نزدیک سینائی اسٹیٹ میں بھی اس کے مزدوروں کے چینی انچارج کو 10 گوریلوں نے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ربڑ اگانے والوں کے گھروں پر بھی حملے کیے گئے۔

ان حملوں پر حکام کا ردعمل سست تھا۔ پچھلے برس پورے ملک میں ربڑ کے باغات اور ٹین کی کانوں میں کمیونسٹوں کی طرف سے 300 سے زائد منظم ہڑتالیں کرائی گئی تھیں اور جنوری 1948ء میں پولیس نے مسلح مظاہرین کے ایک جلوس پر گولی چلا کر 7 افراد کو ہلاک کر دیا تھا۔ کشیدگی اس وقت سے بڑھ رہی تھی جس پر ربڑ کاشت کرنے والوں نے وفاقی حکومت اور ہائی کمشنر سر ریڈ دوڑ جینٹ کو اپنی تشویش سے آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن ہائی کمشنر نے انہیں کہا کہ وہ خوف و ہراس پھیلا رہے ہیں اور تحفظ فراہم کرنے کیلئے ان کی درخواست مسترد کر دی حتیٰ کہ ایک تجربہ کار سینئر فوجی انٹیلی جنس افسر کرنل جان ڈیلیے کی وہ رپورٹ بھی ہائی کمشنر کو متحرک کرنے میں ناکام رہی جس میں اس نے ایم آر ایل اے کی حقیقی قوت کے درست اندازے پیش کئے تھے اور فوری مسلح بغاوت کے خطرے سے بھی خبردار کیا تھا۔ 17 جون کو اس نے کہا کہ وہ پیراک اور جوہور کے بعض مخصوص علاقوں ہی میں ایمرجنسی نافذ کریگا۔ اخبارات اور عوام کے شدید احتجاج پر آخر اس نے 23 جون کو پورے ملک میں ایمرجنسی لگا دی جس کے تحت حکام کو کرفیو لگانے' تلاشی اور گرفتاری کے اختیارات دیئے گئے۔

16 جون کو حملے کرنے کا فیصلہ چند ہفتے قبل ملائی کمیونسٹ پارٹی کے پولٹ بیورو کے ایک خفیہ اجلاس میں کیا گیا تھا۔ یہ اجلاس نینونگ اور راؤب کے شہروں کے درمیان جنگل میں ہوا تھا جس میں 50 سینئر ممبروں نے شرکت کی۔ ان میں پارٹی کا ڈپٹی سیکرٹری جنرل ہیگ کوڈ' کک' سینئر کمانڈر برائے جنوبی ملایا ہورلنگ' لاؤفاٹ' پروپیگنڈہ سیکرٹری عثمان چائنا اور دیگر عہدیدار شامل تھے۔ اجلاس کی صدارت پارٹی کے سیکرٹری جنرل چن پینگ نے کی۔ اگلے چار دنوں میں اس نے ملایا پر کمیونسٹ قبضے کی حکمت عملی ترتیب دی جو چین پر ماؤزے تنگ کے قبضے کی حکمت عملی کی بنیاد پر تھی۔

حکمت عملی کے تین مرحلے تھے۔ پہلے مرحلے میں ربڑ کے باغات اور ٹین کی کانوں اور قصبوں اور دیہات میں پولیس اور حکومتی ملازموں پر حملے شامل تھے۔ مقصد یہ تھا کہ حکام ان علاقوں کو خالی کر دیں اور کمیونسٹ پارٹی ان پر آزاد علاقوں کے طور پر قبضہ کر لے دوسرے مرحلے میں اڈے قائم

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

کیے جانے تھے جہاں پہلے مرحلے کی کامیابی سے متاثر ہو کر بھرتی ہونے والوں کی تربیت کی جاتی تاکہ گوریلا فورس میں اضافہ کر کے تیسرے اور حتمی مرحلے کی تیاری کی جائے۔ اس مرحلے میں آزاد علاقوں سے ایم آر ایل اے کی فوجیں شہروں اور دیگر اہم اہداف مثلاً ریلوے تنصیبات وغیرہ پر حملے کرتیں جس کے بعد چین کی مدد سے برطانوی فوج کے ساتھ جنگ کی جاتی۔

چن پنگ کو احساس تھا کہ یہ ایک لمبا کام ہے چنانچہ اس نے پیش گوئی کر دی تھی کہ کمیونسٹ پارٹی کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں دس برس کا عرصہ لگ سکتا ہے۔

پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کو واضح توقع تھی کہ بالخصوص حتمی مرحلے میں چین اس کی مدد کریگا لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ ماؤزے تنگ چیانگ کائی شیک کے قوم پرستوں کو کچلنے میں بری طرح مصروف تھا۔ وہ کسی قسم کی امداد فراہم کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ ملائی کمیونسٹ پارٹی کو اپنی لڑائی خود ہی لڑنا تھی تاہم اسے زمانہ جنگ کی خفیہ تنظیم ایم پی اے جے یو جس کا نام اب من یوین رکھ دیا گیا تھا' سے مدد مل سکتی تھی۔ اس کے ارکان ملک بھر کی چینی برادری میں پھیلے ہوئے تھے اور ان میں دولت مند تاجروں سے لے کر عام ملازموں تک سب ہی شامل تھے۔ اس کے ارکان کی تعداد کے بارے میں اڑھائی سے 5 لاکھ تک کا اندازہ تھا۔

من یوین' ملائی کمیونسٹ پارٹی اور ایم آر ایل نے پورے ملک میں پیغام رسانی کا ایک نظام قائم کر رکھا تھا۔ حکومت کی طرف سے ریڈیو سیٹوں پر پابندی کے باعث نیز ملک کی جغرافیائی صورتحال ریڈیو سگنلز کی راہ میں رکاوٹ تھی اس لئے یہی ان کیلئے بہتر متبادل تھا۔ پیغام رساں جنگلوں میں سفر کرتے اور وہاں احتیاط کے ساتھ کیموفلاج کیے گئے لیٹر بکسوں میں پیغامات ڈالتے اور وہاں سے لگا لیتے۔ ہر پیغام رساں کو صرف ان لیٹر بکسوں کا علم ہوتا جو اس کے روٹ پر ہوتے۔ ان کی آمد و رفت کا شیڈول اس طرح سے ہوتا کہ ان کی آتے جاتے آپس میں کبھی ملاقات نہیں ہوتی تھی تاہم یہ انتظام بہت سست تھا اور پیغامات کو منزل تک پہنچتے پہنچتے مہینے لگ جاتے۔

یاہانگ کانفرنس میں شریک پروپیگنڈہ ماہر عثمان چائنا نے بعدازاں سپیشل برانچ کے ایک افسر کو بتایا کہ کمیٹی کے ارکان اتنے پراعتماد تھے کہ ان کے ذہن میں ناکامی کا کوئی تصور ہی نہیں تھا تاہم حقیقت یہ تھی کہ مسلح جدوجہد کا آغاز پارٹی کو ختم ہونے سے بچانے کیلئے ایک مایوس کوشش تھی۔ ملک پر غلبے کیلئے پارٹی کی سیاسی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں نیز 1947ء میں پارٹی کو اس وقت دھچکا لگا جب اس کا سیکرٹری جنرل لوئی تاک پارٹی فنڈز سمیت غائب ہو گیا۔ بعدازاں اس کے جانشیں چن پنگ نے ملایا میں کمیونزم کے جڑیں نہ پکڑ سکنے کا سبب اس واقعے کو قرار دے دیا۔

اس وقت تک چن پنگ کو جس بات کا علم نہیں تھا وہ یہ تھی کہ لوئی تاک برطانویوں کا بہت پرانا ایجنٹ تھا۔ قومیت کے لحاظ سے وہ انامی تھا اور ہندچینی میں فرانسیسیوں کیلئے کام کرتا رہا۔ وہاں

سے وہ ہانگ کانگ اور پھر سنگاپور پہنچا اور برطانوی خفیہ ایجنسی ''سٹریٹس سیٹلمنٹس پولیس نیشنل برانچ'' میں ملازم ہو گیا۔ اس کے بعد وہ کمیونسٹ پارٹی میں گھس گیا اور ترقی کر کے سنٹرل کمیٹی کا رکن بن گیا۔ جنگ کے پورے عرصے میں وہ جاپانیوں کے ہاتھوں گرفتاری سے بچا رہا۔ ایک بار جب جاپانی خفیہ پولیس کمپی تائی نے کمیونسٹ پارٹی کے جس اجلاس پر حملہ کر کے اس کے بہت سے ارکان کو قتل کر دیا یہ اس اجلاس سے غیر حاضر تھا۔ جاپانیوں کے ہتھیار ڈالنے کے بعد اس نے دوبارہ کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری جنرل کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ پارٹی سرگرمیاں برطانوی کنٹرول میں رہیں اور ناکام ہوتی رہیں۔

1947ء کے شروع میں سنٹرل کمیٹی کے ایک رکن نے' جس کی جاپانیوں سے ساز باز رہ چکی تھی نے شبہ ظاہر کیا کہ لوئی تاک دشمن کا ایجنٹ ہے' اگرچہ وہ اس الزام سے بچ نکلا لیکن پارٹی کے انتہا پسندوں نے اس پر یہ الزام ضرور لگایا کہ وہ دائیں بازو کی پالیسی چلا رہا ہے۔ معاملے پر غور کیلئے 6 مارچ کو کمیٹی کا اجلاس بلایا گیا۔ خطرہ محسوس کرتے ہوئے سپیشل برانچ نے اسے منظر سے ہٹا دیا۔ جب پارٹی کا اجلاس ہوا تو وہ اس سے غیر حاضر تھا اور پارٹی فنڈ اور سپیشل برانچ سے ملنے والی رقم کے ہمراہ ہانگ کانگ جانے والے جہاز پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے وہ غائب ہو گیا بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا سراغ لگا کر ہلاک کر دیا گیا تھا لیکن اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

ملایا میں 1948ء میں برطانوی فوج چھ گورکھا بٹالینوں اور تین ملائی رجمنٹوں پر مشتمل تھی جو سب نامکمل تھیں اور مجموعی طور پر ان کے سپاہیوں کی تعداد چار ہزار تھی لیکن اس کے علاوہ سنگاپور اور ہانگ کانگ میں 2 گورکھا بٹالین اور سنگاپور اور پینانگ کے جزیرے پر 3 برطانوی یونٹ بھی دستیاب تھے۔ ملایا میں جو گورکھا یونٹ تھے وہ ہندوستان کی تقسیم کے بعد مارچ ہی میں وہاں پہنچے تھے۔ اس کی 10 گورکھا رجمنٹوں میں سے چھ وہیں رہیں جبکہ باقی چار یعنی دوسری' چھٹی' ساتویں اور 10 ویں گورکھا رائفلز برطانوی فوج میں شامل کر دی گئیں۔ فروری 48ء میں وہ ملایا روانہ ہوئیں جہاں دوسری گورکھا رائفلز کے علاوہ سب کو رکھا جانا تھا دوسری گورکھا رائفلز کا اڈہ سنگاپور میں بنایا گیا۔

بھارت سے روانگی سے قبل تمام گورکھا افسروں اور سپاہیوں کو بھارت ہی میں رہنے کا اختیار دیا گیا تھا اور کافی تعداد نے یہ اختیار استعمال کیا۔

ملایا میں پولیس کی نفری 10200 تھی جو تمام 9 ریاستوں اور پینانگ اور ملاکا کی نوآبادیوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ عددی کمی اور گرے ہوئے مورال کی شکار یہ پولیس پورے ملک کے معاملات نمٹاتی تھی۔ ہر ضلع اور شہر میں تھانے تھے۔ 16 جون کے پرتشدد واقعات کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ پولیس کے پاس افرادی قوت' اسلحہ اور آلات کی کمی ہے۔ دہشت گردوں کے حملے جاری رہنے سے پولیس کو اضافی افرادی قوت فراہم کرنے کی ضرورت واضح ہو گئی تھی۔

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM.COM

چنانچہ سپیشل کانسٹیبلری بنائی گئی جس کی تقریباً تمام تر بھرتی ملائی لوگوں سے کی گئی۔ اس کے جوانوں نے اسٹیٹس' کانوں اور اہم تنصیبات پر حفاظتی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ چند ہفتے بعد اس میں سینکڑوں نان کمشنڈ افسر شامل کیے گئے جو 1948ء کے آخر میں فلسطین سے برطانیہ کی واپسی کے بعد فلسطینی پولیس سے بلائے گئے تھے۔ چھ ماہ کے اندر اندر کانسٹیبلری کے سپاہیوں کی تعداد تیس ہزار ہو گئی تھی اور وہ دہشت گردی کیخلاف اہم کردار ادا کر رہی تھی۔ اس دوران گوریلوں کے حملے جاری رہے۔ 28 جون کو چالیس پچاس گوریلوں نے وسطی پاہانگ کے شہر کوالا کراؤ پر حملہ کر کے ٹیلی فون تار کاٹ دیئے اور تھانے پر ہلہ بول دیا۔ تھانے میں موجود تین سپاہیوں نے ان کا مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کو بھاری نقصان پہنچایا جو فرار ہو گئے۔ ایک سپاہی کی بیوی گولی لگنے سے مر گئی ان گوریلوں کے ایک گروہ نے کوالا کراؤ سے 20 میل دور جیرنٹوٹ کے شہر پر حملہ کیا' تھانہ نذر آتش کر دیا اور متعدد ملائی اور چینی اغوا کر کے جنگل کو فرار ہو گئے۔ اسی روز سیڈے ناک (جوہور) میں تھانے پر حملہ ہوا۔ مقابلے میں ایک گوریلا مارا گیا جس کے بعد حملہ آور فرار ہو گئے۔

12 جولائی کو سیوماہ نامی دہشت گرد کی زیر قیادت ایک بڑے گروہ نے سیلانگور میں باتو ارانگ کی کوئلے کی کان پر حملہ کیا۔ تھانے پر چڑھائی کی 5 افراد قتل کر کے کان میں زبردست تباہی مچانے کے بعد فرار ہو گیا۔ گوریلوں نے چند روز بعد کیلنتان میں گوا مسانگ اور اس کے نواحی گاؤں پلائی پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لیا اور چار روز بعد پولیس اور فوج کے وہاں پہنچنے کے بعد فرار ہو گئے۔ ان حملوں سے گوریلوں کے وسائل کا اندازہ ہوا۔

چار دن بعد کمیونسٹوں کو پہلے بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مخبر کی اطلاع پر سپرنٹنڈنٹ بل سٹافورڈ کی زیر قیادت 14 پولیس جاسوسوں کی ایک ٹیم نے کاجانگ کے نزدیک ایک وادی میں قائم تین جھونپڑوں کا محاصرہ کر لیا۔ ایک جھونپڑے کے اندر کمیونسٹ پارٹی کی فوجی کمیٹی کا چیئرمین اور گوریلا کمانڈر لاؤ ییئو اور دو گوریلے موجود تھے دوسرے جھونپڑوں میں پانچ عورتیں تھیں۔ ایک چھٹی عورت باہر موجود تھی جس نے اندر والوں کو پولیس کے آنے کی اطلاع دی۔ تینوں گوریلوں نے فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن انہیں گولی مار دی گئی۔ لاؤ اور ایک گوریلا مارا گیا' تیسرا زخمی ہو گیا۔ عورتوں کو جن میں لاؤ کی بیوہ بھی تھی اسلحہ اور نقشوں سمیت پکڑ لیا گیا۔

سٹافورڈ اور اس کی ٹیم وہاں سے واپس آ رہی تھی کہ ان پر 40 گوریلوں نے ہلکی مشین گنوں سے حملہ کر دیا۔ زبردست لڑائی ہوئی جس کے بعد حملہ آور فرار ہو گئے۔ اس ہنگامے میں لاؤ کی بیوہ فرار ہو گئی جبکہ باقی پانچ عورتیں کراس فائر میں ماری گئیں۔ سٹافورڈ اور اس کے آدمی دوبارہ اکٹھے ہو رہے تھے کہ پھر حملہ ہو گیا۔ اس لڑائی میں تین گوریلے مارے گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ لاؤ اور اس

کے دونوں ساتھی جو کمیونسٹ پارٹی کی ملٹری کمیٹی کے سینئر رکن تھے' کاجانگ پر قبضے کیلئے ایک بڑے منصوبے کو حتمی شکل دے رہے تھے۔ لاؤ قابل گوریلا کمانڈر تھا اس کی موت سے گوریلا تحریک پھر سنبھل نہیں سکی۔

چند روز بعد اس بات کا اندازہ ہوا کہ نہ صرف یہ کہ گوریلوں کے پاس کافی وسائل تھے بلکہ اس بات کی تصدیق بھی ہوگئی کہ ایم پی اے جے اے نے 1945ء میں اپنے توڑے جانے کے وقت برطانوی اسلحہ کی بھاری مقدار اپنے قبضے میں ہی رکھی تھی۔ ایک اور مخبر نے سٹافورڈ کو اطلاع دی کہ جس جگہ لاؤ ہلاک ہوا تھا' اس کے قریب اسلحہ کی بھاری مقدار موجود ہے' چنانچہ سٹافورڈ رات کو جنگل میں گیا اور زمین کھود کر اسلحہ کی بھاری مقدار وہاں سے برآمد کی۔ اس میں اسلحہ کے وہ سیل بند کنٹینرز بھی تھے جو برطانیہ کی فورس 136 نے پیراشوٹ کے ذریعے ایم پی اے جے کو پہنچائے تھے۔

اس دوران وفاقی حکومت میں اعلیٰ سطح پر تبدیلیاں ہوگئی تھیں۔ 29 جون 1948ء کو سرایڈورڈ جینٹ بطور ہائی کمشنر فارغ کر دیا گیا۔ اس کی سبکدوشی کرنل ڈیلے کی رپورٹ کی اس نقل کی وجہ سے عمل میں آئی جو جنوب مشرقی ایشیا کے کمشنر جنرل مالک میکڈونلڈ کو بھیجی گئی تھی۔ میکڈونلڈ نے جینٹ سے ملاقات کیلئے کوالالمپور روانہ ہونے سے پہلے یہ نقل لندن روانہ کر دی تھی۔ جینٹ نے اپنا یہ خیال بدلنے سے انکار کر دیا تھا کہ دہشت گرد ایک چھوٹا سا غیر منظم گروہ ہیں جس سے کوئی خاصا خطرہ لاحق نہیں ہے۔ ڈیلے کی رپورٹ پر لندن میں کالونیل آفس نے صورتحال پر از سر نو غور کیا اور میکڈونلڈ کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے جینٹ کو واپس بلا لیا۔ بدقسمتی سے چند روز بعد وہ لندن میں ایک فضائی حادثے میں ہلاک ہوگیا۔

نیا ہائی کمشنر ستمبر سے پہلے نہیں پہنچا۔ اس عرصے میں یہ تجویز آئی کہ ہائی کمشنر کسی سینئر فوجی افسر کو ہونا چاہئے لیکن میکڈونلڈ نے اسے مسترد کر دیا۔ آخر فلسطین کے سابق چیف سیکرٹری سرہنری گرنے کو ہائی کمشنر لگا دیا گیا۔

اس وقت تک کمیونسٹوں کیخلاف جنگ کی قیادت ملایا میں موجود فوج نے سنبھال لی تھی تاہم گرنے کو یہ احساس ہوا کہ جنگ سیاسی نوعیت کی ہے یعنی کمیونزم بمقابلہ جمہوریت' اس لئے اس کا حل بھی سیاسی تلاش کیا جانا چاہئے اور فوج اس میں تعاون کرے۔ حکومتی سیکرٹریٹ کے ایک اہم رکن رابرٹ تھامپسن نے بھی اس خیال کی حمایت کی۔

تب تک برطانوی' گورکھا اور ملائی فوجیوں پر مشتمل ایک خصوصی یونٹ فیرٹ فورس کے نام سے لیفٹیننٹ کرنل جان ڈیوس کی قیادت میں بنایا جا چکا تھا۔ اس نے قبائل کھوجیوں کی مدد سے جنگل جا کر گوریلوں کا سراغ لگانا شروع کیا اور انہیں خاصا نقصان پہنچایا۔ تاہم بدقسمتی سے فیرٹ گروپ پولیس اور فوج میں پالیسی اور طریقہ کار کے امور پر اختلافات کی نذر ہوگیا اور دسمبر 1948ء

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

میں اسے ختم کر دیا گیا۔

اپریل 1950ء میں جنرل سرہیرلڈ برگس کو ڈائریکٹر آف آپریشنز تعینات کیا گیا اور اسے دہشت گردوں کے مقابلے کیلئے منصوبہ بندی' کوآرڈی نیشن اور رہنمائی کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ ملایا میں اپنی آمد کے دو ہفتے کے اندر اندر اس نے پالیسی وضع کر لی جس نے کمیونسٹوں کو شکست دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

برگس پلان کا مقصد دہشت گردوں کو لاجسٹک اور انٹیلی جنس کے تمام وسائل سے الگ تھلک کر دینا تھا۔ اس کے چار اہداف تھے۔ آباد علاقوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا تاکہ سکیورٹی فورسز کو زیادہ اطلاعات مل سکیں۔ آباد علاقوں میں کمیونسٹ تنظیم کو توڑنا' دہشت گردوں کو خوراک اور اطلاعات کی فراہمی روک دینا اور انہیں سکیورٹی فورسز پر ان کے اپنے علاقے میں آکر حملوں پر مجبور کر کے تباہ کر دینا۔ برگس نے یہ منصوبہ بھی بنایا کہ جنگل کے کنارے جھونپڑوں میں رہنے والے چینی باشندوں کو جو زمینوں پر ناجائز طور پر قابض تھے' اپنے کنٹرول میں لایا جائے۔ کمیونسٹ آسانی سے ڈرا دھمکا کر ان سے خوراک' رقم اور اطلاعات حاصل کر لیتے تھے۔

رابطے کا نظام بہتر بنانے کیلئے برگس نے کئی انتظامی ادارے قائم کیے۔ قومی سطح پر وفاقی جنگی کونسل بنائی جس میں وہ خود' چیف سیکرٹری' کمشنر پولیس اور زمینی و فضائی افواج کے کمانڈر شامل تھے۔ ہر ریاست میں ایک جنگی انتظامی کمیٹی بنائی گئی جس میں وزیراعظم' چیف پولیس افسر اور بریگیڈ کا کمانڈر شامل تھا اس کے بعد ضلعی سطح پر بھی ایسی کمیٹیاں قائم کی گئیں۔

برگس کو انٹیلی جنس کی اہمیت کا اندازہ تھا اس نے ہدایت کی کہ سپیشل برانچ واحد انٹیلی جنس تنظیم ہوگی۔

ہر ضلع سے چینی ناجائز قابضین کی دوسرے مقامات پر منتقلی کا کام بہت خفیہ انداز سے انجام دیا گیا۔ پورے ملایا سے یہ چھ لاکھ چینی باشندے فوجی ٹرکوں پر لاد کر ان کیلئے بنائے گئے قلعہ بند دیہات میں منتقل کیے گئے۔ ہر خاندان کو نیا گھر جس میں بجلی تھی اور 800 مربع میٹر کا پلاٹ دیا گیا اس کے علاوہ دو ایکڑ کھیت بھی دیا گیا۔ ہر گاؤں میں ایک کلینک اور پولیس چوکی تھی۔ گاؤں کے دروازوں پر دن رات مسلح محافظ موجود ہوتے تھے جن میں داخلہ شناختی کارڈ دکھا کر ہی ہو سکتا تھا۔ ہر گاؤں کے اردگرد سات فٹ اونچی زنجیر دار باڑ تھی۔

اس عرصہ میں ملایا میں برطانوی فوج کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا۔ مختلف یونٹوں کے افراد کو جوہور بارو میں فار ایسٹ ٹریننگ سنٹر کے جنگلی لڑائی کے شعبے میں تربیت دی گئی کچھ عرصہ بعد یہ شعبہ خود ایک ادارہ بن گیا جس کو ''جنگل وار فیئر سکول'' کا نام دیا گیا۔

کوالالمپور میں ہیڈ کوارٹر کی کمان کے تحت ملک کو شمالی اور جنوبی ذیلی ضلعوں میں تقسیم کر دیا

گیا۔ شمالی ضلع کا ہیڈ کوارٹر پیراک کا شہر کمنگ اور جنوبی کا نیگری سمبلان کا شہر سیرمبان تھا۔ امپیریل جنرل سٹاف (سی آئی جی ایس) سرولیم کو احساس تھا کہ ملایا میں سکیورٹی فورسز دہشت گردوں کیخلاف جنگ نہیں جیت رہیں۔ اس نے مشرق بعید کیلئے زمینی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل سرجان ہارڈنگ کو لکھا کہ وہ کسی باصلاحیت افسر کا تقرر کرے جو یہاں صورتحال کا جائزہ لے کر اس کا حل نکالے۔ سی آئی جی ایس نے میجر مائیکل کیلورٹ کا نام تجویز کیا۔ وہ رائل انجینئرز کا افسر تھا۔

اگلے چھ مہینوں میں کیلورٹ نے پورے ملایا کا سفر کیا اور ساتویں مہینے کے بعد اس نے اپنی رپورٹ پیش کر دی اس نے خصوصی بغاوت کش یونٹ بنانے کی تجویز دی جو بہت اندر جا کر طویل عرصہ تک جنگ لڑ سکے اور جس کا مقصد صرف گوریلوں پر فتح پانا نہ ہو بلکہ وہاں کی قدیمی آبادی کا اعتماد حاصل کرنا بھی ہو۔ کیلورٹ کے اس نئے یونٹ کا نام' جو کوتا تنگی (جوہور) میں قائم تھا' سکواڈرن ملاین ۔سکاؤٹس (ایس اے ایس) رکھا گیا۔ اکتوبر میں اس نے اپنا پہلا اپریشن شروع کیا اور اس کے دستے دہشت گردوں کی تلاش میں جنگل کے اندر تک گھس گئے۔

جنوری 1951ء میں کیلورٹ نے دوسرا سکواڈرن بنایا۔ مارچ میں ملاین سکاؤٹ کو تیسرا سکواڈرن بھی مل گیا۔ کیلورٹ کو معلوم ہوا تھا کہ روڈیشیا ملایا میں بھیجنے کیلئے ایک سو کنی دستہ بنا رہا ہے۔ اس نے وہاں جا کر یہ تجویز دی کہ یہ دستہ اس کی فورس میں شامل کر دیا جائے۔ اس کی تجویز منظور کر لی گئی اور 29 مارچ کو روڈیشیا کا یہ سکواڈرن اسی فورس میں شامل کر لیا گیا۔ کچھ ہی دنوں بعد برطانیہ کے رضا کاروں پر مشتمل چوتھا سکواڈرن (ڈی) بھی ملایا پہنچ گیا۔ اپریل سے جولائی تک فورس نے پروسیک اور سن سیٹ کے نام سے دو اپریشن انجام دیئے۔

جولائی میں بیمار پڑ جانے کے باعث کیلورٹ برطانیہ چلا گیا اور اس کی جگہ کرنل جان سلون کو لگایا گیا۔ یہ بہت تجربہ کار قابل افسر تھا اس نے آتے ہی منصوبے میں انتظامی اور لاجسٹک امور کے حوالے سے پائی جانے والی کوتاہیاں دور کیں اور چاروں سکواڈرنوں کو آرام اور تربیت کی خاطر چھ ہفتے کیلئے سنگاپور بھیج دیا۔

تین ماہ بعد ایک واقعہ رونما ہوا جس کے ملایا میں دہشت گردوں کیخلاف جنگ پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں 50 گوریلوں کا ایک دستہ مشہور دہشت گرد سیو ماہ کی قیادت میں فریزر ہل کے علاقے کی طرف بڑھا جو پاہانگ کے علاقے کا مشہور تفریحی مقام ہے۔ 4 اکتوبر کو اس نے تفریحی مقام کو جانے والی تنگ سڑک پر گھات لگائی اور دو روز تک اسی طرح منتظر بیٹھا رہا۔ گاڑیاں آتی جاتی رہیں۔ سیو ماہ کو ایک فوجی قافلے کا انتظار تھا وہ اس پر حملہ کر کے اس کے اسلحے اور گولہ بارود پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

تیسرے دن دوپہر کو سیو ماہ اپنی فورس کو واپس لے جانے والا تھا کہ دو گاڑیاں نمودار

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

ہوئیں۔ پہلی لینڈ روور تھی جس میں 6 پولیس اہلکار تھے دوسری سیاہ رولز رائس تھی جس میں ہائی کمشنر سر ہنری گرنے اپنی بیوی اور پرائیویٹ سیکرٹری ڈی جے سٹیپلز کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ گوریلوں نے ان پر فائر کھول دیا۔ 5 پولیس والے زخمی ہو گئے لیکن چھٹا بچ گیا اس نے جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ چند سیکنڈ بعد ہائی کمشنر کار کا دروازہ کھول کر خاموشی سے گوریلوں کی طرف بڑھا لیکن گوریلوں نے فائرنگ کر کے اسے چھلنی کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سیو ماہ نے گوریلوں کو واپسی کا حکم دیدیا اور وہ سب جنگل میں روپوش ہو گئے۔

سکیورٹی فورسز نے فوری کارروائی کی۔ پرسوٹ کے نام سے اپریشن کے تحت ایک بڑی فورس ایئرفورس کی فضائی مدد کے ہمراہ گوریلوں کیخلاف کارروائی کی گئی جو دو ماہ جاری رہی جس میں 8 گوریلے مارے گئے۔

اپنے تین سالہ دور میں گرنے نے گوریلوں کیخلاف جنگ میں کئی اہم اقدامات کیے تھے۔ سرفہرست ملک بھر میں لازمی رجسٹریشن کا نفاذ تھا جس کے تحت ہر شخص کیلئے شناختی کارڈ رکھنا لازمی تھی جس پر اس کے انگوٹھے کا نشان بھی ہوتا تھا۔ گوریلے یہ شناختی کارڈ نہیں بنواتے تھے چنانچہ ان کی نقل و حرکت محدود ہو گئی۔ انہوں نے لوگوں کو شناختی کارڈ بنوانے سے باز رکھنے کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ برطانوی اصل میں لوگوں کو فوج میں جبری بھرتی کرنا اور بیگار لینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کئی فوٹو گرافر مار ڈالے اور رجسٹریشن ٹیموں پر حملے بھی کیے۔ ناکامی کے بعد انہوں نے جعلی شناختی کارڈ بھی بنوائے لیکن یہ آسانی سے پکڑے جاتے تھے۔

دوسرا اہم اقدام گوریلوں کی مخبری پر انعام کا اعلان تھا۔ مقصد یہ تھا کہ گوریلے انعام کے لالچ میں ہتھیار ڈال کر اپنے ساتھیوں کو پکڑوا دیں۔ بڑے گوریلا لیڈروں کو پکڑوانے کی بھاری قیمت مقرر تھی۔ چن پنگ کی قیمت 80 ہزار ملائی ڈالر تھی۔ جو شخص کسی گوریلے کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کرے' اس کیلئے بھی انعام مقرر تھا۔ اس کا فوری اثر ہوا۔ پیراک میں گوریلوں کی پانچویں رجمنٹ کے ڈپٹی کمانڈر نے اپنی بیوی سمیت خود کو تنگی راٹن کے تھانے میں پیش کر دیا اور بعدازاں اپنے گیارہ ساتھیوں کو بھی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کیا اور 12875 ملائی ڈالر کا انعام حاصل کر لیا۔

گرنے کے قتل کے بعد اکتوبر میں ایک اہم واقعہ ہوا' جب ملائی کمیونسٹ پارٹی نے اپنے پولٹ بیورو کی ایک کانفرنس منعقد کی اس میں چین کی پیپلز لبریشن آرمی کے افسر بھی شریک ہوئے۔ اس وقت تک سکیورٹی فوجوں کیخلاف کامیابی حاصل کرنے کے باوجود کمیونسٹ عوام کی حمایت حاصل نہیں کر سکے تھے۔ پنگ نے کہا کہ دہشت گردی کی وجہ سے لوگ ان سے دور ہو گئے ہیں اس لئے اب یہ کارروائیاں بند کر دی جائیں اور صرف سکیورٹی فورسز پر حملے کیے جائیں۔ یہ اور دوسرے پالیسی فیصلوں کو اس اعلان میں شامل کر کے شائع کیا گیا جس کا نام اکتوبر 1951ء کے احکامات تھا اس نے

جنگ کی صورتحال پر بڑا اثر ڈالا۔ یہ بظاہر جزوی پسپائی کا اعتراف تھا۔

1951ء کے دوران دونوں طرف سے اموات کا تناسب بڑھ گیا۔ سکیورٹی فورسز کے 504 ارکان اور 1079 گوریلے مارے گئے۔ 322 گوریلے گرفتار کر لیے گئے یا انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس سے پچھلے سال 294 اہلکار اور 942 گوریلے مارے گئے تھے۔ شہری ہلاکتوں میں کمی واقع ہوئی۔ پچھلے سال کی 646 ہلاکتوں کی نسبت اس برس یہ تعداد 523 تھی۔ 1951ء کے آخر میں سر ھیرالڈ برگس ڈائریکٹر آف آپریشنز کے عہدے سے ریٹائر ہو گیا۔ اس موقع پر برطانیہ میں الیکشن ہوئے۔ کنزرویٹو پارٹی کی حکومت قائم ہوئی اور ونسٹن چرچل دوبارہ وزیراعظم بن گیا۔ چرچل کو علم تھا کہ ملایا میں حالات ابتر ہیں۔ اس نے خارجہ سیکرٹری برائے نوآبادیات اولیور لٹلن کو جائزہ لینے کیلئے روانہ کیا۔ اسے صورتحال دیکھ کر مایوسی ہوئی اور اس نے کمشنر پولیس نکول گرے کو برطرف کر دیا۔ واپسی پر اس نے سفارش کی کہ ہائی کمشنر اور ڈائریکٹر آف آپریشنز کے عہدے ایک ہی شخص کے پاس ہونے چاہئیں۔ پولیس کی تنظیم نو کی جائے۔ نظریات کی جنگ جیتنے کیلئے لازمی تعلیم کا پروگرام شروع کیا جائے۔ ہوم گارڈز کی تنظیم قائم کی جائے جس میں چینیوں کی بڑی تعداد کو شامل کیا جائے اور تمام سول سروسز میں بڑے پیمانے پر تبدیلی کر کے اعلیٰ معیار کے اہلکاروں کو ان میں شامل کیا جائے۔

جنوری 1952ء کے آغاز میں اعلان کیا گیا کہ نیا ہائی کمشنر اور ڈائریکٹر آف آپریشنز جنرل سر جیرالڈ ٹمپلر ہو گا جو اس وقت برطانیہ میں ایسٹرن کمانڈ کا جی او سی تھا۔

جنوری ہی میں ملاین سکاؤٹس (ایس اے ایس) کا نام بدل کر 22 واں سپیشل ایئر سروس رجمنٹ کر دیا گیا اور اسے کوالالمپور کے نزدیک سنگی بیسی کے اڈے پر منتقل کر دیا گیا۔ فروری میں اس کے بی سی اور ڈی سکواڈرن اپریشن ہیلسی میں تعینات کر دیئے گئے جس کا مقصد شمالی ملایا میں تھائی لینڈ کی سرحد کے نزدیک بیلم وادی میں گوریلوں کے ایک اڈے کا سراغ لگا کر اسے تباہ کرنا تھا۔ اس اڈے کے بارے میں اطلاع ہتھیار ڈالنے والے چار گوریلوں نے دی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ اس اڈے میں 100 گوریلے ہیں جن کا ساری وادی اور دو دیہات کمپونگ بیلم اور کمپونگ سیپور پر قبضہ ہے اور انہوں نے وہاں خوف کی فضا پیدا کر رکھی ہے۔ کسی دیہاتی کو وادی سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔

منصوبہ یہ تھا کہ سکواڈرن سی اوڈی باتو میلنتم کے شہر سے پیدل مارچ کرتے ہوئے وادی کی مشرقی طرف پہنچیں اور گھات لگا کر حملے کی تیاری کر لیں۔ ایک ہفتے بعد سکواڈرن بی کو پیراشوٹ کے ذریعے وادی کے مغربی سرے پر اتارا جائے جس کے بعد وہ مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے وادی پہنچے اور گوریلوں کو وہاں سے نکالے جن پر سکواڈرن سی اور ڈی گھات لگا کر حملہ کر دیں۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI

اپریشن یکم فروری کو شروع ہوا اور سکواڈرن سی اور ڈی کو طیاروں کے ذریعے کوٹا باہرو شہر میں اتارا گیا۔ سکواڈرن بی 8 فروری کو وہاں اترا' پھر سی اور ڈی سکواڈرن ٹرانسپورٹ کے ذریعے باتو میلنتم کو روانہ ہوئے تاہم آگے سڑک ایک روز قبل ہونے والی شدید بارش اور سیلاب کے باعث بند ہو چکی تھی چنانچہ فوجیوں کو پیدل ہی باتو شہر کی طرف جانا پڑا جہاں سے مارچ کرتے ہوئے اس وادی کی طرف جانا تھا۔

مارچ کا رستہ بہت لمبا اور مشکل تھا جگہ جگہ چٹانیں اور وادیاں تھیں جن میں سے دریائے بیلم گزر رہا تھا۔ فوجی سارا دن مارچ کرتے شام کو رک جاتے اور اگلی صبح پھر چل پڑتے۔ نقشے کوئی مدد نہ دے سکے۔ چھ روز کے بعد بھی ان کا صرف آدھا سفر طے ہوا تھا۔ چنانچہ ان کے کمانڈر میجر جان ووڈ ھاؤس نے سکواڈران سی کو وادی بیلم کے مشرقی سرے میں سنگی بیلم کی طرف روانہ کیا اور خود اپنے سکواڈرن ڈی کو لے کر کمپونگ سیپور وادی کے مغربی سرے کی طرف چلا۔

بی سکواڈرن کو اتارنے کی کارروائی 9 فروری تک ملتوی ہو گئی تھی۔ 9 فروری کی صبح سکواڈرن ڈی کمپونگ سیپور کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام پر پہنچا جہاں دریا پوری طغیانی پر تھا۔ اسے کچھ فوجیوں نے پیدل اور باقی نے بانس کی کشتیوں کے ذریعے عبور کیا۔

سکواڈرن بی آسٹریلوی ایئر فورس کے ڈکوٹا طیاروں کے ذریعے اتارا گیا۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے 54 میں سے صرف 4 ہی صحیح جگہ اترے باقی نزدیکی جنگل میں جا گرے۔

تینوں سکواڈرن جب اکٹھے ہوئے تو گوریلوں کی تلاش شروع ہوئی۔ فائرنگ کے ایک واقعے میں ایک گوریلا مارا گیا۔ اپریشن کے فوراً بعد دونوں دیہات کی آبادی وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ منتقل کی گئی اور دونوں قصبات اور ان سے ملحقہ زیر کاشت رقبے کو تباہ کر دیا گیا تاکہ گوریلے ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں تاہم اپریشن کے چند ہی ہفتے بعد گوریلے دوبارہ یہاں آ پہنچے۔

اس سے قبل 7 فروری 1952ء کو جنرل ٹمپلر اپنا عہدہ سنبھالنے کیلئے ملایا پہنچ چکا تھا۔ اسے ہائی کمشنر کے طور پر مختلف سیاسی مسائل سے نمٹنا تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنے پیشرو کے جاری کردہ سماجی اور اقتصادی پروگراموں کا تسلسل بھی برقرار رکھنا تھا۔ اسے علم تھا کہ اس کا بنیادی کردار ملایا کو آزادی کیلئے تیار کرنا ہے۔ اسے ملایا روانگی سے قبل وزیراعظم چرچل نے بتایا دیا تھا کہ برطانوی حکومت مناسب عرصے میں ملایا کو آزاد ملک بنانا چاہتی ہے۔

ٹمپلر کو یقین تھا کہ آزادی اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے جب پوری قوم متحد ہو جائے۔ اس کے آنے کے چند ماہ بعد کوالالمپور میں بلدیاتی الیکشن کرائے گئے جس کی وجہ سے ملائی اور چینی قومیتوں میں نسلی اتحاد قائم ہو گیا۔ یونائیٹڈ ملایز نیشنل آرگنائزیشن (یو ایم این او) جس کی قیادت تنکو عبدالرحمٰن کر رہا تھا اور ملاین چائنیز ایسوسی ایشن (ایم سی اے) جس کی قیادت تان جنگ لاک کے

پاس تھی، نے ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے نہ ہونے کا فیصلہ کیا اور انتخابی اتحاد بنا لیا جس نے کونسل کی 11 میں سے 9 سیٹیں جیت لیں۔

ڈائریکٹر آف آپریشنز کے طور پر ٹمپلر نے گوریلوں کیخلاف ایک بڑی مہم شروع کی اس نے عہدہ سنبھالنے کے بعد گوریلوں کو ہلاک یا گرفتار کرنے پر انعامی رقم میں خاصا اضافہ کر دیا۔ چن پنگ کی گرفتاری پر رقم بڑھا کر تین گنی یعنی اڑھائی لاکھ ملائی ڈالر (30 ہزار برطانوی پونڈ) کر دی گئی جبکہ پولٹ بیورو کے رکن کی گرفتاری پر ڈیڑھ لاکھ ڈالر، ریاستی یا علاقائی کمیٹیوں کے رکن کی گرفتاری پر ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر کر دی گئی۔ نچلے درجے کے گوریلے کو زندہ پکڑنے پر اڑھائی ہزار اور مردہ پکڑنے پر دو ہزار ڈالر انعام مقرر کر دیا گیا۔

ٹمپلر کے اثرات جلد ہی ملک بھر میں سکیورٹی فورسز پر ظاہر ہوئے۔ وہ نالائقی کے معاملے میں بہت بے رحم تھا اور اس نے جنگی کمیٹیوں پر واضح کر دیا کہ آئندہ ان کے اور پولیس اور شہری حکام کے درمیان اختلافات برداشت نہیں کیے جائینگے اور ذمہ دار حضرات کو برطرف کر دیا جائیگا۔ اس کے بعد اس نے پولیس پر توجہ دی۔ پولیس کے سربراہ کرنل آرتھر ینگ نے اپنی فورس کیلئے بڑی مقدار میں اسلحہ فراہم کرنے کی درخواست کی ہوئی تھی۔ اس کی فہرست میں 600 بکتر بند گاڑیاں، 120 بکتر بند کاریں، 250 سکاؤٹ کاریں اور چھوٹا اسلحہ شامل تھا۔ ٹمپلر نے یہ درخواست منظور کر لی اور فوج کے متعدد ٹیکنیکل ماہرین بھی اسے فراہم کر دیئے۔ اگلے بارہ ماہ کے دوران پولیس کو ساز و سامان کی فراہمی پر 30 لاکھ پونڈ خرچ کیے گئے۔

ملٹری انٹیلی جنس کا سابق ڈائریکٹر ہونے کے ناطے ٹمپلر کو اچھی طرح علم تھا کہ کیمونسٹوں سے مقابلے میں سب سے اہم ہتھیار جاسوسی ہے۔ اس نے سپیشل برانچ کی تنظیم نو کیلئے برطانیہ سے ایک ماہر جیک مارٹن جو وہاں سکیورٹی سروسز کا ڈائریکٹر جنرل تھا بلایا۔ ایک پولیس افسر گائے میڈاک سپیشل برانچ کا نیا سربراہ بنا دیا گیا۔ اسے ذمہ داری دی گئی کہ وہ حکومت کو سیاسی اور سکیورٹی کے حوالے سے جاسوسی معلومات فراہم کرے نیز گوریلوں کیخلاف اپریشن کے حوالے سے سکیورٹی فورسز کو بھی متعلقہ جاسوسی معلومات دے۔

ملایا کی فوج میں بھی خاصا اضافہ ہوا۔ اب اس کے فوجیوں کی تعداد چالیس ہزار سے زائد تھی جن میں سے 10 ہزار گورکھے اور 25 ہزار برطانوی فوجی تھے۔ اس کے علاوہ رائل ایئر فورس نے بمبار اور ٹرانسپورٹ طیاروں کے سکواڈرن دیئے۔ آنے والے برسوں میں آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، روڈیشیا اور سنگاپور سے بھی یونٹ پہنچے۔

ستمبر سے اکتوبر 1952ء تک ایس اے ایس نگیری سمبلان میں سیرمبان شہر کے نزدیک علاقے میں اپریشن ''ہائیو'' میں مصروف رہی اس اپریشن میں دو گورکھا بٹالین اور فجی انفنٹری رجمنٹ کی

کتاب کلبٹی ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

پہلی بٹالین اور پولیس بھی شریک تھی۔ علاقے میں ناکہ بندیاں کر کے زبردست تلاشی مہم شروع کی گئی جس کی وجہ سے اس علاقے میں موجود گوریلے جن کی تعداد 100 کے قریب تھی جنگلوں میں چھپے رہنے پر مجبور ہو گئے ان کی خوراک ختم ہو گئی۔ فوج اندر گھس گھس کر حملے کر رہی تھی جن میں 16 گوریلے مارے گئے۔ اپریشن کا یہ علاقہ 6 سو مربع میل پر مشتمل تھا۔

1953ء کے دوران لیفٹیننٹ کرنل اولیور بروک نے 22 ایس اے ایس کی کمان سنبھال لی اور سال کے آخر تک اس کے اپریشن ختم ہو گئے جس کے بعد ایس اے ایس واپس روڈیشیا چلا گیا جہاں اسے توڑ دیا گیا۔ اس کے بعد جنگل میں متعدد مقامات پر قلعے بنائے گئے جہاں پولیس اور فوج کے دستے متعین کیے گئے سب سے پہلا قلعہ کوالا میڈانگ میں بنایا گیا۔ ان قلعوں کی مدد سے جنگلوں میں رہنے والے قدیم باشندوں کے دل جیتنے کی بھی کوشش کی گی۔

1953ء کے آخر میں ایس ایس ایس کے ایک تین رکنی جاسوس دستے کو کسی قافلے کے نشانات ملے۔ اندازاً یہ آدمی 100 کے قریب ہونگے۔ دو سو گز کے فاصلے پر ایک اور قافلے کے نشانات ملے۔ کچھ آگے چل کر دستہ ایک سرنگ پر پہنچا۔ سرنگ کے اندر سے ماچس جلانے کی آواز آئی۔ دستے کا رکن کارپورل نیولین اندر گیا تو وہاں ایک گوریلا بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔ اس گوریلے نے سمجھا کہ یہ کوئی مقامی آدمی ہے اور اس سے پوچھا کہ کیا وہ کوئی آسل قبائلی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں میں ابان (قبائلی) ہوں۔ اس پر گوریلے کو غلطی کا احساس ہوا اور اپنی مشین گن کی طرف لپکا لیکن نیولین نے پہلے گولی چلا دی جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد کارپورل کے باقی ساتھی اندر آئے اور اسے ہلاک کر دیا۔ اس خیال سے کہ گردونواح میں مزید گوریلے ہونگے انہوں نے گوریلے کی نعش کی تلاشی لی کاغذات نکالے اور اس کا اسلحہ لے کر وہاں سے چلے گئے۔

جب یہ دستہ اڈے پر پہنچا تو کاغذات کے مطالعے سے پتہ چلا کہ مرنیوالا گوریلا تحریک کے پروپیگنڈہ چیف لاؤلی کا محافظ تھا۔ اس پر بھرپور تلاشی مہم شروع کی گئی اور کئی مقامات پر ایئر فورس نے بمباری بھی کی لیکن ان کے کئی کیمپوں کا سراغ ملنے کے باوجود لاؤلی کے گروپ کا کوئی اتہ پتہ نہیں ملا چھ ہفتے بعد تلاشی اپریشن ختم کر دیا گیا۔

تاہم بڑا گروہ موجود ہونے کا اندیشہ درست تھا۔ لاؤلی کی زیر قیادت 75 گوریلوں کا یہ گروپ جنوبی تھائی لینڈ کی طرف محو سفر تھا جہاں اسے چن پنگ کی زیر قیادت ایک اور 45 رکنی گروپ کا انتظار کرنا تھا۔ 18 ماہ قبل اپریل 1952ء میں ملائی کیمونسٹ پارٹی کے لیڈر چن پنگ نے پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے آخری اجلاس کی صدارت کی تھی۔ کمیٹی کے تین ارکان ڈپٹی سیکرٹری جنرل ہیونگ کو وہ پیراک کے ریاستی سیکرٹری آہوئی اور پاھانگ کے ریاستی سیکرٹری فوتھن نے پیغام بھیجا تھا کہ وہ اپنے علاقوں کی فوجی صورتحال کے پیش نظر اجلاس میں نہیں آ سکتے۔ ایک چوتھے رکن آہ کک نے بھی

اجلاس میں شرکت نہیں کی۔ چن پنگ کو پتہ نہیں تھا کہ اسے اس کے دو محافظوں نے قتل کر کے اس کا سرانعام لینے کیلئے تھانے میں پیش کر دیا تھا انہیں 2 لاکھ ڈالر انعام ملا تھا۔

کانفرنس کے دوران چن پنگ نے اعلان کیا کہ اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر یاھانگ سے جنوبی تھائی لینڈ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ سکیورٹی فورسز کی طرف سے لاحق خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ کانفرنس کے فوراً بعد گوریلا تحریک کے دو سینئر کمانڈر سیو ماہ اور سیو چونگ تھائی لینڈ کو جانے والے راستے پر روانہ ہوئے تا کہ محافظوں اور خوراک کا انتظام کیا جا سکے۔ تین ماہ بعد بڑا قافلہ دو گروہوں کی شکل میں چن پنگ اور لاؤلی کی زیر قیادت روانہ ہوا۔ چن پنگ شمال مشرق میں راؤب کے علاقے میں واقع ایک کیمپ پر پہنچا جہاں اسے آہ کک کا انتظار تھا لیکن کیمپ پر رائل ایئر فورس نے بمباری کر دی۔ چن پنگ اور اس کے ساتھی فوراً ہی وہاں سے فرار ہو کر سات میل دور ایک دوسرے کیمپ میں پہنچے اور وہاں سے سنگی جلائی کے مقام پر ایک دوسرے کیمپ کا رخ کیا لیکن اس دوران ایک گشتی فوجی دستہ کیمپ کے باہر پہنچ گیا۔ اس نے کیمپ کا حجم دیکھ کر خیال کیا کہ یہاں گوریلوں کی کافی بڑی تعداد موجود ہوگی' اور واپس جانے لگا لیکن گوریلوں نے اس پر فائرنگ کر دی۔ زبردست لڑائی کے بعد یہ دستہ نکل کر اپنے اڈے پر پہنچ گیا اور وہاں سے حکام کو کیمپ کے بارے میں اطلاع دی۔

سپیشل برانچ کو یقین ہو گیا کہ کیمپ میں چن پنگ ہی ہے۔ اسے اس بارے میں پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ وہ یاہانگ سے جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ رائل ایئر فورس کو کیمپ پر بمباری کی ہدایت کی گئی۔ بمبار طیاروں سے پہلے ایک ہلکے طیارے آسٹر کو ذمہ داری دی گئی کہ وہ کیمپ پر دھوئیں والا بم گرائے تا کہ بمبار طیارے دھواں دیکھ کر صحیح جگہ بمباری کریں لیکن غلطی سے طیارے آسٹر کے اوپر آ گئے اور بمباری نہیں کی کیونکہ آسٹر ان کے عین نیچے تھا چنانچہ وہ آگے نکل گئے اور بمباری کیلئے پھر پلٹے۔ چن پنگ اور اس کے ساتھیوں کو موقع مل گیا اور وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ پیراک چلے گئے اور تین ماہ بعد وہ اور لاؤلی کا گروپ تھائی لینڈ کیلئے روانہ ہو گیا یہ ان کے سفر کا آخری مرحلہ تھا جب جاسوسی دستے کا واقعہ پیش آیا (جس کا اوپر ذکر ہوا)۔

1953ء کے آخری حصے میں جنرل ٹمپلر پر ظاہر ہو چکا تھا کہ گوریلوں کو قدیم باشندوں سے خاصی مدد مل رہی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران ایم پی اے جے اے کے گوریلوں اور قدیم باشندوں کے درمیان رابطے ایک برطانوی ماہر علم بشریات ''پیٹ نونے'' نے کرائے تھے۔

ملایا میں جنگ چھڑنے کے بعد نونے اپنے چھوٹے بھائی رچرڈ' جو خود بھی ماہر علم بشریات تھا' کے ہمراہ ایک مقامی یونٹ ''فرنٹیئر پٹرول'' میں خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ یہ یونٹ تھائی سرحد کے ساتھ ساتھ جاسوسی اطلاعات اکٹھی کرتا تھا۔ ملک کے چیف گیم وارڈن کی زیر قیادت اس کے چار شعبے تھے وہ ایک شعبے کے لئے اپنا علاقہ مقرر تھا اور اپنے اہلکاروں کی بھرتی مقامی لوگوں سے وہ

® SCANNED PDF By HAMEEDI کتاب کیلئے وزٹ اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

خود ہی کرتا تھا۔ پیٹ نونے نے تیمیار لوگوں اور اس کے بھائی نے ملائی لوگوں میں سے بھرتی کی۔ دسمبر 1941ء میں فرنٹیئر پٹرول کو توڑ دیا گیا۔ رچرڈ نونے نے کئی مہمات کے بعد سماٹرا چلا گیا اور وہاں ایس او ای میں شامل ہو گیا اور مشرق بعید میں اپریشن کیلئے گوریلوں کو تربیت دیتا رہا۔ پیٹ نونے جنگل ہی میں تیمیار لوگوں کے ساتھ رہا اور 1942ء میں کمیونسٹ گوریلوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بدقسمتی سے اس نے انہیں نہ صرف قدیم قبائل سے متعارف کرایا بلکہ انہیں قدیم قبائل کی نفسیات اور سماجی طرز عمل' بالخصوص ان کی مشترکہ ذمہ داری کے فلسفے' جس کے تحت کسی ایک کا انفرادی مخالفانہ طرز عمل اس کے پورے خاندان یا برادری میں جھلکتا ہے' کے بارے میں متعدد لیکچر بھی دیئے۔ کمیونسٹوں نے اس علم کا بعد ازاں خوب فائدہ اٹھایا۔

جولائی 1943ء میں نونے ناراض ہو کر کمیونسٹوں سے الگ ہو گیا لیکن اس وقت تک کمیونسٹوں نے قدیم قبائل کے معاملات کے بارے میں لوہ ماہ نامی گوریلا لیڈر کی سربراہی میں ایک الگ محکمہ قائم کر دیا تھا۔ اس نے ایجنٹوں کا ایک جال بچھا دیا جو جنگل کے اندر جا کر ان قبائل سے رابطے قائم کرتا تھا۔ نومبر 1943ء میں نونے کو جو ایک تیمیار عورت سے شادی کر چکا تھا' اس کے ایک مخالف نے اپنی بیوی سے تعلقات کی وجہ سے قتل کر دیا۔ اب کوئی نہیں رہا تھا جو قدیم قبائل میں کمیونسٹوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کا توڑ کر سکتا۔

1948ء میں چونکہ گوریلوں کے کیمپ جنگل میں بہت دور واقع تھے اور شہروں اور قصبات میں قائم من یوین ان کی مدد نہیں کر سکتی تھی' اس لئے کمیونسٹ پارٹی نے فیصلہ کیا کہ آسل (قدیم باشندوں کیلئے ملائی نام) لوگوں کو فصلیں اگانے پر آمادہ کیا جائے تا کہ وہ انہیں خوراک مہیا کر سکیں۔ کمیونسٹوں کے نام ایک ہدایت نامہ چھاپ کر تقسیم کیا گیا جس میں انہیں کہا گیا کہ وہ قبائلی طرز زندگی کا احترام کریں اور ان میں گھل مل جائیں اس سے ہمارے طریقہ کار میں مدد ملے گی۔

گوریلا تحریک نے ایک خصوصی آسل تنظیم قائم کی جس میں وہ گوریلے شامل تھے جو قدیم قبائل سے معاملات کرنے کا تجربہ رکھتے تھے۔ کمیونسٹوں نے پہلے ان قبائل سے دوبارہ رابطے کئے جو پیراک' کیلنتان اور پاہانگ کے جنگلوں میں بہت اندر رہتے تھے اور جن سے پہلے انہوں نے جنگ کے زمانے میں رابطے کئے تھے۔ وہاں اپنے کارندے احتیاط کے ساتھ متعارف کرائے۔ وہ ان تحائف سے لیس تھے جن کی ان قبائل میں بہت اہمیت تھی مثلاً لمبے جنگلی چاقو' جن کو پرانگ کہا جاتا ہے' کلہاڑیوں کے سرے' تمباکو' بیج' نمک' دوائیں اور کپڑے۔ انہوں نے قبائلی عورتوں سے شادیاں بھی کیں اور ان کی برادری کے رکن بن گئے۔

وفاقی حکومت نے جنگل کے بیرونی علاقوں میں بسنے والے قبائلیوں کو دوسرے مقامات پر آباد کرنے کی جو تباہ کن کوشش کی تھی' کمیونسٹوں نے اس کا فائدہ اٹھایا۔ یہ کوشش برگس منصوبے کا

حصہ تھیں اور ان کا مقصد کمیونسٹوں کو ان قبائلیوں سے ملنے والی خوراک اور امداد سے محروم کرنا تھا۔ فوج نے ان آبادیوں کو وہاں سے ہٹا کر ایسی بستیوں میں آباد کیا جو خاردار تاروں والی باڑ سے محصور تھیں۔ آزاد اور گھومنے والے لوگوں کیلئے یہ بات عذاب تھی۔ تیز بہت ہی مختصر وقت میں صحت کے مسائل پیدا ہو گئے۔ جنگل کے ٹھنڈے ماحول میں رہنے والے یہ قبائلی نمی اور گرمی سے بری طرح متاثر ہوئے۔ اس کے علاوہ جڑوں' تازہ گوشت' سبزیوں اور جنگلی پھلوں کے عادی یہ لوگ چاول اور نمکین مچھلی سے نباہ نہ کر سکے۔ بڑی تعداد میں یہ لوگ بیماریوں سے ہلاک ہو گئے۔ کئی اپنی مرضی کی زندگی سے محروم ہونے کے دکھ میں مر گئے۔ باقی ماندہ لوگ کیمپوں سے فرار ہو کر جنگلوں میں پہنچ گئے۔ دوسرے ہزاروں قبائلیوں نے جب کیمپوں کے خوفناک حالات سنے تو وہ جنگلوں کے بہت اندر جا چھپے اور کمیونسٹوں سے پناہ طلب کی۔

قبائلیوں کو مسخر کرنے کی مہم کے دوسرے حصہ کے طور پر ٹیمیں جنگل پہنچیں جنہوں نے قبائل کے ساتھ ملاقاتیں کر کے انہیں پروپیگنڈہ کا نشانہ بنایا اور انہیں آگاہ کیا کہ ان کی جدوجہد میں شریک نہ ہونے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ''مشترکہ ذمہ داری'' کے قبائلی فلسفے کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ کسی ایک فرد کی ناکامی کی سزا سارے اہلخانہ اور برادری کو بھگتنا پڑے گی۔ انہوں نے ان سے بہت سے وعدے کئے مثلاً برطانیہ کے جانے کے بعد ان کا خیال رکھا جائے گا' ضرورت کی ہر چیز انہیں مہیا کی جائیگی۔

قبائل کی اکثریت نے ان کی باتیں مان لیں۔ بعض قبائل تو اس حد تک ان کے ساتھ ہو گئے کہ انہیں بھرتی کر کے آسل پروٹیکشن کور بنا دی گئی جس کا کردار خوراک کی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ سطح پر برقرار رکھنا تھا۔ 1953ء کے آخر تک کمیونسٹ تمام بڑے قبائلی گروہوں میں سرایت کر چکے تھے جو نیگری سمبلان اور جنوبی یاہانگ کے علاقے میں موجود کل 50 ہزار قبائل میں سے 30 ہزار کے قریب تھے۔

اکتوبر 1953ء میں ٹمپلر پر واضح ہو گیا کہ کمیونسٹوں کی جنگلوں میں کارروائیوں کی کلید قبائل کے ہاتھ میں ہے جو انہیں خوراک اور انٹیلی جنس معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اسے علم تھا کہ اس امداد کو ختم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ قبائل کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں جس کیلئے منظم پروپیگنڈہ درکار ہو گا۔ اس نے رچرڈ نونے' جو دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ملایا واپس آ گیا تھا' کی خدمات حاصل کیں اور اسے قبائل سے متعلقہ وفاقی محکمے کا سربراہ بنا دیا۔

نونے نے کمیونسٹوں کے زیر اثر 30 ہزار قبائل کو تین درجوں میں منقسم کیا۔ پہلا درجہ ان قبائل کا تھا جو انگریزوں کے بہت مخالف اور آسل پروٹیکشن کور کے رکن تھے۔ یہ کمیونسٹوں کے ساتھ رہتے' انہیں خوراک' گائیڈ اور قلی مہیا کرنے اور سیکورٹی فورسز کی نقل و حرکت سے باخبر رکھتے۔ دوسرا

درجہ ان قبائل کا تھا جو کمیونسٹوں کے کیمپوں کے قریب رہتے اور انہیں خوراک و انٹیلی جنس معلومات فراہم کرتے تھے۔ تیسرا درجہ ان کا تھا جو کمیونسٹوں سے کچھ دور رہتے تھے لیکن ان سے بھی خوراک کی فراہمی کا کہا جاتا تھا۔

نونے کی تقرری کے کچھ ہی دیر بعد ایس اے ایس کے سکواڈرن بی کے ایک گشتی دستے نے جو یاہانگ کے شمال مغربی علاقے میں مصروف تھا' ایک کمیونسٹ کو ہلاک کر دیا اور ایک ایسا راستہ دریافت کیا جو ایک پہاڑی کی طرف جاتا تھا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہاں کمیونسٹوں کا ایک بڑا کیمپ ہے چنانچہ ویلنینٹ کے نام سے چار انفنٹری بٹالینوں نے اپریشن شروع کر دیا۔ ہائی کمان کے حکم پر نونے کو اگلے روز بی سکواڈرن کے ہیڈکوارٹر پہنچا دیا گیا جو کوالا مسانگ میں واقع تھا۔ اس کی ذمہ داری قبائل کو کمیونسٹوں کے اڈے کی نشاندہی میں مدد کیلئے آمادہ کرنا تھا کیونکہ بارشوں نے اس راستے کو گم کر دیا تھا جو گشتی دستے نے دریافت کیا تھا۔

اپریشن ویلنینٹ کے تحت بیلم کی وادی میں تلاشی مہم جاری تھی۔ نونے نے بی سکواڈرن کے قریب ہی اپنا ہیڈکوارٹر قائم کر لیا۔ قبائلیوں کی آمدورفت شروع ہوئی۔ نونے انہیں چاقو' کپڑے اور دوسرے قیمتی تحائف پیش کرتا تھا۔ وہ ان سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ کیمپ یہاں سے اور جنوب مغرب میں پیراک کے پہاڑ پر سمائی کے علاقے میں واقع ہے چنانچہ دستے بھی اسی علاقے میں منتقل کر دیئے گئے۔ سمائی گائیڈوں کی رہنمائی میں فوج نے اس مقام کا محاصرہ کر لیا جہاں اڈہ قائم تھا اور علاقے میں تلاشی مہم شروع کر دی۔ دو ہفتوں کے بعد بھی انہیں کچھ نہ ملا۔ پھر نونے کو اطلاع ملی کہ سیمائی سردار اور کمیونسٹوں کی آسل تنظیم کا مقامی لیڈر باہ پلانکن تیانگ کے علاقے میں موجود ہے۔ یہ شخص اس لحاظ سے بدنام تھا کہ اس نے کمیونسٹوں سے پورا تعاون نہ کرنے کے جرم میں کئی قبائلی ہلاک کر دیئے تھے اور اب بظاہر علاقے کا دورہ قبائل کو خبردار کرنے کیلئے کر رہا تھا کہ وہ برطانویوں سے تعاون نہ کریں۔

اس کے کچھ ہی دنوں بعد نومبر میں اپریشن ختم کر دیا گیا۔ کمیونسٹ پانچ ہزار برطانوی فوج کے ہتھے چڑھنے سے بچ نکلے۔ اس کی وجہ محض قبائلیوں کی طرف سے ملنے والی انٹیلی جنس معلومات تھیں۔ اس اپریشن کی ناکامی سے ٹمپلر کا یہ خیال مزید پختہ ہو گیا کہ قبائلیوں کی حمایت حاصل کرنا ضروری ہے۔

اس دوران رچرڈ نونے کی ملاقات اپنے مخبر سے ہوئی جو ایک سیمائی سردار تھا۔ اس نے اسے بتایا کہ باہ پلانکن چاول لینے کیلئے جنگل کے کنارے ایک گھر میں جایا کرتا ہے۔ نونے نے اسے پلانکن کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ سیمائی سردار مان گیا اور اس نے کہا کہ وہ اپنے دو رشتہ داروں کی مدد سے یہ کام کر دے گا۔ جلد ہی اسے اطلاع مل گئی کہ پلانکن اور اس کے محافظ کو اس وقت قتل کر دیا گیا جب

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

وہ دریا کے پل عبور کر رہے تھے۔

اس کے بعد نونے نے فیلڈ ٹیمیں بنائیں۔ ہر ٹیم ایک بہودی یونٹ پر مشتمل تھی جس میں ایک ملائی معاون اور باقی قبائلی ہوتے تھے انہیں جنگل میں قائم ان قلعوں میں رکھا گیا جو ایس اے ایس نے تعمیر کئے تھے۔ دوسری چوکیوں پر کلینک' سکول اور دکانیں بنائی گئیں۔ ان ٹیموں کو یہ ذمہ داریاں بھی دی گئی کہ وہ قبائل کو باور کرائیں کہ کمیونسٹ مجرم ہیں جن کو حکومت کی فوجیں سزا دینگی۔ اس کے علاوہ ان کی گرفتاری میں مدد دینے پر انعام بھی رکھا گیا۔ نونے نے کمیونسٹوں کے اس پراپیگنڈے کا توڑ بھی کیا کہ برطانوی فوج جنگلوں میں اس لئے آئی ہے کہ اصل میں وہ چینیوں سے چھپتی پھر رہی ہے جنہوں نے اسے کوریا میں شکست دی تھی اور اب وہ اسے ملایا میں تلاش کر رہے ہیں اس کیلئے اس نے سو قبائلی زعماء کوالالپور بھیجے جہاں انہوں نے فوج کی پریڈ اور برطانوی توپ خانے کی گولہ باری کا مظاہرہ دیکھا۔ انہیں اردگرد کے علاقوں میں بھی لے جایا گیا اور ہر جگہ وی آئی پی سلوک کیا گیا۔

چند ہفتوں میں نونے کی حکمت عملی کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ بالائی ریٹنگ کے علاقے سے 54 سیمائی قبائل جن میں سے دس مسلح تھے' تیلانوک کے قلعے پر آئے اور خود کو برطانوی فوج کے حوالے کر دیا۔ وہ کمیونسٹوں سے منحرف ہو گئے تھے اور اب تحفظ چاہتے تھے۔ نونے نے انہیں مطلوبہ مدد فراہم کی۔

اس کے بعد دوسرے قبائلی گروہ بھی جنگل کے قلعوں میں آنے لگے اور مدد کے طالب ہوئے۔ انہوں نے کمیونسٹوں کے بارے میں اہم معلومات دیں جن کے نتیجے میں متعدد کمیونسٹ ہلاک کیے گئے۔ جلد ہی ساری قبائلی آبادی اپنے گھر چھوڑ کر قریبی قلعوں کی طرف آنے لگی۔ بعض نے تو کمیونسٹوں پر حملے بھی کیے۔

اسی طرح ایک ہفتے بعد ایک سیمائی قبائلی لیڈر جادوگ کو بھی قتل کر دیا گیا جو اپنے ہی قبیلے والوں پر مظالم کیلئے بدنام تھا۔ اس کی موت کا اعلان لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے ہوائی جہاز کے ذریعے کیا گیا اور کچھ ہی دیر بعد قبائل کی ایک پوری آبادی جو ساڑھے سات سو افراد پر مشتمل تھی ' حکومت سے آملی۔ 1954ء کے آخر تک 6100 قبائلی کمیونسٹوں کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

ملائی کمیونسٹ پارٹی نے اس پر گوریلوں سے کہا کہ وہ قبائلیوں سے اپنے مطالبات کم کر دیں۔ گوریلوں سے کہا گیا کہ وہ قبائلیوں سے خوراک رقم دیکر حاصل کریں۔ انہوں نے ان قبائلیوں سے' جو اب بھی ان کے زیر اثر تھے' کہا کہ وہ فصلیں فروخت کیلئے اگائیں۔

مئی 1954ء میں جنرل ٹمپلر سبکدوش ہو گیا اس کی جگہ ہائی کمشنر کے طور پر سر ڈونلڈ مک گیلیوری اور ڈائریکٹر آف آپریشنز کے طور پر لیفٹیننٹ جنرل سر جیفرے بورنے کو تعینات کیا گیا۔

ٹمپلر کے دو سالہ دور میں دہشت گردی کے واقعات ماہانہ 500 سے کم ہو کر 100 ہو گئے اس کے دور میں ملک کی سیاسی وحدت میں اضافہ ہوا۔ الائنس پارٹی میں ملاین انڈین کانگریس بھی شامل ہو چکی تھی۔ تاہم اسے احساس تھا کہ عوام کے دل و دماغ کی جنگ ابھی جیتی نہیں گئی۔ من یوین ابھی تک گوریلوں کو فراہمی کیلئے کافی مقدار میں خوراک اور دوائیں خرید رہی تھی۔ دکانداروں اور مزدوروں سے ماہانہ بھتہ بھی وصول کیا جا رہا تھا۔ فوج اور پولیس چار ہزار گوریلوں کے مقابلے کیلئے ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ ٹمپلر نے جانے سے پہلے خبردار کیا کہ بغاوت ختم نہیں ہوئی مشکل دن ابھی آنے ہیں۔

22 ایس اے ایس ان یونٹوں میں شامل تھا جو گوریلوں کیخلاف اپریشن میں پوری طرح مصروف تھے جولائی میں اس کے تین سکواڈرنوں اور کئی انفنٹری بٹالینوں نے اپریشن ٹرمائیٹ میں حصہ لیا جس کا مقصد ملک کے وسطی پہاڑی علاقے پر قبضہ کرنا تھا۔ اپریشن زبردست بمباری سے شروع ہوا جس کے بعد پیراشوٹ سے دستے اتارے گئے۔ کئی قلعے بنائے گئے اور قبائلیوں سے رابطے استوار کیے گئے۔ 15 گوریلوں کی ہلاکت کے ساتھ اپریشن چار ماہ بعد نومبر میں ختم کر دیا گیا۔ اپریشن کے نتیجے میں خاصی بڑی تعداد میں قبائلی حکومت سے آملے۔

ایس اے ایس کا سکواڈرن سی روڈیشیا چلے جانے کے بعد اس کی نفری کم ہو گئی تھی لیکن پھر میجر ڈوڈلے کوینڈی کی زیر قیادت انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ سکواڈرن اس میں شامل کر دیا گیا۔ اسے جنگل وارفیئر سکول میں چھ ماہ کی ٹریننگ دی گئی۔ اس کے بعد اس کا ہیڈ کوارٹر بھی قائم کر دیا گیا۔ سکواڈرن نے پہلا اپریشن جنوبی ملایا میں اسکندریہ کے جھیلوں کے علاقے میں کیا جو تین ماہ جاری رہا۔ علاقہ مشکل تھا اور اس کی صحیح نقشہ کشی بھی نہیں ہوئی تھی۔ علاقے میں کئی چھاپے مارے گئے لیکن کوئی ہاتھ نہیں آسکا۔

جنوری 1955ء میں سکواڈرن نے جنوبی سیلانگور میں اپریشن کیا۔ اسے گوریلوں کی سرگرمی کی کئی علامتیں ملیں اور ان سے کئی مقابلے بھی ہوئے۔

باقی سارا سال سکواڈرن اپیوہ اور کیمرون کے پہاڑی علاقے میں مصروف رہا لیکن اس کا سامنا اکا دکا گوریلوں سے ہی ہو سکا۔ ان میں سے ایک عورت تھی جسے ایک گشتی دستے نے گولی مار کر ہلاک کر دیا بعد میں پتہ چلا کہ وہ ایک چھ ماہ کا بچہ اٹھائے ہوئے تھی۔ ایک کامیاب حملے میں ایک اہم گوریلا گرفتار ہوا۔

دسمبر 1955ء میں پہنچنے والے نیوزی لینڈ کے پہلے ایس اے ایس سکواڈرن کو بھی 22 ایس اے ایس میں شامل کر دیا گیا۔ تربیت حاصل کرنے کے بعد اس نے پہلا اپریشن بکیت تیاہ کے علاقے میں کیا۔ کئی ہفتے کی گشت کے باوجود اسے کوئی گوریلا نہیں ملا البتہ ان کے نقشے اور دستاویزات وغیرہ ہاتھ لگیں جن سے ملنے والی معلومات کی مدد سے خصوصی برانچ اس نتیجے پر پہنچی کہ ان کی 31 ویں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

انڈی پنڈنٹ پلاٹون اس علاقے میں اب موجود نہیں ہے۔

اس کے بعد سکواڈرن وہاں سے شمال میں فورٹ بروک کی طرف چلا یا جہاں اسے پیراک اور کیلنتان میں اپریشن کرنا تھا۔ اسے وہاں ایک قبائلی گروہ کی کسی محفوظ گاؤں میں منتقلی کے کام میں مدد دینا تھی اور آسل قبائلیوں کے ایک بارہ رکنی گروپ کو تباہ کرنا تھا جو آہ منگھ کی زیر قیادت وہاں سرگرم تھا۔ ایک فوجی دستے نے شاٹ گنوں کے تحفے دیکر قبائل کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ کام کرنے کیلئے آمادہ کرلیا۔ اس کی مدد سے فوج نے مذکورہ آسل گروہ کے اڈے کو تلاش کر کے اس پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں حملہ آور فوج کا کمانڈر لیفٹیننٹ ایان بروز اور دو گوریلے مارے گئے بعد میں پتہ چلا کہ ان میں سے ایک گوریلا آہ منگھ تھا۔ باقی ماندہ دس آسل گوریلوں کا تعاقب کرتے ہوئے فوج نے گرہ منگھ کا نائب کام چن بھی مار دیا۔ کمیونسٹ گوریلوں سے ایک جھڑپ میں سکواڈرن کا ایک رکن تھامس بھی مارا گیا۔

کچھ آرام کے بعد یہ سکواڈرن دوبارہ فورٹ بروک چلا گیا تا کہ اس سکواڈرن کو چھٹی مل سکے جسے وہاں قبائل سے تعلقات کی مسلسل خرابی کی وجہ سے مسائل کا سامنا تھا۔ نیوزی لینڈ والے سکواڈرن کو اندازہ ہوا کہ اس کے ماؤری رکن قبائلیوں سے مصالحت کر سکتے ہیں چنانچہ جلد ہی صلح ہو گئی اس کے نتیجے میں اور اس حقیقت کے احساس کی وجہ سے کہ گوریلوں کا اثر و رسوخ تیزی سے کم ہو رہا ہے قبائلیوں نے سکواڈرن سے تعاون کیا اور علاقے میں کمیونسٹوں کی موجودگی کے بارے میں معلومات فراہم کیں' چنانچہ ان کی تلاش کیلئے اپریشن شروع کر دیا گیا۔

سات دن بعد اپریشن میں شریک ایک گروپ کا گذر حال ہی میں کاشت کردہ کھیتوں اور ان سے نکلنے والے راستے سے ہوا۔ وہ اس پر چل پڑا اور آٹھویں دن اسے لکڑی کاٹنے کی آواز سنائی دی۔ آگے دیکھا کہ وہاں گوریلوں کا ایک گروہ موجود ہے۔ ان پر حملے کیلئے گھیرا ڈالا جا رہا تھا کہ ایک گوریلے نے دیکھ لیا اور فائر کھول دیا۔ جوابی فائرنگ میں چار گوریلے مارے گئے جبکہ پانچواں زخمی حالت میں فرار ہو گیا۔ اس کے کچھ دیر بعد دوسرے گروپ نے مزید دو گوریلے مار دیئے۔ قبائلیوں نے شناخت کی کہ یہ آسل گروپ کے باقی ماندہ آخری گوریلے تھے۔

دوسرے سکواڈرنوں کو بھی کامیابی مل رہی تھی۔ مئی میں سکواڈرن بی نے شمالی پیراک اور کیلنتان میں اپریشن کیا۔ اسے خبر ملی تھی کہ علاقے میں 30 گوریلے داخل ہیں۔ سکواڈرن سی کوٹا باہر سے سگی کیلنتان پہنچا اور ایک رنگ کے پہاڑوں پر چڑھنا شروع کر دیا۔ آٹھ دن بعد ایک مقام پر اس نے چار فوجی تعینات کر دیئے جہاں ایک مقابلے میں تین گوریلے ہلاک اور ایک زخمی ہو گیا چند ہفتے بعد دو قبائلی گوریلا لیڈروں سے رابطہ ہوا اور وہ کمیونسٹوں کا ساتھ چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

جولائی کے شروع میں ایک دستے کو ایک جگہ خفیہ ریڈیو ٹرانسمیٹر کی خبر ملی۔ جنگل کی صفائی کے دوران اس دستے نے ایک ندی پر نصب پانی سے چلنے والا پہیہ دیکھا جو کسی ڈائنمو کو بجلی فراہم کرنے کیلئے لگایا گیا تھا۔ علاقے کی تلاشی لی گئی تو ریڈیو کے اجزا ملے بعد میں پتہ چلا کہ یہ ناکارہ تھا۔

اپریشن کئی ہفتے جاری رہا متعدد تصادم ہوئے جن میں کئی گوریلے مارے گئے اور اسلحہ' دستاویزات اور ریڈیو کے اجزا ملے۔

نومبر 1956ء میں نیوزی لینڈ سکواڈرن کو نگیری سمبلان میں 26 گورکھا انفنٹری بریگیڈ کی مدد کیلئے تعینات کیا گیا جو ٹین فوٹ لون کی قیادت میں سرگرم 20 گوریلوں کے ایک گروہ کا تعاقب کر رہا تھا۔ انگریز اسے ''ٹین فٹ لانگ'' (دس فٹ لمبا) کہا کرتے تھے۔ تاہم اسے سپیشل برانچ نے پکڑا۔ اس نے کسی طرح اس کے ریسور میں ریڈیو کا سراغ لگانے والا آلہ نصب کرا دیا۔ اس کی بدولت رائل ایئر فورس نے علاقے پر بمباری کی جس سے ٹین فوٹ لون اور اس کے سولہ ساتھی مارے گئے۔ باقی ماندہ نے بعد میں ہتھیار ڈال دیئے۔

اگلے ماہ سکواڈرن کو نگیری سمبلان کے مزید شمال میں تعینات کیا گیا جہاں لی ہاک چی کی زیر قیادت مصروف عمل 20 گوریلوں کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ اس نے حال ہی میں ایک فوجی گاڑی پر حملہ کر کے اس پر سوار پانچوں فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا اور ان کا اسلحہ لے کر فرار ہو گیا تھا۔ سکواڈرن کے مختلف دستے مختلف اطراف میں پھیل گئے۔ 10 دن بعد ایک دستے نے کئی گوریلے پکڑ لئے اور ایک کو مار دیا تین دن بعد ایک اور گوریلا مارا گیا۔

1957ء کے شروع میں ایس اے ایس نے ایک اور نمایاں گوریلے کو گرفتار کر لیا۔ آسل گروپ کا یہ رکن آہ توک متعدد گوریلا یونٹوں کو قبائلیوں کی مدد فراہم کرتا تھا۔ جنوری میں وہ پیراک میں تائی پنگ کے مشرق میں نمودار ہوا جہاں سکواڈرن ڈی اپریشن میں مصروف تھا۔ ایک گشتی دستے نے اسے جنگل میں گولی مار کر ہلاک کر دیا بعد میں پتہ چلا کہ وہ آہ توک تھا اس کے قبضے سے قیمتی معلومات پر مبنی دستاویزات ملیں۔

نیوزی لینڈ کے سکواڈرن نے اس دوران نگیری سمبلان میں لی ہاک چی کی تلاش جاری رکھی۔ وسط مارچ میں اسے جنگل میں پورے تیرہ ہفتے ہو گئے۔ دو ہفتے آرام کرنے کے بعد اپریل میں اس نے پھر تلاشی مہم شروع کر دی جو اگلے چار ماہ تک بلا کسی نتیجے کے جاری رہی۔ لی ہاک چی کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ 12 اگست کو سکواڈرن مہم ختم کر کے جنگل سے واپس آنے والا تھا کہ سپیشل برانچ نے بتایا کہ لی ہاک اور اس کے چار ساتھی ایک گودام سے خوراک کی سپلائی حاصل کرنے کے بعد نامعلوم مقام کو روانہ ہو گئے ہیں۔

فوراً ہی گرفتاری مہم شروع کر دی گئی۔ دو ایسے راستوں پر دستے تعینات کر دیئے گئے جن

پر سے ان کے گزرنے کا امکان تھا۔ لیفٹیننٹ نویل او ڈوائر کی زیر قیادت ایک گشتی دستے نے پہلے راستے پر پوزیشن سنبھال لی۔ دوسرے راستے پر لیفٹیننٹ ایان بروز بیٹھ گیا۔ تیسرا دستہ کارپورل ہوکیا وڈز کی زیر قیادت اس راستے پر چلا جدھر گوریلے گئے تھے۔

اپریشن گوریلوں کے خوراک لے کر روانہ ہونے کے 24 گھنٹے بعد شروع ہوا تھا۔ چوتھے دن عصر کے وقت اندازہ ہوا کہ گوریلوں نے نیچے کی طرف جانے والا رستہ چنا ہے۔ اس وقت تک کارپورل وڈز اس مقام تک پہنچ چکا تھا جہاں سے گوریلے دس منٹ کی مسافت پر تھے۔ شام سے کچھ پہلے لی ھاک چی اور اس کے ساتھی بروز کے حملے والے علاقے میں داخل ہوئے۔ ان کے آتے ہی دستے نے فائرنگ کر دی۔ دو گوریلے مارے گئے باقی تین بھاگ کر جنگل میں چھپ گئے۔ اگلی صبح پتہ چلا کہ مرنے والوں میں لی ھاک چی اور اس کا محافظ شامل تھے۔ فرار ہو جانے والے تینوں نے بھی اکتوبر میں ہتھیار ڈال دیئے۔ اگلے ماہ سکواڈرن ملایا میں مشن مکمل کرنے کے بعد نیوزی لینڈ واپس چلا گیا جہاں اسے توڑ دیا گیا۔

مئی 1957ء میں چیفٹین کے نام سے ایک بڑا اپریشن جنوبی پیراک میں کیا گیا۔ 22 ایس ایس اس اپریشن کے تحت ایک بدنام گوریلے چوے فونگ کو تلاش کر رہا تھا جو بالآخر ایک انفنٹری بٹالین کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سکواڈرن بی کو ایک اور نمایاں گوریلے تنگ پاک تھونگ کی گرفتاری پر مامور کیا گیا جس پر کئی قیدیوں کے قتل اور سکیورٹی فورسز پر حملوں کا الزام تھا۔ اس کو پکڑنے کا موقع اس وقت ملا جب ایک گوریلے چو ییک کا تک نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنی خدمات فوج کو پیش کر دیں۔ اس کے منحرف ہونے کا کسی کو علم نہیں تھا اس لئے اسے راز ہی میں رکھا گیا تا کہ اسے دوسرے گوریلوں کو پکڑنے میں استعمال کیا جا سکے۔

چو کو ایس اے ایس کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ گشتی دستوں کو ان راستوں پر لے گیا جو گوریلے رسد کی نقل و حمل کیلئے استعمال کرتے تھے چنانچہ سکواڈرن بی کو کامیاب حملوں کا موقع ملا۔ اس نے اپنے قابل اعتماد ساتھیوں کو بھی دھوکہ دیکر ایسے مقامات پر بلایا جہاں فوجی موجود تھے جنہوں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ چو اپنے محافظ کے ساتھ رات کو دیہات میں داخل ہوتا اور گوریلوں کے نام پیغامات چھوڑ جاتا کہ وہ آج ہی یہاں پہنچا ہے اس سے آ کر ملیں جو اسے ملنے آ جاتے انہیں گرفتار کر لیا جاتا اور حوالگی پر آمادہ کیا جاتا۔ تین ہفتے بعد اسے اپنے ایک ساتھی گوریلے تنگ پاک تھونگ کا پیغام ملا کہ وہ اس سے ملنا چاہتا ہے چنانچہ جنگل میں پانچ میل اندر ایک جگہ ملاقات کیلئے مقرر ہوئی۔

ملاقات کے روز چو سکواڈرن بی کے چینی رابطہ افسر جو گوح' جو اس کا محافظ بھی مقرر ہوا تھا' کے ہمراہ سکواڈرن کے اڈے سے تین بجے شام روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ کیپٹن پیٹر ریون کی زیر قیادت 8 رکنی گشتی دستہ بھی تھا۔ ملاقات کی جگہ ریلوے لائن کے قریب ایک چھوٹے سے راستے پر

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM . COM

تھی۔ اس جگہ درخت گرے ہوئے تھے جن کی آڑ میں گشتی دستہ چھپ سکتا تھا۔ وہاں اس نے گھات لگا کر حملے کی پوزیشن سنبھال لی۔ ریون نے چو کو ہدایت دیدی تھی کہ وہ تھونگ کو راستے پر ملے اور ساتھ لے کر آئے اور جب حملے کے دائرے میں داخل ہو تو اپنی ٹوپی اتار کر پھر اٹھائے یہ حملے کا سگنل ہوتا۔

اسی دوران لکڑی اکٹھی کرنے والے کچھ لوگ پٹڑی پر نمودار ہوئے جن کا چو اور جو گوح نے خیر مقدم کیا وہ مختصر گفتگو کے بعد یہ وعدہ کر کے کہ وہ تک پاک تھونگ کو بتا دینگے کہ چو وہاں موجود ہے چلے گئے۔ رات گیارہ بجے تھونگ اپنے ہندوستانی محافظ کے ہمراہ آ گیا۔ چو اور تھونگ باتوں میں مصروف ہو گئے اور گوح ہندوستانی محافظ کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا گیا۔

چند منٹ بعد چو اور تھونگ حملے کے علاقے میں داخل ہوئے یہاں پہنچ کر چو گھبرا گیا اور دوڑنے لگا پھر اچانک اس نے ٹوپی اتار کر زمین پر گرائی مگر اٹھانا بھول گیا جس پر تھونگ کو خطرہ محسوس ہوا اور بھاگ نکلا لیکن دستے نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس دوران جو گوح نے تھونگ کے محافظ پر گولی چلا دی لیکن وہ بچ نکلا اور جنگل میں جا چھپا۔

چو ایس اے ایس کیلئے کام کرتا رہا اس کا ایک آخری مشن گوریلوں کے ایک اسلحہ ذخیرہ پر قبضہ کرانا تھا۔ یہاں بھاری مقدار میں اسلحہ موجود تھا بعد میں ایک افسر نے لکھا کہ ان کی اسلحہ مرمت اور تیار کرنے کی صلاحیت زبردست تھی۔ میگزین اس طرح بناتے کہ ان کی پیمائش اور حجم بالکل درست ہوتا تھا ایک ہتھیار کے اجزا دوسرے کو لگا دیئے مثلاً ایک رائفل آدھی تو خودکار مارک وی ہوتی باقی میں امریکن بریچ اور برطانوی بیرل ڈال دیتے۔

31 اگست 1957ء کو ملائی وفاق نے تنکو عبدالرحمٰن کی زیر قیادت مخلوط حکومت کے تحت آزادی حاصل کر لی۔ سنگاپور جس کی آبادی کی اکثریت چینی تھی اس سے الگ بدستور برطانوی نو آبادی رہا۔ نئے انتظام میں سیاسی طور پر ملائی آبادی کو فائدہ ہوا اور ایم این او (امنو) کے رہنماؤں کو بیشتر وفاقی اور ریاستی عہدے ملے۔ بادشاہ کا عہدہ ریاستی سلاطین کو باری باری ملتا تاہم چینی آبادی کو مکمل شہری حقوق مل گئے اور انہیں اپنی مضبوط معاشی بنیاد برقرار رکھنے کی اجازت رہی۔

فروری 1958ء میں اس اطلاع پر کہ گوریلوں کا ایک گروپ تیلوک السون کے علاقے میں چھپا ہوا ہے' ایس اے ایس نے ایک بڑا اپریشن شروع کیا۔ گوریلوں کا کمانڈر آہ ہوئی تھا جو بچے کے قاتل کے نام سے معروف تھا کیونکہ اس نے مخبر ہونے کے شبے میں ایک شخص کو اس کی حاملہ بیوی سمیت مار دیا تھا۔

اپریشن کیلئے سکواڈرن بی کا انتخاب ہوا اس کے کمانڈر میجر ہیری تھامپس نے سکواڈرن کو پیراشوٹ کے ذریعے جنگل میں اتارا۔ ایک پیراشوٹر درخت سے الجھ کر اپنی کمر تڑوا بیٹھا اس کے بعد تلاشی مہم شروع ہوئی۔ کیپٹن پیٹر ڈی لابلیری کو سنگی تنگی کے علاقے میں تلاش کی ذمہ داری دی گئی اسے

وہاں گوریلوں کے کئی خالی کیمپ ملے۔ اندازہ ہوا کہ گوریلے وہاں سے وسطی علاقے کی طرف گئے ہیں چنانچہ باقی دستوں کو اس طرف روانہ کیا گیا۔

سارجنٹ سینڈی لینڈ کی زیر قیادت ایک دستے کو آٹھویں روز کچھ فاصلے پر دو گوریلے بیٹھے نظر آئے۔ وہ چھپتے چھپاتے ان کے نزدیک 50 گز تک پہنچ گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے گولی مار کر ایک گوریلے کو ہلاک کر دیا' دوسرا فرار ہو گیا۔

اگلے روز یہ دستہ گوریلوں کے راستے پر چار میل تک چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے حال ہی میں خالی کردہ ایک کیمپ ملا۔ اس دوران میجر ہیری تھامپسن نے باقی سکواڈرن سنگی تنگی سے مزید آگے تعینات کر دیا۔ سارا علاقہ فوجی اور پولیس یونٹوں نے گھیر لیا تھا۔ دو روز بعد ایک گوریلا عورت نمودار ہوئی اور خود کو فوج کے حوالے کر دیا۔ اس نے اپنا نام آہ نیٹ بتایا اور کہا کہ اسے آہ ھوئی نے ایک پیغام کے ساتھ بھیجا ہے' جس میں اس کیلئے اور اس کے گروپ کے باقی افراد کیلئے کچھ رقم اور جیل میں بند تمام گوریلوں کیلئے عام معافی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

یہ مطالبات مسترد کر دیئے گئے اور عورت کو واپس بھیج دیا گیا اور اسے پیغام دیا گیا کہ اگر اس نے 24 گھنٹے میں ہتھیار نہ ڈالے تو اسے گھیر کر ہلاک کر دیا جائیگا۔ اگر فوج اسے نہ پکڑ سکی تو علاقے پر بمباری کر دی جائے گی۔ آہ ھوئی ڈر گیا اور اس نے چند گھنٹے بعد خود کو فوج کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد سکواڈرن بی کا ایک دستہ میجر تھامپسن کی قیادت اور آہ ھوئی کی رہنمائی میں گروپ کے باقی گوریلوں کی تلاش میں نکلا۔ وہ تو انہیں نہ پکڑ سکا لیکن 48 گھنٹوں بعد انہوں نے خود ہی آ کر ہتھیار ڈال دیئے۔

پچھلے سال قبائلیوں کے بارے میں وفاقی محکمے کے سربراہ رچرڈ نونے نے فیصلہ کیا تھا کہ قبائلیوں کو کمیونسٹوں سے لڑائی میں اہم کردار ادا کرنا چاہئے۔ اسے اجازت مل گئی کہ وہ تیمیار اور سیمائی قبائل کے 180 افراد پر مشتمل ایک فوج بنا لے اسے سینوئی پراک (لڑاکا سینوئی) کا نام دیا گیا۔ اس کی زیر قیادت اس یونٹ کو ایس اے ایس 2 اسلحہ اور تربیت دی گئی۔ ایس اے ایس کی ہدایت پر اس نے جاسوسی اور سکاؤٹنگ کا کردار ادا کیا اور اس کے فوجیوں نے جنگل میں خاموشی اور تیزی سے حرکت کرنے کا متاثر کن مظاہرہ کیا۔ وہ جنگلوں میں رسد کے بغیر طویل عرصہ تک قیام کر سکتے تھے۔

1958ء میں نونے کی درخواست پر سینوئی پراک کو ایک مشن پورا کرنے کی اجازت دی گئی۔ پیراک میں ہونے والے اس اپریشن میں 8 گوریلے ہلاک کئے گئے اور سیموک بیری قبیلے کے 200 افراد کو حکومت کے ساتھ ملنے پر آمادہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد یونٹ کو آئندہ کیلئے بھی از خود اپریشن کرنے کی اجازت مل گئی اور اگلے دو برسوں میں اس نے سب سے زیادہ گوریلے ہلاک

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

کیے۔ 1960ء میں ایمرجنسی ختم ہونے کے بعد سینوئی پراک کو رائل ملائشین پولیس کے فیلڈ پولیس فورس محکمے کا مستقل جزو بنا دیا گیا۔

1958ء کے اختتام تک 6500 گوریلے ہلاک ہوئے تھے اور مزید تین ہزار نے یا تو ہتھیار ڈال دیئے تھے یا گرفتار کر لیے گئے تھے۔ اکتوبر کے آخر میں سکواڈرن ڈی کو جو وادی بیلم میں اپریشن کر رہا تھا' اچانک واپس بلا لیا گیا اور 18 نومبر کو وہ خلیج فارس اور سلطنت اومان کیلئے روانہ ہو گیا۔ یہاں اسے سلطان سعد بن تیمور کے مخالفین کو کچلنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ دو ماہ بعد سکواڈرن اے بھی اومان پہنچ گیا۔ 1959ء کے وسط میں باقی ماندہ رجمنٹ ملایا سے برطانیہ روانہ ہو گئی۔

22 ایس اے ایس کیلئے ملائی ایمرجنسی کا دور ختم ہو چکا تھا۔ اس مہم میں کل 6398 گوریلے ہلاک اور 1245 گرفتار کئے گئے۔ 1938ء نے ہتھیار ڈال دیئے جو گوریلے ہلاک کیے گئے ان میں 22 ایس اے ایس کے ہاتھوں مرنیوالوں کی تعداد صرف 108 تھی۔ برطانوی' گورکھا اور دولت مشترکہ کی فوجوں کے ہاتھوں مرنے والے گوریلوں کے مقابلے میں یہ تعداد بہت کم ہے مگر یہ وہ گوریلے تھے جو نہایت اہم تھے اور جن کے مرنے سے گوریلا تحریک کو سخت نقصان پہنچا۔ علاوہ ازیں ایس اے ایس کا زیادہ تر کردار لڑائی کے بجائے انٹیلی جنس اکٹھی کرنا اور قبائل کی حمایت حاصل کرنا تھا۔ دوسرے سکیورٹی اداروں نے جو گوریلے مارے' ان کے پیچھے اکثر اوقات ایس اے ایس کی فراہم کردہ انٹیلی جنس اطلاعات بھی ہوتی تھیں۔

❀ ❀ ❀

پانچواں باب

کوریا

1950ء-1953ء

ہندچینی اور ملایا سے تین ہزار میل دور شمال مشرق میں ایک اور تنازعہ جاری تھا جس میں ایک طرف جنوبی کوریا تھا جسے اقوام متحدہ کی حمایت حاصل تھی اور دوسری طرف شمالی کوریا کے کمیونسٹ جن کی پشت پناہی چین اور سوویت یونین کر رہے تھے۔

تقریباً 600 میل لمبا اور 125 سے 200 میل چوڑا جزیرہ نمائے کوریا چین کے شمال مشرقی علاقے منچوریا اور روسی سائبیریا سے نیچے کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ یہ مغرب میں بحیرہ زرد کو مشرق میں بحیرہ جاپان سے الگ کرتا ہے۔ جنوب میں 30 میل چوڑی آبنائے کوریا اسے جاپانی جزیرے ٹروشیما کے سب سے جنوبی کونے سے الگ کرتی ہے۔ صدیوں سے کوریا کے جغرافیائی محل وقوع نے اسے جاپان پر حملہ آور ہونے والی چینی یا روسی فوجوں کیلئے گزرگاہ بنائے رکھا جبکہ جاپان اسے غیرملکی حملہ آوروں کے خلاف بفرزون تصور کرتا رہا۔ 1904ء کی روس جاپان جنگ کے 1905ء میں خاتمے کے بعد کوریا جاپان کی تولیت میں آ گیا اور 1945ء میں اتحادیوں کے ہاتھوں جاپان کی شکست کے بعد آزاد ہوا۔

آزادی کا جشن بہت مختصر ثابت ہوا۔ 8 اگست 1945ء کو ہیروشیما پر امریکہ کے ایٹمی حملے کے دو روز بعد اور ناگاساکی پر حملے سے ایک دن پہلے سوویت یونین نے جاپان کیخلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس کی فوجیں کسی مزاحمت کے بغیر سارے منچوریا سے گزر گئیں، جو اب تک جاپان کے قبضے میں تھا، اور جنوب میں کوریا کی طرف بڑھنے لگیں۔ اس دوران امریکہ نے کوریا کیلئے امریکہ سوویت مشترکہ نگرانی کی تجویز پیش کی جس کے تحت ملک کو 38 ویں متوازی خطہ پر دو حصوں میں تقسیم کیا جانا تھا۔ اس وقت کوریا میں کوئی امریکی فوج نہیں تھی اور یہ خوش قسمتی تھی کہ سوویت یونین نے یہ تجویز مان لی۔ ستمبر میں 24 ویں امریکی کور اوکیناوا سے جنوبی کوریا پہنچ گئی۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اگست 1948ء میں الیکشن کے بعد، جس کے نتیجے میں صدر سنگمان رہی برسراقتدار آیا، جنوبی کوریا جمہوریہ کوریا بن گیا۔ تین ہفتے بعد سوویت زیرقبضہ کوریا کو عوامی جمہوریہ کوریا قرار دے دیا گیا جس کا سربراہ کم ال سنگ تھا۔

یکم جنوری 1949ء کو سوویت یونین نے اعلان کیا کہ اس کی تمام فوج ملک سے بلا لی گئی ہے۔ حقیقت میں 3 سے 5 ہزار مشیر اور فنی ماہر وہاں شمالی کوریا کی نوتشکیل شدہ فوج کو تربیت دینے اور سازوسامان سے لیس کرنے کے پروگرام کے تحت موجود رہے۔ اس فوج کا اصل جزو وہ کوریائی تھے جو جنگ کے دوران چینی فوج میں شامل تھے اور جنہیں وطن واپس آنے کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ فروری 1948ء میں انہوں نے شمالی کوریا کی پیپلز آرمی بنائی۔ شروع میں اس کی تعداد ایک لاکھ 35 ہزار تھی اسے 10 انفنٹری ڈویژنوں میں منظم کیا گیا جن کے پاس 150 ٹی 34 ٹینک، 1650 توپیں اور یاک 9 لڑاکا اور ایل آئی 120 درمیانے درجے کے بمباروں پر مشتمل 200 ہوائی جہاز تھے۔

اس دوران امریکہ میں جنگ کے بعد بننے والی صدر ہیری ایس ٹرومین کی حکومت کو زیادہ تشویش ملک کی معیشت کے بارے میں تھی اور اس نے شمالی کوریا میں بڑھتے ہوئے خطرات پر کم ہی توجہ دی۔ علاوہ ازیں دوسری جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد مسلح افواج کی تعداد میں بہت زیادہ کمی کر دی گئی تھی۔ زمانہ جنگ میں یہ تعداد 60 لاکھ تھی اب صرف 5 لاکھ 30 ہزار رہ گئی تھی۔ فوج کی جنگ کیلئے تیاری کی حالت بھی افسوسناک حد تک گر گئی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق صرف 82 واں ایئربارن ڈویژن ہی کسی حد تک جنگ کیلئے تیار رہنے کے قابل تصور کیا جا سکتا تھا۔ امریکی فضائیہ اور نیوی بھی اسی طرح کی صورتحال سے دوچار تھیں۔ نیوی کے 90 فیصد جنگی جہاز کم ہو چکے تھے۔ زمانہ جنگ میں اس کے پاس 6768 جہاز تھے جو 1950ء کے وسط میں محض 634 رہ گئے۔

30 جون 1949ء کو جنوبی کوریا سے امریکی فوج کے آخری یونٹ بھی روانہ ہو گئے اور وہاں 473 فوجیوں پر مشتمل محض ایک یونٹ کورین ملٹری ایڈوائزری گروپ (کے ایم اے جی) رہ گیا جس کا مقصد جمہوریہ کوریا کی تشکیل شدہ فوج کو تربیت اور مشورے دینا تھا۔ یہ فوج ابتدا میں 95 ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ شمالی کوریا سے سوویت فوج کی واپسی سے پیدا ہونے والے غلط احساس تحفظ کے باعث امریکہ نے صدر سنگمان رہی کی طرف سے اسلحہ اور سازوسامان کی فراہمی کی درخواست مسترد کر دی۔ اس نے پی 51 مستینگ لڑاکا طیارے، بی 25 مچل بمبار طیارے، تباہ کن بحری جہاز، آبدوزیں اور بارودی سرنگوں کی صفائی کرنے والے جہاز مانگے تھے۔ اس کے بجائے اس ڈر سے کہ کہیں صدر رہی ان ہتھیاروں سے شمالی کوریا پر حملہ نہ کر دے، امریکہ نے اس کی سپلائی مزید کم کر کے محض چھوٹے ہتھیاروں تک محدود کر دی۔

اس دوران جنوبی اور شمالی کوریا میں کشیدگی خاصی حد تک بڑھ گئی اور 38 ویں متوازی خط

پر دونوں طرف سے جھڑپوں کے واقعات ہونے لگے۔ ٹرومین حکومت کی بظاہر لاپرواہی کے باوجود امریکی محکمہ خارجہ نے بڑھتے ہوئے کیمونسٹ خطرے کو بھانپ لیا اور محسوس کیا کہ سوویت یونین پہلا موقع ملتے ہی صدر ری کی حکومت ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔

امریکی فوج کی واپسی کے بعد کوریا کی سلامتی کی ذمہ داری وزارتِ دفاع کی مشرق بعید کی کمان (FCOM) جو جاپان میں تھی اور جس کا سربراہ جنرل ڈگلس میکارتھر تھا' سے محکمہ خارجہ کو منتقل ہوگئی۔ تاہم میکارتھر نے احتیاطاً اپنے انٹیلی جنس چیف میجر جنرل چارلس ولوبی کو جنوبی کوریا میں ایک خفیہ تنظیم قائم کرنے کی ہدایت کر دی تھی جو کیمونسٹوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ کورین لیزان آفس کے نام سے یہ تنظیم سیول میں قائم کی گئی اور ایف ای سی او ایم کے انٹیلی جنس افسروں کے ایک چھوٹے سے گروپ پر مشتمل تھی۔ اس نے جو پہلی بات دریافت کی وہ یہ تھی کہ شمالی کوریا نے کئی ہزار گوریلے جنوبی کوریا میں داخل کر دیئے ہیں جن میں سے دو تہائی جنوبی کوریائی باشندے ہیں جو صدر ری کی حکومت کے مخالف ہیں۔

1950ء کے آغاز تک 38 متوازی خط پر صورتحال سخت نازک ہوگئی۔ جھڑپوں کے واقعات بہت بڑھ گئے تھے۔ شمالی کوریا کے گوریلوں نے جنوبی کوریا کے اندر گھس کر 30 حملے کیے کچھ ہی عرصہ بعد کم ال سنگ نے ماسکو کا دوبارہ دورہ کیا جہاں اس نے سوویت لیڈر جوزف سٹالن اور اس کے چینی ہم منصب ماؤزے تنگ سے ملاقاتیں کیں اور انہیں جنوبی کوریا پر حملہ کرنے اور اس طرح جزیرہ نما کو دوبارہ متحد کرنے کی اپنی صلاحیت کے بارے میں قائل کیا۔ دونوں نے اس کے منصوبے کی منظوری دیدی۔

اگلے ہفتے شمالی کوریا کی فوجیں 18ویں متوازی خط سے کچھ ہی شمال میں حملہ آور ہونے کی پوزیشن میں آگئیں۔ 25 جون 1950ء کی صبح چار بجے طوفان آلود آسمان کی سیاہی 1500 توپوں کی گولہ باری سے روشن ہوگئی جو حد بندی لائن پر تعینات جنوبی کوریا کے 3 ڈویژن فوجیوں پر ہو رہی تھی۔ تعداد میں کم یہ فوج شمالی کوریا کی حملہ آور فوج نے جسے ٹینکوں اور توپ خانے کی مدد حاصل تھی' آسانی سے زیر کر لی اور دو گھنٹے کے اندر اندر جنوبی کوریا کے فوجی پسپا ہو کر فرار ہو رہے تھے اور حملہ آور فوج وہاں سے 30 میل دور دارالحکومت سیول کی طرف چار سمتوں سے بڑھ رہی تھی۔

اس حملے کی خبر بیک وقت ٹوکیو میں ایف ای سی او ایم اور واشنگٹن میں محکمہ خارجہ پہنچی۔ مقامی وقت کے مطابق نیویارک میں 2 بجے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلایا گیا جس نے دو گھنٹے بعد متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ شمالی کوریا اپنی فوج فوراً واپس بلا لے۔

امریکہ اس حملے کیلئے بالکل تیار نہیں تھا چنانچہ ذمہ داری سی آئی اے پر ڈال دی گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ سی آئی اے نے حملے سے تقریباً تین ہفتے پہلے خبردار کر دیا تھا۔ اس کی بنیاد وہ اطلاع

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

تھی جو شمالی کوریا میں 1948ء میں داخل ہونے والے امریکی فوج کے لیزان گروپ کے ایجنٹوں نے دی تھی۔ دراصل یہ گروپ امریکی انٹیلی جنس یونٹ تھا جو منچوریا میں چینی قوم پرستوں سے وابستہ تھا۔ یہ ایجنٹ کسی کے علم میں آئے بغیر وہیں موجود رہے اور 1950ء کے پہلے چھ مہینوں میں انہوں نے جنوبی کوریا پر حملے کیلئے شمالی کوریا کی تیاریوں سے متعلق خاصی معلومات بھیجیں۔ 20 جون کو ڈائریکٹر آف جنرل سنٹرل انٹیلی جنس (ڈی سی آئی) ایئر ایڈمرل کوٹر نے ایجنسی کی رپورٹ کی نقول صدر ٹرومین' وزیر خارجہ ڈین ایچی سن اور وزیر دفاع لوئیس جانسن کو بھیجی تھیں۔ اس وقت واشنگٹن میں بے پروائی کا یہ عالم تھا کہ رپورٹ کو نظر انداز کر دیا گیا یا اسے پڑھا ہی نہیں گیا۔

26 جون کی شام اپنے سینئر وزراء اور جائنٹ چیفس آف سٹاف سے ملاقات کے بعد صدر ٹرومین نے تین ابتدائی اقدامات کا فیصلہ کیا۔ جنوبی کوریا سے دو ہزار امریکی شہریوں کا انخلاء' جنوبی کوریا کی فوج کو اسلحہ اور سازوسامان کی ترسیل اور جنرل میکارتھر کی ذمہ داریوں کے دائرے میں تائیوان کی شمولیت اس کے علاوہ ساتواں امریکی بحری بیڑہ بھی فوراً ہی تائیوان اور چین کے درمیان سمندر میں پہنچ گیا تاکہ چین کی طرف سے تائیوان پر حملے کی کوشش کا راستہ روکا جا سکے۔

27 جون کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک اور قرارداد منظور کی جس میں رکن اقوام سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ جنوبی کوریا کو فوجی امداد فراہم کریں تاکہ علاقے میں امن و سلامتی کو بحال کیا جا سکے۔ اسی شام ایف ای سی او ایم کے 15 سٹاف افسروں کا ایک وفد جاپان سے روانہ ہوا اور بذریعہ طیارہ سیول سے 25 میل دور سووان کے مقام پر پہنچا۔ سیول پر اس وقت شمالی کوریا کی فوج کا قبضہ تھا۔ اگلے روز انہیں امریکی سفیر جان موکیو نے صورتحال سے باخبر کیا۔ اگلے روز خود جنرل میکارتھر اپنے ذاتی جہاز سی 121 کانسٹیلیشن عرف باتان کے ذریعے وہاں پہنچ گیا چار پی 51 مستینگ طیارے اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ پرواز کے دوران ایک یاک 9 لڑاکا طیارہ نمودار ہوا جسے انہوں نے مار گرایا۔ میکارتھر نے سٹاف افسروں اور اخبار نویسوں کی معیت میں جنوبی کوریا کے سرحدی علاقوں کا دورہ کیا' جہاں اس نے مہاجروں کے قافلے اور جنوبی کوریا کی فوج کے تباہ حال دستے دیکھے جو جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہاں سے وہ دشمن کے زیر قبضہ سیول پر نظر ڈال سکتا تھا۔

میکارتھر اسی دن ٹوکیو لوٹ آیا اور پینٹا گان کو رپورٹ دی جس میں اس نے بتایا کہ امریکی افواج کے تیز اور فیصلہ کن حملے سے صورتحال کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ اس نے درخواست کی کہ اسے جاپان میں قابض امریکی فوج کو استعمال کرنے کا اختیار دیا جائے۔ صدر ٹرومین نے اس کی درخواست منظور کر لی اور ساتھ ہی سارے جزیرہ نمائے کوریا کی بحری ناکہ بندی اور 38ویں خط متوازی کے شمال میں واقع اہداف پر امریکی ایئر فورس کی بمباری کی بھی منظوری دیدی۔ گھنٹوں کے اندر اندر 24ویں امریکی انفنٹری ڈویژن کے دستے جنوبی کوریا روانہ ہونے کیلئے ہوائی جہازوں پر سوار ہو رہے تھے۔

شمالی کوریا کی فوج سیئول پر قبضہ کے بعد رک کر خود کو از سر نو منظم کر رہی تھی۔ 5 جولائی کو اس نے حملہ دوبارہ شروع کر دیا اس وقت تک امریکی ڈویژن پوسان میں اتر چکا تھا پہلی جھڑپ اسی روز اوسان کے شمال میں ہوئی۔ یہ شہر سیئول اور تائی جون کے درمیان سڑک پر واقع ہے۔
شمالی کوریا کی فوج 21 ویں انفنٹری رجمنٹ کی پہلی بٹالین کو پسپا کر کے دریا کے ساتھ موجود 34 ویں انفنٹری رجمنٹ کی پہلی بٹالین کی طرف بڑھی۔ یہاں بھی اسے کم مسلح امریکی فوجیوں کو شکست دینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ امریکی فوجی گاڑیاں اور سازوسامان چھوڑ کر جنوب کی طرف بھاگے۔

یہی کچھ دوسرے مقامات پر بھی ہوا۔ 24 ویں امریکی انفنٹری ڈویژن کے سپاہیوں نے ہر جگہ خود کو گھیرے میں پایا۔ گھیرا توڑ کر بھاگنے کی کوشش میں انہیں بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ آخر وہ پسپا ہو کر نائے جون پہنچے اور وہاں صف بندی کی لیکن 19 جولائی کو شمالی کوریا کی فوج نے یہ صف بندی توڑ دی اور ڈویژن کے باقی ماندہ فوجی مزید جنوب کو پسپا ہو گئے اب تک کے 24 سو فوجی ہلاک ہو چکے تھے۔

اس دوران 10 جولائی کو جنرل میکارتھر جنوبی کوریا میں امریکی افواج کا کمانڈر انچیف بنایا جا چکا تھا۔ اس نے 8 ویں امریکی فوج کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل والٹن ایچ واکر کو آپریشنل ذمہ داریاں تفویض کر دیں جو اپنے ہیڈ کوارٹر سمیت 13 جولائی کو وہاں پہنچ گیا۔ اس کے بعد 25 واں امریکی انفنٹری اور پہلا امریکی کیولری ڈویژن بھی پہنچ گیا۔

25 ویں ڈویژن کو پہلا نقصان 20 جولائی کو یے چون کے مقام پر پہنچا جہاں شمالی کوریا کے شدید حملے کے بعد اس کی تین رجمنٹیں تتر بتر ہو کر پسپا ہو گئیں تاہم ڈویژن نے اپنی پوزیشنیں اس وقت تک برقرار رکھیں جب 30 جولائی کو اسے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس سے ایک دن پہلے امریکی کیولری ڈویژن کو یونگ ڈانگ کے علاقے سے نکلنا پڑا تھا جہاں وہ محصور ہو چلا تھا۔ جولائی کے آخر تک آٹھویں امریکی فوج ایک حلقے میں محصور ہو کر رہ گئی جس کی فرنٹ لائن جنوبی شہر چن جو سے شمال میں کواں لی تک اور شمال مشرق میں یے چون تک اور مشرقی ساحل پر یونگ ڈاک تک پھیلی ہوئی تھی۔
اس حلقے کو پوسان کا دائرہ کہا گیا۔ جونہی یہ مستحکم ہوا میکارتھر نے بڑے جوابی حملے کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا جس کے تحت دسویں امریکی کور کو مغربی ساحل پر اتارا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آٹھویں فوج نے پوسان سے باہر نکل کر حملہ کرنا تھا۔ اپریشن کو کرومائیٹ کا خفیہ نام دیا گیا۔ اپریشن کے تحت انچون کی بندرگاہ سے شمالی کوریا کی فوج پر عقب سے حملہ کیا جانا تھا۔
انچون پر گہرے پانی کی واحد رسائی 45 میل لمبی فلائنگ فش نامی رودبار ہے جو بندرگاہ سے 30 میل جنوب مغرب میں توک جوک کنڈر جزائر کے علاقے میں جا کر کھلتی ہے۔ پانی اونچا ہو تو

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

اس سے بڑے جہاز بھی گزر سکتے ہیں لیکن جب پانی اترا ہوا تو وہ محض چند فٹ گہری ہوتی ہے اس لئے اس وقت اس میں جہاز نہیں آ سکتے اس وجہ سے ایف سی او ایم کے سٹاف میں منصوبہ سازوں کو تشویش تھی۔ انہیں رودبار کی حدود میں موجود بعض جزیروں کے حوالے سے بھی پریشانی تھی۔ رودبار ان جزیروں کے گرد گھومتی ہوئی انچون کی طرف جاتی تھی اور ایک جگہ پر وہ ان میں سے تین بڑے جزیراں تائی بوڈو' یونگ ھنگ اور تائی موئی ڈو کے درمیان سے گزرتی تھی جہاں اس کی چوڑائی پانچ میل ہو جاتی تھی۔ یہ تینوں جزیرے شمالی کوریا کے قبضے میں تھے اور اس طرح اسے انچون کو جانے والے واحد راستے پر کنٹرول حاصل تھا۔ اپریشن کو آگے بڑھانے کیلئے ان جزیروں پر پہلے سے قبضہ کر لینا ضروری تھا۔

یہ ذمہ داری ایف ای سی او ایم سٹاف کے ایک افسر لیفٹیننٹ یوجین کلارک کو دی گئی۔ اس نے تجویز دی کہ جزیروں پر رضاکاروں کی فوج بنائی جائے جن کو مہاجروں اور مقامی باشندوں سے بھرتی کیا جائے۔ 26 اگست کو اسے بتایا گیا کہ اس کی تجویز منظور کر لی گئی ہے۔ اگلے روز وہ پوسان چلا گیا جہاں اس نے دو کوریائی مترجم حاصل کیے اور اس کے بعد جاپان آ گیا جہاں اس نے تین کوریائی ماہرین مواصلات اور 10 شہری بھرتی کیے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رائل نیوی سے ایک کروزر ایچ ایم ایس جمیکا اور تباہ کن جہاز ایچ ایم ایس جیریٹی کی خدمات حاصل کیں تاکہ وہ اسے اس کے گروپ سمیت ٹوک چوک کے جزیرے پر پہنچا دے اور اپریشن کے دوران گولہ باری سے اس کی مدد کرے۔
کلارک اور اس کا گروپ جمیکا پر سوار ہو گیا اور دونوں جنگی جہاز جزیروں کی طرف روانہ ہوئے جو 31 اگست کو ٹوک چوک ڈو پر پہنچ گئے۔ ساحل پر انہیں جنوبی کوریا کی پولیس کی ایک یونٹ کا کمانڈر ملا جس نے بتایا کہ یون ہنگ ڈو' تائی بوڈو اور تیموئی ڈو پر قابض شمالی کوریا کی فوج کی تعداد بہت مختصر ہے اور وہ ایک پلاٹون سے بھی کم ہے۔ اس نے کلارک کے گروپ کو اپنی پلاٹون کی خدمات بھی فراہم کر دیں۔

اگلے روز کلارک کی فوج اور پولیس کی پلاٹون نیز جمیکا (جہاز) پر تعینات دستے یون ہنگ پر اتر گئے۔ دشمن کے محافظوں نے جہاز کی کشتیوں پر فائرنگ کی لیکن جمیکا سے داغے جانے والے ایک گولے نے ان کی مزاحمت ختم کر دی۔ جزیرے پر تیزی سے قبضہ ہو گیا جس کے بعد فوج نے شام تک تائی بوڈو پر حملہ کر کے اسے بھی قبضے میں لے لیا۔ وہاں موجود مختصری گیریژن نے ایک گولی چلائے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔

اس کے بعد کلارک نے مقامی آبادی پر مشتمل رضاکار فوج بنانا شروع کر دی جس میں جنوبی کوریا کے شہری اور فوجی کثیر تعداد میں شامل ہو گئے۔ ان میں سے بعض کو تیموئی ڈو حالات کا جائزہ لینے کیلئے بھیج دیا گیا جس نے واپس آ کر تصدیق کی کہ وہاں دشمن کی فوج ایک پلاٹون کے

قریب ہے جو ٹائیگر نامی ایک چھوٹی سی پہاڑی کی ڈھلوان پر اپنی دفاعی پوزیشنیں مستحکم کر رہی ہے۔

8 ستمبر کی شام کلارک کی فوج ایک بحری جہاز کے ذریعے تیموئی ڈو کے شمالی ساحل پر اتر گئی اور پیشقدمی کرتی ہوئی ٹائیگر پہاڑی کے نزدیک جا کر رک گئی۔ اس کے فوراً بعد جمیکا نے دشمن کی پوزیشنوں پر توپ سے گولہ باری شروع کر دی پھر جب کلارک کی فوج نے حملہ دوبارہ شروع کیا تو دشمن کی طرف سے بہت کم مزاحمت ہوئی اور فوراً ہی اس پر قبضہ مکمل کر لیا گیا۔ اسی روز یونگوڈو پر بھی قبضہ ہو گیا۔

اگلے دنوں میں اردگرد کے جزیروں اور خود انچون کے علاقے کا جائزہ لیا جاتا رہا۔ ایک جائزہ مشن کی قیادت خود کلارک نے کی جس نے انچون میں پانی چڑھنے اور اترنے کی گہرائی ماپی۔ ایف ای سی او ایم یہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا فلائنگ فش کی رودبار اور انچون کی بندرگاہ پر جہاز لے جانے کیلئے درکار کم از کم پانی کی گہرائی 25 فٹ ہو گی؟ جبکہ جو جہاز میکارتھر کی فوج کو لے کر آ رہے تھے ان کیلئے 29 فٹ کی گہرائی درکار تھی۔ کلارک اور اس کے ساتھی پانی کی پیمائش کرنے میں کامیاب رہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پانی اترتے وقت نیچے جو کیچڑ اور مٹی ہوتی ہے وہ اتنی نرم ہے کہ جہازوں کا وزن برداشت نہیں کر پائے گی۔

13 ستمبر کو علاقے میں موجود اکثر جزیرے امریکی قبضے میں آ چکے تھے۔ قابل ذکر استثنیٰ دولمی ڈو، یونگ چونگ ڈو اور ایک چھوٹے جزیرے پالمی ڈو کا تھا جن کی حفاظت کا کڑا بندوبست تھا۔ 14 ستمبر کو شمالی کوریا نے یونگ ہنگ ڈو میں کلارک کی فوج پر جوابی حملہ شروع کیا جس کا کلارک اور اس کی فوج کو پہلے ہی پتہ چل گیا اور وہ فوج کے جزیرے پر اترنے سے پہلے ہی وہاں سے فرار ہو کر پالمی ڈو کے جزیرے پر آ گئے جہاں انہوں نے لائٹ ہاؤس کی شمع روشن کی تاکہ دولمی ڈو پر قبضہ کیلئے آنے والے دستے کو رہنمائی مل سکے۔ اس کے بعد انچون پر بڑا حملہ کیا گیا جو کامیاب رہا۔

اس دوران مقامی رضاکاروں کی طرف سے کوریا کے مشرقی ساحل پر بھی ایک اپریشن کیا جا رہا تھا۔ عین اسی وقت بوسان کے حلقے سے نکل کر فوج نے حملہ کیا۔ مذکورہ اپریشن میں مرینگ گوریلا بٹالین کو شمالی کوریا کی فوج کے عقب میں اتارا گیا۔ بٹالین کی رہنمائی امریکی مشیر لیفٹیننٹ ولیم ایس ہیریسن کر رہا تھا۔ 15 ستمبر کو یہ بٹالین جنوبی کوریا کی بحریہ کے جہاز کے ذریعے یونگ ڈوک کے جنوب میں ایک چھوٹے سے گاؤں سے ملحقہ ساحل پر اتری۔

خراب موسم کی وجہ سے بٹالین کے اترنے میں تاخیر ہوئی اور نیوی کا جہاز بھی موجوں کے زور پر دوسری طرف چلا گیا تاہم بٹالین پیش قدمی کرنے اور گاؤں سے دشمن کا صفایا کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ چار گھنٹے بعد شمالی کوریا کی رجمنٹ نے زبردست جوابی حملہ کر دیا اور بٹالین کو پسپا کرتے ہوئے ساحل کی طرف دھکیل دیا۔ امریکی فریگیٹ سے اس کی مدد کیلئے گولہ باری کی گئی۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

بعدازاں شام کو امریکی بحریہ کی ٹاسک فورس بھی مدد کیلئے آ گئی اور گولہ باری کر کے کچھ دیر تک دشمن کو روکے رکھا حتیٰ کہ 17 ستمبر کی شام کو بٹالین کو وہاں سے نکال لیا گیا۔

اس وقت تک ایف ای سی او ایم کے انٹیلی جنس ڈائریکٹریٹ نے فار ایسٹ کمانڈ لیزان گروپ (ایف ای سی۔ایل جی) کے نام سے ٹوکیو میں ایک تنظیم قائم کر دی تھی جس کا مقصد جنگی نوعیت کی انٹیلی جنس معلومات اکٹھی کرنا تھا۔ یہ فیصلہ جنرل میکارتھر کے اس حکم کے پیش نظر کیا گیا کہ ہر ایسی ایجنسی کو' جو اس کے زیر کمان ہے' مثلاً سی آئی اے' کوریا میں کام کرنے سے روک دیا جائے۔ دوسری جنگ عظیم میں بھی اس نے یہی پالیسی اختیار کی تھی اور ایس ایس کو بحرالکاہل کے جنگی تھیٹر میں کام کرنے سے روک دیا تھا۔ ایف ای سی' ایل جی کی ابتدائی سرگرمیاں تو انٹیلی جنس معلومات اکٹھی کرنے پر ہی مشتمل تھیں لیکن بعد میں یہ ایسا مرکزی ادارہ بن گیا جہاں سے غیر روایتی جنگ کے دوسرے یونٹ جنگ کوریا کے تین برسوں میں مصروف کار رہے۔

آٹھویں امریکی فوج کے تحت شمالی کوریا کی فوج کے عقب میں 20 میل کی گہرائی میں ٹیکنیکل لیزان آفس (ٹی ایل او) فوجی جاسوسی کی اطلاعات اکٹھی کر رہا تھا۔ اس کے کئی سیکشن امریکی فوج سے منسلک تھے۔ اس کی ہر ٹیم میں ایک امریکی افسر' دو نان کمشنڈ افسر اور 25 کوریائی ایجنٹ ہوتے تھے۔ ہر علاقے میں ایک ٹیم تعینات تھی۔ ان کے ایجنٹ مہاجروں کے بلکہ بعض شمالی کوریا کے فوجیوں کے روپ میں شمالی کوریا میں گھس جاتے تھے۔ ان کے پاس ریڈیو سیٹ نہیں ہوتے تھے اس لئے اطلاعات لے کر خود واپس آنا پڑتا تھا۔ واپسی پر امریکی انٹیلی جنس افسران سے معلومات حاصل کرتے۔ اس عرصہ میں کے ایل او کے ایجنٹ جاسوسی کرتے جن کو پیراشوٹ وغیرہ کے ذریعے اتارا جاتا۔

انچون پر میکارتھر کی کامیاب چڑھائی کے بعد شمالی کوریا کی فوج پوری رفتار سے شمال کو پسپا ہو گئی۔ اس وقت ایف ای سی او ایم کو ان جاسوسی اطلاعات کی سخت ضرورت تھی کہ فوج پسپا ہو کر کس راستے سے جا رہی ہے اور اس کی نئی پوزیشنیں کیا ہیں۔ اس کی ذمہ داری ایف ای سی ایل جی کو دی گئی جس نے اپنے ایئر بارن اپریشن شعبے کو جس کا خفیہ نام ''ایویاری'' تھا' اس کام پر لگایا اس نے اپنا پہلا اپریشن 26 ستمبر 1950ء کی رات کیا اور کے ایل او کے 9 ایجنٹوں کو امریکی فضائیہ کے دو ٹرانسپورٹ سی 47 طیاروں کے ذریعے دو علاقوں میں اتارا گیا۔ دونوں گروپوں نے شمالی کوریا کی فوج کی پسپائی کے دو راستوں کا کھوج لگایا اور چند روز بعد 9 میں سے 8 ایجنٹوں کو واپس بلا لیا گیا تاکہ وہ رپورٹ دے سکیں لیکن جب وہ رپورٹ لے کر پہنچے تو وہ پرانی اور ناکارہ ہو چکی تھی۔ اس پر آئندہ بھیجے جانے والے ایجنٹوں کو ایس سی آر 694 ٹرانسمیٹر / ریسور فراہم کیے جانے لگے جن کی بدولت وہ معلومات فوراً ہی امریکی طیاروں تک پہنچا سکتے تھے۔ یہ ریڈیو سیٹ وزنی تھے بعدازاں ان کی جگہ ایس سی آر

300 ماڈل کے سیٹ فراہم کیے جانے لگے۔ یہ چونکہ کم دستیاب تھے اس لئے بعض دوسرے طریقے بھی اختیار کیے گئے جن میں رنگین دھواں دینے والے بم شامل تھے جو یہ ایجنٹ اس وقت چلاتے جب امریکی طیارے ان کے اوپر پرواز کرتے۔ دھواں کئی رنگ کا ہوتا تھا اور ہر رنگ کا اشارہ پہلے ہی طے کر لیا جاتا تھا۔

سمندر کے راستے کے ایل او کے ایجنٹ اپریشن سیلامینڈر کے تحت ساحلی علاقوں پر اتارے جاتے۔ تیز رفتار کشتی کشتیاں اور ماہی گیری کی کشتیوں کے ساتھ اس مقصد کیلئے استعمال کی گئیں۔ مشن اقوام متحدہ کے زیر کنٹرول جزیروں پر قائم فارورڈ اڈوں سے زیر عمل لائے گئے جو دشمن کے حملے کی صورت میں بحریہ سے امداد طلب کر سکتے تھے۔ ''ایویاری'' کی طرح اپریشن سیلامینڈر کی ٹیموں نے بھی مفید جاسوسی معلومات دیں۔

دسمبر 1950ء میں چین شمالی کوریا کی مدد کو آیا۔ اقوام متحدہ کی فوجیں جو اب تک شمالی کوریا کی فوج کو 38 ویں خط متوازی سے شمال میں دھکیل رہی تھیں چینی پیپلز لبریشن آرمی (پی ایل اے) کے تیرہویں فوجی گروپ کے زبردست حملے کے بعد جنوب کو پسپا ہو گئیں۔ جنوری 1951ء کے پہلے ہفتے میں انہوں نے 38 ویں خط متوازی کے جنوب میں ایک دفاعی لائن قائم کر لی۔

کے ایل او کے ایجنٹوں نے چینی مداخلت کے اشارے اکتوبر کے وسط ہی میں دے دیئے تھے۔ اس ماہ کے آخر میں ایف ای سی او ایم اور آٹھویں امریکی فوج کے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع مل گئی تھی کہ 60 ہزار چینی فوج شمالی کوریا میں داخل ہو رہی ہے۔ 31 اکتوبر کو ایف ای سی او ایم کے چیف آف انٹیلی جنس میجر جنرل چارلس ولوبی نے کے ایل او کے ایک ایجنٹ سے معلومات حاصل کیں جو کانگے موجن کے علاقے میں اتارا گیا تھا۔ اس نے جنرل ولوبی کو اس چینی فوج کے بارے میں تفصیلی اطلاعات دیں جو اس ماہ موجن کا پل عبور کر کے شمالی کوریا میں داخل ہوئی تھی۔

ایف ای سی او ایم کیلئے انٹیلی جنس اطلاعات کا سست بہاؤ مسئلہ بنا ہوا تھا اور نومبر 1950ء میں صورتحال کی اصلاح کیلئے اقدامات کیے گئے۔ ایف ای سی او ایم انٹیلی جنس کمیٹی بنائی گئی جو تینوں انٹیلی جنس برانچوں اور سی آئی اے کے افسروں پر مشتمل تھی۔ اس کا مقصد یکساں اطلاعات کے اعادے کو روکنا اور اطلاعات کے بہاؤ کو تیز کرنا تھا۔

جنوری 1951ء کے دوسرے ہفتے میں ہیڈ کوارٹر کی آٹھویں امریکی فوج نے کوریا میں غیر روایتی جنگ شروع کرنے کیلئے ایک محکمہ ''اٹریشن سیکشن'' کے نام سے بنایا۔ یہ ہیڈ کوارٹر کے جی 3 متفرق ڈویژن کا حصہ تھا اس کی تشکیل کوریا کے مغربی ساحلی علاقوں اور ان سے ملحقہ جزائر سے غیر کمیونسٹ مہاجروں کی بڑی تعداد میں آمد کے نتیجے میں ہوئی۔ ایک افسر کرنل جان مک گی نے ان مہاجروں کو رضا کار بنانے کی تجویز دی تھی جو پہلے ایف ای سی او ایم نے مسترد کر دی تھی لیکن

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

15 جنوری کو یہ تجویز اٹریشن سیکشن کی شکل میں منظور کر لی گئی۔ اگرچہ محکمہ ہیڈ کوارٹر کی 8 ویں امریکی فوج کے اپریشن ڈویژن کی کمان میں تھا لیکن اس کی سرگرمیوں کو ایف ای سی او ایم کے انٹیلی جنس ڈائریکٹریٹ سے رہنمائی ملتی تھی۔

اس سیکشن کا پہلا کام جزیرہ پینگ یونگ ڈو میں ''ٹاسک فورس ولیم ایبل'' کے نام سے رضا کار کمانڈوز قائم کرنا تھا۔ یہ جزیرہ 38 ویں خط متوازی سے ذرا نیچے کوریا کے صوبے ہوانگھے کے جنوب مغرب میں واقع تھا۔ اس کی کئی خوبیاں تھیں مثلاً اس کا ساحل چٹانوں سے پاک تھا اور اسے پانی اترنے کے وقت ہوائی پٹی کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا اور پانی چڑھنے کے وقت کشتیوں کے ذریعے افراد اور ساز و سامان اتارے جا سکتے تھے۔

میجر ولیم برکے کی زیر قیادت ٹاسک فورس کا کام متعدد رضا کار گروپ بنانا' انہیں اسلحہ اور ساز و سامان دینا اور تربیت فراہم کرنا تھا جس کے بعد کوریا کے مغربی ساحل سے کچھ فاصلے پر واقع متعدد جزیروں میں کئی اڈے قائم کرنے تھے۔ ان میں سے بعض جزیروں پر پہلے ہی کمیونسٹ مخالف گروپ کام کر رہے تھے اور یہ اڈے انہی کی بنیاد پر قائم ہوئے تھے۔ شروع میں ایسے پانچ گروپوں' جن میں سے ہر ایک 20 ارکان پر مشتمل تھا' کے لیڈر پینگ یونگ ڈو پر تربیت کیلئے لائے گئے ہر گروپ کے منتخب ارکان کو تباہی کے ماہرین' طبی امداد دینے والوں یا ریڈیو آپریٹر کے طور پر تربیت دی گئی۔ باقی کو ایچ ایف ریڈیائی مواصلات میں مورس کوڈ وغیرہ کے استعمال کی تربیت دی گئی۔

تربیت کے بعد پانچوں لیڈر اور ان کے افراد اپنے اپنے گروپوں میں واپس آ گئے۔ انہیں ''ڈونکی'' کا کوڈ نام دیا گیا ہر گروپ کیلئے نمبر مخصوص تھا مثلاً ڈونکی نمبر 1' اس کے ساتھ ہی ٹاسک فورس ولیم ایبل کا نام بھی بدل کر اپریشن لیپرڈ رکھ دیا گیا۔ پینگ ینگ ڈو میں تخریبی کارروائیوں' چھاپوں اور انٹیلی جنس معلومات اکٹھی کرنے کیلئے ایک اور یونٹ ''ٹاسک فورس ریڈ ونگ'' قائم کی گئی جو کوریا کی میرین کمپنی پر مشتمل تھی۔

لیپرڈ کے اپریشنوں کا آغاز جزیرہ نمائے چانگ سون پر ڈونکی نمبر 1 کے 38 گوریلوں کو اتار کر کیا گیا۔ شائننگ مون کے نام سے اپریشن کے تحت کمانڈر چانگ چائی ہوا کی کمان میں یونٹ 3 اور 4 مارچ کی درمیانی رات جزیرہ پر اترا اور پیشقدمی کرتا ہوا تین دن بعد شچونز کے جنوب میں ایک پہاڑ پکتا پر پہنچا جہاں اس نے اڈہ بنایا۔ اس مرتبہ یہ ایک بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ جب مشن کنٹرولر نے ڈونکی کی جگہ لینے کیلئے ڈونکی 2 کو وہاں روانہ کیا تو ڈونکی 1 کا ریڈیو سیٹ خراب ہو گیا چنانچہ ڈونکی 2 کا ڈونکی اسے رابطہ نہ ہو سکا تاہم اس نے حملے کرنے کا کام جاری رکھا۔ 21 مارچ کی شام اس نے ایک چھوٹے شہر بچانگ نی میں تھانے پر حملہ کیا جہاں کمیونسٹ حکام کا ایک اجلاس ہو رہا تھا۔ 7 پولیس والوں سمیت 21 مارے گئے پولیس کی گاڑیاں اور ٹرک تباہ ہو گئے اور بھاری اسلحہ ہاتھ آیا اس کے بعد

سنچون میں فوجی چوکی پر حملہ کر کے کئی ٹرک اور بسیں تباہ کر دیں۔

18 اپریل کو ڈونکی 1 نے سنچون کے چار گوداموں پر حملہ کیا جہاں 17 سو قیدی بند تھے ان میں اقوام متحدہ کی سکیورٹی پولیس کے اہلکار نمایاں کمیونسٹ مخالف لوگ اور رضا کاروں کے رشتہ دار شامل تھے۔ رہا کرائے جانے والوں میں سے صرف 400 لوگ چلنے کے قابل تھے انہیں سنچون کے جنوب میں پہاڑوں کی طرف لے جایا گیا۔ باقی وہیں رہ گئے جن کو بعد میں چینی فوج نے زبردست گولہ باری کر کے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد چینیوں نے ڈونکی 1 کا تعاقب کیا اور اس تک جا پہنچے۔ شدید لڑائی میں 50 رضا کار مارے گئے باقی چار مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر مختلف سمتوں میں بکھر گئے۔

چانگ اور اس کے ساتھی سنچون کے جنوب مشرق میں 40 میل دور پہنچے اور وہاں ایک نیا اڈہ قائم کر کے ڈونکی 1 کی تشکیل نو کی۔ مئی کے شروع تک یونٹ سنچون کے جنوب میں پہاڑوں کی طرف لوٹ آیا اور چھوٹی چھوٹی چھاپہ مار کارروائیاں شروع کر دیں۔ 11 مئی کو اس نے سنچون کے جنوب میں 8 میل دور ایک کان پر حملہ کیا اور وہاں بیگار میں پکڑے گئے 800 افراد رہا کرا لئے اور کئی گودام تباہ کر دیئے۔ چینی فوج فوراً حرکت میں آئی اور پورے علاقے میں ان کی تلاش شروع کر دی۔ ڈونکی اس سے بچنے کیلئے مغرب کی طرف بڑھا جہاں اس کا شمالی کوریا کی فوج سے سامنا ہو گیا جس پر وہ چھوٹے گروہوں میں منقسم ہو کر چانگیون کے شمال میں مقررہ مقام کی طرف بڑھے لیکن صرف 15 افراد ہی بچ کر وہاں پہنچ سکے۔ چانگ واپس پینگ ینگ ڈو کی طرف لوٹ گیا۔

23 جولائی کی رات وہ اور ڈونکی نمبر 1 کے باقی ماندہ 20 افراد یوک ڈو کے جزیرے میں چلے گئے جہاں پہلے ہی ایک لیپر ڈیونٹ 'ڈونکی 4 موجود تھا۔ اپریشن شائننگ مون کے باقی ساڑھے چار ماہ کے عرصے میں ڈونکی 1 نے شمالی کوریا اور چین کے کئی سو فوجی اور پولیس والے ہلاک کئے' گوداموں پر حملے کئے اور پل تباہ کر دیئے۔ اس کے علاوہ اس نے شمالی کوریا اور چین کو مجبور کر دیا کہ وہ فوجی دستوں کو محاذ جنگ سے ہٹا کر' جہاں ان کی سخت ضرورت تھی گوریلوں کے علاقوں میں اپریشن کیلئے بھجوا دیں۔ جولائی کے آخر تک ڈونکی 1 کے علاقے میں دشمن کی فوج کی تعداد 2 ہزار سے بڑھ کر 30 ہزار ہو گئی۔

ادھر "اٹریشن سیکشن" نے کوریا کے مشرقی ساحل پر بھی رضا کار دستہ قائم کر دیا تھا جو لیپر ڈ سے کافی چھوٹا تھا اور اس کے مقاصد بھی محدود تھے۔ اسے چارلی سیکشن کا نام دیا گیا تھا اور اس میں 200 رضا کار شامل تھے۔ لیفٹیننٹ ولیم ایس ہیریسن کو اسکا کمانڈر بنایا گیا۔

کوریا کے مشرقی ساحل پر واقع بیشتر بڑے جزائر جنوبی کوریا کی میرین' امریکی ایئر فورس کے راڈار اور امریکی فوج کے سگنل انٹیلی جنس یونٹوں کا قبضہ تھا۔ وہاں کی آبادی جنوبی کوریا کی مرکزی

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM.COM

سرزمین (مین لینڈ) پر منتقل کر دی گئی تھی۔ سی آئی اے جائنٹ ایڈوائزری کمیشن کے نام سے وونسان کے شمال میں اپریشن کر رہی تھی۔ اس نے خدشہ ظاہر کیا کہ نیا دستہ کہیں اس کے آپریشنز کو متاثر نہ کرے اس لئے چارلی سیکشن کے آپریشنوں کا علاقہ وونسان کے جنوب سے امریکی فرنٹ لائن تک محدود کر دیا گیا۔

چارلی سیکشن کیلئے اڈے کے طور پر جزیرہ نام ڈو کو منتخب کیا گیا جو 39 ویں خط متوازی پر کوریا کے مشرقی ساحل سے دس میل دور تھا۔ یہ جزیرہ 600 گز لمبا اور 300 چوڑا تھا۔ اس پر 300 فٹ بلند چٹانیں تھیں جن کی وجہ سے مرکزی سرزمین کے ساتھ اچھا ریڈیائی رابطہ ممکن تھا۔ اس کے علاوہ اس پر تازہ پانی کا چشمہ بھی تھا۔ جزیرے کے مغربی کنارے پر ایک مختصر ساحلی پٹی واحد جگہ تھی جہاں فوجی اتارے جا سکتے تھے مگر بڑی بڑی چٹانیں خطرات کا موجب بھی تھیں۔

اپریل 1951ء میں اس کا نام بدل کر ٹاسک فورس کرکلینڈ رکھ دیا گیا۔ مئی کے آخری حصے میں اس نے نام ڈو پر قبضہ جمانے کے علاوہ 38 ویں خط متوازی سے 7 میل جنوب میں چمنجن نامی ماہی گیری کی بندرگاہ پر ایک عقبی ہیڈ کوارٹر اور نقل وحمل کا اڈہ بھی قائم کر لیا۔ 16 جون کو لیفٹیننٹ ہیریسن نے ایک چھوٹے سے جزیرے سانگ ڈو پر ایک نگران چوکی قائم کی۔ 14 ایکڑ رقبے پر مشتمل یہ جزیرہ نام ڈو سے 12 میل جنوب مغرب میں واقع ہے اور شمالی کوریا کے ساحل سے محض 800 گز دور ہے تاہم شمالی کوریا کی فوج کو جلد ہی اس کا پتہ چل گیا اور اس نے اگلے دو ہفتوں میں دو مرتبہ یہاں فوج اتارنے کی کوشش کی۔ علاقے میں موجود اقوام متحدہ کے جنگی جہازوں نے گولہ باری کر کے انہیں پسپا کر دیا۔

چار دن بعد کرکلینڈ کا پہلا اپریشن لاسو کے نام سے 30 جون کی رات ہوا۔ 60 رضا کار دو امریکی کشتیوں کے ذریعے کوجو نامی گاؤں کے ساحل پر اتارے گئے جہاں شمالی کوریا کے 30 فوجی اہلکار تعینات تھے۔ قریب ترین شمالی کوریائی یونٹ ریلوے انجینئر بٹالین تھی جو چھ میل جنوب میں ٹونگچون کے قریب تعینات تھی۔ بارش اور دھند کی آڑ میں رضا کار کسی کے علم میں آئے بغیر ساحل پر اتر گئے اور فوراً ہی گاؤں پر حملہ کر کے شمالی کوریا کے 18 اہلکار ہلاک کر ڈالے جبکہ باقی بھاگ نکلے۔ گاؤں سے اسلحہ اور دستاویزات ملیں۔ ایسے نقشے بھی ملے جن میں قریبی پہاڑیوں پر شمالی کوریا کے یونٹوں کی تفصیل تھی۔ اگلی صبح حملہ آور واپس نام ڈو لوٹ آئے۔

جون کے آخر میں لیفٹیننٹ ہیریسن امریکہ چلا گیا اس کی جگہ نام ڈو کے کمانڈر کے طور پر لیفٹیننٹ یولاٹوسکی نے لے لی۔ جولائی میں میجر اے جے کوملی نے ٹاسک فورس کرکلینڈ کی کمان سنبھال لی۔ اسی ماہ افواہ پھیلی کہ شمالی کوریا سونگ ڈو پر حملہ کرنیوالا ہے جس پر اس وقت 50 رضا کار قابض تھے۔ لیفٹیننٹ یولاٹوسکی نے بحریہ کی گولہ باری کا انتظام کیا اور ٹرالر بھی منگا لئے تا کہ وہاں سے نکلنا

ممکن ہو سکے۔6اور 7اگست کی رات شمالی کوریا کا ایک فوجی دستہ 20 چھوٹی کشتیاں لے کر جزیرے کے جنوب میں پہنچا۔ جب وہ رودبار کے وسط میں پہنچا تو اس پر شدید گولہ باری شروع کر دی گئی تاہم شمالی کوریا نے بھی مرکزی سرزمین سے بھاری گولہ باری سے جواب دیا۔30 منٹ بعد شمالی کوریا کے فوجی جزیرے پر اترنے میں کامیاب ہو گئے۔

7اگست کی صبح جزیرے پر شمالی کوریا کی فوج کا قبضہ ہو چکا تھا لیکن اس پر امریکی بحریہ کے جہاز حملہ کر رہے تھے۔ زبردست بمباری اور ناپام بموں کی وجہ سے پورا جزیرہ آگ کا گولہ بن گیا اور دشمن کو پسپا ہونا پڑا لیکن جانے سے پہلے اس نے پورے جزیرے میں بارودی سرنگیں اور بوبی ٹریپ نصب کر دیئے تاہم چار روز بعد کرکلینڈ کی ایک نگران ٹیم پھر وہاں تعینات ہو چکی تھی۔

ستمبر 1951ء کے شروع میں کرکلینڈ نے 50افراد کی ایک فورس ''بگ بوائے'' کے نام سے مرکزی سرزمین پر تعینات کی۔ امریکی جہاز بیگور کے ذریعے دو گروپ الگ الگ دو راتوں میں ساحل پر اتارے گئے۔ دوسرا گروپ اس مقام کا پتہ کھو بیٹھا جہاں دونوں کی ملاقات ہونا تھی چنانچہ جب تک دونوں پہاڑ پر منتقل نہیں ہو گئے' ملاقات نہیں ہو سکی۔ اپریشن بگ بوائے کو بہت محدود کامیابی مل سکی جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے رضا کاروں کا تعلق کسی اور علاقہ سے تھا اور وہ اس علاقے کو جانتے نہیں تھے۔ علاوہ ازیں انہیں مقامی لوگوں سے بھی کم مدد ملی۔ مہینے کے آخر میں فورس کی تعداد صرف 16رہ گئی۔ تاہم ایف ای سی او ایم نے انہیں کہا کہ وہ یہیں مقیم رہیں اور آنے والے موسم سرما میں اتارے جانے والے ایجنٹوں کیلئے استقبالیہ ٹیم کا کردار ادا کریں۔ لیکن یہ اقدام مہلک ثابت ہوا۔ کیونکہ یہ لوگ دشمن سے مل گئے اور نتیجتاً بعد میں جو ایجنٹ اتارے گئے وہ شمالی کوریا کے ہاتھ لگ گئے جو اپنے فریبی منصوبے میں توسیع کرتے ہوئے ریڈیو پیغامات کے ذریعے نام نہاد غلط معلومات فراہم کرتا رہا۔ یہ معلومات آگے کرکلینڈ کے عقبی ہیڈ کوارٹر کو اور وہاں سے ایف ای سی او ایم کو منتقل ہو جاتیں۔

ادھر 1951ء کے شروع میں اٹریشن سیکشن نے بھی ایئر بارن اپریشن شروع کرنے کیلئے بھی ایک یونٹ قائم کر دیا بیکر سیکشن کے نام سے یہ یونٹ پوسان کے شمال مشرق میں کچھ فاصلے پر کیجانگ نامی گاؤں میں قائم تھا اس کے تحت رضا کاروں کو پیراشوٹ سے اترنے اور خفیہ کارروائیاں کرنے کی تربیت دی گئی۔ اس کے پاس پوسان کے قریب ایک ہوائی اڈے پر ایک اور دستہ بھی دستیاب تھا جس کا مقصد اٹریشن سیکشن کے افراد کو شمالی کوریا میں ہوائی جہازوں کے ذریعے اتارنا اور اپریشن کے دوران انہیں مدد فراہم کرنا تھا۔ پوسان سے باہر ایک اور اڈہ بھی تھا جہاں ایجنٹوں کو تخریب کاری کی تربیت دی جاتی۔

بیکر سیکشن نے ورجینیا آئی کے نام سے کمانڈر یوجین پیری کی کمان میں مشن شروع کیا۔ اسے مشرقی ساحل سے 30 میل اندر ہیون نی نامی شہر کے جنوب مغرب میں ایک میل کے فاصلہ پر

ایک ریلوے سرنگ کو تباہ کرنا تھا۔ بارودی مواد سرنگ کے اندر پہنچایا جانا تھا۔ جنوبی کوریا کی فوج کے 40 کیڈٹوں کی فورس بنا کر اسے چار ہفتے تک سبوتاژ کی تربیت دی جانی تھی لیکن 20 کیڈٹوں کے پہلے دستے کے 11 کارکن پیراشوٹ کی تربیت کے دوران گر کر ہڈیاں تڑوا بیٹھے جس پر فیصلہ کیا گیا کہ باقی ماندہ کیڈٹوں کو صرف ایک دن کی زمینی تربیت اور چار ہفتے تک سبوتاژ کی ہدایات دی جائینگی۔

چوتھی رینجر انفنٹری کمپنی کے چار ارکان کارپورل مارٹن واٹسن' ایڈورڈ پوسل اور ولیم مائلز اور سارجنٹ ریمنڈ بیکر مشن میں شامل کرنے کیلئے منتخب کیے گئے۔

مشن کی تربیت اور اسے ہدایات دینے کا کام افراتفری میں کیا گیا' رینجرز کی یہ تجویز کہ ایک گروپ پیشگی بھیج کر اس جگہ کا تعین کر لیا جائے جہاں ایجنٹ اتارے جانے ہیں' اس بنیاد پر مسترد کر دی گئی کہ اس سے مشن کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پھر مشن کو رات کے وقت اترنے' اپنے ہدف کی جانب بڑھنے اور کام کر کے قدم قدم پر دشمن کے فوجیوں سے بھرے علاقے میں 30 میل کا سفر طے کر کے ساحل پر پہنچنے کیلئے صرف 72 گھنٹے دیئے گئے۔ رہی سہی کسر اس بات نے پوری کر دی کہ مارچ کے دوران (جب کوریا میں سردیوں کا آخری زمانہ ہوتا ہے) موسم نہایت غیر یقینی تھا۔ درجہ حرارت صفر سے نیچے تھا اور شمال سے آنے والے طوفانوں کے نتیجے میں شدید برفباری ہو رہی تھی۔

13مارچ کو جنوبی کوریا کے فوجی کیڈٹ پوسان میں رینجرز سے جا ملے۔ دو روز بعد گروپ کی روانگی کے وقت سے چند گھنٹے قبل اعلان کیا گیا کہ کیپٹن ہیری کو مشن سے الگ کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اٹریشن سیکشن کے اپریشنوں کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتا ہے اور خطرہ ہے کہ گرفتاری کی صورت میں یہ معلومات دشمن کے ہاتھ لگ سکتی ہیں۔ کسی کو اس کی جگہ تعینات نہیں کیا گیا اور اس شام آٹھ بجے گروپ کے 3 کے ہوائی اڈے سے ایک سی 47 میں سوار ہو کر شمال کی طرف پرواز کر گیا۔ اس کی منزل وہ پہاڑ تھے جو ہیون نی کی وادی میں ایجنٹوں کے اتارے جانے کی جگہ (ڈراپ زون) کے قریب واقع تھے۔

موسم سخت خراب ہو چکا تھا اور 11 بجے رات ایجنٹوں کو اتارا گیا۔ اترنے کے بعد انہیں پتہ چلا کہ وہ ایک ڈراپ زون سے 8 میل جنوب میں ہیں اور دوسرے سے بہت زیادہ فاصلہ پر اترے ہیں۔

کارپورل مائلز اور کوریائی فوج کے کیڈٹوں کا ایک دستہ ایک پہاڑ کی ڈھلوان پر اترا تھا جبکہ کارپورل پوسل اور پانچ افراد نیچے وادی میں جا اترے۔ بیکر اور اس کے ساتھ 5افراد پہاڑ کے دوسری طرف' ور ولسن اور اس کے چار ساتھی ایک گاؤں یوچون نی میں اترے۔ شدید برفانی طوفان کی وجہ سے وہ اگلے روز تک اکٹھے نہ ہو سکے۔

اکٹھے ہو کر کارپورل واٹسن کی قیادت میں وہ 18 تاریخ کو ڈراپ زون کے علاقے

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

میں پہنچے۔ ریڈیو خراب ہونے کی وجہ سے امریکی طیارے سے رابطہ نہ ہو سکا جسے سپلائی بحال کرنے کا پیغام دینا تھا۔ 19 تاریخ کو معلوم ہوا کہ سرنگ کے پاس چینی کا ایک ریلوے مرمت یونٹ موجود ہے اور سرنگ کے دونوں طرف زبردست حفاظتی انتظامات ہیں چنانچہ عقلمندی یہی تھی کہ مشن ترک کر دیا جائے۔

گروپ نے اس کے بعد سمتائی جا کر وہاں کسی ریلوے سرنگ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہاں بھی سخت دفاعی انتظامات تھے چنانچہ وہ 28 مارچ کو آخری پہاڑی درے تک پہنچے جو ساحل پر واقع تھا اور طوفان سے پناہ لینے کیلئے اس میں چھپے رہے۔ طوفان 29 مارچ تک جاری رہا۔

اگلے روز دھوپ میں رکھ کر انہوں نے ریڈیو کی بیٹری کو چارج کیا اور ایک ایئر کنٹرولر سے رابطہ قائم کیا' جس نے ان کی پوزیشن کی اطلاع ہیڈ کوارٹر کی آٹھویں امریکی فوج کو دی۔ چار گھنٹے بعد ایک سی 47 طیارے نے انہیں رسد کا سامان پہنچایا لیکن ان کا ریڈیو پیغام شمالی کوریا نے پکڑ لیا تھا اور اسی شام اس کی فوج انہیں گھیرے میں لینے کیلئے بڑھ رہی تھی۔

تاہم خوش قسمتی سے امریکیوں نے ان کی حالتِ زار کا احساس کرتے ہوئے انہیں فوری نکالنے کیلئے اپریشن شروع کر دیا اور 30 مارچ کی صبح تین امریکی ہیلی کاپٹر انہیں لینے کیلئے بحری جہاز سے پرواز کر گئے۔ ان کے ہمراہ لڑاکا طیارے بھی تھے۔ اس دوران گروپ پر حملہ ہو چکا تھا اور جونہی پہلا ہیلی کاپٹر اترنے لگا اسے مار گرایا گیا۔ پائلٹ بچ گیا اور رینجرز تک پہنچ گیا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر کارپورل پوسل اور مائلز کو بچانے لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ تیسرے ہیلی کاپٹر نے بیکر کو اٹھا لیا مگر اس کی رسیوں کی سیڑھی کو چلانے والی چرخی جام ہو گئی اور وہ اسی طرح بیکر کو نیچے لٹکائے ہوئے اڑ گیا۔

فضائی امداد دشمن کو کارپورل وانسن اور باقی ماندہ افراد کا محاصرہ کرنے سے نہ روک سکی تاہم فضائی حملے کی آڑ میں وہ گھیرا توڑ کر جنوب کے پہاڑیوں کی طرف فرار ہو گئے لیکن ان میں سے صرف سات' وانسن' پانچ کیڈٹ اور ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہی بچ کر وہاں پہنچ سکے۔ اسی رات دونوں امریکی اپنے کوریائی ساتھیوں سے الگ ہو گئے۔ 8 اپریل تک وہ آزاد رہے اس روز تھارنٹن (پائلٹ) نے جو شدید زخمی تھا امبونگ نی پہنچ کر خود کو شمالی کوریا والوں کے حوالے کر دیا۔ اس وقت وانسن خوراک کی تلاش میں نکلا ہوا تھا جسے اگلے روز گرفتار کر لیا گیا۔ باقی ماندہ عرصہ جنگ کے دوران یہ دونوں قید رہے۔ پانچ کوریائی کیڈٹوں میں سے صرف دو کوریا تک پہنچے اور تفتیش کے دوران انہوں نے اعتراف کیا کہ شمالی کوریا والوں نے انہیں پکڑ لیا تھا اور جاسوسی کرنے کے وعدے پر ہی انہیں چھوڑا ہے۔ بعدازاں ان دونوں کو جنوبی کوریا کی فوج نے پھانسی دیدی۔ اس طرح اپریشن ورجینیا تباہی کا شکار ہوا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

5 مئی 1951ء کو اٹریشن سیکشن توڑ دیا گیا اور اسی روز اس کی تشکیل نو متفرق گروپ 8086 آرمی یونٹ (اے یو 8086) کے طور پر ہوئی۔ اسے رضا کاروں کو جن کی تعداد اس وقت تک 7000 ہو چکی تھی' تربیت اور مدد فراہم کرنے کیلئے امریکی عملہ اور ساز و سامان کا استعمال کرنے کا اختیار دیدیا گیا۔

سپٹ فائر کے نام سے ایک اور ایئر بارن اپریشن جون میں کیا گیا جس کا مقصد شمالی کوریا کے علاقے میں رضا کاروں کا ایک مستقل اڈہ قائم کرنا تھا جس سے وونسان کے جنوب مغرب کے پہاڑوں میں مصروف عمل تین چھوٹے رضا کار گروپوں کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا۔ اپریشن کیلئے جو ٹیم منتخب کی گئی اس میں امریکی' برطانوی اور کوریائی شامل تھے اور اس کی کمان برطانوی افسر کیپٹن ایلری اینڈرسن کے پاس تھی۔ دیگر میں برطانوی لیفٹیننٹ لیو آڈمس آکٹن کارپورل ولیم مائلز اور سارجنٹ چارلس گیریٹ شامل تھے۔ 17 رکنی گروپ کے باقی ارکان کوریائی تھے۔

منصوبہ کے تحت کیپٹن اینڈرسن' گیریٹ' مائلز اور دیگر دو کوریائیوں کو راستہ تلاش کرنے کی ٹیم کے طور پر اتارا جانا تھا جس کے ایک ہفتے بعد ''لائٹننگ'' کے نام سے پہلے بڑے گروپ کو' جس میں لیفٹیننٹ آڈمس آکٹن' ایک ریڈیو اپریشن اور گیارہ کوریائی شامل تھے' بھیجا جانا تھا۔ آٹھ دس دن بعد دوسرے بڑے گروپ کو ''سٹارم'' کے نام سے بھیجا جانا تھا جو 20 کوریائیوں پر مشتمل تھا۔ اس کی قیادت لیفٹیننٹ ڈیوڈ ھیرن نے کرنی تھی۔ مزید ایک ہفتے بعد ایک تیسرے گروپ ''نارتھ ونڈ'' نے جانا تھا۔

پہلے گروپ کا ڈراپ زون ایک دور دراز علاقے میں کریوجوری نامی شہر کے جنوب مشرق میں پہاڑوں کے درمیان ایک گول میدان تھا۔ یہ میدان پانچ میل لمبا تھا اور افراد اور سامان کو اتارنے کیلئے بہت موزوں تھا۔

میدان کے جنوب اور شمالی سرے پر بالترتیب مینگم اور ساتا کے پہاڑ تھے۔ مشرقی سمت میں چٹانی دائرہ اور مغرب طرف میں سطح مرتفع تھی۔ جنوب میں چٹان کھڑا تھا۔

18 جون کی رات اینڈرسن ہراول دستے کے ہمراہ کامیابی سے وہاں اتر گیا مگر اس دوران خود اینڈرسن زخمی ہو گیا۔ اگلے روز ٹیم ساتھ کے پہاڑ کے مغرب میں واقع بیس کیمپ چلی گئی۔ یہاں کارپورل مائلز اور اس کے دو کوریائی ساتھی علاقے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئے۔ 20 جون کی شام مائلز نے ریڈیو کے ذریعے اینڈرسن کو اطلاع دی کہ چینی فوج کا ایک ڈویژن 70 میل جنوب میں واقع شمالی کوریا کی فرنٹ لائن کی طرف بڑھ رہا ہے نیز چینیوں نے اس علاقے میں کئی کیموفلاج کئے ہوئے اڈے بنا رکھے ہیں جہاں ان کی فوج دن کے وقت چھپی رہتی ہے تاکہ اقوام متحدہ کے جاسوس طیاروں کی نظر میں نہ آئے اور رات کے وقت سفر کرتی ہے۔ اینڈرسن نے یہ اطلاع اڈے کو پہنچا دی

اور ہوائی حملے کی درخواست کی۔ 21 جون کی صبح طیاروں نے اس علاقے پر بمباری کر دی اور بہت سے چینی فوجی مارے گئے۔ 23 جون کو ایک اور حملہ کیا گیا اس میں بھی چینیوں کا کافی نقصان ہوا۔

اگلی صبح اینڈرسن اور بیمار کوریائی کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں سے نکال لیا گیا۔ دو روز بعد 26 جون کو لیفٹیننٹ آڈمس کے لاشنگ گروپ کو اتارا گیا لیکن بدقسمتی سے وہ صحیح جگہ کے بجائے آدھ میل دور ساتائی پہاڑ مشرق میں اترا۔ اترتے ہوئے آڈمس کی ٹانگ زخمی ہوگئی اسے کیمپ پہنچانا پڑا جبکہ مالکس اور 'ہو' نے گروپ کی رسد قابو کی۔

5 اور 6 جولائی کی درمیانی رات ایک طیارے نے دوبارہ سپلائی کیلئے کوشش کی مگر وہ ڈراپ زون کو تلاش نہ کر سکا اور سپلائی بیس کیمپ پر گرا دی جس سے دشمن کو کیمپ کی نشاندہی ہوگئی۔ چنانچہ سپٹ فائر کی ٹیم کے پاس کیمپ خالی کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا اور وہ فوراً ہی وہاں سے مشرق کی طرف چلی گئی۔ اگلی صبح کارپورل مالکس اور لیفٹیننٹ 'ہو' کا دشمن سے سامنا ہوگیا۔ انہوں نے اسے الجھائے رکھا اور باقی گروپ کو جس کی قیادت گرڈمس کر رہا تھا فرار ہونے کا موقع مل گیا اور وہ سطح مرتفع کے شمال میں واقع غاروں کی طرف چلے گئے۔ وہاں نہ تو مالکس پہنچا نہ ہی 'ہو' اور بعد میں یہی اندازہ کیا گیا کہ دونوں یا تو مارے گئے ہیں یا پکڑے گئے۔ یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ دشمن ٹیم کی سپلائی اور ریڈیو پر قبضہ کر چکا ہے۔

9 جولائی کو سپٹ فائر کی بدقسمتی ظاہر ہو چکی تھی اس رات ایک امدادی منصوبے کے تحت ایک طیارے کو جس پر لیفٹیننٹ ڈیوڈ ہیری سوار تھا' ٹیم کی تلاش کیلئے روانہ ہوگیا۔ آڈمس آکٹن نے ایک بچے ہوئے ریڈیو کی مدد سے اس کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی بیٹری فیل ہوگئی چنانچہ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے پیدل ہی اقوام متحدہ کی فرنٹ لائن کی طرف سفر کا فیصلہ کیا۔

13/14 جولائی کی رات لیفٹیننٹ ہیرن اور ایک کوریائی ساتائی پہاڑی کے مشرقی پہلو میں پیراشوٹ کے ذریعے اترے جہاں انہیں کارپورل مالکس اور 'ہو' کی چھوڑی ہوئی تحریریں ملیں تاہم سپٹ فائر کی ٹیم کے کسی رکن کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ مذکورہ دونوں آدمیوں کو 20 جولائی کو ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکال لیا گیا۔

23 جولائی کو فجر سے پہلے آڈمس آکٹن اور اس کے آدمی ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں وہ اتحادیوں کی طرف سے جنوب کو کی جانے والی گولہ باری کا مشاہدہ کر سکتے تھے۔ ایک متروک بنکر میں پناہ لینے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ شمالی کوریا کا ایک چھوٹا سا فوجی دستہ ان کی طرف آ رہا ہے۔ آڈمس آکٹن زخمی ہونے کی وجہ سے آسانی کے ساتھ چل نہیں سکتا تھا اس نے سارجنٹ گیرٹ سے کہا کہ وہ باقی آدمیوں کو لے کر یہاں سے نکل جائے جبکہ وہ خود دشمن کو روکتا ہے۔ دشمن چند گز کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے پستول سے فائرنگ کر کے چار فوجی ہلاک کر دیئے اور پھر گولیاں ختم ہونے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

پر وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک قریبی درخت کی طرف لپکا۔ سارجنٹ گریٹ اور ایک کوریائی نمودار ہوئے اور تیزی سے اسے اٹھا کر لے گئے۔ دشمن کی گولہ باری سے بچتی ہوئی یہ ٹیم 25 جولائی کی صبح کو امریکی فوجوں کی پوزیشنوں کے قریب پہنچ گئی۔ اگلی رات انہوں نے نومینز لینڈ عبور کر لی اور اگلے روز امریکی فوج سے جا ملے۔

بعد میں اپریشن کی ناکامی کا الزام دوبارہ سپلائی کیلئے جانیوالے پائلٹ پر لگایا گیا جس کی وجہ سے اپریشن تباہ ہوگیا۔ امریکی فضائیہ نے صورتحال کے ازالے کیلئے تیزی سے کارروائی کی اور اس نے ماہرین کا ایک یونٹ بنایا تاکہ خفیہ طور پر ایجنٹوں اور سامان رسد کو اتارا جا سکے۔ یہ یونٹ ٹوکیو سے باہر آنسوگی کے فضائی اڈے پر مقیم تھا۔ اس کا عملہ اور طیارہ کوریا میں سیئول سے باہر کے '16 نامی فضائی اڈے پر تعینات کر لیا گیا اسے سی 46 کمانڈوز اور سی 47 سکٹر میز دیئے گئے اس کے علاوہ پانچویں ایئرفورس کا خصوصی رابطہ دستہ بھی بنایا گیا اور اسے ایف ای سی ایل جی (فارایسٹ کمانڈ لیزان ڈیٹچمنٹ) سے منسلک کر دیا گیا۔

جولائی میں کرنل جان مک گی نے اٹریشن سیکشن کی کمان لیفٹیننٹ کرنل سیموئل کوسٹر کے حوالے کر دی۔ رضاکاروں کے اپریشنوں کی ذمہ داری ایک اور لیفٹیننٹ کرنل جے وینڈر پول کو دی گئی۔ اسی ماہ کوریا میں فارایسٹ کمانڈ لیزان ڈیٹیچمنٹ کوریا (ایف ای سی ایل ڈی کے) قائم ہوئی جو ایف ای سی ایل جی کی شاخ تھی۔

اگست میں اٹریشن سیکشن نے مستینگ کے نام سے ایک اور اپریشن کیا جس کا مقصد 24 ویں امریکی انفنٹری ڈویژن کے کمانڈر میجر جنرل ولیم ڈین کو بازیاب کرانا تھا۔ 23 جولائی 1950ء سے جو مانیجون اپنے ڈویژن کے انخلاء کے موقع پر غائب ہوگیا تھا۔ ایک سال تک اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا پھر ایک جنگی قیدی نے انکشاف کیا کہ جنرل ابھی زندہ ہے اور قید میں ہے۔ جون 1951ء میں شمالی کوریا کے ایک پولیس افسر نے' جو جنوبی کوریا کا ایجنٹ تھا' بتایا کہ ڈین باری نامی قصبہ کے جنگی قیدیوں کے کیمپ میں ہے۔ چند ہفتے بعد اس نے اس کی تصویر لا کر دی اور بتایا کہ کیمپ کا کمانڈر امریکی شہریت اور پچاس ہزار ڈالر کے عوض اسے فرار کرانے کیلئے تیار ہے۔

چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ بیکر سیکشن کے رضاکاروں کے پیراشوٹ یونٹ مستینگ ریڈرز کی دو ٹیمیں باری کے علاقے میں اتاری جائیں۔ ایک ٹیم کیمپ کے گرد پوزیشن سنبھالے جبکہ دوسری دو مزید ٹیموں کے اترنے کیلئے ڈراپ زونز تلاش کرے۔ یہ ٹیمیں بعد میں اتاری جاتی تھیں اور انہوں نے حملہ کر کے ڈین اور دوسرے قیدیوں کو رہا کرانا تھا بعد میں ان سب کو میرین کور کے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے نکال لیا جانا تھا۔

17 ستمبر کو بی 26 انویڈر بمبار طیارے کے ذریعے علاقے کا جائزہ لیا گیا جہاز پر مستینگ

2 کے کمانڈر کیپٹن ڈیوڈ ہیرن اور اسکا نائب لیفٹیننٹ ولیم لیوس سوار تھے۔ علاقے میں پہنچنے کے بعد جب طیارہ ہاری کے اوپر سے پرواز کر رہا تھا تو اس پر طیارہ شکن توپوں سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ طیارہ ڈولنے لگا۔ لیفٹیننٹ لیوس اور عملے کا ایک رکن فریڈرک پلسر طیارے سے کود گئے۔ کیپٹن ہیرن اور عملے کے دو رکن پائلٹ کیپٹن ای او ایوانز اور سارجنٹ فرینک ساناس نے بھی کودنے کی کوشش کی مگر اس وقت طیارہ اتنا نیچے آ گیا تھا کہ پیراشوٹ کھلنے سے پہلے ہی وہ زمین پر آ گرے۔ بعد میں دونوں گرفتار کر لیے گئے اور جنرل ڈین کی طرح باقی زمانہ جنگ میں قید ہی رہے۔

اگلے ماہ لیپرڈ فورس نے مزید اپریشن کئے۔ 8 اکتوبر کو ڈونکی نمبر 15 کے رضا کاروں کا ایک گروپ ٹان ڈو کے جزیرے پر اترا جو مغربی ساحل سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس پر شمالی کوریا کا مختصر سے فوجی دستہ تعینات تھا جس نے اپنے 11 ساتھیوں کے مارے اور 12 کے گرفتار ہو جانے کے باوجود دلیری سے جزیرے کا دفاع کیا اور تین رضا کار ہلاک اور بارہ زخمی کر دیئے۔

چھ روز بعد سمی ڈو جزیرے پر قبضہ کی کوشش کی گئی جس کے دفاع پر شمالی کوریا کے تھوڑے سے فوجی متعین تھے۔ یہ فوجی اس کے شمالی اور جنوبی دونوں سروں پر تعینات تھے اس کے علاوہ انہوں نے وہاں نگران چوکی بھی بنا رکھی تھی جس پر 6 فوجی پہرہ دیتے تھے۔ ہر دو ہفتے بعد فوج کی ایک کمپنی آ کر جزیرے کی تلاشی لے کر جاتی تھی کہ گوریلے یہاں داخل تو نہیں ہوئے۔ یہاں اپریشن جس میں ڈونکی 13 اور ڈونکی 15 کے 100 رضا کاروں نے حصہ لینا تھا 14 اکتوبر کی صبح کیا جانا تھا لیکن اس سے پہلے ہی آدھی رات کو چینی فوج پہنچ گئی اور اس جگہ کے اردگرد پوزیشن سنبھال لیں جہاں رضا کاروں کو اترنا تھا۔ جب رضا کار کئی کشتیوں میں بیٹھ کر ساحل کے قریب پہنچے تو چینیوں نے فائرنگ کر کے 8 کو ہلاک اور 32 کو زخمی کر دیا جس پر باقی ماندہ رضا کار فرار ہو گئے۔

6 نومبر کو چینی فوج نے ڈونکی 14 کو جزیرہ اے ڈو پر اس کے اڈے سے نکال باہر کیا۔ یہ کارروائی مرکزی سرزمین کے ساتھ شمالاً جنوباً واقع جزیروں سے رضا کاروں کے صفایا کی مہم کا حصہ تھی۔ ایک ہفتہ بعد ڈونکی 13 کو بھی چینی فوج کے ہاتھوں ٹان ڈو اور ٹان ڈو اور پر ارس جزیرے تان ڈو کو خالی کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہاں سے وہ سوھوا ڈو اور تائی ہوا ڈو چلے گئے۔ بعد میں انہیں سوھوا ڈو بھی خالی کرنا پڑا۔ تینوں رضا کار یونٹوں کا کمانڈر لیفٹیننٹ لیو آڈمس آکٹن تھا وہ ریڈیو آپریٹر سارجنٹ چارلس بروک کے ہمراہ یکم اکتوبر کو پہنچا۔ چینی حملہ ہونیوالا تھا اس نے رائل نیوی کی ٹاسک فورس سے گولہ باری کا انتظام کرایا۔ لیکن یہ گولہ باری صرف رات کے وقت چند گھنٹے کیلئے ہی ہو سکتی تھی کیونکہ بحریہ کے جہازوں کو صبح ہونے سے پہلے جنوب کی طرف چلے جانا ہوتا تھا۔

20 نومبر کو چینیوں نے تائی ہوا ڈو پر حملہ شروع کر دیا وہ ہر روز ہوائی حملے کرتے۔ 10 روز بعد 30 نومبر کی رات انہوں نے سوہوا ڈو پر نصب توپ خانے سے بھی گولہ باری شروع کر دی۔

آدھے گھنٹہ بعد ان کی فوج تائی ہوا ڈو کے شمال سمت نمودار ہوئی۔ آڈمس نے فوراً ہی اس کشتی کے امریکی کمانڈر کو ریڈیو پر اطلاع دی جو اسے نکالنے کیلئے ہر رات ساحل سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوتی تھی۔ کشتی پر 50 بھاری مشین گنیں نصب تھیں۔ اس نے درخواست کی کہ کشتی جزیرے کے قریب آئے اور چینی فوج کی کشتیوں کو لڑائی میں الجھا لے۔ کشتی کا کمانڈر جو ایک امریکی لیفٹیننٹ تھا مان گیا اور کشتی جزیرے کی طرف روانہ ہوئی لیکن جزیرے کی طرف آنے کے بجائے وہ علاقے سے ہی نکل گئی اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے دشمن سے کبھی ٹکر نہیں لی تھی۔ وہ اس کے برعکس رپورٹ دیتا رہا کہ وہ بڑھ چڑھ کر دشمن کیخلاف کارروائی میں حصہ لیتا رہا ہے اس کے بعد اس کا کورٹ مارشل کر دیا گیا۔

ڈیڑھ گھنٹہ بعد چینی فوج جزیرے پر اتر کر رضا کاروں کے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آڈمس کی درخواست پر رائل نیوی کا ایک تباہ کن جہاز اس پر گولہ باری کر رہا تھا لیکن اس سے اس کی پیشقدمی نہ رک سکی۔ دو بجے دوپہر اس نے اس بنکر کا محاصرہ کر لیا جس میں آڈمس' اس کا سگنلر اور رائل نیوی کے دو اہلکار پناہ لئے ہوئے تھے چاروں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا باقی ماندہ 28 رضا کار جن کے ہمراہ 33 عورتیں اور بچے بھی تھے جزیرے کے جنوب کو فرار ہو گئے جہاں اقوام متحدہ کے ایک طیارے نے انہیں دیکھ لیا اور اگلی رات رائل نیوی کا جہاز انہیں نکال کر لے گیا۔

چاروں برطانویوں کو مرکزی سرزمین پر چانگ سانگ کے تفتیشی مرکز لے جایا گیا۔ بدقسمتی سے آڈمس اور بروک کے نام ان افراد کی فہرست میں شامل تھے جو اقوام متحدہ کے انٹیلی جنس کاموں اور رضا کاروں کے آپریشنوں میں حصہ لینے کی وجہ سے معروف تھے۔ دونوں پر تشدد کیا گیا۔ بروک کو کیمپ ٹو نامی جنگی قیدیوں کے کیمپ میں منتقل کر دیا گیا۔ جنگ کے بعد اس کی رہائی ہوئی۔ آڈمس کو پانچ ماہ قید تنہائی میں رکھنے کے بعد اگست 1952ء میں کیمپ ٹو منتقل کر دیا گیا۔ جہاں سے وہ فرار ہو گیا اور مغربی کنارے جا پہنچا۔ وہاں اسے پھر پکڑ لیا گیا اور مزید تین ماہ قید تنہائی میں رکھا گیا پھر اسے دوبارہ کیمپ ٹو بھجوا دیا گیا جہاں سے وہ ایک امریکی قیدی کے ساتھ جولائی 1953ء میں پھر بھاگ نکلا لیکن چند منٹ بعد ہی پکڑا گیا اور سر میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

سال کے آخر میں اٹریشن سیکشن نے ''وولف پیک'' کے نام سے ایک اور یونٹ قائم کیا جس کا مقصد جزیرہ نما اونجن کے مشرق اور جنوب میں اپریشن کرنا تھا۔ 10 دسمبر 1951ء کو کوریا میں غیر روایتی جنگوں کیلئے اقوام متحدہ کی فوج کی کمان میں مزید تبدیلیاں کی گئیں۔ اٹریشن سیکشن کو ایف ای سی ایل ڈی (کے) کے آرمی یونٹ 8240 میں جذب کر دیا گیا جو بعد ازاں ٹوکیو میں ایف ای سی ایل جی کے برآمدات کنٹرول میں آ گئی۔

مشنوں اور ایجنسیوں کے کاموں میں تکرار یا باہمی مداخلت کو روکنے کیلئے ایک اور یونٹ 10 دسمبر کو قائم کیا گیا جس کا کام کوریا میں تمام آپریشنوں کے درمیان رابطہ رکھنا تھا۔ اس یونٹ کا نام

کتاب پیلنے کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

کمبائنڈ ریکنائسنس ایکٹیوٹیز کوریا (سی سی آر ایل کے) آرمی یونٹ 8240 رکھا گیا۔ اس کا اڈہ سیئول میں تھا اور قیادت امریکی فوجی افسر کرنل واشنگٹن ایم آئیویز کے پاس تھی۔ دسمبر کے بعد سے سی سی آر اے کے اور ایف ای سی ایل ڈی (کے) ایف ای سی ایل جی کے براہ راست کنٹرول میں آ گئے جو خود ایف ای سی او ایم کے اسسٹنٹ چیف آف سٹاف جی ٹو کے کمان میں تھا۔

اس وقت تک شمالی کوریا کی صفوں کے پیچھے کارروائیوں میں خاصا اضافہ ہو چکا تھا اور جو لوگ رضا کاروں کی سرگرمیوں کے ذمہ دار تھے ان کا دوسری امریکی فوجوں اور اداروں سے ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا جن میں جے اے سی کے بی شامل تھا۔

اس سے نو ماہ قبل مارچ میں صدر ٹرومین نے جنرل ڈگلس میکارتھر کو مشرق بعید میں اقوام متحدہ کی فوج کے کمانڈر اور امریکی فوج کے کمانڈر انچیف کے عہدہ سے برطرف کر دیا تھا۔ اس کی وجہ چین کے بارے میں دونوں کے درمیان پالیسی اختلافات تھے۔ میکارتھر کا مطالبہ تھا کہ اسے چینی ساحلوں کی ناکہ بندی کرنے اور منچوریا میں اس کے اڈوں پر بمباری کا اختیار دیا جائے۔ ٹرومین نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا اسے خطرہ تھا کہ اس صورت میں سوویت یونین بھی جنگ میں ملوث ہو جائے گا۔ میکارتھر نے اس پر امریکی عوام سے تائید کا مطالبہ کر دیا۔ 11 اپریل 1951ء کو صدر نے اسے برطرف کر کے جنرل میتھیو لی رج وے کو تعینات کر دیا جس نے دوسری جنگ عظیم میں نارمنڈی میں اترنے والے 82 ویں امریکی ایئر بارن ڈویژن کی کمان کی تھی۔

اپنی معزولی تک میکارتھر اپنے اس عزم پر قائم رہا کہ وہ جاپان اور شمالی کوریا میں سی آئی اے کو کام نہیں کرنے دیگا۔ اٹریشن سیکشن کا قیام اسی وجہ سے عمل میں لایا گیا تھا لیکن جوائنٹ چیفس آف سٹاف کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے وہ سی آئی اے کے اطلاعات اکٹھی کرنے والے ڈویژن ''آفس آف سپیشل آپریشنز'' (او ایس آر) کو اس بات کی اجازت دینے پر مجبور ہو گیا کہ وہ اپنے تین افسر ٹوکیو میں تعینات کر دے۔ یہ کوریا کی جنگ چھڑنے سے ایک مہینہ پہلے کی بات ہے۔ شمالی کوریا کے حملے کے بعد او ایس او کے افسر سیئول کے امریکی سفارت خانے اور سووان میں تعینات کر دیئے گئے جہاں ان میں سی آئی اے کے مواصلاتی ماہر بھی آ ملے۔ پوسان کا حلقہ خالی کرنے کے بعد انہوں نے شمالی کوریا میں داخل کرنے کیلئے ایجنٹوں کی بھرتی اور انہیں تربیت دینے کا کام شروع کر دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے ان نیٹ ورکوں سے بھی رابطہ شروع کر دیا جو سیئول سے انخلاء کے وقت پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے۔

جنگ چھڑنے کے چار ہفتے بعد سی آئی اے کے غیر روایتی جنگ والے بازو ''آفس آف پالیسی کوآرڈی نیشن' (او پی سی) کے ایک رکن ھانس ٹوفٹے کو ٹوکیو روانہ کیا گیا اس کا پہلا کام کوریا میں اپریشن کرنے کیلئے اڈہ قائم کرنا تھا اسے جلد ہی ٹوکیو سے باہر چیگا سائی اور آتسوگی فضائی اڈے

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

پر مناسب مقامات مل گئے۔

جاپان میں ہیڈ کوارٹر کے علاوہ ٹوفٹے نے کوریا میں بھی ایک فارورڈ بیس قائم کی۔ یہ اڈہ اس کے ایک ماتحت لیفٹیننٹ کرنل ونسٹنٹ کریمر نے آبنائے تو شیما کے جزیرے چیجو میں قائم کیا۔ تاہم انچون میں فوج اترنے کے بعد جلد ہی یہ فارورڈ بیس پوسان سے 90 میل دور جنوب مغرب میں یانگ ڈو کے جزیرے پر منتقل کر دی گئی۔ اس کے بعد پوسان کے اردگرد پھیلے ہوئے مہاجر کیمپوں سے سینکڑوں رضا کار بھرتی کیے گئے انہیں یانگ ڈو لے جا کر گوریلا جنگ کی تربیت دی گئی۔

رضا کاروں کو جاسوسی کرنے کے مشن پر شمالی کوریا بھجوا دیا گیا اس کے ساتھ ہی او پی سی نے اپریشن ''بلاسم'' کے تحت مزاحمتی نیٹ ورک قائم کرنے کیلئے چھوٹے چھوٹے گروپ شمالی کوریا میں داخل کر دیئے۔ 1951ء کے دوران بلاسم ٹیمیں فضا اور سمندر کے راستے شمالی کوریا کے وسطی اور شمال مشرقی علاقوں میں داخل کی گئیں ان میں سے کچھ تو پہنچتے ہی مار ڈالے گئے یا پکڑے گئے لیکن بیشتر بچ نکلے جنہوں نے جاسوسی اطلاعات ریڈیو کے ذریعے بھجوانا شروع کر دیں۔

1951ء کے آغاز میں شمالی کوریا کو جاسوسی مقاصد کیلئے دو علاقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مغربی حصہ جو زیادہ بڑا تھا' آٹھویں امریکی فوج اور مشرقی او پی سی کو دیا گیا۔ کیونکہ او پی سی اس مشرقی علاقے میں پہلے ہی سرگرم تھی اور اس نے شمال مشرق میں رضا کار گروپ بھی قائم کر رکھا تھا لیکن یہ انتظام جلد ہی ٹوٹ گیا کیونکہ آٹھویں امریکی فوج کے اٹریشن سیکشن نے ٹاسک فورس کرک لینڈ قائم کر کے اپنے آپریشنوں کا دائرہ مشرقی ساحل کی طرف واقع جزیروں تک بھی پھیلانا شروع کر دیا۔

او پی سی نے اس پر سخت اعتراض کیا جس پر کرک لینڈ کے اپریشن وونسان کے جنوب میں بندرگاہ کے اردگرد 50 میل کے دائرے میں محدود کر دیئے گئے۔

کبھی کبھار او ایس او اور او پی سی کے دائرہ کار کے خطوط ایک دوسرے کو عبور کر جاتے تھے۔ اور مزید تکرار سے بچنے اور کوریا میں متعدد انٹیلی جنس اداروں کے سرگرم ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والے الجھاؤ کو دور کرنے کیلئے سی آئی اے نے او ایس او اور او پی سی آپریشنوں کو جے اے سی کے نام سے ایک ہی تنظیم کے ماتحت کر دیا۔

ادھر امریکی بحریہ نے بھی خصوصی اپریشنوں کیلئے ایک گروپ بنا دیا تھا ٹاسک فورس 90 کے نام سے یہ گروپ کوریا میں ایف ای سی اور ایم کے آپریشنوں کیلئے قائم چار بحری ٹاسک فورسوں میں سے ایک تھا۔ دوسری فورسوں میں ٹاسک فورس 77' ٹاسک فورس 95 اور ٹاسک فورس 96 شامل تھیں۔ جنگ میں امریکہ کے شامل ہونے کے فوراً بعد انڈر واٹر ڈیمالیشن ٹیم (یو ڈی ٹی) جس میں جنگی غوطہ خور شامل تھے' جنوبی کیلیفورنیا کے کوروناڈو کے بحری اڈے سے جاپان روانہ کر دی گئی تھی۔ 5 اگست کو اس نے اپنا پہلا مشن شروع کیا جب یو ڈی ٹی کے دو رکن ساحلی علاقے پر شمالی

کوریا کی لائنوں کے پیچھے سراغرسانی کیلئے پہنچ گئے۔

اگلے روز یو ڈی ٹی کی ٹیم نمبر ایک 20 ارکان اور 16 میرین فوجی 4 امریکی جہازوں پر یوکوسوکا پہنچ گئے اور جہازوں میں سے ایک یو ایس ایس ہوریس اے باس خصوصی طور پر سمندر سے خشکی پر حملے کیلئے تیار کیا گیا تھا۔ اس میں ساحل پر فوجیوں کو اتارنے کیلئے چار کشتیاں تھیں۔ اس پر یو ڈی ٹی اور میرین پلاٹون کے علاوہ مزید 160 فوجی آ سکتے تھے۔ چاروں جہاز ٹاسک فورس 90 کا ذیلی یونٹ تھے جسے ٹرانسپورٹ ڈویژن II کا نام دیا گیا۔

6 اگست کو میرین اور یو ڈی ٹی کے دستوں پر مشتمل سپیشل اپریشن گروپ (ایس او جی) بنایا گیا جو تین روز بعد جاپان سے سمندری جہاز باس پر بیٹھ کر کوریا کے مشرقی ساحل کی طرف چلا۔ 12 اور 15 اگست کے درمیان اس نے شمالی کوریا کی صفوں سے 200 میل پیچھے جا کر تین اپریشن کئے اور ساحل کے ساتھ واقع ریلوے لائنیں کاٹ دیں۔ مہینہ کے باقی دن بھی اسی طرح کی مزید کارروائیاں کی گئیں۔ اگست کے آخر میں یو ڈی ٹی نمبر 3 جاپان پہنچا۔ اگست کے آخر ہی میں ایس او جی کو توڑ دیا گیا جبکہ اس کی عمر ایک مہینے سے بھی کم تھی اور اس کا عملہ واپس اپنی اپنی یونٹوں میں بھیج دیا گیا۔

ٹاسک فورس 90 میں اس کی جگہ برطانیہ کی 41 ویں انڈی پنڈنٹ کمانڈر رائل میرینز کی ایک یونٹ نے لی۔ اس کا کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل ڈگلس ڈریسڈیل تھا اور اس کے سپاہیوں کی تعداد 150 تھی۔ جاپان پہنچنے کے بعد اس میں 150 فوجیوں کا اضافہ ہو گیا جو اصل میں ملایا میں کمیونسٹوں سے لڑنے کیلئے بنائے جانے والے بریگیڈ میں شامل کیے جانے تھے۔ کمانڈوز نے فوراً ہی ٹرانسپورٹ ڈویژن کے جہازوں اور آبدوز یو ایس ایس پرچ پر بھرپور تربیت لینا شروع کر دی۔

آبدوز پرچ دوسری جنگ عظیم میں تیار کی گئی تھی اور 1948ء میں اس میں سمندر سے خشکی پر حملوں کیلئے خصوصی طور پر ردوبدل کیا گیا تھا اس پر 100 مسلح فوجی سوار ہو سکتے تھے۔ یونٹ کا پہلا اپریشن 25 دسمبر 1950ء کو شروع ہوا جب پرچ یوکوسوکا سے کوریا کیلئے روانہ ہوئی۔ اس پر 67 کمانڈو سوار تھے جن کا ہدف شمالی کوریا کی صفوں سے ڈیڑھ سو میل پیچھے ساحلی ریلوے لائن تھی۔ پانچ راتوں بعد پرچ شمالی کوریا کے ساحل سے چار میل دور سطح پر نمودار ہوئی۔ منصوبہ کے تحت 5 حملہ آور کشتیوں کو ایک موٹر بوٹ کے ذریعے (جو آبدوز کے ہینگر میں رکھی گئی تھی) ساحل تک پہنچایا جانا تھا۔ بدقسمتی سے کشتی کے انجن چالو نہ ہو سکے اور ساحل تک فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ کمانڈوز تیر کر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ پھر پرچ کے راڈار پر شمالی کوریا کا ایک جہاز نمودار ہوا اور اس جگہ پر روشنیاں بھی نظر آئیں جہاں انہیں اترنا تھا چنانچہ اب منصوبہ ترک کرنے اور واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

یکم اکتوبر کی شام پرچ مزید جنوب کا سفر طے کرنے کے بعد سطح پر نمودار ہوئی۔ اس مرتبہ ساحل پر اترنے میں کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا اس مرتبہ کمانڈوز کا ہدف ایک ریلوے سرنگ اور ایک

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI

زمین دوز راستہ تھا۔ کمانڈو جب ساحل پر اتر کر آگے چلے تو ان کا سامنا دشمن کی فوج سے ہو گیا اور لڑائی چھڑ گئی تاہم ڈیمالیشن دستے اپنے ہدف پر پہنچ گئے اور اسے بارود لگا کر اڑا دیا۔ اس کے بعد ساری فورس لڑتی ہوئی ساحل پر آ گئی اور کشتیوں پر بیٹھ کر موٹر بوٹ تک پہنچ گئی جو انہیں لے کر آبدوز تک آئی۔ لڑائی میں ایک کمانڈو ہلاک ہوا۔

41 ویں انڈی پنڈنٹ کمانڈو، یو ڈی ٹی او سی آئی اے کے تربیت یافتہ کوریائی رضاکاروں کے باقی ماندہ اپریشن ٹرانسپورٹ ڈویژن کے تیز رفتار جہازوں کے ذریعے ہوئے۔ کمانڈوز کے حملہ آور گروپ موٹر بوٹس کے ذریعے ساحل سے اترتے جبکہ گوریلے ان کے پیچھے کھینچی جانیوالی کشتیوں پر جائے۔ کمانڈوز کے گروپ ساحل کے نزدیک گوریلوں کا انتظار کرتے۔ اس دوران غوطہ خور ساحل کی جاسوسی کرتے اور اسے صاف پا کر اشارہ دیتے جس پر موٹر بوٹس یا کشتیاں ساحل کی طرف چل پڑتیں۔

ساحل پر اترنے کا کام بہت خطرناک تھا اور بعض مواقع پر دشمن اچانک حملہ آور دستوں کے سامنے آ جاتا۔ 23 ستمبر 1950ء کی رات یو ڈی ٹی 3 کے ارکان کو اس وقت دشمن کی زبردست فائرنگ کا سامنا کرنا پڑا جب وہ پانچ کشتیوں پر بیٹھ کر ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بارہ غوطہ خور سمندر میں جا گرے جن کو تلاش کرنے میں خاصی مشکل ہوئی وہ وہاں سے چار ہزار گز کے فاصلے پر ملے۔

ساحلوں کی جاسوسی بھی بہت خطرناک تھی مگر یو ڈی ٹی کی مہارت تھی کہ ساری جنگ کے دوران صرف دو غوطہ خور مارے گئے۔ 19 جنوری 1951ء کو یو ڈی ٹی نمبر 1 کے چار ارکان پر دشمن نے فائر کھول دیا وہ سمندر کی طرف پلٹے تو گولی لگنے سے ایک غوطہ خور ہلاک ہو گیا باقی موٹر بوٹ کی طرف تیرتے رہے۔ جب وہ کشتی پر بیٹھ رہے تھے تو گولی لگنے سے ایک اور غوطہ خور ہلاک اور دو غوطہ خور اور کشتی کے عملے کے دو ارکان زخمی ہو گئے۔

دسمبر 1950ء سے مارچ 1951ء کے عرصہ میں حملے عارضی طور پر بند رہے۔ اس دوران 41 واں انڈی پنڈنٹ کمانڈو شمالی کوریا کے علاقے چوسن میں منتقل ہو کر امریکہ کے زیر کمان لڑائی میں مصروف رہا اس کی جاپان واپسی کے بعد کمانڈوز نے مشرقی ساحل پر ریلوے لائنوں پر مزید حملے کیے۔ جولائی میں اس کے بی اور سی دستوں نے وونسان سے پرے دو جزیروں پر اڈے بنا لیے جہاں سے وہ حملے کرتے۔ دسمبر 1951ء میں فورس برطانیہ واپس چلی گئی اور اس کی جگہ سی آئی اے کے 50 رکنی گروپ، سپیشل مشنز گروپ (ایس ایم جی) نے لے لی اس میں تربیت یافتہ کوریائی شامل تھے اس نے اپنے مشن اگست میں شروع کیے۔

کوریا میں مصروف عمل تمام امریکی اداروں میں سب سے پہلے جس نے اپریشن کئے وہ امریکی ایئرفورس تھی جس نے 1940ء کی دہائی میں پورے ملک میں انٹیلی جنس ادارے قائم کر لیے تھے اور تنازع کے اختتام پر وہ زمین فضا اور سمندر میں غیر روایتی جنگ اور جاسوسی معلومات اکٹھی

کرنے کے اپریشنوں میں مصروف تھی۔ اس کی شروعات کاؤنٹر انٹیلی جنس کور (سی آئی ایس) کے ایک سینئر نان کمشنڈ افسر ماسٹر سارجنٹ ڈونلڈ نکولس کی سرگرمیوں کے نتیجے میں ہوئی جو سیول کے مغرب میں کمپو ایئر فیلڈ میں تعینات تھا۔

کرنل مائیکل ہاس کی کتاب کے مطابق نکولس 1946ء میں وہاں پہنچا تھا جس کے بعد اس نے پورے جزیرہ نمائے کوریا میں ایجنٹوں کا ایک نیٹ ورک بنا لیا۔ 1950ء تک اس کی تنظیم بہت مؤثر ہو چکی تھی اور شمالی وجنوبی کوریا میں سیاسی اسٹیبلشمنٹ کی ہر سطح میں نفوذ کر گئی تھی۔ اس کی کامیابی کی ایک شہادت شمالی کوریا کے ایک پائلٹ کا اپنے لڑاکا طیارے سمیت منحرف ہو جانا تھا۔ نکولس اس طیارے کو اڑا کر امریکہ لانا چاہتا تھا لیکن جنوبی کوریا پر شمالی کوریا کے حملے کی وجہ سے اس کا منصوبہ ناکام ہو گیا اور اسے جلدی میں نکلنا پڑا لیکن وہ جلد ہی واپس آ گیا اور اس کا پہلا مشن اسی ساخت کا ایک ٹی 34 ٹینک لانا تھا جو شمالی کوریا کی فوج استعمال کر رہی تھی اور جو امریکی طیاروں کے حملوں میں خاصا مزاحم ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے محاذ پر ایک ایسا خالی ٹینک دیکھا۔ اس نے اسے ایک ٹرانسپورٹ گاڑی میں منتقل کیا اور گولہ باری میں ہی وہاں سے لے آیا تاکہ اس کا معائنہ کیا جا سکے۔ اس کا دوسرا مشن شمالی کوریا کے ان گوریلوں سے نمٹنا تھا جن کی وجہ سے تیگو کے فضائی اڈے کو خطرہ لاحق تھا۔ جنوبی کوریا کے 20 فوجیوں کے دستے کی قیادت کرتے ہوئے اس نے گوریلوں پر حملہ کر دیا اور ان کی سرگرمیوں کو خاصی حد تک روک لگا دی۔

نکولس کی تنظیم 1950ء کے اختتام تک جس کی کارروائیوں میں شمالی کوریا میں تیرہ انٹیلی جنس مشنوں کیلئے 48 ایجنٹ اتارنا بھی شامل تھا کسی حد تک ایڈہاک بنیادوں پر کام کر رہی تھی۔ تاہم 1951ء کے شروع میں ہیڈ کوارٹرز فار ایسٹ ایئر فورس 12 نے اسے اسپیشل ایکٹویٹیز یونٹ نمبر ایک کا نام دیکر باضابطہ شکل دیدی۔ ایک مہینے بعد اس کا نام 6004 واں ایئر انٹیلی جنس سروس سکواڈرن (اے آئی ایس ایس) رکھ دیا گیا اور مارچ میں اسے ذمہ داریوں کی وسیع تفصیل سے آگاہ کیا گیا جن میں انٹیلی جنس معلومات اکٹھی کرنا' سبوتاژ یا گوریلا کارروائی کے ذریعے اہداف کی تباہی' اقوام متحدہ کے گرائے گئے طیارے کے عملے کو فرار کی سہولیات فراہم کرنا اور اقوام متحدہ کے دوسرے انٹیلی جنس اداروں سے رابطہ رکھنا شامل تھا۔ گوریلا کارروائی کی ذمہ داری دینے پر اٹریشن سیکشن نے احتجاج کیا جس پر اس کی یہ ذمہ داری ختم کر دی گئی تاہم نکولس نے اس پابندی کی پروا نہیں کی۔

سکواڈرن تین دستوں پر مشتمل تھا اور ہر ایک کی الگ ذمہ داری تھی۔ پہلے دستے ڈیٹ (ڈیٹیچمنٹ) کی ذمہ داری فضائی فنی جاسوسی اور جنگی قیدیوں سے تفتیش کرنا تھی۔ دوسرے دستے کے ذمے فضائی جاسوسی کی معلومات کا حصول اور اس کی تقسیم تھی اور تیسرے کو اقوام متحدہ کے گرائے جانے والے طیاروں کے عملے کے فرار کی منصوبہ بندی کرنا تھی۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

17 اپریل 1951ء کو نکولس اور ڈیٹ 1 کے 5 ارکان نے شمالی کوریا کے اندر ایک اپریشن کیا۔ ایک غیر مسلح ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہ دشمن کی صفوں سے 100 میل پیچھے مغربی ساحل کی طرف واقع جزیرے چوڈو سے اڑتے ہوئے وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سوویت ساخت مگ 15 گر کر تباہ ہوا تھا۔ یہ اس وقت کا جدید طیارہ تھا جو شمالی کوریا استعمال کر رہا تھا۔ نکولس اور اس کی ٹیم نے ملبے کی تصاویر لیں اور ضروری اجزاء لے کر واپس ہوئے تاہم اس دوران ان کے ہیلی کاپٹر کو دشمن کی کئی گولیاں لگیں جس سے اسے کافی نقصان ہوا مگر وہ چوڈو تک پہنچنے اور وہاں ایمرجنسی لینڈنگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

جون کے شروع میں ڈیٹ 1 نے ایک اور اپریشن کیا جو بظاہر اس کی ذمہ داریوں کی حدود سے متجاوز تھا۔ مشن کے تحت جنوبی کوریائی ایئر فورس کے 15 ارکان کی ٹیم دو ریلوے پلوں کو تباہ کرنے کیلئے شمالی کوریا اتاری گئی۔ مشن ناکام ہو گیا کیونکہ چینی فوج نے سارے گروپ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد سے ڈیٹ 1 نے اپنی حدود میں رہتے ہوئے کارروائیاں کیں۔

25 جولائی کو ڈیٹ 2 بنایا گیا اور نکولس نے اس کی کمان سنبھالی۔ اس کی ذمہ داریوں کا تعین مبہم الفاظ میں کیا گیا تھا جس کا فائدہ نکولس نے فوراً اٹھایا۔ اسے دشمن کی صفوں کے پیچھے اپریشن کرنے اور پانچویں ایئر فورس کے انٹیلی جنس آپریشنوں میں مدد کیلئے خصوصی مشن بنانے کا اختیار دیا گیا تھا۔ ان میں سے بیشتر مشن متقاضی تھے کہ ان میں ڈیٹ 2 کے افراد شامل کیے جائیں تاکہ وہ اہداف کے بارے میں جاسوسی معلومات حاصل کر سکیں۔ نکولس کو پتہ تھا کہ اپریشن کے علاقے میں امریکیوں کے زندہ بچنے کے امکانات بہت کم ہیں اس لئے اس نے ڈیٹ ٹو میں زیادہ تر کوریائی شامل کیے تھے۔ 1951ء کے آخر تک 665 رکنی دستے میں امریکی صرف 38 تھے۔

خصوصی مشن 1952ء کے دوران سارے کوریا میں جاری رہے لیکن مغربی ساحل پر شمالی کوریا والے جزیروں سے رضا کاروں کو نکال باہر کرنے کی مسلسل کوششیں کرتے رہے۔ ان میں وہ جزیرے بھی تھے جو 38 ویں خط متوازی سے نیچے اور جزیرہ نمائے اونجن کے جنوبی ساحل سے پرے واقع تھے۔ یکم جنوری 1952ء کو شمالی کوریا کی فوج یونگھ ڈو جزیرے پر اتر گئی اور ڈونگی 1 کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اقوام متحدہ کی ٹاسک فورس کے جہاز اور طیاروں کی گولہ باری اور فائرنگ کے تحفظ میں وہاں سے نکل آیا لیکن اس دوران اس کے 32 سپاہی ہلاک اور 40 زخمی ہو گئے۔ رضا کار وہاں سے او ہوا ڈو پہنچے لیکن دو روز بعد شمالی کوریا والوں نے پھر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں انہیں وہاں سے بھی ڈونگی 2 کے ساتھیوں کے ہمراہ نکل کر چانگن ڈو کو جانا پڑا۔ 10/9 جنوری کی رات شمالی کوریا نے وہاں بھی حملہ کر دیا اور ڈونگی 1 اور 2 کے سارے رضا کار کرن ڈو جزیرے پہنچے جہاں انہوں نے ایک نیا اڈہ قائم کر لیا۔

شمالی کوریا والوں نے جنوری 1952ء میں مشرقی ساحل پر ایک فریبی اپریشن شروع کیا انہوں نے ٹاسک فورس کرک لینڈ کے ایک گروپ ''بگ بوائے'' کو استعمال کیا جو پچھلے ستمبر میں ان کے قابو میں آ کر منحرف ہو گیا تھا ایک امریکی پائلٹ لیفٹیننٹ ھیری انگر جس کا جہاز 13 دسمبر کو گرا لیا گیا تھا' کو تفتیشی سنٹر سے نکال کر کرکلینڈ کے اپریشن والے علاقے میں بھیجا گیا۔ یہاں اسے جعلی رضا کاروں کے ایک گروپ کے حوالے کیا گیا جنہوں نے اسے بتایا کہ اس کی رہنمائی شمالی کوریا کے ایک سینئر افسر کی وجہ سے ہوئی ہے جو ان کیلئے کام کرتا ہے۔ 2 فروری کو ''بگ بوائے'' نے کرکلینڈ کو پیغام بھیجا اسے رضا کاروں کے دوسرے گروپ سے ایک پائلٹ ملا ہے اس نے ہدایات کی درخواست کی۔ اس بات کی تصدیق انگر کی آواز سے ہوئی جو ریڈیو پیغام میں سنائی گئی چنانچہ اسے نکالنے کیلئے اپریشن شروع کیا گیا۔ 5 فروری کی صبح وونسان کے نزدیک امریکی جہاز سے ہیلی کاپٹر اڑا لیکن ساحل سے گزرتے ہوئے اسے دشمن کا فائر لگا تو وہ مشن ادھورا چھوڑ کر واپس جہاز پر آ گیا۔ اگلی صبح ایک اور ہیلی کاپٹر جس پر کرک لینڈ کا ایگزیکٹو افسر لیفٹیننٹ البرٹ نیلر فوٹے سوار تھا امریکی لڑاکا طیاروں کے جلو میں اڑتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں لیفٹیننٹ انگر اکیلا کھڑا ہوا تھا۔ ہیلی کاپٹر اترا اور جب اسے اس میں بٹھایا گیا تو اس پر فائرنگ شروع کر دی گی۔ ٹیک آف کی کوشش میں ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا اور اس پر سوار تینوں افراد قیدی بنا لیے گئے۔

بگ بوائے سے اگلے تین چار دن کوئی ریڈیو رابطہ نہیں ہو سکا آخر جب یہ رابطہ ہوا تو اس نے بڑی کمزور وضاحت پیش کی کہ شمالی کوریا والوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے کہا کہ اسے مذکورہ تینوں امریکیوں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ مشکوک ہو کر معاملے کی تفتیش کیلئے ایجنٹ ڈائمنڈ پہاڑ کے علاقے میں بھیجے گئے۔ چند ہفتے بعد انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ بگ بوائے دراصل منحرف ہو چکا ہے۔ کرکلینڈ پر اس کے بڑے اثرات مرتب ہوئے کیونکہ قدرتی طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ بگ بوائے کے ضمن میں جتنے بھی ایجنٹ بھیجے گئے تھے وہ سب کے سب منحرف ہو چکے ہیں۔

کرکلینڈ کی کارروائیاں فوراً بند کر دی گئیں جو چھ ماہ تک بند رہیں یہاں تک کہ اسے ٹاسک فورس سیکشن کے نام سے از سر نو منظم کیا گیا۔

اگلے ماہ بیکر سیکشن کے آپریشنوں میں کمیونسٹوں کے نفوذ کا نشانہ ''آیوی ایری'' بنا۔ 19 فروری کی صبح ایک سی 46 ٹرانسپورٹ طیارہ کے 16 کی ایئر بیس سے اڑا اور شمال کی طرف روانہ ہوا۔ پانچ رکنی عملے کے علاوہ اس میں ایوی ایشن کے دو رکن ماسٹر سارجنٹ ڈیوڈ ہیریسن اور کارپورل جارج ٹٹارکس' امریکی ایئر فورس کے دو افسر لیفٹیننٹ جان ڈک اور کیپٹن لارنس برجر' ایف ای سی ایل ڈی (کے) کے انٹیلی جنس اپریشن سیکشن کا پرائیویٹ (فرسٹ کلاس افسر) ڈین کریپ اور

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM.COM

چھ کوریائی ایجنٹ سوار تھے جہاز نے اس رات چھ ایجنٹوں کو تین جوڑوں میں وونسان اور ھنگنام کے علاقوں میں اتارنا تھا۔ جب پہلے جوڑے کو اس کے ڈراپ زون میں اتارا جا رہا تھا تو ان میں سے ایک نے جہاز کی طرف دستی بم پھینک دیا جس کے پھٹنے سے ڈین کریب اور چار ایجنٹ ہلاک موقع پر جبکہ عملے کے کئی افراد زخمی ہوئے۔ باقی لوگ جہاز سے کود گئے' سوائے کیپٹن برجر کے جو جہاز اڑا رہا تھا۔ طیارہ بعد ازاں دو میل کے فاصلے پر گر کر تباہ ہو گیا اور برجر مارا گیا۔ ہیریسن اور باقی بحفاظت نیچے اتر گئے مگر جلد ہی گرفتار کر لیے گئے۔

اپریل کے آخر میں مغربی ساحل پر لیپرڈ نے ان جزیروں کو واپس لینے کیلئے اپریشن شروع کیے جن پر دسمبر اور جنوری میں شمالی کوریا نے قبضہ کر لیا تھا۔ ڈونکی اور ڈونکی 2 نے چانگلن ڈو پر حملہ کیا اور زبردست لڑائی کے بعد اسے چھین لیا۔ اگلے روز انہوں نے ادھوا ڈو اور سنوئی ڈو پر بھی قبضہ کر لیا۔ ڈونکی 15 نے مئی کے آخر میں انموڈو نامی چھوٹے سے جزیرے پر قبضہ کیا۔ جون کے پہلے ہفتے میں تائی ہوا ڈو پر اس پائلٹ کی تلاش شروع ہوئی جو اپنے طیارے ایف 51 مسٹینگ سے کود گیا تھا۔ اس جزیرے کو چینیوں نے قبضہ کے فوراً بعد ہی خالی کر دیا تھا جس کے بعد ڈونکی 15 نے اس پر قبضہ کر لیا اور دو دوسرے جزیروں یوری ڈو اور چمچا کی ڈو پر دو چوکیاں قائم کر لیں۔ جولائی میں چینیوں نے جوابی حملے شروع کر دیئے اور ڈونکی 15 اپنے تین جزیرے خالی کر کے وہاں سے 10 جنوب ناپ سوم اور پھر وہاں سے بھی چھوڑ جانے پر مجبور ہو گیا۔

1952ء کے باقی سال میں لیپرڈ کے ماتحت یونٹوں کوریائی مرکزی سرزمین پر کئی حملے کیے۔ ستمبر میں ڈونکی 1 نے 38 ویں خط متوازی سے چند میل شمال میں چنگل نامی چھوٹے سے ماہی گیروں کے گاؤں پر حملہ کیا اور وہاں سے دشمن کی خاصی بڑی تعداد کو پسپا کر دیا۔ اکتوبر میں اس کے 200 ارکان نے اونگجن کے مغرب میں یونگ یونگ نامی شہر پر حملہ کیا اور شدید لڑائی کے بعد دشمن کی کمپنی پسپا ہو گئی۔ شدید دھند کی وجہ سے گولہ باری نہیں کی جا سکتی تھی پھر جب پتہ چلا کہ شمالی کوریا اور چین کی مزید فوج ان کی طرف بڑھ رہی ہے تو رضا کاروں نے لڑتے ہوئے وہاں سے نکلنا شروع کیا۔ دھند ختم ہو چکی تھی اس لئے ان کو کور فراہم کرنے کیلئے فضائی حملے اور بحریہ کی گولہ باری شروع ہو گئی تھی۔ ڈونکی 1 کے 10 رضا کار ہلاک' 17 زخمی اور 22 لاپتہ ہو گئے۔ لاپتہ رضا کار اگلے دو ہفتوں میں واپس پہنچ گئے۔ دشمن کا جانی نقصان خاصا زیادہ تھا۔

مئی 1952ء میں وولف پیک متحرک ہو گیا اسے ڈونکی 1 تا 8 سے بنایا گیا تھا اور پھر اس کے 8 ذیلی یونٹ' وولف پیک 1 تا 8 قائم کر دیئے گئے۔ سب سے بڑا وولف پیک 2 تھا جس میں 1250 رضا کار اور ایک امریکی مشیر شامل تھا۔ یکم جون کو وولف پیک 5 نے اونگجن کے جزیرہ نما میں جاسوسی کا کامیاب مشن مکمل کیا اور وہاں چینی فوجوں کے کئی اجتماعات کا سراغ لگایا۔ اگلے ہی روز

ان پر بمباری شروع کر دی گئی اس طرح کا ایک اور اپریشن 15 جون کو کیا گیا۔

ستمبر کے آخر میں وولف پیک نے 475 رضا کاروں کا دستہ کیو ڈونگ ڈو جزیرے کے سامنے مرکزی سرزمین پر اتارا۔ ستمبر کو اسے پسپا ہونا پڑا۔ اس اپریشن میں اس کے خاصے لوگ مارے گئے جن میں امریکی مشیر بھی شامل تھا۔

گرمیوں میں خراب موسم کی وجہ سے وولف پیک کی سرگرمیاں متاثر ہو چکی تھیں اور جولائی میں دو طوفانوں کی وجہ سے اس کے کئی جہازوں کو نقصان پہنچا اور کچھ ڈوب گئے۔ ستمبر میں ایک اور طوفان سے اس کی 10 کشتیاں اور تین فریٹر جہاز ڈوب گئے۔ اکتوبر میں سردیاں آ گئیں جس کے بعد لیپرڈ اور وولف پیک نے باقی سال کوئی اپریشن نہیں کیا۔

اس دوران بیکر سیکشن نے مزید اپریشن کیے اور مسٹینگ ریڈرز کو استعمال کیا۔ پہلا اپریشن 22/21 جنوری کی رات ہوا جب ایک 19 رکنی ٹیم مسٹینگ 3 شمالی کوریا میں اتاری گئی۔ اس کا مقصد پوہ یون اور یو مثام ری کے درمیان ایک پل کو اڑانا تھا۔ مشن ناکام ہوا کیونکہ ٹیم اترتے ہی ماری گئی یا پکڑی گئی۔ 18/ 17 مارچ کی رات مسٹینگ 4 کی 16 رکنی ٹیم شمالی کوریا کے شمال مغربی علاقے میں اتاری گئی تاکہ وہ چونگ جو اور چونگ سونگ جن کے درمیان ریلوے کے بڑے سپلائی روٹ کو کاٹ ڈالے۔ اس کا مقصد چونگ سونگ کے شمال مغرب میں واقع جنگی قیدیوں کے کیمپ ٹو میں رکھے گئے جنگی قیدیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بھی تھا۔ ٹیم نے کئی مقامات سے ریلوے لائن پر حملے کیے لیکن چھ روز کے اندر اس کے سارے رکن یا تو مار ڈالے گئے یا پکڑ لئے گئے۔ 13/14 مئی کی رات مسٹینگ 5 کے 10 رکن کانگ کائی کے نزدیک اتارے گئے۔ یہ شہر وسطی شمالی کوریا کے شمالی علاقے میں ریلوے لائن پر واقع ہے جو منوجن اور انجو کے درمیان بڑا سپلائی روٹ ہے۔ اگلی رات مسٹینگ 6 کے 10 رکن اتارے گئے جو سب کے سب لاپتہ ہو گئے۔

مسٹینگ 7 اور 8 کی مزید دو ٹیمیں جن میں بالترتیب 5 اور 6 افراد تھے 31/30 اکتوبر کی رات شمالی کوریا میں اتاری گئیں۔ پہلی ٹیم اسی جگہ اتاری گئی تھی جہاں مسٹینگ 5 اور 6 اتری تھیں۔ اس نے ریڈیو پر رابطہ کر کے بتایا کہ اس نے حملہ کر کے ایک ٹرین تباہ کر دی ہے اس کے بعد رابطہ کٹ گیا۔ مسٹینگ 8 کی ٹیم انجو کے شمال میں 25 میل کے فاصلے پر کیزی نامی شہر کے قریب اتری۔ اس نے بھی ایک ٹرین تباہ کرنے کی اطلاع دی جس کے بعد اس کا بھی رابطہ کٹ گیا اور یہ سمجھ لیا گیا کہ دونوں ٹیمیں پکڑی یا مار دی گئی ہیں۔

فروری میں چار اپریشن باکسر 1، 2، 3 اور 4 کیے گئے۔ یہ اپریشن مشرقی ساحل پر سپیشل اپریشنز گروپ جے اے سی کے نے کیے۔ اس کی ٹیمیں کوریائیوں پر مشتمل تھیں اور ان کی کمان سرلیوں کے پاس تھی۔ باکسر 1 اور 2 کو 7/6 فروری کی رات اتارا گیا۔ باکسر 1 کو ہنگنام سے 30 میل

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

شمال مشرق میں یونگ ڈائی ری نامی شہر کے نزدیک اتارا گیا جو بڑے سپلائی روٹ کی ریلوے لائن کے پاس واقع تھا۔ باکسر 2 اسی لائن پر مزید آگے جا کر ساحلی شہر ٹونگسان کے قریب اتری۔ دو راتیں بعد باکسر 3 ٹانچون کے قریب اور باکسر 4 مزید آگے سونجن کے قریب اتری جو سوویت سرحد سے لگ بھگ 7 میل کے فاصلے پر ہے۔ چاروں اپریشن کامیاب رہے تھے اور ٹیمیں کسی نقصان کے بغیر واپس پہنچ گئی تھیں۔

اپریشن ہری کین کے تحت ایک 5 رکنی ٹیم 30/31 مارچ کو انجو کے جنوب مشرق میں رضا کاروں کا اڈہ بنانے کے مقصد کے تحت اتری۔ اترنے کے فوراً بعد اس نے ریڈیائی رابطہ قائم کیا اور بتایا کہ وہ خطرے میں ہے اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے واپس نکال لیا جائے لیکن ہیلی کاپٹر گرائے جانے کا خطرہ تھا اس لئے انکار کر دیا گیا۔ 5 اپریل کو ٹیم کا ریڈیائی رابطہ ختم ہو گیا۔

دو بڑے اپریشن ایبٹ 1 اور 2 کے نام سے کیے گئے۔ ایبٹ 1 میں 20، 20 رکنی دو ٹیمیں تھیں جن کو 31 مارچ، یکم اپریل کی رات پیونگ یانگ سے وونسان جانے والی ریلوے لائن کے شمال میں اتارا گیا۔ ایک ٹیم ہنگنام سے 30 میل مغرب میں اور دوسری سگوری شہر کے باہر اتاری گئی۔ ایبٹ 2 کو 7/8 اپریل کی رات کیگ ڈونگ شہر کے قریب اتارا گیا۔ دونوں کے بارے میں پھر کچھ پتہ نہیں چلا اور فرض کر لیا گیا کہ انہیں مار دیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر بیکر سیکشن کے ایئربارن اپریشنوں کا ریکارڈ تباہ کن تھا۔ ستمبر 1950ء سے اپریل 1953ء تک شمالی کوریا میں 22 اپریشنوں کے دوران 393 رضا کار اتارے گئے ان میں سے 389 ایجنٹ 19 اپریشنوں کے دوران بیکر سیکشن نے اتارے جو تمام کے تمام ناکام ہو گئے۔ سیکشن کو جہاز، سازوسامان اور رقم خاصی مقدار میں دی گئی تھی اس لئے یہ ناکامی کافی مہنگی تھی۔ جانی نقصان سب سے اہم تھا چند ہی ایجنٹ ایسے تھے جو گرفتار ہونے سے بچ سکے۔ انہوں نے واپسی پر بتایا کہ کس طرح ان کے اترتے ہی دشمن وہاں پہنچ جاتا تھا۔

بیکر سیکشن مایوس کن ناکامی ثابت ہوا لیکن ڈیٹ ٹو کے بارے میں ایسا نہیں کہا جا سکتا جس نے شمالی کوریائی صفوں کے پیچھے جا کر پیراشوٹوں کے ذریعے کامیابی سے ایجنٹ اتارے۔ جولائی 1952ء تک اس کے پاس دشمن کے علاقے میں اتاری گئی 23 ٹیمیں تھیں جو مسلسل انٹیلی جنس اطلاعات بھیج رہی تھیں۔ سال کے آخر تک یہ تعداد 32 ہو گئی تھی۔ پیرا شوٹ کے ذریعے ایجنٹ اتارنے کے علاوہ ڈیٹ ٹو نے سمندر کے راستے بھی ایجنٹ اتارے۔ اس مقصد کیلئے اس کے پاس طرح طرح کے جہازوں اور کشتیوں کا بیڑہ تھا جن کی تعداد 1952ء میں 30 تھی اس کے ذریعے ایجنٹوں کو نکالنے میں بھی مدد کی جاتی۔

جنگ کے ابتدائی دنوں میں امریکی ایئر فورس کے خصوصی اپریشن یونٹ 4 کے تحت کیے

جاتے تھے۔ یہ ایک ایڈہاک ادارہ تھا جو جنگ کے شروع ہونے کے فوراً بعد بنایا گیا تھا اور اس کا اڈہ کمپو ایئر فیلڈ پر تھا۔ جنوبی کوریا پر چین کے حملے کے بعد دسمبر 1950ء میں یونٹ 4 تائیگو ایئر فیلڈ پر منتقل ہو گیا جہاں اسے 20 فروری کو اسے سپیشل اپریشنز (ایس اے ایم) ڈیٹیچمنٹ کا نام دیا گیا۔ کیپٹن ہیری ایڈر ہولٹ کی زیر قیادت اس کے پاس تین سی 47 طیارے' ایک سی 47 اور بی 17 فلائنگ فورٹریس طیارے بھی تھے۔ اسے نفسیاتی جنگ کیلئے لاؤڈ سپیکروں سے لیس سی 47 بھی دیئے گئے تھے۔ اپریل 1952ء میں اس کی جگہ 6167ویں اپریشن سکواڈرن "بی فلائٹ" لے لی جس کا اڈہ سیئول ایئر فیلڈ پر تھا۔ اس کے پاس بغیر نشان والے سیاہ رنگ کے سی 47 اور سی 46 ٹرانسپورٹ اور بی 26 حملہ آور بمبار طیارے بھی تھے جو پیراشوٹ بھی اتار سکتے تھے۔

1951ء میں امریکی ایئر فورس نے اپریشنوں کیلئے اپنی پہلی فارمیشن 581ویں ایئر ری سپلائی اینڈ کمیونی کیشنز ونگ (اے آر سی ڈبلیو) قائم کی جس کا اڈہ فلپائن میں کلارک ایئر بیس تھا۔ یہ تین یونٹوں پر مشتمل تھی۔ 581واں ایئر ری سپلائی سکواڈرن جس کے پاس بی 29 سپر فورٹریس بمبار' سی 119 فلائنگ باکس کارس' سی 118 لفٹ ماسٹر' سی 54 سکائی ماسٹر' ایس اے 16 ایسٹراس اور سکورسکائی ایچ 19 چکاسا ہیلی کاپٹر تھے' 581واں ہولڈنگ اینڈ بریفنگ سکواڈرن جس کا کردار دوسرے اداروں کے اہلکاروں کو دشمن کی صفوں کے پیچھے اپریشن کیلئے تربیت دینا اور وہاں بھجوانا تھا اور 581واں ری پروڈکشن سکواڈرن جو نفسیاتی جنگ کیلئے بڑے پیمانے پر دو ورقے تیار کرتا تھا۔ ونگ کے کچھ افسر سی آر اے کے بی فلائٹ اور 6004ویں اے آئی ایس ایس کی ڈیٹ ٹو سے بھی منسلک کیے گئے۔ بی فلائنگ کے ساتھ ونگ کے دو ایس اے 16 ایسٹراس طیارے بھی منسلک کیے گئے تھے جو 4 ایچ 19 چکاسا ہیلی کاپٹروں کے ساتھ ایجنٹ اتارنے کا کام کرتے تھے۔

1953ء کے آخر میں 581ویں اے آر سی ڈبلیو کے سی 119 ٹرانسپورٹ طیارے ہند چینی میں تعینات کیے گئے تاکہ شمالی ویت نام کے علاقے ٹونکن میں ویت منہ کیخلاف جنگ میں فرانسیسی فوج کی مدد کریں۔ ایئر لفٹ کے سلسلے میں تعاون کی اتنی طلب تھی کہ امریکہ نے سروائیول کے نام سے ایک نہایت خفیہ اپریشن شروع کیا جس کے تحت اضافی سی 119 طیارے جاپان سے فلپائن روانہ کیے گئے جہاں انہیں کلارک ایئر بیس پر تعینات ایک اور یونٹ 24ویں ڈپو ایئر ونگ سے منسلک کر دیا گیا۔

وہاں ان پر نئے رنگ کر کے فرانسیسی نشان لگائے گئے جس کے بعد انہیں ہند چینی روانہ کیا گیا۔ مشن مکمل ہونے کے بعد طیارے واپس فلپائن آئے جہاں ان پر دوبارہ پینٹ کر کے امریکی نشان لگا دیئے گئے جس کے بعد انہیں جاپان بھیج دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی 581واں اے آر سی ڈبلیو سول ایئر ٹرانسپورٹ کی طرف سے حاصل کردہ سولی پائلٹوں کو تربیت دے رہا تھا۔ سول ایئر ٹرانسپورٹ

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

سی آئی اے کی ملکیتی کمپنی تھی۔ تین روزہ تربیتی پروگرام کے اختتام پر انہیں ہند چینی بھیج دیا جاتا۔ ان کے مشن ڈین بین پھو کے سقوط پر مئی 1954ء میں ختم ہوئے۔ اس سال کے آخر میں 581ویں اے آر سی ڈبلیو کو اوکیناوا منتقل کر دیا گیا جس کے بعد 1955ء میں اسے ختم کر دیا گیا۔

1952ء کی شروعات میں بلاسم کی ٹیموں کو بہت زیادہ نقصان پہنچ چکا تھا تاہم اپریل میں اس نے تین الگ الگ اپریشن شروع کیے۔ پہلے اپریشن کا مقصد بلاسم کے مشن کو جاری رکھنا یعنی پورے شمال مشرقی شمالی کوریا میں سیل قائم کر کے تحریک مزاحمت کی بنیاد فراہم کرنا تھا۔ دوسرے کا مقصد ٹیمیں بھیج کر جاسوسی اطلاعات اکٹھی کرنا اور خفیہ مقامات پر اس کا ذخیرہ کرنا تھا تاکہ بعد میں فرار اور انخلاء کے موقع پر کام آئے۔ تیسرے مشن کا مقصد مشرقی ساحل پر حملے' سبوتاژ اور اطلاعات اکٹھی کرنا تھا۔

تاہم 1952ء کے موسم گرما میں پتہ چلا کہ پہلے دو آپریشنوں میں شمالی کوریا والے بری طرح نفوذ کر چکے ہیں یا تو انہوں نے گوریلوں کو منحرف کر لیا ہے یا پھر پروگرام کا پہلے سے علم ہو جانے پر بھرتی کیے جانے والے رضا کاروں میں اپنے ایجنٹ داخل کر رکھے ہیں۔ 1952ء کے دوسرے حصے میں فضائی ذریعے سے اتاری جانیوالی ٹیموں کے بڑھتے ہوئے نقصانات سے یہ واضح ہو گیا کہ کمیونسٹوں کو اپریشن کے علاقے میں مکمل کنٹرول حاصل ہے۔ سال کے آخر میں سی آئی اے اس نتیجے پر پہنچی کہ شمالی کوریا میں اس کے اپریشنوں میں دشمن کا پوری طرح نفوذ ہو چکا ہے' انہیں ختم کر دیا جائے۔

11 نومبر 1952ء کو ایف سی ایل ڈی (کے) اے یو 8240 کا نام بدل کر یونائیٹڈ نیشنز پارٹی سان فورسز کوریا (یو این پی ایف کے) اے یو 8240 رکھ دیا گیا اس کے ساتھ ہی لیپرڈ' وولف پیک اور سکیمین کے نام بھی بدل کر پہلی' دوسری اور تیسری پارٹی سان انفنٹری رجمنٹ (پی آئی آر) رکھ دیا گیا۔ بیکر سیکشن کے مسٹینگ ریڈرز پیراشوٹ یونٹ کو پہلی پارٹی سان ایئر بارن انفنٹری رجمنٹ (پی اے آئی آر) بنا دیا گیا۔

دسمبر کے آخر میں پہلی پی اے آئی آر نے جیسی جیمز 1' 2' 3 کے نام سے تین اپریشن کئے اور تینوں بری طرح ناکام رہے۔ 10' 10 رکنی تین ٹیمیں ساری وون کے جنوب مشرق میں واقع پہاڑوں میں اتاری گئیں جن کا مقصد پیونگ یانگ اور کیسانگ کے درمیان واقع ریلوے لائن کو تباہ کرنا تھا مگر ان سے پھر کوئی رابطہ نہیں ہو سکا اور خیال کر لیا گیا کہ وہ مارے یا پکڑ لیے گئے ہیں۔

ایک کافی بڑا اپریشن "گرین ڈریگن" کے نام سے کیا گیا اس میں پہلی پی اے آئی آر کے 97 رضا کار 1500 پونڈ وزنی ہتھیاروں اور گولہ بارود سمیت 25/24 جنوری کی رات تین جہازوں سے اتارے گئے۔ اس مشن کا مقصد شمالی کوریا کے اندر جا کر رضا کاروں کا اڈہ بنانا تھا جو کمیونسٹوں

کیخلاف عوامی تحریک کی بنیاد کا کام دے۔ دو مہینے بعد ان کا رابطہ ہیڈ کوارٹر سے ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ دشمن کے حملوں اور منحرف ہونے کے واقعات کی وجہ سے ان کی قوت بہت کم رہ گئی ہے۔ اس پر شبہ ہوا کہ کمیونسٹوں نے انہیں گرفتار کر لیا ہے اور اب فریبی اپریشن کر رہے ہیں۔ تاہم رابطہ برقرار رکھا گیا اور اپریل کے آخر میں گرین ڈریگن نے بتایا کہ اس نے مار گرائے جانے والے ایک بی 29 طیارے کے عملہ کے پانچ ارکان کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس نے درخواست کی کہ انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکالا جائے۔ تاہم یہ فیصلہ کیا گیا کہ مزید 75 رضا کار اتارے جائیں اور نچلی پرواز کرنے والا طیارہ بھیج کر انہیں زمین سے اٹھالیا جائے۔ چنانچہ 19/18 مئی کی رات یہ رضا کار اتار دیئے گئے۔

24 مئی کو ''بی فلائٹ'' کے ایک سی 47 سکائی ٹرین طیارے نے علاقے کی طرف پرواز کی اور وہاں مخصوص آلات گرائے جن کی مدد سے طیارے کے عملے کو زمین سے اٹھایا جا سکتا تھا۔ ہر شخص کو ایک نئی طرز کی پیراشوٹ ڈوریاں پہننی تھیں جو نائلون کی رسی سے منسلک ہوتیں۔ یہ رسی دو عمودی کھمبوں کے درمیان نصب تار سے جڑی ہوتیں۔ جہاز اس وقت بہت ہی کم رفتار سے نیچے آتا اور تار کو ایک ہک کی مدد سے اٹھا لے جاتا جس کے نیچے وہ آدمی لٹک رہا ہوتا۔ نائلون کی رسی کی لچک دھچکے کو برداشت کر سکتی تھی۔ وہاں سے پھر اس آدمی کو برقی چرخی سے جہاز کے کارگو والے دروازے سے اندر پہنچا دیا جاتا۔

طیارے کے پائلٹ کا بی 29 کے پائلٹ گلبرٹ ایشلے کے ساتھ ریڈیو رابطہ تھا جس نے اسے بتایا کہ یہاں سب ٹھیک ہے۔ جب طیارہ پہلے آدمی کو اٹھانے کیلئے نزدیک پہنچا تو اس پر فائرنگ شروع ہو گئی اور کئی گولیاں اسے لگیں۔ مشن فوراً ختم کر دیا گیا اور جہاز واپس اڈے پر آ گیا تین دن بعد طیارہ دوبارہ اس مقام پر پہنچا اور ریڈیو سے رابطہ کیا اس بار بھی ایشلے نے یہی کہا کہ سب ٹھیک ہے۔

مشن فوراً ہی ختم کر دیا گیا اور مزید کوئی کوشش نہیں کی گئی کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ ایشلے دشمن کے قابو میں ہے اس کے باوجود اگلے چھ ماہ تک ریڈیو رابطہ برقرار رکھا گیا اور انہیں پیغام دیا جاتا رہا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد وہ رہا ہو جائیں گے۔ تاہم جنگ کے بعد ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا۔

اس دوران مارچ 1953ء میں متوقع جنگ بندی کے پیش نظر پہلی پی آئی آر کے لیپرڈ یونٹوں کی 38ویں خط متوازی کے شمال میں مغربی ساحل کے پاس واقع جزیروں سے واپسی کی تیاریاں شروع کر دی گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی جنوب میں دوسری پی آئی آر کے وولف پیک یونٹ خط متوازی کے جنوب میں واقع جزیروں پر اپنے اڈوں سے بھرپور اپریشن شروع کیے ہوئے تھے۔ اس طرح تیسری پی آئی آر کے یونٹ بھی مشرقی ساحل پر سرگرم تھے۔ اسی ماہ امریکی فوج میں نو تشکیل

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش وَن اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

شدہ 10ویں سپیشل فورسز گروپ (ایئر بورن) کے 64 ارکان کوریا پہنچے۔ جہاں انہیں رضا کاروں کی تین انفنٹری رجمنٹوں اور پہلی پی اے آئی آر کا مشیر بنایا گیا۔

متوقع جنگ بندی کے قریب آنے کے باوجود مغربی ساحل پر مصروف دونوں رضا کار رجمنٹوں کے بہت سے ارکان کمیونسٹوں کیخلاف اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کیے ہوئے تھے اور سی سی آر اے کے نے ان کی حمایت کا فیصلہ کیا۔ رضا کاروں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلی پی آئی آر کے گوریلے جن کا کوڈ نام موس تھا ولائی ڈو جزیرے پر جمع کیے گئے۔ دوسری پی آئی آر کے گوریلوں کو بی ہائیو اور کیمل کے نام سے دو گروپوں میں منقسم کیا گیا اور انہیں کیوڈونگ ڈو میں رکھا گیا۔

12 مئی 1953ء کی رات موس کو مرکزی سرزمین پر چانگ یان کے علاقے میں اتارا گیا جس نے شمال میں پہاڑوں پر چڑھ کر 28 مئی کو سی سی آر اے کے سے ریڈیو رابطہ کیا۔ تاہم اس دوران کئی رضا کاروں کے منحرف ہو جانے کی وجہ سے اس کی تعداد 28 رہ گئی تھی۔ آخری مرتبہ اس نے 3 نومبر کو رابطہ کیا اور بتایا کہ اب اس کے صرف 5 ارکان رہ گئے ہیں اور اب وہ مشن ختم کر کے واپس آ رہے ہیں اس کے بعد سے ان کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

''بی ہائیو'' اپریشن شروع کرنے سے پہلے دوسری پی آئی آر نے اس علاقے میں جاسوسی معلومات اکٹھی کیں جہاں بی ہائیو کو اتارا جانا تھا۔ آٹھ روز بعد 26/25 مئی کی رات بی ہائیو جزیرہ نمائے اونجن کے ساحل پر پہنچا اور مرکزی سرزمین میں داخل ہو گیا۔ اسے کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ''کیمل'' 27/28 جولائی کی رات کیوڈونگ ڈو کے شمال مغرب میں ایک مقام پر اترا۔ اس وقت تک جنگ بندی ہو چکی تھی وہ پہاڑوں پر پہنچا۔ جلد ہی اس کا سراغ لگا لیا گیا اور اس نے سی سی آر اے کے' کو پیغام دیا کہ انحراف اور دشمن کے حملوں کے باعث اس کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ جنوری میں دونوں گروپوں کو واپس بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ 21/20 فروری 1954ء کی رات دونوں گروپوں کے باقی ماندہ 32 ارکان سمندری جہازوں کے ذریعے نکال لیے گئے۔

جولائی 1953ء میں ہونے والی جنگ بندی کے بعد سے سی سی آر اے کے کی گوریلا فورسز توڑ دی گئیں۔ جو رضا کار شمالی کوریا کی فوج میں شامل ہونا چاہتے تھے انہیں فوج میں شامل کر لیا گیا یا اقوام متحدہ کی پارٹی سان انفنٹری کوریا (یو این پی آئی کے) آرمی یونٹ 8240 میں سمو دیا گیا۔

خصوصی آپریشنوں نے کوئی بڑے نتائج مرتب نہیں کیے لیکن تین سالہ جنگ کے دوران ان کا کردار اہم رہا۔ پہلے چھ ماہ کے دوران ٹی ایل او اور سیلامینڈر ٹیموں نے اہم معلومات مہیا کیں۔ اسی طرح 1951ء کے شروع سے بعد تک امریکی ایئر فورس کے ایس اے یو 1 اور بعد ازاں ڈیٹ ٹو نے کوریا میں ایجنٹوں کی ٹیموں کو داخل کرنے میں منفرد کامیابی حاصل کی۔ ان کی تعداد 1952ء کے آخر میں 32 تھی۔

سمندر کے راستے حملہ آور اپریشنوں نے کمیونسٹوں کیلئے ان کے عقبی علاقوں میں بڑے مسائل پیدا کئے اور انہیں کافی بڑی تعداد میں فوج ادھر بھجوانا پڑی جو دوسری صورت میں اقوام متحدہ کی فوجوں سے نبرد آزما ہوتی۔ اس کی ایک اچھی مثال مارچ سے جولائی 1951ء کے دوران مغربی ساحل پر ڈونگی 1 کا اپریشن ''شائننگ مون'' ہے۔ ریڈیو رابطے میں ناکامی کے باوجود رضا کاروں نے کافی نقصان پہنچایا۔ جب وہ واپس ہوا تو اس وقت تک دشمن اس علاقے میں فوج کی تعداد بڑھا کر 28 ہزار کرنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ اسی طرح مشرقی ساحل پر ایس او جی' 41 ویں انڈی پینڈنٹ کمانڈو آر ایم اور ٹاسک فورس کر کلینڈ کے آپریشنوں نے دشمن کی مواصلاتی لائن کو درہم برہم کئے رکھا۔ یہی کام 1952ء کے بعد والے حصے میں لیپرڈ اور وولف پیک کے رضا کاروں نے کیا۔

❁❁❁

چھٹا باب

الجزائر

1954ء-1962ء

1954ء میں ہند چینی کی جنگ ختم ہوتے ہی فرانس کو ایک اور نوآبادیاتی جنگ کا سامنا تھا یہ الجزائر کی جنگ تھی۔

الجزائر بحیرہ روم کے ساحل پر شمال مغربی افریقہ کے علاقے' جسے مغرب کہا جاتا ہے میں واقع ہے اور یہ براعظم کا دوسرا بڑا ملک ہے جو شمالاً جنوباً 1250 میل اور شرقاً غرباً 1120 میل تک پھیلا ہوا ہے اس کی سرحدیں مشرق میں تیونس اور لیبیا اور شمال مغرب میں مراکش سے ملتی ہیں۔ جنوب مشرق میں نائجیر یا' مالی' ماریطانیہ اور مغرب میں مغربی صحرا واقع ہیں۔ ملک کا 85 فیصد رقبہ صحرائے اعظم کا حصہ ہے باقی ماندہ شمالی آباد علاقہ میدانوں اور کوہ اطلس پر مشتمل ہے شمالاً جنوباً ساحلی چوٹیاں اور میدان ہیں جو نیچے آتے ہوئے جنوب میں جنگلات سے اٹے ہوئے اطلس تک پہنچ جاتے ہیں۔ پہاڑی سلسلے کا کچھ حصہ شرقاً غرباً تیونس اور مراکش تک چلا گیا ہے۔ تقریباً 80 فیصد آبادی عرب ہے۔ سب سے بڑی اقلیت بربر ہے جو قبائل' چواش' مزابیط اور توریغ قبیلوں پر مشتمل ہے۔ توریغ خانہ بدوش قبیلہ ہے جو ملک کے جنوب مغرب کے نخلستانوں اور جنوب مشرق کے پہاڑوں میں رہتا ہے۔

الجزائر پر فرانس نے جولائی 1830ء میں حملہ کر کے قبضہ کیا تھا تاہم احمد بے کی زیر قیادت ملک کے مشرقی علاقے میں اور عبدالقادر کی زیر قیادت مغرب میں تحریک مزاحمت جاری رہی۔ 1837 میں احمد بے کو اس کے مضبوط گڑھ سے نکال دیا گیا۔ لیکن اسے شکست 1844ء میں ہوئی جس کے بعد اسے ملک سے چلے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کی روانگی سے فوجی مزاحمت ختم ہوگئی لیکن بعض نخلستانوں اور مشرقی قبیلیہ میں چھوٹی چھوٹی تحریکیں 1850ء کی دہائی کے آخر تک چلتی رہیں جس کے بعد قبیلیہ کے سارے علاقے میں ایک بڑی بغاوت ہوئی جسے 1871ء میں کچل دیا گیا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM . COM

الجزائر جسے 1848 میں فرانسیسی علاقہ قرار دیا گیا‘ 1870ء تک فرانس کی فوجی انتظامیہ کے ماتحت رہا۔ فرانسیسی آبادکاروں کو چھوڑ کر تمام آبادی پر ’’بیوریکس ڈیس عربیس‘‘ کے فوجی افسروں کا حکم چلتا تھا جسے مارشل بوگارڈ نے قائم کیا تھا۔ ان افسروں کو مقامی معاملات اور رسم و رواج کا بھرپور علم تھا اور وہ عربی زبان روانی سے بولتے تھے۔ 1870ء تک آبادی کاروں یا پائیڈ نوئروں کی تعداد 2 لاکھ تک پہنچ گئی تھی اور فوجی حکومت کیلئے ان کی بڑھتی ہوئی مخالفت کی وجہ سے فرانس نے ملک کو کسی حد تک خودمختاری دے دی۔ مجموعی اختیارات گورنر جنرل کو دے دیئے گئے جو پیرس میں وزارت داخلہ کے ماتحت تھا۔ اس کے زیر اختیار تین صوبے الجیرز (الجزیرہ) اردن اور قسطنطفیہ تھے۔ ہر صوبے کی فرانسیسی پارلیمینٹ میں نمائندگی اس کے سینیٹر اور ارکان اسمبلی کرتے تھے۔

شروع میں صرف یورپی باشندے یا پائیڈ نوئرے ہی ووٹ کا حق رکھتے تھے لیکن بعد میں دہرا انتخابی نظام رائج کیا گیا۔

ایک انتخابی کالج یورپی اور محدود تعداد میں منتخب مسلمانوں پر مشتمل تھا جبکہ دوسرا باقی ماندہ تمام مسلمانوں پر۔ ہر کالج 8 سینیٹر اور 15 ارکان منتخب کرتا تھا۔ اس نظام کی عدم مساوات اس حد تک تھی کہ 10 لاکھ پائیڈ نوئروں کا حق رائے دہندگی 80 لاکھ مسلمانوں کے حق رائے دہندگی کے برابر تھا۔ الجزائر میں کوئی قانون ساز اسمبلی نہیں تھی صرف ایک ادارہ ’’ڈیلی گیشنز فنانسیئرز‘‘ تھا جو یورپیوں اور مسلمانوں پر مشتمل تھا اور صرف مالی بجٹ کا ذمہ دار تھا۔

صحرائے اعظم کا علاقہ فوجی انتظامیہ کے ماتحت تھا لیکن باقی ملک بھر میں دو قسم کی لوکل کونسلیں تھیں۔ پائیڈ نوئروں کیلئے ’’کمیونز ڈی پلین ایکسرسائز‘‘ تھیں جو ان علاقوں میں قائم تھیں جہاں یورپیوں کی اکثریت تھی۔ فرانس کے بلدیاتی نظام کی طرز پر قائم ان بلدیاتی کونسلوں کے سربراہ میئر تھے۔ ان میں تین چوتھائی سیٹیں یورپیوں کیلئے مختص تھیں۔ مسلمان علاقوں پر ’’کمیونز مکسیس‘‘ کا کنٹرول تھا۔ ہر کونسل کی سربراہی ایک یورپی ایڈمنسٹریٹر کے پاس تھی۔ انہیں متعدد افسر‘ جنہیں ’’سید‘‘ کہا جاتا تھا‘ چلاتے تھے۔ یہ زیادہ تر قابل اعتبار عمائدین ہوتے تھے جن میں سے کئی فرانس کی خاطر لڑتے رہے تھے یا انہوں نے خاندانی اثر و رسوخ کی بدولت یا بھاری رشوت دے کر یہ مقام حاصل کیا ہوتا تھا۔ ان کی نامزدگی گورنر جنرل کرتے تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جس میں ایک لاکھ 73 ہزار الجزائری فرانس کیلئے لڑے اور ان میں سے 25 ہزار ہلاک ہو گئے تھے۔ ملک میں سیاسی اصلاحات لانے کی کوششیں کی گئیں جن کی پائیڈ نوئروں نے سخت مخالفت کی جو کسی سیاسی تبدیلی سے خائف تھے۔ 1930ء میں مسلمان آبادی کی بے اطمینانی اتنی بڑھ چکی تھی کہ ایک سابق گورنر جنرل ماریس واسکٹ نے پیش گوئی کر دی کہ اگلے 20 برسوں میں شمالی افریقہ میں سنگین مشکلات کا سامنا ہوگا۔ پانچ برس بعد پیرس کی قومی اسمبلی میں بلم‘

وائلٹ بل پیش کیا گیا جس میں متعدد اصلاحات تجویز کی گی تھی لیکن پائیڈ نوئروں کی سخت مخالفتوں کی وجہ سے ہر بل ناکام ہو گیا۔

مسلمان قوم پرستی سب سے پہلے 1930ء کی دہائی کے شروع میں نمودار ہوئی جب شیخ عبدالحمید بن بادیس کی زیر قیادت علما کی تنظیم قائم ہوئی۔ بن بادیس بربر تھے اور بہت قدامت پرست عالم دین تھے۔ انہیں یقین تھا کہ قوم کے طور پر الجزائر کا احیاء اسلام کی بنیادی تعلیمات پر عمل سے ہی ممکن ہے۔ اس سے چار سال قبل 1927ء میں ایک الجزائری میسالی حاج کو جو فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کا رکن تھا‘ شمالی افریقہ کے کارکنوں کی سیاسی تنظیم ’’اتوئل نارد افریقن‘‘ کا صدر نامزد کیا گیا۔ 1933ء میں اتوئل نے الجزائر‘ تیونس اور مراکش کی جدوجہد ہائے آزادی کی حمایت کا اعلان کیا۔ 1937ء میں اس کا نام بدل کر پارٹی پروگریسو الجیرین (پی پی اے) رکھ دیا گیا اور اس کی تمام تر توجہ الجزائر پر مرکوز ہو گئی۔ دو سال بعد فرانس نے اس پر پابندی لگا دی۔

ایک اور کافی حد تک معتدل قوم پرست فرحت عباس تھا وہ ایک سید کا بیٹا تھا اور سب سے پہلے سیاست میں اس وقت نمودار ہوا جب وہ یونیورسٹی میں مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کا صدر بنا۔ اس نے ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کی تھی اور وہ الجزائر کو ایک الگ ملک کے طور پر تسلیم نہیں کرتا تھا بلکہ اسے فرانس کے وفاق میں ایسے وجود کے طور پر مانتا تھا جس کی فرانس کے ساتھ مساوی حیثیت تھی۔ بن بادیس اور میسالی حاج کے برعکس وہ اور اس کے ساتھی 1935ء میں ماریس وائلٹ کی طرف سے بلم وائلٹ بل میں پیش کردہ تجاویز کا خیرمقدم کرتے تھے جن میں انضمام کی وکالت کی گئی تھی۔ لیکن جب بل ناکام ہوا تو ایک طرف پی پی اے اور علما نے انہیں نشانہ بنایا اور دوسری طرف فرانسیسیوں نے بھی انہیں مسترد کر دیا۔ اس پر عباس اور اس کے ساتھی بتدریج خودمختاری کے حامی ہوتے چلے گئے۔

1939 میں جنگ چھڑنے کے ایک سال بعد فرانس میں جرمنی کو سرا کن شکست ہوئی جس کی وجہ سے فرانس کا اپنی نوآبادیوں پر اثر بہت کم ہو گیا جہاں فرانس کے ناقابل تسخیر ہونے کا تصور ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا تھا۔ ان نوآبادیوں میں استوائی گنی نے اپنی وفاداری ’’فری فرنچ‘‘ سے استوار کر لی جبکہ ہندچینی اور الجزائر جنوبی فرانس میں قائم مارشل پیتاں کی وشی حکومت کے وفادار رہے۔ تاہم نومبر نے 1942ء میں شمالی افریقہ میں اتحادی فوج کے اترنے پر پیتاں کی حکومت نے الجزائر میں فرانسیسی فوج کو‘ جس کی ایڈمرل فرانکوئس ڈارلان کے پاس تھی‘ خفیہ طور پر حکم دیا کہ وہ اتحادیوں سے مل جائے اگرچہ ظاہری طور پر اس نے شمالی افریقہ میں اتحادی فوج کے اترنے پر احتجاج کیا۔

1943ء میں فرحت عباس نے ’’الجزائری عوام کا منشور‘‘ شائع کیا جس میں اس نے حکومت میں مسلمانوں کی شرکت اور ایسا آئین بنانے کا مطالبہ کیا جس میں تمام الجزائریوں کیلئے

ONEURDUFORUM.COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

مساوات اور حقوق کی ضمانت دی گئی ہو۔ اس کے فوراً بعد اسے گرفتار کر لیا گیا تاہم جب اس نے فرانس کیلئے اپنی حمایت کا یقین دلایا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ 1944ء میں اس نے اور میسالی حاج نے اپنے اختلافات ختم کر کے نئی تحریک ''امیس ڈو مینی فلیسٹے ایٹ ڈی لالبرٹی'' (اے ایم ایل) قائم کر لی۔ اس تحریک نے اپنا مقصد فرانس کے وفاق کے اندر الجزائر کی خودمختار جمہوریہ کا قیام قرار دیا۔

جنگ کے خاتمے پر بھی الجزائر میں سیاسی اصلاحات کے کوئی امکانات پیدا نہیں ہوئے صرف یہی ہوا کہ فرانسیسی فوج اور ایسی حکومت واپس آ گئی جس نے پائیڈ نوئروں کی حمایت جاری رکھی۔ متوقع گڑ بڑ کا پہلا اشارہ مئی 1945ء میں ستیف کی مارکیٹ میں ظاہر ہوا۔ یہ شہر ملک کے شمال مشرقی کونے میں قسطنطنیہ سے 8 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں اکثریتی مسلم آبادی اور فرانسیسی آبادی والوں کے درمیان تعلقات کئی ہفتوں سے بگڑتے جا رہے تھے۔ دیواروں پر نعرے لکھے جا رہے تھے جن میں تشدد کی دھمکیاں دی گئی ہوئی تھیں اور مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ وہ فرانسیسی غاصبوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اس علاقے کی اقتصادی حالت بھی خراب تھی۔ جنگ اور دو سال تک فصل نہ ہونے کی وجہ سے الجزائر اجناس کی قلت کا شکار تھا اور وشی حکومت کی انتظامیہ نے ملک میں موجود خوراک کے ہنگامی ذخائر جرمنوں کو دے کر اس میں مزید ابتری پیدا کر دی تھی۔

صورتحال نے 8 مئی کو تصادم کی شکل اختیار کر لی جب یورپ میں اتحادیوں کی فتح کے جشن کے دوران مسلمانوں کا ایک گروہ سبز اور سفید جھنڈے لہراتا ہوا نمودار ہوا۔ ان کے ہاتھوں میں بینر تھے جن پر الجزائر کی آزادی کے حق میں نعرے لکھے تھے۔ ان میں پی پی اے کے متعدد ارکان بھی تھے جن میں میسالی حاج بھی شامل تھا جسے اس کی جماعت کے کئی دوسری سینئر رہنماؤں سمیت گرفتار کر لیا گیا تھا اور بعدازاں گھر پر نظر بند کر دیا گیا تھا۔

ستیف کے پولیس سربراہ نے ایک بینر چھیننے کی کوشش کی۔ اس کشمکش میں جھگڑا ہو گیا اور ایک پتھر اس کی گردن میں آ کر لگا جس سے وہ نیچے گر گیا۔ جلوس میں شامل پی پی اے کے کارکنوں نے فائرنگ شروع کر دی جس کے جواب میں 20 رکنی پولیس گارد نے بھی فائرنگ کی مگر جلد ہی وہ مغلوب ہو گئی اور جلوس بے قابو ہو گیا۔ پورے شہر اور اردگرد کے علاقوں میں تشدد اور غم و غصہ بھڑک اٹھا CHEREUL کے مقام پر فرانسیسیوں نے الجزائریوں کو اپنا محاصرہ کرتے دیکھا تو وہ بھاگ کر مقامی فوجی چوکی میں پناہ کیلئے چھپ گئے۔ پرجٹ ول کے مقام پر مسلمانوں نے اسلحہ خانے پر قبضہ کر لیا اور فرانسیسیوں پر گولی چلا دی۔ اگلے پانچ دنوں میں 103 فرانسیسی ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہو گئے۔

فرانسیسی حکام نے فوری کارروائی کی اور متعدد فوجی یونٹ علاقے کی طرف بھیج دیئے ان میں سینگالی فوجی بھی تھے جو مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ فرانسیسی بحریہ کے جنگی جہازوں نے مسلمانوں پر

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

گولہ باری کی۔ ہوائی جہازوں سے ان پر بمباری کی گئی۔ فرانسیسیوں نے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر پھانسیاں دیں اور انہیں گولیاں ماریں۔ اس انتقامی کارروائی میں مارے جانے والے مسلمانوں کی تعداد صحیح طور پر کبھی سامنے نہیں آئی لیکن اندازوں کے مطابق 3 سے 15 ہزار تک مسلمان مارے گئے۔ ساڑھے چار ہزار گرفتار کیے گئے ان میں سے دو ہزار پر مقدمہ چلا 151 کو موت کی سزا سنائی گئی باقی کو دوسری سزائیں دی گئیں۔ سزائے موت پانے والے 151 میں سے 18 کو پھانسی چڑھا دیا گیا۔

کالعدم پی پی اے کے علاوہ، جو قانونی تنظیم ''موومنٹ پورلی ٹرائمف ڈس برٹیز ڈیموکریٹسک'' (ایم ٹی ایل ڈی) کے سائے میں کام کر رہی تھی، قوم پرستوں نے دو جماعتیں قائم کر رکھی تھیں۔ میسالی اور عباس کی اے ایم ایل اور بن بادیس کی ''العلماء'' ایک اور انقلابی تحریک ''پارٹی المیونسٹے الجیرین'' (پی سی اے) تھی جس کے بعض ارکان اے ایم ایل کے بھی رکن تھے۔

دسمبر 1947ء میں پی پی اے اور ایم ٹی ایل ڈی کے بعض بائیں بازو کے انتہا پسندوں نے ایک نیم فوجی تنظیم ''آرگنائزیشن سیکرٹ'' (او ایس) قائم کی جس کا سربراہ ایک قبائلی حسین ات احمد کر رہا تھا۔ دو برس بعد اس کی جگہ ایک عرب احمد بن بیلا نے لے لی۔ 28 مارچ 1950ء کو اس تنظیم کی موجودگی کا سراغ فرانسیسی حکام کو ملا جنہوں نے بن بیلا اور دوسرے رہنماؤں کو ملک کے مختلف حصوں سے گرفتار کر لیا۔ تاہم یہ تنظیم سیلوں کی شکل میں منظم تھی اس لئے اس کے باقی ارکان محفوظ رہے جن میں سے بعض زیر زمین چلے گئے۔ ان میں محمد بوضیاف' مراد ددوشے' بن مہدی' رباہ بطاط بن طبل اور عبدالحافظ بوصلاف شامل تھے۔ بعدازاں یہ تمام افراد نامور ہوئے۔ اس دوران حسین ات احمد اور ایک اور رہنما محمد خضر مصر فرار ہو گئے۔

مئی 1952ء میں بن بیلا ''اوایس'' کے ایک اور نمایاں رکن علی مہساس کے ساتھ بلدہ کی جیل کے ساتھ جیل سے فرار ہو گیا اس کے فوراً بعد ہی مصطفیٰ بن بلائر بون کی جیل توڑ کر مصر فرار ہو گیا اور قاہرہ میں حسین ات احمد اور محمد خضر سے جا ملا۔ اسی مہینے پی پی اے/ایم ٹی ایل ڈی کے لیڈر مسالی حاج کو اس کی تنظیم کے ارکان کی طرف سے پولیس پر حملہ کے بعد الجزائر سے نکال کر فرانس منتقل کر دیا گیا۔

اپریل 1953ء میں پی پی اے/ایم ٹی ایل ڈی میں انتشار پیدا ہو گیا۔ پارٹی کے ایک اجلاس میں نئی سنٹرل کمیٹی منتخب کی گئی۔ میسالی حاج کا عہدہ برقرار رہا لیکن اس کے کئی قریبی ساتھی نکال دیئے گئے۔ اس پر اس نے سخت اعتراض کیا جس پر متحارب دھڑوں میں الجزیرہ کی گلیوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ حکام اطمینان سے اس کو دیکھتے رہے۔

اگلے برس کے شروع میں قاہرہ اور فرانس میں جلاوطن چار لیڈر احمد بن بیلا' محمد خضر' محمد بوضیاف اور حسین ات احمد نے فیصلہ کیا کہ مزید جنگجو کارروائی کی جائے۔ الجزائر میں اپنے پانچ ہم

منصب ساتھیوں، مصطفیٰ بن بلائز، مراد دیدوشے، رباح بطاط، محمد لاربی بن مہدی اور بالقاسم کریم کے اشتراک سے انہوں نے نئی تنظیم "کمیٹی ریوولیوشنائر ڈی یونائیٹڈ ایکشن" (سی آر یو اے) بنائی۔ اس کے قیام پر ایم ٹی ایل ڈی نے پرتشدد ردعمل ظاہر کیا جو خود بھی حاج اور حوکن لاحول کی زیر قیادت دو دھڑوں میں منقسم تھی۔ الجزیرہ میں بوضیاف اور رباح پر حاج کے حامیوں نے حملہ کیا۔ بوضیاف بری طرح زخمی ہو کر کئی ہفتے ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ اس کے جواب میں ایم ٹی ایل ڈی کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا گیا۔ بعد ازاں سی آر یو اے نے حاج اور لاحول سے اختلافات دور کرنے کی کوشش کی لیکن ان میں سے کوئی بھی صلح میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

اس دوران سی آر یو اے نے بغاوت کے منصوبے کو آگے بڑھایا۔ 1954ء کے شروع میں محمد بوضیاف فرانس سے جہاں وہ جلاوطن تھا، سوئٹزر لینڈ گیا اور بن بیلا، خضر اور ات احمد سے ملا۔ اس ملاقات میں الجزائر میں مسلح بغاوت شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بوضیاف کو ابتدائی مرحلہ شروع کرنے، یعنی مختلف مسلح گروپوں اور او ایس کے ارکان سے ایک گوریلا فورس بنانے کا کام سونپا گیا۔ وہ خفیہ طور پر مارچ میں الجزائر داخل ہوا اور چھ ولایتیں (فوجی صوبے) قائم کرنے کا کام شروع کر دیا۔ ہر ولایت کسی نمایاں قوم پرست کے زیر قیادت ہوتی تھی۔

ولایت نمبر 1 عوریس اور نمنچس کے پہاڑی علاقوں پر مشتمل تھی اور اس کی قیادت مصطفیٰ بن بلائز کے پاس تھی۔ ولایت 2 جو صوبہ قسطنطنیہ کے نصف حصے پر مشتمل تھی، کی کمان مراد دیدوشے کے پاس تھی۔ ولایت 3 جو قبیلیہ کے علاقے پر مشتمل تھی، اس کی کمان بالقاسم کریم کو دی گئی الجزیرہ پر مشتمل ولایت 4 رباہ بطاط کی ذمہ داری تھی اور ان صوبے پر مشتمل ولایت 5 لاربی بن مہدی کی کمان میں دی گئی۔ چھٹی ولایت کا کمانڈر کسی کو نہیں بنایا گیا۔ ادھر قاہرہ میں بن بیلا بھی سخت محنت کر رہا تھا وہ مصری انٹیلی جنس سروس کی مدد سے الجزائر میں براہ راست فوجی کارروائیاں کرنے کیلئے عملہ بھرتی کرنے میں مصروف تھا۔

سی آر یو اے نے ہر ولایت میں چار یا پانچ ارکان پر مشتمل سیل قائم کیے اور صرف وہی ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ الجزیرہ کے مسلمان محلے اور وہاں سے 30 میل دور سوما کے مقام پر اسلحہ کی فیکٹریاں قائم کی تھیں۔ یہ فیکٹریاں الجزیرہ کے علاقے میں سی آر یو اے کے ایک سینئر رکن زبیر بودجاج کی نگرانی میں تھیں۔ یہاں بارود اور سوڈیم کلوریٹ کو لوہے کے پائپوں یا ڈبوں میں بند کر کے خام لیکن مؤثر بم بنائے جاتے۔ ساتھ ہی تمام چھ ولایتوں میں اسلحہ حاصل کر کے ان کے ذخیرے بنائے گئے۔ یہ اسلحہ جرمن اور اتحادی فوجوں کا تھا جو جنگ کے زمانے میں اکٹھا کیا گیا تھا۔ بڑی تعداد میں بندوقیں تھیں جن میں سے بعض پرانے طرز کی اور مشکوک معیار کی تھیں۔ بہت تھوڑی مقدار میں جدید اسلحہ بھی باہر سے حاصل کیا گیا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

جولائی میں سی آر یو اے اور دوسرے انقلابی گروپوں کے نماؤں کی ایک کانفرنس الجزیرہ کے نزدیک کلوس سمبینٹر کے مقام پر منعقد ہوئی جس میں ایک ادارہ "کمیٹی آف دی ٹوئنٹی ٹو" بنایا گیا۔ کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ متوقع مسلح بغاوت فرانسیسیوں سے مراعات لینے کیلئے کوئی محدود کارروائی نہیں ہوگی بلکہ الجزائر کی آزادی کیلئے بھرپور انقلاب ہوگا۔ 10 اکتوبر کو ایک نئی انقلابی تحریک "فرنٹ ڈی لالبریشن نیشنال (ایف ایل این) قائم کی گئی۔ اسی روز فیصلہ کیا گیا کہ انقلاب کا آغاز یکم نومبر کو "آل سینٹس ڈے" کی صبح کیا جائیگا جب فرانسیسی جشن منا رہے ہونگے اور حفاظتی انتظامات بھی کم ہونگے۔

اس دوران الجزائر میں فرانسیسی حکام کو سی آر یو کی موجودگی کا علم تھا لیکن انہوں نے اس بارے میں کوئی اقدام نہیں کیا۔ ملک میں حکومت کی بنیادی سکیورٹی ایجنسی "سوریٹے" کو مسلسل جاسوسی اطلاعات مل رہی تھیں جن میں پڑوسی ملک لیبیا میں الجزائریوں کیلئے تربیتی کیمپوں کے بارے میں تفصیلات بھی شامل تھیں۔ اگست میں اس کے ڈائریکٹر ژان واژور نے پیرس جا کر حکومت سے کوئی ہدایت لینے کی کوشش کی لیکن وزیر داخلہ کے چھٹی پر ہونے کی وجہ سے اسے دوسرے افسروں سے بات کرنا پڑی جنہوں نے خطرے کے بارے میں اس کے انتباہ پر توجہ ہی نہیں دی۔ الجزائر میں بھی اس کا انتباہ ان سنا کر دیا گیا جہاں گورنر جنرل راجر لیونارڈ نے اسے سنجیدگی سے ہی نہیں لیا۔ 29 اکتوبر کو پولیس، فوج اور سوریٹے کے حکام کے اجلاس میں ایک فوجی افسر نے اس رپورٹ کو نامعقول قرار دے کر مسترد کر دیا جس میں بتایا گیا تھا کہ عوریس کے علاقے میں 100 مسلح گوریلے دیکھے گئے ہیں۔ پورے ملک میں فوج اور پولیس کو الرٹ کرنے کیلئے کوئی اقدام نہیں کیا گیا تاہم آنے والے خطرے کی علامتیں اتنی واضح تھیں کہ فرانسیسی وزیر دفاع جیکوئس سٹیویلٹر یکم نومبر کو صورتحال کی تحقیق کیلئے الجزائر پہنچ گیا۔

یکم نومبر کو عین نصف شب کے وقت ایف ایل این کے گوریلوں نے پورے ملک میں 70 حملے کئے۔ ان میں سے آدھے طل کے علاقے میں کیے گئے جو اوران اور قسطنطنیہ کی درمیانی سطح مرتفع اور ساحلی میدان کے درمیان واقع ہے۔ بیشتر حملے سرکاری عمارات اور تنصیبات پر کیے گئے۔ سکیورٹی فورسز کے 6 افراد ہلاک اور 4 زخمی ہوئے۔ ولایت 1 کے علاقے عوریس میں بسکرا اور بطنہ نامی شہروں کے درمیان واقع سڑک پر ایک بس کو گوریلوں نے جن کی قیادت بشیر شہانی کر رہا تھا، روکا اور مقامی سید حاج صدوق کو ہلاک کر دیا اور فرانسیسی ٹیچر جوڑے کو بری طرح زخمی کر دیا جن میں سے شوہر گائے مونرٹ بعد میں چل بسا۔

بسکرا میں گوریلوں نے ڈیڈ لائن سے آدھ گھنٹہ پہلے ہی ایک تھانے پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے ٹیلی فون پر بطنہ کے ذیلی ہیڈ کوارٹر کو خبردار کر دیا گیا۔ یہ اطلاع فوج کی بیرکوں تک پہنچی جہاں

الارم بج اٹھے۔ پروگرام کے مطابق اس کے دس منٹ بعد گوریلوں کے ایک گروپ نے حاج الاخضر کی قیادت میں حملہ کرنا تھا لیکن اس صورتحال میں الاخضر نے حملہ نہ کرنے کا اشارہ دیدیا اور گوریلے 2 محافظوں کو گولی مارنے کے بعد واپس چلے گئے۔ نمنچس کے پہاڑوں سے ہوکر مشرق کو جانے والی سڑک پر خنچلا شہر میں موجود گیریژن پر تین بجے رات حملہ کیا گیا۔ اس لڑائی میں گوریلوں کا کمانڈر ہلاک اور 2 گوریلے زخمی ہو گئے۔ اشمول میں ایک بارودی سٹور پر حملہ ناکام رہا اور گوریلے محافظ کی فائرنگ سے فرار ہو گئے۔ نقوط کے مقام پر فوج کی ایک چوکی پر حملہ ہوا لیکن اس کے محافظوں نے سخت مزاحمت کی۔

میتجا کے ساحلی علاقے میں جو ولایت 4 کے اندر تھا' بوفریق اور بلدہ کی بیرکوں پر حملے ناکام رہے۔ یہ حملے ولایت 3 کے 200 گوریلوں نے کیے تھے جن کا تعلق قبیلیہ سے تھا۔ میتجا کے علاقے میں ایف ایل این کا وجود حسین لاحول کی زیر قیادت ایم ٹی ایل ڈی کے دھڑے کی وجہ سے تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ بوفریق میں ولایت 3 کا ڈپٹی کمانڈر عمر عمران گوریلوں کی طرف سے ایک قریبی پل کو قبل از وقت گرا دینے کی وجہ سے اپنا حملہ ڈیڈ لائن سے 35 منٹ پہلے ہی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کا 100 رکنی دستہ ایک مسلمان سپاہی کی مدد سے بیرک کے اندر جا گھسا لیکن شدید جنگ کے بعد اسے واپس ہونا پڑا جس میں گوریلوں نے کچھ اسلحہ پر قبضہ کر لیا۔ بلدہ میں بھی سو گوریلوں کا حملہ پسپا کر دیا گیا۔ تین گوریلے ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔

عوران میں ولایت 5 کے گوریلوں نے ایک کار پر حملہ کیا جو ان کی راہ میں آ گئی تھی۔ ڈرائیور بچ نکلا اور کاسینے کے مقام پر فوجی چوکی پہنچ گیا جہاں اس نے خطرے کا الارم بجا دیا۔ فوج علاقے میں پھیل گئی اور تعاقب کر کے 8 گوریلے ہلاک کر دیئے۔ مراد دیدوشے کی ولایت 2 کے گوریلوں نے بھی قبیلیہ میں بیرکوں' فوجی چوکیوں' ٹیلی فون لائنوں اور گوداموں پر حملے کیے۔

اس دوران الجزیرہ میں ریڈیو سٹیشن' اس کے ٹیلی فون ایکسچینج' پٹرول کے ڈپو' گیس ورک اور ایک بڑے گودام سمیت کئی اہداف پر حملے کیے گئے۔ تمام ناکام رہے جس کی وجہ یہ تھی کہ گوریلوں نے جو بم استعمال کیے وہ موثر نہیں تھے۔

حکام نے فوری جوابی کارروائی کرتے ہوئے پکڑ دھکڑ شروع کی اور حملوں کے ذمہ دار کئی افراد گرفتار کر لئے جن میں اوران کا زبیر بودحاج اور 38 گوریلے بھی شامل تھے۔ لیکن بہت سے بے گناہ مسلمان بھی پکڑ کر جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ ان سے اتنا برا سلوک کیا گیا کہ بعد میں ان میں سے کئی ایف ایل این میں شامل ہو گئے۔

اس وقت فرانس میں 57 ہزار فرانسیسی فوجی تھے ان میں اکثریت وہاں کی گیریژنوں میں تھی جبکہ کچھ ہندچینی جانے کیلئے وہاں تھے ان میں سے گوریلوں کیخلاف اپریشن کیلئے صرف

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

3500 دستیاب تھے۔ ان کی گوریلا جنگ کے مقابلے کیلئے نہ تو تربیت ہوئی تھی نہ ہی ان کے پاس کافی اسلحہ تھا۔ الجزائر کے کمانڈر انچیف جنرل پال شیریئر کی ہدایت پر گورنر جنرل راجر لیونارڈ نے فرانسیسی حکومت سے کمک کے طور پر پیراشوٹ ڈویژن طلب کیا۔

اس ڈویژن کا بڑا حصہ 2 نومبر کو بون پہنچا اس کے زیادہ تر فوجی ہندچینی جنگ میں شریک رہ چکے تھے۔ باقی ماندہ ڈویژن اگلے ہفتوں میں پہنچ گیا جس کے بعد اسے فوراً ہی عوریس کے علاقے میں تعینات کر دیا گیا تاکہ امدادی کام شروع کیے جائیں۔ ابتدا میں سڑکوں پر رکاوٹیں اور پلوں کی تباہی نیز ہیلی کاپٹروں کی کمی کی وجہ سے فرانسیسیوں کی آبادیوں کو رسد پہنچانے کے کام میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں جن میں سے کئی کی سپلائی کئی دنوں سے کٹی ہوئی تھی۔

21 نومبر کو فرانسیسیوں نے ملایا میں برطانویوں کی تقلید کرتے ہوئے ''سکیورٹی زون'' بنائے۔ اس کے تحت عوریس کے علاقے میں گاؤں بنائے گئے اور مقامی آبادی کو دوسرے مقامات سے اکھاڑ کر ان میں آباد کیا گیا۔ اس طرح گوریلوں کو ان کی مدد سے محروم کر دیا گیا لیکن یہاں دوبارہ آبادکاری لازمی نہیں تھی اور لوگوں میں منصوبے کی حمایت اتنی کم تھی کہ اڑھائی لاکھ کی آبادی میں سے محض 239 خاندان جن کے افراد کی تعداد دو ہزار تھی' سکیورٹی زون کے اندر آ کر آباد ہوئے ان میں 18 سے 35 سال کی عمر کے مرد مکمل طور پر غیر موجود تھے کچھ ملازمت کے سلسلے میں فرانس تھے کچھ گوریلے بن چکے تھے اور کچھ نے یہاں آنے سے انکار کر دیا تھا۔

ایف ایل این نے حملے جاری رکھے۔ زیادہ تر یہ حملے عوریس کے علاقے میں کیے جاتے تھے۔ فرانسیسی فوج ان کے تیز رفتار حملوں سے نمٹنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی۔ وہ تیزی سے حملہ کرتے اور فوراً ہی پہاڑوں' جنگلوں اور وادیوں کے اس سخت علاقے میں جا گھستے جسے وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ فرانسیسی فوج جس کے پاس ان دنوں مناسب تعداد میں ہیلی کاپٹر بھی نہیں تھے' ایف ایل این کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہی۔ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں اس چٹانی علاقے میں بیکار تھیں۔ وہ صرف سڑکوں پر چل سکتی تھیں اس لئے گوریلے آسانی سے ان پر حملہ کر دیتے' ان کے عملے کو ہلاک کر کے اور اسلحہ لوٹ لیتے پھر گاڑیوں کو آگ لگا دیتے۔ برفانی ہوائیں اور کثرت سے ہونے والی تیز بارشیں بھی ان کیلئے مشکلات پیدا کرتیں۔

گوریلوں کو سب سے بڑی برتری انٹیلی جنس کے حوالے سے تھی۔ کسی بھی بڑھتی ہوئی فرانسیسی فوج کی اطلاع پہاڑیوں پر آگ جلا کر دے دی جاتی۔ گشتی دستوں کی آمد کی اطلاع وہ آوارہ کتے دے دیتے جو اس سارے علاقے میں آباد تھے۔ اس کے علاوہ گوریلے خوف پھیلا کر مقامی آبادی پر حکمران بنے ہوئے تھے۔ فرانسیسیوں کی مدد کرنے والے کو ہلاک کر دیا جاتا تھا چنانچہ پہلے مہینے جتنے بھی اپریشن کیے گئے تقریباً سب کے سب ناکام رہے اور مایوس فرانسیسی فوجی قلعہ بند اڈوں

میں محدود ہو گئے۔

فرانس نے ایک اور ناکام تکنیک اختیار کی۔ علاقوں کو محصور کر دیا جاتا اور پھر بھرپور تلاشی مہم شروع کر کے مقامی آبادی سے تفتیش کی جاتی لیکن ہر بار گوریلوں کو اطلاع مل جاتی اور وہ اپریشن سے پہلے ہی پہاڑوں کو فرار ہو جاتے۔ مایوس فرانسیسی فوج کے مظالم مقامی آبادی میں غم و غصے کا باعث بنتے جس نے غیر جانبداری اور دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اختیار کر لی تھی۔

تاہم نومبر کے آخر میں ایک فرانسیسی یونٹ پانسا پلٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ عوریس میں تعینات رجمنٹ کے کمانڈر کرنل ڈاکورناؤ نے گوریلا تکنیک اختیار کرتے ہوئے اپنے یونٹ کو الگ الگ دستوں میں تقسیم کیا اور انہیں پہاڑیوں پر اپنے وفادار چاؤش قبائلیوں کے درمیان تعینات کر دیا۔ 29 نومبر کو ایک ماہ کی ناکام گشت کے بعد ایک دستے پر گوریلوں کے ایک بڑے گروپ نے عوریس کے شمال میں کچھ فاصلے پر حملہ کر دیا۔ اطلاع ملتے ہی ڈکورناؤ وہاں پہنچا اور لڑائی کی کمان سنبھال لی۔ ساتھ ہی باقی ماندہ رجمنٹ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ گوریلوں کو شکست ہوئی۔ 32 گوریلے ہلاک اور 18 گرفتار ہوئے۔ مرنے والوں میں ان کا کمانڈر بالقاسم بھی شامل تھا جس کی موت ایف ایل این کیلئے بڑا دھچکا ثابت ہوئی۔ ادھر صرف چار فوجی مرے اور 7 زخمی ہوئے۔

ایک ہفتے بعد رجمنٹ نے ایک اور سینئر گوریلے کو ہلاک کر دیا اور فروری میں ولایت 1 کے کمانڈر مصطفیٰ بن بلائر کو گرفتار کر لیا۔ یہ فرانس کیلئے بڑی کامیابی تھی اور اس کے بعد گوریلوں کیلئے صورتحال ابتر ہو گئی جن کی اس وقت تعداد 350 تھی۔ باقی مقامات پر بھی ایف ایل این کو کافی نقصان پہنچا۔ ولایت 2 کا کمانڈر مراد دیدوشے بھی مارا گیا اور الجزیرہ میں پولیس نے رباح بطاط کا نیٹ ورک توڑ دیا۔ تین ماہ بعد خود بطاط بھی گرفتار کر لیا گیا۔

فروری 1955ء میں راجر لیونارڈ کی جگہ جیکوئس سوستیل کو گورنر جنرل بنا دیا گیا۔ 43 سالہ جیکوئس پیشے کے اعتبار سے ماہر بشریات تھا۔ وہ دوسری جنگ عظیم کے دوران ڈیگال کے ماتحت کام کر چکا تھا۔ وہ انٹیلی جنس سروس کا سربراہ اور قانون ساز اسمبلی کا رکن اور وزیر بھی رہ چکا تھا۔

اسے جنوری 1955ء میں وزیراعظم پیرے مونڈیس فرانس نے مقرر کیا تھا لیکن 5 فروری کو ہونے والے انتخابات میں پیرے حکومت سے باہر ہو گیا۔ اس وقت تک لیونارڈو بھی الجزائر سے جا چکا تھا اس طرح اب وہاں کوئی گورنر جنرل نہیں تھا۔ تین ماہ بعد جب فرانس میں ایڈگر فاؤر کی قیادت میں نئی حکومت بنی تو اس نے سوستیل کی تقرری کی توثیق کر دی۔

اس نے فوراً ہی الجزائر کا دورہ کیا اور زبردست اصلاحات کا منصوبہ تیار کیا۔ ان میں انتظامیہ کی عدم مرکزیت بھی شامل تھی جس کے تحت کئی مزید محکمے بنائے گئے جن سے الجزائریوں کو زیادہ مقامی خودمختاری ملی۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

اس کے علاوہ ذمہ دار نوکریوں پر زیادہ مسلمانوں کی بھرتی، انتخابی نظام سے عدم مساوات کا خاتمہ، زرعی اصلاحات، زیر تعمیر سکولوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ، عربی کو مسلمان سکولوں کی سرکاری زبان بنانا اور عوامی کاموں میں زیادہ سرمایہ کاری کے اقدامات شامل تھے۔

اس نے دیہی علاقوں میں فرانسیسی حکام اور الجزائری عوام کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کیلئے بھی اقدامات کیے۔ ان علاقوں کو بلید کہا جاتا تھا۔ اس نے سیکشن ایڈمنسٹریٹو سپشلائزی (ایس اے ایس) کے نام سے ادارہ بنایا جو چار چار ارکان کے گروپوں پر مشتمل تھا۔ گروپ کے سربراہ عرب افسر تھے۔ ہر گروپ میں ایک اسسٹنٹ، ایک ترجمان اور ایک ریڈیو آپریٹر تھا۔ ہر گروپ کو مقامی طور پر بھرتی کردہ الجزائری رضا کاروں جنہیں مزغن کہا جاتا تھا، کے ایک گروپ سے منسلک کیا گیا جس کی ذمہ داری ایس اے ایس ٹیم کو تحفظ فراہم کرنا اور اپنے علاقوں میں گوریلوں کی سرگرمیوں کے بارے میں جاسوسی اطلاعات دینا تھا۔

تاہم جاسوسی اطلاعات کی کمی کی وجہ سے رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ ایف ایل این کے ملٹری ونگ، آرمی ڈی لبریشن نیشنال (اے ایل این) کے گوریلا حملوں کے انتقام میں فرانسیسی فوجی مقامی آبادی سے جو ظالمانہ سلوک کرتے اس کی وجہ سے حالات بہتر نہیں ہو رہے تھے۔ شبہ میں پکڑے جانے والوں پر بھی تشدد کیا جاتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ عدم تعاون کرتے تھے۔ اس طرح اے ایل این کے ارکان کی تعداد بڑھتی گئی اور مئی 1955ء میں ایک اندازے کے مطابق ہمہ وقتی گوریلوں کی تعداد 8500 ہو چکی تھی جبکہ 21 ہزار رضا کار ایسے تھے جو انہیں نقل و حمل اور جاسوسی امداد فراہم کرتے تھے۔

بغاوت کے شروع میں الجزائر میں جاسوسی کرنے والی بڑی تنظیموں میں سروس ڈی لیزانز نارڈ افریقین (ایس ایل این اے) اور فارن ایجنسی بیورو ڈی لاسٹیٹیکے ڈی لاجن اٹریجرے (بی ایس ایل ای) شامل تھیں۔ ایس ڈی ای سی ای اس وقت تک صرف جوابی جاسوسی کرتی تھی اور اس کا دائرہ بیرونی بالخصوص برطانیہ اور اس کی مداخلت تھا۔ داخلی سیکورٹی فرنچ سیکورٹی سروس "ڈائریکشن ڈی لا سرویلیننس ڈو ٹیریٹوئر" (ڈی ایس ٹی) کی ذمہ داری تھی۔ جلد ہی اس میدان میں فوج ڈی ایس ٹی پر غالب آ گئی جس نے جاسوسی اطلاعات کے حصول اور شہروں میں انقلاب پسندوں کیخلاف جنگ کیلئے زیادہ وسائل استعمال کرنے شروع کر دیئے۔

جون 1955ء میں ایس ڈی ای سی ای نے محکمہ جاسوسی کے ایک افسر لیفٹیننٹ کرنل جرمین (ایک جعلی نام) کو بھیج کر الجزائر میں اپنی موجودگی بڑھا دی۔ اسے ایک خودمختار جاسوسی تنظیم قائم کرنی تھی اور رپورٹ براہ راست ایس ڈی ای سی ای کے پیرس ہیڈ کوارٹر میں پیش کرنی تھی۔ اس سے ایک ماہ قبل فرانسیسی حکومت نے ایس ڈی ای سی ای کو ذمہ داری دی تھی کہ وہ ایف ایل این کے لیڈروں کو

ہمنوا بنائے۔اس مقصد کیلئے 6 لیڈروں کا انتخاب کیا گیا ان میں سے دو کے ساتھ پیرس کے ہیڈ کوارٹر نے نمٹنا تھا۔باقی چار سے نمٹنا جرمن کی تنظیم کا کام تھا۔اس مقصد کیلئے اسے پیراشوٹ بٹالین 11 ای چوک کی مدد حاصل تھی۔

11 ای چوک کا ایک دستہ 10 دسمبر کو لیفٹیننٹ کرنل فرانکوئس ڈیکورسے کی زیر قیادت ایف ایل این کی صفوں میں خوف پھیلانے کے مشن پر الجزائر پہنچا۔اس میں ہر درجہ کے 300 اہلکار شامل تھے۔الجزائر میں اس نے گروپ منٹ ڈی مارچ (جی ایم) کے نام سے کام شروع کیا۔اسے قبیلیہ میں تعینات کیا گیا۔تنازعہ کے پورے دور میں اسے پیرس میں ایکشن سروس کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی میں کام کرنا تھا جسے بٹالین والے ''باکس'' کہتے تھے اس کا اپنا ہیڈ کوارٹر کارسیکا کے جزیرے میں منتقل ہو چکا تھا۔

قبیلیہ کے جنوبی علاقے میں پہنچنے کے بعد جی ایم کو دو گروپوں' سب گروپ 1 اور 2 میں تقسیم کر دیا گیا۔بعدازاں ان کے نام لی گرانڈ اور بورڈو نے رکھ دیئے گئے۔دونوں کو بالترتیب درہ المیز ان اور تزی رنیف میں تعینات کیا گیا۔دونوں کے چھوٹے چھوٹے کمانڈو گروپ بنائے گئے جنہیں پورے ملک میں پھیلا دیا گیا۔ہر گروپ 40 کمانڈوز پر مشتمل تھا۔ہر گروپ کو ایف ایل این کے خلاف جوابی حملے اور ہر ولایت کا ہیڈ کوارٹر تباہ کرنا تھا۔

11 ای چوک کا ایک اضافی یونٹ دسمبر میں کیپٹن اینے کروتوف نے تیار کیا۔اس کے ساتھ دو مزید افسر لیفٹیننٹ ایڈے اور سیکنڈ لیفٹیننٹ ڈی انجلیڈ بھی الجزائر پہنچے۔کروتوف نے جی ایل آئی کے نام سے 40 رکنی یونٹ بنایا۔ہر رکن کو تخریب کاری اور جاسوسی کی سخت تربیت دی گئی اور جعلی شناختی کاغذات فراہم کیے گئے۔

چند ہفتوں میں جی این آئی ایکشن کیلئے تیار تھا۔اور فروری 1956ء میں قبیلیہ سے عورلیس چلا گیا۔2 فروری کو وہاں پہنچ کر اس نے منٹی کے مقام پر اپنا اڈہ قائم کیا۔یہ اپریشن والے علاقے کا قریبی مقام تھا۔اسی علاقے میں 13 ای ڈی بی ایل ای بریگیڈ اور دوسرے ادارے بھی تعینات تھے۔ان سے اپنی شناخت چھپانے کیلئے گروپ نے خود کو سگنل کمپنی ظاہر کیا۔

اس وقت اپریشن کے مقصد کا علم صرف کروتوف ہی کو تھا۔یہ مقصد ولایت 1 میں ایف ایل این کے عناصر' بالخصوص مصطفیٰ بن بلائر کی گرفتاری تھا جو فروری 1955ء میں گرفتار ہوا تھا۔اس کا کوڈ نام ''موت'' رکھا گیا۔ستمبر میں وہ فرار ہو گیا بعض اطلاعات میں بتایا گیا تھا کہ اس نے تیونس میں پناہ لے لی ہے۔بعض کے مطابق وہ عورلیس میں واپس آ گیا تھا۔دوسرے اہداف میں بن بلائر کے تین معاون عاجل عجول' عباس لغرور اور بشیر شہانی تھے۔

کروتوف نے ولایت 1 کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیلئے ایک غیر روایتی طریقہ استعمال کیا جس

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس نے اپنے یونٹ کو مخفی رکھنے کیلئے اسے سگنل کمپنی کے طور پر کیوں ظاہر کیا۔اس نے پیرس میں ایکشن سروس کے ہیڈ کوارٹر سے خاص قسم کا ریڈیو ٹرانسمیٹر' ریسیور منگایا۔اسے اس طرح تبدیل کیا کہ صرف بجلی سے چل سکے پھر اس میں 2 کلو گرام پلاسٹک بارود بھرا۔سیٹ کے چلاتے ہی اس بارود نے پھٹ جانا تھا۔کروتوف کا منصوبہ تھا کہ سیٹ کو پیراشوٹ ڈراپ کی ری سپلائی کے طور پر بھیجا جائے اور سیٹ پر مشتمل ڈبہ سب سے آخر میں گرایا جائے اس طرح کہ وہ ڈراپ زون سے باہر گرے۔6 مارچ کو یعنی منٹی میں جی ایل آئی کے پہنچنے کے دو روز بعد 11 ای چوک کے اڈے واقع طپاسا نے اطلاع دی کہ سیٹ پہنچ گیا ہے

اپریشن 10 مارچ کو شروع ہونا تھا لیکن دو روز پہلے اطلاع ملی کہ 100 گوریلوں کا ایک گروپ وادی عود بوزینا کو عبور کرتے ہوئے تغوسط کی طرف بڑھ رہا ہے۔ساری 13 ای ڈی بی ایل ای رجمنٹ فوراً ہی ادھر تعینات کر دی گئی لیکن سگنل کمپنی کو' ریزرو' کے طور پر وہیں چھوڑ دیا گیا کیونکہ اس کی حقیقت سے ناآشنا کمانڈر کے خیال میں کمپنی فوجی نہیں بلکہ مواصلاتی ماہرین کی یونٹ تھی۔

شام کو ڈی بی ایل ای کی پہلی بٹالین کا گوریلوں سے سامنا ہوا لیکن اس وقت شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا جس کی وجہ سے گوریلوں کیخلاف جنگ میں درکار فضائی مدد طلب نہیں کی جا سکتی تھی۔اس عرصہ میں گوریلے اوپر پہاڑ میں چھپ چکے تھے۔ایک گھنٹہ بعد منٹی میں ڈی بی ایل ای کے ہیڈ کوارٹر کو ایک سگنل موصول ہوا جس میں اطلاع دی گئی تھی کہ یونٹ کے چھ جرمن ارکان منحرف ہو کر گوریلوں سے جا ملے ہیں۔انہیں گوریلوں نے پیشکش کی تھی کہ اگر وہ اپنی یونٹوں کو چھوڑ دیں تو انہیں ان کے آبائی ملک پہنچا دیا جائیگا۔

رات کو اطلاع ملی کہ منحرفین کے جا ملنے کے بعد گوریلے آگے بڑھ گئے ہیں۔اگلی صبح 19 مارچ کو رجمنٹ نے ان کا تعاقب کیا۔دوپہر کے وقت جی ایل آئی کو جواب بھی منٹی کے اڈے پر تعینات تھی' ریڈیو سگنل کے ذریعے اطلاع ملی کہ رجمنٹ کی گوریلوں سے لڑائی ہو رہی ہے اور کروتوف اپنا یونٹ ہیلی کاپٹر کے ذریعے گوریلوں کے عقب میں اتارے چنانچہ 40 رکنی جی ایل آئی ٹیم دو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئی۔گوریلے بلندی پر تھے اور فرانسیسیوں پر گولہ باری کر رہے تھے۔

دونوں ہیلی کاپٹر گوریلوں کے پیچھے جا اترے۔گوریلوں نے ان پر بھی گولہ باری کی مگر وہ بچ نکلے اور لیفٹیننٹ ایڈی کی 20 رکنی ٹیم نے گوریلوں پر فائرنگ کی۔اس کے ساتھ ہی فضائی مدد بھی آ پہنچی اور حملہ آور ٹی 6 ٹیکس طیارے نے گوریلوں کے ٹھکانوں پر راکٹ برسائے۔لڑائی اچانک رک گئی اور 20 گوریلوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

ایڈی کی ٹیم کے ساتھ جلد ہی ڈی بی ایل ای کے فوجی بھی آ ملے جو ''سگنل کمپنی'' کے تیز

اور موثر حملے سے حیران تھے۔ جلد ہی ان پر وادی کی دوسری طرف سے خودکار ہتھیاروں سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ وہاں 5 گوریلے موجود تھے جو باقی ماندہ گوریلوں کی پسپائی کو کور فراہم کر رہے تھے جو جنگل کی طرف جانا چاہتے تھے۔ گولہ باری کی آڑ میں ایڈی کا ایک فوجی وادی کو عبور کر کے چٹان پر جا چڑھا اور وہاں سے دستی بم پھینک کر پانچوں کو مار ڈالا۔

جب ایڈی اور اس کی ٹیم وادی کو عبور کر کے چٹان پر پہنچی تو ان پر ایک اور خودکار رائفل سے فائرنگ شروع ہوگئی جس سے یہ لوگ نیچے بیٹھ گئے اس وقت جی ایل آئی کی دوسری ٹیم کیپٹن کردتوف کی قیادت میں وہاں پہنچ گئی۔ چند ہی سیکنڈ بعد گوریلے نے ان پر گولی چلا دی۔ ٹروکوف کے دل میں گولی لگی اور وہ وہیں مر گیا اس کے ساتھ ریڈیو آپریٹر بھی مارا گیا۔ شدید لڑائی ہوئی جس کے بعد گوریلے اپنے زخمی ساتھیوں کو لے کر فرار ہو گئے۔ ڈی پی ایل ای کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے وہاں سے نکال لیا گیا۔ ایڈی اور جی ایل آئی کی ٹیم بعد میں آئی اس دوران اس نے گوریلا قیدیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔

جی ایل آئی کی کمان اب کیپٹن پوہنگ (فرضی نام) نے سنبھال لی تھی جو ولایت 1 کے ہیڈ کوارٹر کیخلاف اپریشن کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ 14 مارچ کو اپریشن کے پانچ روز کے التواء کے بعد اس نے پیرس سے اس سیکٹر کے کمانڈر کو' جس میں یہ اپریشن ہونا تھا' حکم دیا کہ وہ کوئی کارروائی نہ کرے اور اگلی شام سے 24 گھنٹوں کیلئے اپنی فوج کی کمان اس کے حوالے کر دے۔

15 مارچ کو پوہنگ نے حملے کے احکامات منسوخ کر دیئے جس سے اس کے فوجی ناراض ہوئے جو کردتوف کی ہلاکت کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اسی شام پوہنگ نے 6 بجے پیراشوٹ ری سپلائی ڈراپ کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ اس پر ایک ڈکوٹا طیارہ وہاں پہنچا اور اس کے پائلٹ نے ڈراپ زون میں جی ایل آئی کے ارکان سے ریڈیائی رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ چونکہ ڈراپ زون بہت چھوٹا ہے اس لئے اسے وہاں تین چکر ہی لگانے پڑیں گے۔ پہلے چکر میں اس نے کنٹینر گرائے مگر دوسرے چکر میں تیز ہوا چلی جو پیراشوٹس کو اڑا کر قریبی وادی میں لے گئی۔ تیسرے چکر میں حالات اور بھی خراب ہو گئے جب آخری کنٹینر گرایا ہی نہیں جا سکا۔ آخر طیارے نے اسے ڈراپ زون سے 8 کلومیٹر کہیں دور گرا دیا۔ اس کے بعد ایک تفتیشی ٹیم نزدیکی وادی پہنچی جہاں اسے پتہ چلا کہ مقامی آبادی دونوں کنٹینروں کو جن میں چاول تھے' اٹھا کر لے گئی ہے اور کہیں چھپا دیا ہے۔ تفتیش کے دوران ایک بوڑھے نے اس جگہ کی نشاندہی کر دی۔

اگلے روز ڈکوٹا واپس آیا اور گمشدہ کنٹینر کی تلاش شروع کی جس میں طاقتور ریڈیو تھا۔ یہ وہی ریڈیو تھا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے جس میں خطرناک بارود نصب تھا۔ اس سے پچھلی شام گوریلے یہ ساری کارروائی دیکھتے رہے تھے اور انہیں پتہ تھا کہ آخری کنٹینر کہاں گرا ہے جسے یہ جہاز ڈھونڈ رہا

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
اردو فورم کے شکر گزار ہیں

تھا۔ اس دوران کیپٹن پوہنگ کو پتہ چلا کہ گوریلے اس کنٹینر کو لے کر فرار ہو گئے ہیں یہی وہ چاہتا تھا۔ مارچ کے آخر تک معمول کے اپریشن جاری رکھنے کے بعد یونٹ اس علاقے سے طپاسا میں اپنے اڈے پر واپس آ گیا۔

اپریشن پوری طرح کامیاب رہا۔ 17 مارچ کو ریڈیو سیٹ بن بلائر کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ چکا تھا۔ بن بلائر کو پتہ چل چکا تھا کہ فرانسیسیوں کا ایک ریڈیو سیٹ گم ہو گیا ہے جسے وہ ڈھونڈ رہے ہیں اس نے توقع کے مطابق ریڈیو اپنے پاس طلب کیا جب اسے برقی رو فراہم کی گئی تو اس کے پاس بلائر اور اس کے تین ساتھی کھڑے تھے۔ سوئچ آن ہوا تو زبردست دھماکے کے ساتھ وہ چاروں مارے گئے۔ اس کی موت کے بعد ولایت 1 کی کمان حاصل کرنے کیلئے عباس لغرور اور عاجل عجول کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی جس کے نتیجے میں عاجل عجول منحرف ہو کر فرانسیسیوں سے آ ملا۔ اگست میں زیروط یوسف کو بن بلائر کا جانشین بنا دیا گیا۔

1965ء کے شروع میں جی ایم کا ایک گروپ گوریلوں کی مزاحمت کرنے والے ایک یونٹ کی جگہ لینے کیلئے روانہ ہوا۔ یہ یونٹ الجزائری بے قاعدہ رضا کاروں کے ان متعدد یونٹوں میں سے ایک تھا جنہیں "حرکی" کہا جاتا تھا۔ ایسا پہلا یونٹ ایس اے ایس کے افسروں نے جنگ کے شروع میں بھرتی کیا تھا۔ یہ یونٹ ایس اے ایس کے افسروں کی زیر کمان گوریلوں کے حملوں سے دیہات کا دفاع کرتے اور انٹیلی جنس معلومات اکٹھی کرتے تھے۔ 1957ء کے بعد انہیں نیم گوریلا فوجیوں کی کمپنیوں کی شکل دے دی گئی۔ انہیں ہمیشہ انہی کے علاقوں میں تعینات کیا جاتا تھا کیونکہ دوسرے علاقوں کو بھجوانے کی صورت میں ان کے بیوی بچوں کو گوریلوں سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ اے ایل این نے حرکیوں میں سرایت کرنے کی کوشش کی جو نا کام رہی کیونکہ ان کی ترکیبی ساخت ایسی چست ہوتی تھی کہ کسی بھی اجنبی کی موجودگی کا کمانڈر کو فوراً پتہ چل جاتا تھا۔

حرکی اے ایل این کیخلاف جنگ میں ناقابل تسخیر ہتھیار ثابت ہوئے۔ اپنے علاقے سے اچھی طرح واقفیت رکھنے کے باعث وہ مشکل علاقوں میں بھی گوریلوں کو تلاش کر لیتے تھے تاہم بعض اوقات فرانسیسی ان کا قطعی غلط استعمال کرتے۔ ایک بار ایک حرکی یونٹ کے ایس اے ایس آفیسر کو فرانسیسی ایریا کمانڈو نے برطرف کر دیا جسے اس کے طریقہ کار کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد اس یونٹ کے آدمیوں کو ایک فرانسیسی آرٹلری یونٹ نے سکاؤٹس کے بجائے قلی کے طور پر بھرتی کر لیا۔ پہاڑی علاقے میں ایک اپریشن کے دوران ان پر اے ایل این نے حملہ کر دیا اور بھاری نقصان پہنچایا۔ توپچیوں کے ایک گروپ نے گوریلوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے جنہیں انہوں نے ذبح کر دیا تاہم حرکی آخری آدمی تک لڑے۔ ان کے ایک آدمی نے چار گوریلے ہلاک کیے۔ اگر انہیں سکاؤٹ کے طور پر ہی کام کرنے دیا جاتا تو شاید یہ تباہ کن واقعہ پیش ہی نہ آتا۔

1956ء کے شروع میں قبیلیہ میں ایک اپریشن کے دوران ایک حرکی یونٹ قائم کیا گیا۔ اسے بنانیوالوں میں سے کسی کو گوریلوں کے مقابلے میں یونٹ بنانے کے طریقے کا علم نہیں تھا۔ انہوں نے قبائل (قبیلیہ کے رہنے والے) اور عربوں میں پرانی دشمنی کو استعمال کرنے کی کوشش کی ان کے خیال میں قبائل روایتی طور پر عربوں کے مخالف اور زیادہ مذہبی نہیں ہوتے اس لیے وہ نہایت مذہب پسند عربوں کی تنظیم ایف ایل این سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے ہونگے۔

نیا یونٹ بنانے کی ذمہ داری ایکشن سروس یا 11 ای چوک کو دینے کے بجائے ڈی ایس ٹی کے ایک الجزائری افسر حشیشی کے سپرد کردی گئی جسے پیرس میں قبائل برادری سے معاملات کا تجربہ تھا۔ اسے وہاں سے الجزائر لاکر مسیف جرجرہ کے دامن میں عزازجہ کے گاؤں پہنچایا گیا جہاں اس نے ''فورس کے'' کیلئے بھرتی شروع کردی۔ سخت رازداری کے باوجود اس نے اپنے ایک قریبی دوست ''زا'' کو اس منصوبے کے بارے میں بتادیا اور یہ بھی بتادیا کہ منصوبے کیلئے حکومت اسلحہ اور رقم بڑی مقدار میں فراہم کریگی۔ یہ بات درست تھی کیونکہ اپریشن کی منظوری خود گورنر جنرل ساستیل نے دی تھی۔

زا نے اسے بتایا کہ وہ ایسے لوگوں کو جانتا ہے جو ایف ایل این سے لڑنے کیلئے تیار ہیں اور وہ ان سے ملے گا۔ لیکن اس نے ایل این کے الجزائر میں موجود پانچ سینئر رہنماؤں میں سے ایک بالقاسم کے ساتھ رابطہ کیا اور اپریشن کی پوری تفصیل اسے بتادی۔ بالقاسم نے ''ڈبل رول'' ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے حشیشی کو اپنے کچھ بہترین گوریلے فراہم کردیئے جنہیں فرانس سے رقم اور اسلحہ ملنے لگا۔ اپریشن کے ایف ایل این والے حصے کی ذمہ داری اس نے اپنے دو معاونوں محمد سید اور سلمان عرب سی صادق کے حوالے کی۔

اپریشن کی منظوری دیتے وقت ساستیل نے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ اپریشن کا انتظام مناسب قابلیت والے افراد کے پاس ہو نہ ہی ضروری حفظ ماتقدم سے کام لیا کہ ایف ایل این کے لوگ اس میں نفوذ نہ کرسکیں چنانچہ بھاری رقم اور بڑی مقدار میں ہتھیار ان لوگوں کے پاس پہنچ گئے جو صرف ایک شخص نے بھرتی کیے تھے۔ یہ لاپرواہی تباہی کا نسخہ ہی ثابت ہونی تھی۔

''فورس کے'' کو جو پہلا گروپ فراہم کیا گیا وہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا۔ اگلے روز 9 گرانڈ ایم 30.06 رائفلوں گولہ بارود اور 2 ملین فرانک کی رقم لے کر ایک وین عزازجہ پہنچی۔ کئی ہفتے گزر گئے اور فرانسیسی بے تابی سے اپریشن شروع ہونے کے منتظر رہے۔ زا انہیں یہی جواب دیتا رہا کہ ان کی تربیت ہو رہی ہے۔ کچھ وقت بعد پہاڑوں میں ایک فرانسیسی چوکی تک لڑائی میں بندوقیں چلنے کی آوازیں پہنچیں۔ اگلے روز چوکی والوں کو 6 لاشیں ملیں۔ فرانسیسی خوش ہوئے کہ ''فورس کے'' نے اپریشن شروع کردیا ہے لیکن حقیقت کچھ اور تھی۔ مرنیوالے میسالی حاج کی پارٹی ایم این اے کے لوگ

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

تھے جن کو اے ایل این نے پکڑ کر گرفتار کر رکھا تھا اور انہیں ہلاک کر کے ''فورس کے'' کے پہلے اپریشن کا ثبوت بنادیا گیا۔

اگلے مہینوں میں محمد سید اور سلمان نے اسی طرح کے کئی اور ڈرامے کیے جس پر ''فورس کے'' کو مزید اسلحہ اور رقم سے نوازا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یونٹ کے ارکان کی تعداد بھی بڑھتی رہی جو اگست 1956ء میں 1500 تک جا پہنچی۔ اس دوران اس کا تیزی اوزو ویلیس اور پورٹ گائیڈن کے شمال میں ایک پورے پہاڑی علاقے پر کنٹرول قائم ہو گیا جہاں ایف ایل این اب کام کرنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ فورس کے قیام کے بعد سے اس علاقے میں فرانسیسی فوجی قافلوں پر کوئی حملہ نہیں ہوا تھا اس علاقے میں اس دوران فرانسیسی اپریشن بھی روک دیئے گئے تھے اور ''فورس کے'' کے گوریلوں کو نقل و حرکت کی مکمل آزادی تھی ''فورس کے'' کی اس بظاہر کامیابی کے پیش نظر یہ تجربہ الجزائر کے دوسرے علاقوں میں بھی دہرانے کا سوچا جانے لگا۔

دوسری طرف ستم ظریفی یہ ہوئی کہ بالقسام کریم کی ڈبل گیم کی کامیابی سے ایف ایل این کی اعلیٰ قیادت یہ سوچ کر پریشان ہوگئی کہ شاید فرانسیسی ''تہری گیم'' کھیل رہے ہیں۔ اس اضطراب کے پیش نظر 20 اگست 1956ء کو پارٹی لیڈروں کی سوئمام کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس نے بالقاسم کو حکم دیا کہ اب وہ اپنی ڈبل گیم ختم کردے اور فورس کے تمام گوریلے اے ایل این کو واپس کردے۔

اس سے چند ماہ قبل اس اپریشن اور فورس کے بارے میں اطلاع جی ایم کے سب گروپ 1 کے کیپٹن پیڑی ہینگ کو ملی۔ وہ ہندچینی میں قبائل کے درمیان تین برس گزار چکا تھا اور اسے مقامی آبادی سے معاملات کرنے میں مہارت تھی۔ سب گروپ نمبر 1 میں آنے کے بعد اس نے قبیلیہ کے علاقے سے واقفیت حاصل کی اور ایک چھوٹی ٹیم بنا کر اس کے ساتھ جنگلوں میں غائب ہو گیا وہاں وہ اور اس کے ساتھی مقامی باشندوں کے طور پر رہنے سہنے لگے۔ ان کا ہدف ایف ایل این/اے ایل این کے سیاسی مبلغ تھے جو مقامی آبادی میں قوم پرستی کی تعلیمات اور خوف پھیلاتے تھے۔ اس نے ان کا سراغ لگا کر ان کا خاتمہ کردیا۔ جب فوج نے اس بارے میں تفتیش کی تو تمام ہلاکتوں کا الزام اے ایل این پر لگادیا۔

1956ء میں جب اسے اس اپریشن کا پتہ چلا تب سے وہ اس کے بارے میں شکوک کا شکار تھا اس کے شکوک کی بنیاد اس بات پر تھی کہ ایسے اپریشن نہایت تجربہ کار اور ماہر اہلکار کرتے ہیں جبکہ یہاں ایسا نہیں تھا نیز یہ کہ ایف کے کے اپریشنوں کے بارے میں کوئی واضح معلومات بھی نہیں تھیں۔ اس نے ''فورس کے'' میں شامل ہونے اور اس کی مدد کرنے کی پیشکش کی لیکن انکار کردیا گیا جس پر اس کے شکوک میں اضافہ ہویا۔

معاملات کی خود تحقیق کرنے کے عزم کے ساتھ وہ اپنے گروپ کے ساتھ اس علاقے میں پہنچا اور پانچ روز وہیں رہا۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں ایف ایل این کا وجود نہیں ہے لیکن علی بوناب کے مقام پر ان پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا۔ واپسی پر اس نے ''باکس'' کو رپورٹ پیش کی اور اپنے شکوک ظاہر کیے لیکن کسی نے اس کے نتائج کو تسلیم نہیں کیا۔ ''فورس کے'' کے علاقے میں تعینات سیکٹر کمانڈروں کا اصرار تھا کہ اس علاقے میں ایف ایل این کا کوئی وجود نہیں۔ ہینٹک نے مطالبہ کیا کہ اسے ''فورس کے'' کے دستوں کے بارے میں خود تحقیقات کرنے دی جائے یہ مطالبہ مان لیا گیا۔

جون کے شروع میں اس نے 30 افراد پر مشتمل دستہ جی ایل آئی 2 بنایا۔ اس کے بعد علی بوناب کے مشرق میں چھاؤنی کے ساتھ اپنا اڈہ قائم کیا۔ جب ہینٹک اور اس کی ٹیم فورس کے علاقے میں داخل ہوئی تو ان پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا جو پراسرار بات تھی اسے شبہ ہوا کہ گوریلوں کو خبردار کیا جا چکا تھا۔

آخر ''فورس کے'' کے کمانڈر نے ہینٹک سے رابطہ کیا۔ ہینٹک نے گوریلوں سے اچھے تعلقات قائم کرنے کیلئے کوششیں کیں اس عرصہ میں اس نے ماہر علم بشریات ژاں سرویئر کی خدمات حاصل کیں۔ اس نے بہت سے گوریلوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے ساتھ ان کی متعلقہ ''قبائلی'' بولیوں میں گفتگو کی۔ اسے یقین ہو گیا کہ گوریلے جھوٹ بول رہے ہیں اور ان کا تعلق ان دیہات سے نہیں ہے جن سے ہونے کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں۔

اس کے فوراً بعد جی ایل آئی ٹو نے ہینٹک کے نائب لیفٹیننٹ ڈی آریلیس کی کمان میں پہاڑوں کی راہ لی۔ ہینٹک ایک پرانے زخم کی وجہ سے اس اپریشن میں شریک نہیں ہوا۔ یہ لوگ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں انہیں ''فورس کے'' کے افراد کے ساتھ مقابلہ ہونے کی توقع تھی۔ اس رات انہوں نے راستے میں گھات لگا کر ان گوریلوں پر حملہ کر دیا جو ان کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے اور ان میں سے 4 ہلاک کر دیئے۔ اگلے روز وہ شمال کو گئے اور وہاں فورس کے کچھ افراد سے ملے جنہوں نے انہیں بتایا کہ اے ایل این کا ایک چھوٹا گروپ اس علاقے میں ہے جسے وہ ڈھونڈ کر ختم کر دینگے۔ جی ایل آئی 2 کا یہ گروپ ان سے رخصت ہوا لیکن چھپ کر فوراً ہی واپس آ گیا تا کہ ان کی کارروائی دیکھ سکے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ انہی کے راستے پر آ رہے ہیں چنانچہ وہ گھات لگا کر بیٹھ گئے۔

اس کے ساتھ ہی ڈی آریلیس نے 11 ای چوک کے اڈے کے ساتھ ریڈیائی رابطہ کیا اور صورتحال بتائی جو آگے الجزیرہ میں فرانسیسیوں کو پہنچا دی گئی۔ اس موقع پر پتہ چلا کہ فورس کے پہلے ہی وہاں رابطہ کر چکی ہے کیونکہ علاقے میں فرانسیسی ہیڈکوارٹر سے ایک سینئر افسر نے آریلیس کو حکم دیا کہ وہ فورس کے ساتھ کوئی آمنا سامنا نہ کرے کیونکہ وہ اے ایل این کے ایک گروپ کو تلاش کر رہی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

ہے جب آریلیس نے اسے بتایا کہ فورس کے دراصل اسی کے گروپ کا پیچھا کر رہی ہے تو فوراً ہی اسے اپنا اپریشن ختم کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ اس کی وجہ سے فرانسیسیوں اور ''فورس کے'' میں غلط فہمی پیدا ہو رہی تھی۔ تگورت پہنچ کر آریلیس کو ہینٹک سے معلوم ہوا کہ 11 ای چوک کو علاقے میں کارروائی کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

اگست میں واقعات نے ایک مختلف رخ اختیار کیا جب 151 رجمنٹ کی انفنٹری پر حملہ کیا گیا جس میں 35 سپاہی مارے گئے۔ ہینٹک اور آریلیس نے موقع کا معائنہ کیا تو انہیں وہاں سے 36-30 کیلبر کے خول ملے جو ایم 1 گرانڈ رائفلوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ وہی رائفلیں تھیں جو ''فورس کے'' کو دی گئی تھیں۔ اس شہادت کے باوجود علاقے کے جنرل کمانڈر نے ''فورس کے'' کی غداری ماننے سے انکار کر دیا۔

سخت مایوس ہو کر ہینٹک نے اپنے یونٹ کو ایک بار پھر خفیہ طور پر پہاڑوں میں بھیج دیا اس مرتبہ اس نے صرف 11 ای چوک کے اڈے (طپاسا) سے رابطہ رکھا۔ اگلے دنوں میں جی ایل آئی 2 نے دو گروپوں میں منقسم ہو کر راستوں اور ایک معروف گوریلوں کے گھروں پر حملے کیے تا کہ جتنی زیادہ ممکن ہو معلومات مل سکیں۔ ایک گوریلے کی نعش کی تلاشی لیتے ہوئے ایک ایسی تصویر ملی جس میں ''فورس کے'' کا سپاہی کارکن گوریلوں کے گروپ کے درمیان کھڑا تھا۔ خوفناک سچ سامنے آ گیا تھا وہ یہ کہ فورس کے شروع سے ہی اے ایل این کی ڈبل گیم کر رہی تھی جس کا مقصد فرانسیسی اسلحہ اور رقم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ایسا علاقہ قائم کرنا بھی تھا جو فرانسیسیوں کی مداخلت سے آزاد ہو۔ اس سے الجزیرہ میں سراسیمگی پھیل گئی۔ وہاں جنرل سٹاف کے ارکان یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھے کہ وہ اے ایل این کے 1500 رکنی خوب مسلح جتھے کی تشکیل میں استعمال ہوئے ہیں۔

''فورس کے'' سے بدلہ لینے کی ابتدائی کوشش ناکام ہو گئی۔ علاقے میں پہاڑی دستے تعینات کئے گئے جن پر گوریلوں نے حملہ کیا اور 50 فوجی مار ڈالے۔ اس کے بعد ''فورس کے'' کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور دو ڈویژن فوج اور دو ایئر بارن یونٹوں نے بہت بڑے حملے کا آغاز کیا۔ جی ایل آئی 2 کو آرٹلری کی ایک کمانڈ پوسٹ کے تحفظ کی ذمہ داری دی گئی جس سے پتہ چلتا تھا کہ اپریشن کی ناکامی کے ذمہ دار حقیقت کو بے نقاب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ تاہم ہینٹک نے اپنی خدمات لیفٹیننٹ کرنل بگیئرڈ کو پیش کیں جس نے اس کے 30 افراد اپنی کمپنیوں کے گائیڈوں کے طور پر لے لئے۔ ہینٹک پیراشوٹ رجمنٹ (3 ای آر پی سی) کو عزازجہ سے پرے مشرق میں لے گیا جہاں اس کا جلد ہی گوریلوں سے سامنا ہو گیا۔ اگلے چار دنوں میں مسلسل لڑائی ہوتی رہی جس میں ''فورس کے'' کے 600 سپاہی ہلاک ہو گئے اور باقی 900 فرار ہو گئے۔

1957ء کے آغاز میں جی ایم نے ساحل پر واقع طپاسا کا اڈہ چھوڑ دیا اور اندر کی طرف

عوارسینس منتقل ہوگئی۔ اس دوران اے ایل این نے ولایت 1 میں پھر اپنا اثر ورسوخ بڑھانا شروع کر دیا۔ پڑوسی ولایت 3 میں نئے کمانڈر محمد سید نے اپنے علاقے میں ایم این اے کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایم این اے نے جوابی کارروائی کی اور ایف ایل این کے کئی گروپوں کا صفایا کر دیا۔ فرانسیسی اطمینان سے قوم پرست انقلابیوں کی اس خانہ جنگی کا مشاہدہ کرتے رہے۔

تاہم ایم این اے کی فوج اپنے حریف کے مقابلے میں کم مسلح تھی کچھ ہی عرصہ بعد اس کے کمانڈر محمد بلاؤنس نے فرانسیسیوں سے ساز باز شروع کر دی جو پہلے بھی اسے ایف ایل این کے خلاف استعمال کرنے کا سوچتے رہے تھے۔ لیکن اس بار فرانسیسی محتاط تھے انہوں نے کہا کہ وہ صرف اس صورت میں اس کی مدد کرینگے اگر وہ کھلے عام فرانسیسی دستوں کے ہمراہ ایف ایل این سے لڑے۔ لیکن بلاؤنس کھلے عام فرانسیسیوں کی مدد کا اعلان کرنے میں متامل تھا کیونکہ اس طرح اس وسیع علاقے پر جو میتیجا کی زرعی زمینوں سے لے کر زلفا اور بوسعدہ تک پھیلا ہوا تھا' اس کا کنٹرول کمزور ہو سکتا تھا۔

تاہم بلاؤنس کو ایف ایل این سے سنگین خطرات لاحق تھے۔ دو برس پہلے 1955ء کے موسم گرما میں اے ایل این کی فوج نے ایت حمودہ کی زیر قیادت گونزت میں ایم این اے کے اڈے پر حملہ کیا تھا اور 48 گھنٹے تک اس کا محاصرہ کئے رکھا تھا۔ بلاؤنس کی فوج کو زبردست جانی نقصان پہنچا تاہم وہ اپنے مٹھی بھر ساتھیوں سمیت فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ اس وجہ سے قبیلیہ کے علاقے میں ایف ایل این کی حکمرانی کو درپیش ایم این اے کے چیلنج کا خاتمہ ہوگیا اور ساتھ ہی پورے الجزائر میں ایم این اے کا زوال شروع ہوگیا۔ بلاؤنس اس کے بعد جنوبی صحرائے اعظم کے بنجر اور دشوار گزار علاقے میں ملاوزا کے مقام پر آ گیا جہاں بنی الایمن آباد تھے جو ایم این اے کے زبردست حامی تھے۔

28 مئی 1957ء کو ایس اے ایس کے کیپٹن کمبیٹ کو اپنے علاقے کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہونے والے قتل عام کا علم ہوا۔ وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ گاؤں کے کھنڈرات میں 300 لاشیں پڑی ہوئی ہیں جہاں ایف ایل این نے حملہ کیا تھا۔ قتل عام کے فوراً بعد بلاؤنس نے کمبیٹ کے ساتھ رابطہ کیا اور فرانس کی حمایت کا وعدہ کرتے ہوئے مدد طلب کی۔ اس کی وفاداری پر شکوک کے باوجود فرانسیسی راضی ہوگئے۔

فرانسیسیوں کے کہنے پر بلاؤنس نے اپنی 500 سپاہیوں کی فوج ولایت 3 کے جنوب مغرب سے ہٹا کر بوسعدہ' دیزلفہ اور کوہ اطلس کی سطح مرتفع کے درمیانی علاقے میں منتقل کر دی۔ یہ علاقہ ایف ایل این کی ولایت 6 کی حدود میں تھا جس کی کمان سی حاؤض کے سپرد تھی۔ اس پہاڑی علاقے میں زیادہ تر خانہ بدوش قبائلی آباد تھے۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

فرانس کی مدد سے بلاؤنس نے اپنی فورس کی تعداد میں اضافہ کر کے اسے 1500 کی تعداد تک پہنچا دیا۔ اس مرحلے پر ان کے پاس اسلحہ کے طور پر صرف کاربینیں تھیں۔ جون کے بعد اس نے ایف ایل این سے جھڑپیں شروع کیں اور اگلے چار مہینوں میں اس نے اسے اپنے علاقے سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد اس نے بہتر اسلحے' جن میں مشین گنیں بھی شامل تھیں' کپڑوں اور گاڑیوں کا مطالبہ کیا۔ ڈیکسیمے بیورو کے افسروں کے انتباہ کے باوجود جو اسے ناقابل اعتماد قرار دیتے تھے۔ رابرٹ لاکوسٹے نے' جو 1956ء میں جیکوئس ساستیل کی جگہ مقرر ہوا تھا اور جسے پیرس میں وزارت داخلہ کی حمایت حاصل تھی' اس کے مطالبات پورے کر دیئے۔

ستمبر میں اولیویر کے نام سے اپریشن کے تحت کیپٹن پیرے روکول کی زیر قیادت ایک دستہ فرانس سے الجزائر بھیجا گیا تاکہ وہ بلاؤنس سے مل کر اسے اپنی فورس ''حرکی'' یونٹ میں تبدیل کرنے پر آمادہ کرے۔

بلاؤنس روکول کی آمد سے خوش نہیں تھا جس نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ وہ اب فرانس کا ملازم ہے۔ ریکول نے اپنے افراد کے گروپ بلاؤنس کی فوج کے ''کتبوں'' (کمپنی کے حجم کے برابر یونٹوں) میں شامل کر دیا۔ جلد ہی انہیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ بلاؤنس کی فوج کو ایف ایل این کے ساتھ لڑائی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اس کے بجائے وہ نہتے دیہاتیوں کو ہراساں کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔ ریکول کو شبہ ہوگیا کہ ایف ایل این نے بلاؤنس کی فورس کے اہم ارکان کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔

روکول کی منفی رپورٹوں کے باوجود گورنر جنرل نے بلاؤنس کا یہ مطالبہ مان لیا کہ فرانس اس کی تنظیم جس کا نام اس نے آرمی نیشنال ری پبلائر الجیرین (اے این پی اے) رکھا تھا کو سرکاری طور پر تسلیم کرلے۔ اس نے خود کو دو ستاروں والا جرنیل مقرر کر دیا تھا اور اس کا مطالبہ تھا کہ اسے وہی مقام دیا جائے جو الجزائر میں فرانس کے کمانڈر انچیف کو دیا جاتا ہے اس پر گورنر لاکوسٹے نے ناراضگی ظاہر کی اور روکول کو حکم دیا کہ وہ اس کے سرکش ہوتے ہوئے رویئے پر نظر رکھے۔

1958ء کے آغاز میں بلاؤنس نے اپنے علاقے سے ملحقہ فرانسیسی سیکٹروں پر قبضے کیلئے خفیہ تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ روکول اس سے آگاہ تھا اور اس نے اے پی این اے کی طرف سے سیاسی انتظامی ڈھانچہ بنانے اور بھرتیاں کرنے کے عمل پر کڑی نگرانی شروع کر دی۔ راکول کے خبردار کرنے پر ڈیگسیمے بیورو کے افسروں نے ہر سیکٹر میں اس کے کئی اہم افراد گرفتار کر لیے جس پر بلاؤنس نے فرانسیسی چوکیوں پر حملے شروع کر دیئے اور یہ ظاہر کیا یہ حملے اے ایل این کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد اس نے مطالبہ کیا کہ اسے دشمن کیخلاف فرانسیسی فوج سے تعاون کرنے کیلئے مزید اسلحہ دیا جائے۔

اس کا یہ دھوکہ مئی تک چلتا رہا اس وقت تک روکول فیصلہ کر چکا تھا کہ بلاؤنس کو راہ راست پر لانے کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ اس ماہ کے آخر میں اس نے بلاؤنس سے ملاقات کی اور اسے واضح کر دیا کہ اگر وہ چاہتا ہے کہ فرانس کی حمایت اسے حاصل رہے تو اسے اپنی فوج کو فری یونٹ میں بدلنا ہوگا اور فرانس کی براہ راست کمان میں لڑنا ہوگا۔ بلاؤنس نے اس کی تجویز مان لی لیکن اس کی جماعت میں ملا جلا ردعمل ہوا۔ بعض یونٹ اس پر خوش تھے لیکن دوسروں نے دھمکی دی کہ وہ ایف ایل این سے جاملیں گے۔

روکول نے اس کی اطلاع الجزیرہ بھجوا دی اور درخواست کی کہ اے پی این اے کے باغیوں سے نمٹنے کیلئے ایئر بارن یونٹ روانہ کیے جائیں چنانچہ کرنل راجر ٹرنکوئر کی زیر قیادت پیراشوٹ رجمنٹ (3 ای آر پی آئی ایم اے) زلفہ کے علاقے میں تعینات کر دی گئی۔ اس کے ساتھ فارن لیجن کے فوجی اور ایئر فورس کمانڈر کا ایک یونٹ بھی تھا۔ بدقسمتی سے ان کی آمد میں تاخیر ہوگئی اور اس سے گزشتہ شام ہی منحرف ہونے والے یونٹوں نے بلاؤنس کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کر دیا جس کا دفاع روکول اور اس کا دستہ کر رہا تھا اس کے پاس اسلحہ کم تھا اس لئے وہ جلد ہی مغلوب ہوگیا۔ منحرف یونٹوں نے اپنے 300 سابق ساتھی ہلاک کر دیئے جو حرکی بننے پر آمادہ تھے اور پھر پہاڑوں میں غائب ہو گئے۔ جب کمک پہنچی تو اس نے خوفناک منظر دیکھا۔ مرنے والوں میں کیپٹن روکول اور اس کے فوجی بھی شامل تھے۔ بلاؤنس کی لاش بھی وہاں موجود تھی جسے اس کے محافظ نے قتل کر دیا تھا۔

1958ء میں 11 ای چوک فرانسیسیوں کیلئے پیدا ہونے والے ایک اور مسئلے کو حل کرنے میں الجھ گئی جب اے ایل این نے انہیں کسی طرح یہ بات باور کرا دی کہ گوریلوں کیخلاف لڑنے والا ان کا ایک یونٹ وفادار نہیں۔ یہ یونٹ اے ایل این کی ولایت 6 میں اور لینزول میں تعینات تھا اور بالحاج جلالی عرف کابوس کی زیر قیادت کام کر رہا تھا۔ اسے 1950ء میں ''او ایس'' کا رکن ہونے پر گرفتار کیا گیا تھا اور پھر اس کے ناقابل اعتبار ہونے کے باوجود مخبر بنا لیا گیا۔

یہ یونٹ ڈی ایس ٹی کی زیر نگرانی اگست 1957ء میں بنایا گیا تھا جسے جلالی کے مشکوک ماضی کے باوجود یقین تھا کہ وہ قابل اعتماد ہے۔ ڈیگسیمے بیورو اور ایس اے ایس کے علاقائی افسروں کی بھی یہی رائے تھی۔ یہ رائے اس وقت درست معلوم ہوئی جب جلالی کی فوج نے ایف ایل این کو اپنے علاقے سے نکالنے کیلئے اپریشن شروع کیے۔ اکتوبر کے آخر تک یونٹ کے ارکان کی تعداد 300 تھی جو تین کمپنیوں کی بٹالین میں منظم تھے۔ فرانسیسی ماہرین جلالی کے تمام افسروں کو خفیہ طور پر مقامی آبادی کا اعتماد جیتنے' نفسیاتی جنگ کرنے اور برین واشنگ کی تربیت دیتے رہے تھے۔ اس یونٹ کو مغربی الجزائر کے تمام فرانسیسی فوجی علاقے میں عوام کا اس قدر اعتماد حاصل تھا کہ فوج سمجھتی تھی کہ سارا علاقہ فتح کیا جا چکا ہے۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

حقیقت میں لوگوں کی حمایت فرانسیسیوں نہیں بلکہ جلالی کے ساتھ تھی جو اپنے مقاصد کیلئے ڈبل گیم کھیل رہا تھا۔ تاہم اس وقت تک اعلیٰ سطح پر اس کے بارے میں کئی شکوک پیدا ہو چکے تھے اور سیکٹر ہیڈ کوارٹر نے اس سے جان چھڑا لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ایک بار پھر 11۔ای چوک کو گند صاف کرنے کیلئے بلایا گیا۔ چوک کو حیرت اور برہمی ہوئی کہ گوریلا مخالف یونٹ بنانے کا کام پھر ناتجربہ کار لوگوں سے لینے کی حماقت کی گئی تھی۔ کیپٹن پیٹرے ہینٹک اور چوک کے دوسرے افسروں نے ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا آخر یہ کام ایک نوجوان افسر لیفٹیننٹ وال کو دیا گیا۔

مقامی آبادی کا اعتماد حاصل کرنے میں جلالی کی کامیابی نے اسے اور اس کے یونٹ کو جس کی تعداد 1958ء میں 900 تک پہنچ چکی تھی' اے ایل این کا ہدف بنا دیا۔ اے ایل این کی ولایت 4 کے سربراہ احمد بغارا (عرف سی محمد) اور اس کے انٹیلی جنس چیف عمر الصادق نے ان پر براہ راست حملہ کرنے کے بجائے منصوبہ بنایا کہ فرانسیسیوں کا ان پر سے اعتماد ختم کر دیا جائے۔ اس کیلئے متعدد ایسے واقعات کی منصوبہ بندی کی گئی جن کے ارتکاب کا شبہ جلالی پر ہو۔ پہلا واقعہ جنوری 1958ء میں ہوا جب اس راستے پر بارودی سرنگیں لگا دی گئیں جس پر جلالی کا یونٹ باقاعدگی سے گشت کیا کرتا تھا۔ ایک صبح جلالی کا یونٹ گشت کر کے وہاں سے گزرا' اس کے فوراً بعد ہی چوک کی ایک گاڑی وہاں سے گزری تو ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا گئی۔ لیفٹیننٹ وال کو غداری کا شبہ گزرا اور اس نے خفیہ طور پر علاقے میں نگران بٹھا دیئے اس نے جلالی کے یونٹ اور اس کے ریڈیو پیغامات پر کڑی نظر رکھنی شروع کر دی۔

بغارا اور الصادق نے اس دوران دوسرے حادثے کا بندوبست کیا۔ ایک رات اے ایل این کے ایک گروپ نے جلالی کے سیکٹر کے کنارے حرکی یونٹ کی چوکی پر حملہ کیا جبکہ دوسرا گروپ بھیڑوں کے ایک گلے کو چرا کر لے گیا اور ایسے نشانات چھوڑ گیا جو اگلے روز فرانسیسی فوج کو باآسانی نظر آ جائیں اور جو جلالی کے ہیڈ کوارٹر کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیں۔ ایسا ہی ہوا اور جلالی کی تردید کے باوجود وال کی اس کے بارے میں بداعتمادی بڑھ گئی۔

اس دوران بغارا اور الصادق نے یونٹ کے سینئر ارکان سے رابطہ کر کے اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اے ایل این سے آملیں تو ان کی جان بخشی کر دی جائے گی تاہم انہیں جلالی کو زندہ یا مردہ ان کے حوالے کرنا ہوگا۔ جلالی کے نائب نے فوراً ہی یہ بات مان لی اور اس کی الجزیرہ سے واپسی پر اسے ہلاک کر دیا۔ اس کی نعش مسخ کر دی اور اس کا سر کاٹ کر اپنے 20 ساتھیوں سمیت بغارہ کے سامنے پیش ہو گیا۔ تاہم بغارہ اپنے وعدے سے پھر گیا اور تین ہفتے بعد ان سب کو ہلاک کر دیا۔ جلالی کی فوج توڑ دی گئی اس کے پیشتر سپاہی حرکی یونٹوں میں شامل کر دیئے گئے اور باقی ماندہ 200 اے ایل این سے جا ملے۔

جولائی 1957ء میں الجزائر میں جاسوسی کے تمام کام کرنل لیوں سونیو کی ماتحتی میں سنٹر ڈی کوارڈی نیشن انٹر آرمیز (سی سی آئی) کے حوالے کر دیئے گئے۔ سی سی آئی کی سرگرمیاں چیف آف سٹاف کرنل یویز گوڈارڈ کی زیرنگرانی تھیں۔ ادارے کے پاس 400 افسر تھے جو مختلف سیکشنوں میں کام کرتے تھے۔

سی سی آئی کے ماتحت ایک جاسوسی یونٹ' ڈسپوزیٹیف ڈی پروٹیکشن اربین (ڈی پی یو) کے نام سے تھا۔ اس کا کمانڈر کرنل راجر ٹرنکوئر تھا۔ یہ الجزیرہ میں مصروف عمل تھا اور اس نے شہر کو سیکٹروں' سب سیکٹروں' بلاکوں اور عمارتوں میں تقسیم کر رکھا تھا' ہر ایک کا کوڈ نمبر تھا۔ ہر بلاک میں ایک مسلمان کو وارڈن لگایا گیا تھا جو وہاں آنے جانے والے ہر شخص کے بارے میں رپورٹ دیتا تھا۔ ڈی پی یو متعدد ماتحت ٹیموں کی سرگرمیوں کی نگرانی کرتا تھا جن کو ڈی او پی کہا جاتا تھا۔ یہ ٹیمیں رات کو گرفتار کیے جانے والے مشکوک افراد سے تفتیش کرتی تھیں۔ ڈی او پی نے مسلمان مخبر رکھے ہوئے تھے اور تفتیش کے دوران تشدد بھی کیا جاتا تھا جس کے نتیجے میں حاصل کردہ معلومات کے تحت صبح کے وقت مزید افراد گرفتار کیے جاتے۔

ڈی پی یو سے قریبی طور پر منسلک ایک اور یونٹ جی آر ای تھا جس کا کمانڈر کیپٹن کرسچن لیگر تھا۔ اس یونٹ کی ذمہ داری ایف ایل این اور اے ایل این کی صفوں میں نفوذ کرنا تھا۔ ڈی او پی کسی مشکوک آدمی کو گرفتار کر لیتا اور لیگر کو اطلاع دی جاتی جو اسے وفاداری تبدیل کرنے پر آمادہ کرتا کچھ عرصہ بعد اس نے ایف ایل این/اے ایل وین کے اندر اس کے ایجنٹوں اور مخبروں کا ایک نیٹ ورک قائم کر لیا۔

لیگر کا ایک بنیادی ہدف سعودی یاسف تھا جس نے ایف ایل این/اے ایل این کے الجزیرہ کے نیٹ ورک کے سربراہ رباط بطاط کی گرفتاری کے بعد (1955ء میں) اس کی جگہ لی تھی۔ 1956ء کے دوسرے نصف میں یاسف نے دارالحکومت میں 19 جون کو اپنے دو ساتھیوں کو سزائے موت دیئے جانے کے انتقام کے طور پر بم حملوں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ انہیں الجزیرہ کے میئر امیڈی راجر سمیت بعض افراد کے قتل میں سزائے موت دی گئی تھی۔ یاسف اعلان کر چکا تھا کہ اپنے ہر ساتھی کی موت کے بدلے وہ 100 فرانسیسی ہلاک کرے گا۔ پھر 15 جنوری 1957ء کو 10 ای ایم پیراشوٹ ڈویژن نے الجزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ ان واقعات کے نتیجے میں "الجزیرہ کی جنگ" شروع ہوئی جس میں میجر جنرل جیکوئس ماسو نے تمام سول اختیارات سنبھال لیے۔ ایف ایل این نے 28 جنوری سے عام ہڑتال کی اپیل کر دی مگر اس سے دو روز قبل اس نے بسوں اور کیفے ہاؤسوں میں 3 بم دھماکے کیے جن میں 60 افراد ہلاک اور 5 زخمی ہو گئے۔ دو ہفتے بعد دو مزید بم دھماکے ہوئے جن میں 10 افراد ہلاک اور 45 زخمی ہوئے۔

فرانسیسیوں نے فوری جواب دیتے ہوئے 15 فروری کو یاسف کی ایک بم فیکٹری پکڑ لی۔ 23 فروری کو ایف ایل این کے چھ بانی ارکان میں سے ایک العربی مہدی کو گرفتار کر لیا جو الجزیرہ میں پارٹی کا سیاسی سربراہ تھا۔ اس وقت تک متعدد مشکوک افراد کو گرفتار کر کے دوران تفتیش انہیں منحرف بنایا جا چکا تھا۔

لیگر نے یاسف کو پکڑنے کیلئے چار ایجنٹوں کا ایک گروپ بنایا۔ اس میں سرکوف کے عرف سے جانا جانیوالا ایک الجزائری' ایک مسلمان خاتون' جس کا عربی نام عورحیہ لبرون تھا اور جو ایف ایل این کی پیغام رساں تھی اور اب لیگر کے کنٹرول میں آنے کے بعد بھی یہ کام جاری رکھے ہوئے تھی' مغربی الجزائر میں اے ایل این کا سابق کمانڈر حانی محمد اور مشرقی الجزائر میں ایف ایل این کا سربراہ شامل تھا جس کا عرفی نام صفی لاپور تھا۔

1957ء کے آخری نصف میں یاسف کو لیفٹیننٹ کرنل پیرے ژاں پییرے کی زیر قیادت پیراشوٹ رجمنٹ 1 ای آر ای پی نے گرفتار کر لیا۔ گرفتاری جی آر ای کی مخبری پر ہوئی جس نے بتایا تھا کہ اس وقت وہ الجزیرہ کے مضافات میں ایک جگہ موجود ہے۔ دو ہفتے بعد آر ای پی نے علی لاپوائنٹ کو بلاک کر دیا جس کی مخبری صفی نے کی تھی۔ وہ یاسف کی گرفتاری کے وقت ملحقہ عمارت میں موجود تھا لیکن وہاں سے فرار ہو کر ایک محفوظ مکان میں جا گھسا۔ اس کا پتہ چلنے کے بعد مکان کا محاصرہ کر لیا گیا اور اسے خود کو حوالے کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس نے تعمیل نہیں کی جس پر مکان کی دیوار میں بارود لگا کر اڑا دیا گیا۔ نتیجے میں علی اپنے دو ساتھیوں سمیت مارا گیا اور مکان اور ملحقہ عمارت بھی تباہ ہو گئی۔

گرفتاری سے قبل یاسف نے صفی کو الجزیرہ میں اے ایل این کا کمانڈر مقرر کیا تھا اور ولایت 3 کے لیڈر امیروشے کو اس کے بارے میں بتا دیا تھا۔ تیونس میں جلاوطن ایف ایل این کی نگرانی کرنے والے ادارے "کمیٹی ڈی کوآرڈی نیشن ایٹ ڈی ایگزیکیوشن" (سی سی ای) کے حکم پر امیروشے نے صفی کے ذریعے الجزیرہ میں نیٹ ورک کی تشکیل نو شروع کر دی۔ چنانچہ جی آر ای کو شہر میں باقی ماندہ ایف ایل این/اے ایل این عناصر پر قابو حاصل ہو گیا اور اس نے باقی الجزائر میں ایف ایل این کے نیٹ ورک میں بھی نفوذ شروع کر دیا۔

اس دوران حانی محمد کا امیروشے سے رابطہ قائم رہا اس کے ذریعے اس نے ولایت 3 کے کمانڈ سٹرکچر کے سینئر ارکان سے بھی رابطے کیے۔ بدقسمتی سے یہ سارا آپریشن اس وقت خطرے میں پڑ گیا جب ایک فوجی یونٹ نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس وجہ سے اور اس امکان کے پیش نظر کہ جی آر ای کے سارے آپریشن خطرے میں پڑ سکتے ہیں' فیصلہ کیا گیا کہ ولایت 3 کے سارے کمانڈ سٹرکچر کو جلد از جلد قابو کر لیا جائے۔ جنوری کے آخر میں حانی محمد نے امیروشے کو چھوڑ کر ولایت 3 کی ساری قیادت

ONE URDU FORUM.COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

کے ساتھ ایک پہلے سے طے شدہ مقام پر ملاقات کا انتظام کیا۔ ملاقات مہینے کے آخر میں رات کے وقت ہوئی۔ حانی محمد کے ساتھ کیپٹن لیگر اور اس کی یونٹ کے ارکان تھے جو بھیس بدل کر وہاں آئے تھے صورتحال سے بے خبر لیڈر وہاں پہنچے اور گرفتار کر لیے گئے۔

اس اپریشن کے ایف ایل این/اے ایل این پر تباہ کن اثرات مرتب ہوئے۔ ولایت 3 میں اختلافات اور انتشار پیدا ہو گیا امیروشے نے نہ صرف قبیلیہ بلکہ الجزیرہ پر بھی حملوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ اس نے الجزیرہ میں نیٹ ورک کی نئی قیادت ہلاک کر دی جو نادانستگی میں جی آر وی کے کنٹرول میں کام کر رہی تھی۔ صورتحال ان دستاویزات نے مزید خراب کر دی جو جی آر ای نے گھڑ کر مرنیوالے گوریلوں کے جسم میں چھپا دی تھیں اور جن سے ایف ایل این/اے ایل این کے وفادار گوریلے غدار ظاہر ہوتے تھے۔ امیروشے نے انہیں بھی ہلاک کر دیا اس کے علاوہ لیگر نے الجزائر کے مختلف نسلی گروہوں کے درمیان صوبوں سے پائی جانے والی نفرت اور بداعتمادی سے بھی فائدہ اٹھایا۔

ولایت 3 کیخلاف اس کا یہ اپریشن اتنا کامیاب تھا کہ اس نے منحرف گوریلوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جنہیں وہ واپس ایف ایل این کی صفوں میں غلط اطلاعات کے ہمراہ بھیجتا۔ یہ اطلاعات اتنی مہارت سے گھڑی گئی تھیں کہ ان کے نتیجے میں مزید اختلافات پیدا ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک مشتبہ عورت گرفتار کر کے جی آر ای کے حوالے کی گئی۔ الجزیرہ میں تفتیش کے دوران لیگر بہانہ بنا کر کمرے میں نکل گیا۔ میز پر ایک جعلی دستاویز رکھ دی گئی تھی جس میں ایف ایل این کے ایک سینئر رکن کو حکومت کا مخبر ظاہر کیا گیا تھا۔ اس عورت نے لیگر کی عدم موجودگی میں دستاویز کا مطالعہ کیا۔ اسے رہا کیا گیا تو توقع کے مطابق اس نے ایل این اے والوں کو جا کر مذکورہ اطلاع فراہم کر دی۔ اس کے نتیجہ میں ایک بار پھر صفائی کی مہم چلائی گئی اور کئی کو فرانس سے ساز باز کے الزام میں ہلاک کر دیا گیا۔

فرانسیسیوں نے اپریشنوں میں الیکٹرانک جاسوسی کا بھی زبردست استعمال کیا۔ 1957ء کی ابتدا میں ریڈیائی پیغامات پکڑے جانے سے پتہ چلا کہ گوریلا موراس لائن پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ برقی رو والی باڑوں، بارودی سرنگوں اور الیکٹرانک آلات پر مبنی ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی جو ساحل پر واقع بون کے مقام سے جنوب میں سوق اہراس تک 100 میل کی لمبائی میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا مقصد ولایتیوں کو تیونس میں واقع اے ایل این کے ہیڈ کوارٹر، سپلائی ڈپوؤں اور تربیتی کیمپوں سے کاٹنا تھا۔ اے ایل این کی نشریات سننے سے فرانسیسیوں کو ان کے ٹرانسمیٹروں کی نشاندہی بھی ہو گئی جس سے انہیں گوریلا یونٹوں کے ہیڈ کوارٹروں کے محل وقوع کا بھی اندازہ ہو گیا۔

1955ء سے فرانسیسی ہیلی کاپٹروں کا کافی استعمال کرتے آ رہے تھے جس کی وجہ سے وہ گوریلا اڈوں کے محل وقوع کا علم ہونے پر فوج کو تیزی سے وہاں بھیج سکتے تھے۔ اس کی ایک عمدہ

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE-URDU-FORUM.COM

مثال مئی 1957ء میں سامنے آئی۔ انٹیلی جنس رپورٹوں میں بتایا گیا کہ ولایت 4 کے دو کٹیبے (یونٹ) جو 300 افراد پر مشتمل ہیں، سی الاخضر کی قیادت میں پہاڑوں سے ہوتے ہوئے الجزیرہ سے 50 میل جنوب مغرب میں میڈیا کے مقام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ انہیں رباہ زراری کی زیر قیادت ایک اور گوریلا یونٹ سے ملنا ہے۔ اس یونٹ نے چند روز قبل ایک فرانسیسی آرٹلری یونٹ پر حملہ کیا تھا۔ لیفٹیننٹ کرنل مارسل بگیرڈ کی رجمنٹ کو 23/22 مئی کی رات گوریلوں کے راستے پر حملے کیلئے تعینات کر دیا گیا۔ جب الاخضر کی فوج وہاں پہنچی تو جنگ چھڑ گئی اور گوریلوں نے ایک الگ تھلگ کمپنی کو محاصرے میں لے لیا جس کے کمانڈر نے مدد طلب کر لی۔ 30 منٹ کے اندر اندر بگیرڈ نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے گوریلا پوزیشنوں کے قریب بلند مقام پر تیزی سے دو کمپنیاں تعینات کر دیں۔ اس کے بعد جنگ تین دن تک جاری رہی جس میں 96 گوریلے ہلاک اور 9 گرفتار ہوئے۔ فرانس کے 8 فوجی ہلاک اور 29 زخمی ہوئے باقی گوریلے فرار ہو گئے۔

اندرون ملک خفیہ جنگ لڑنے کے علاوہ فرانسیسی انٹیلی جنس نے الجزائر سے باہر بھی ایف ایل این کیخلاف اپریشن کئے جہاں اس کی زیادہ تر سرگرمیاں فنڈ اکٹھا کرنے پر مرکوز ہوتی تھیں۔ فرانس میں الجزائری آبادی فنڈز کی فراہمی کا محض ایک ذریعہ تھی۔ غیر ملکی سفارتخانوں کی جاسوسی کرنے اور غیر قانونی طور پر ان کی تلاشی لینے والے، جاسوسی کرنیوالے محکمے سروس 7-2 مصرف سفارت خانے سے ایسی دستاویزات برآمد کیں جن میں فرانس میں ایف ایل این کے عہدیداروں کو دی گئی رقوم کی تفصیلات درج تھیں۔ ان کے علاوہ فرانس میں متعدد نیٹ ورک تھے جو ایف ایل این کو رقم فراہم کرتے تھے۔ ایک نیٹ ورک ایسا تھا جس نے ایف ایل این کیلئے فرانس سے کئی ارب فرانک کی رقم سوئٹزر لینڈ منتقل کی۔

یہ رقم زیادہ تر اسلحہ کی خریداری کیلئے استعمال کی جاتی تھی اس لئے فرانسیسیوں نے اسلحہ فراہم کرنے والوں پر بھی توجہ کی۔ ایف ایل این کو اسلحہ کی پہلی معلوم کھیپ فروری 1955ء میں ملکہ اردن کی ذاتی کشتی سے فراہم کی گئی تھی جو مراکش کے ساحل پر اتاری گئی۔ اس اپریشن کے تمام نشانات چرواہوں نے فوراً ہی صاف کر ڈالے تھے۔

اکتوبر کے آغاز میں فرانسیسیوں کو اسلحہ کی ایک کھیپ کے بارے میں اطلاع ملی۔ مصری انٹیلی جنس کے زیر انتظام یہ کھیپ ایک بارودی سرنگیں صاف کرنے والے جہاز ''آتھوز'' کے ذریعے پہنچائی جانی تھی۔ اس جہاز نے بیروت سے سکندریہ آنا تھا۔ وہاں سے اسلحہ لے کر اس نے سوڈانی پرچم لگا کر مراکش پہنچنا تھا۔ وہاں 16 اکتوبر کو ہسپانوی صحرا کے ساحل کے نزدیک نادور میں یہ اسلحہ اتارا جانا تھا۔ یہ اسلحہ ایف ایل این کے رہنما احمد بن بیلا نے وصول کرنا تھا۔ چنانچہ اس سارے عمل پر نظر رکھی گئی۔ جاسوس بیروت سے جہاز کے چلنے اور اسکندریہ سے اس پر اسلحہ لادے جانے کی

اطلاعات فراہم کرتے رہے۔ اس کے ساتھ برن (سوئٹزر لینڈ) سے یہ اطلاع بھی ملی کہ جہاز کے سوڈانی مالک کے بینک اکاؤنٹ میں بھاری رقم منتقل ہوگئی ہے۔ مراکش میں ڈیگسیمے بیورو نے بن بیلا پر نگاہ رکھی۔

آتھوس اپنے وقت پر اسکندریہ سے روانہ ہوا۔ اس کے اوپر فرانسیسی طیارہ محو پرواز تھا۔ 15 اکتوبر کو الجزیرہ سے کچھ فاصلے پر اسے ایک فرانسیسی جنگی جہاز نے روک لیا اور اس میں 70 ٹن اسلحہ اور گولہ بارود برآمد کر لیا۔ اس میں 23 سو رائفلیں، 74 خود کار رائفلیں، 240 سب مشین گنیں، 40 مشین گنیں 6 لاکھ گولیاں، 72 توپیں اور 2000 گولے شامل تھے۔ اسلحہ کا پکڑا جانا ایف ایل این کیلئے زبردست دھچکا تھا۔

چند روز بعد ایف ایل این کو ایک اور بڑے صدمے سے دوچار ہونا پڑا جب فرانسیسیوں نے خود بن بیلا کو گرفتار کر لیا۔ اس سے سات ماہ قبل قاہرہ میں ایف ایل این کے اہم لیڈر محمد خضر اور گائے مولیٹ کی فرانسیسی حکومت کے خفیہ نمائندے کے درمیان ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد اگلے پانچ ماہ میں ایسی مزید پانچ ملاقاتیں ہوئیں۔ آخری ملاقات ستمبر میں روم میں ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگلے ماہ ایک اور ملاقات ہوگی جس میں امن مذاکرات کے بارے میں ایک اعلان کیا جائیگا۔

مولیٹ حکومت اور ایف ایل این کے درمیان رابطوں کے باوجود حکومت بن بیلا کو ایک مصیبت تصور کرتی تھی۔ مئی 1955ء میں ایس ڈی ای سی ای نے ایف ایل این کی قیادت اور بالخصوص احمد بن بیلا کو اپنا ہدف مقرر کیا تھا۔ احمد بن بیلا کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور دسمبر 1955ء میں اسے قاہرہ میں گولی مار کر ہلاک کرنے کی ناکام کوشش بھی کی گئی۔ 1956ء کے شروع میں قاہرہ میں اس کے گھر بم بھی نصب کیا گیا۔ سال کے آخر میں فرانسیسی انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والی ایک تنظیم ''مین روج'' کے ایک رکن نے اسے لیبیا کے دارالحکومت طرابلس میں گولی مارنے کی کوشش کی جو ناکام رہی۔ حملہ آور بعد میں لیبیا سے الجزائر فرار ہونے کی کوشش کے دوران سرحد پر مارا گیا۔

ستمبر میں مولیٹ حکومت کے نمائندوں اور ایف ایل این کی قیادت کے درمیان ملاقات کے بعد ایس ڈی ای سی ای کو معلوم ہوا کہ بن بیلا اور اس کے چار ساتھی محمد بوضیاف، محمد خضر، حسین آیت احمد اور الجزائری پروفیسر مصطفیٰ الاشرف 22 اکتوبر کو بذریعہ طیارہ رباط سے تیونس جانے والے ہیں۔ انہیں وہاں ایف ایل این کی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرنا تھی، جس میں تیونس اور مراکش کے لیڈروں اور فرانسیسی حکومت کے ایک خفیہ نمائندے نے بھی آنا تھا۔ پہلے یہ طے ہوا تھا کہ یہ لوگ مراکش کے بادشاہ شاہ محمد پنجم کے ذاتی جہاز میں جائینگے جو خود بھی اس کانفرنس میں شریک ہونے والے تھے۔ 22 اکتوبر کو طیارے کا فلائٹ پلان بھی رباط میں ڈیگسیمے بیورو کے سربراہ کرنل ژان کارڈس نے الجزیرہ بھیج دیا تھا تاہم بعد میں شاہی محل سے اعلان کیا گیا کہ شاہی طیارے میں اتنی جگہ نہیں ہوتی

ONE URDU FORUM .COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

اس لئے ایف ایل این کی قیادت ایئر مراکو کے ایک ڈی سی 3 طیارے کے ذریعے جائے گی۔

طیارے نے دوران پرواز ملورکا میں ری فیولنگ کیلئے قیام کیا۔ اس کے پائلٹ کمانڈنٹ گالیئر جو فرانسیسی فوج کا ریزرو افسر تھا کو اوران کے ایئر کنٹرول سے حکم ملا کہ وہ تیونس کے بجائے الجزیرہ کی طرف پرواز کرے۔ وہ متأمل ہوا لیکن جب اس نے رباط میں ایئر مراکو کے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا تو اسے حکم کی تعمیل کرنے کو کہا گیا۔ ملورکا سے روانہ ہو کر طیارے نے الجزیرہ کی طرف رخ کیا۔ طیارے کے عملے نے بن بیلا اور اس کے ساتھیوں کی توجہ سمت میں اس تبدیلی کی طرف مبذول نہیں ہونے دی اور اترتے وقت یہی اعلان کیا کہ جہاز رباط اتر رہا ہے لیکن جہاز سے باہر نکلنے پر بن بیلا اور اس کے ساتھیوں کو احساس ہوا کہ فرانسیسیوں نے ان سے دھوکہ کیا ہے۔ اترتے ہی ان سب کو گرفتار کر لیا گیا اور کوئی مقدمہ چلائے بغیر جیل ڈال دیا گیا۔

ایف ایل این کی مدد کرنیوالوں کیخلاف خارجی جنگ جاری رہی۔ تنظیم کو کافی رقم ملتی رہی اور 1957ء کے آخر میں اندازہ کیا گیا کہ صرف اس سال 70 ہزار ملین فرانک کی رقم اسے موصول ہوئی ہے۔ اسلحہ کی بین الاقوامی تجارت کرنے والوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ ایف ایل این کو اسلحہ فراہم کرنے میں خاصا نفع ہوگا۔ چنانچہ ایف ایل این کو کسی خاص مشکل کے بغیر متبادل وسائل حاصل ہوتے رہے جن میں سے بعض مشرقی یورپ میں تھے۔ اس بات کی شہادت اس وقت ملی جب جنوری 1958ء میں یوگوسلاویہ کا ایک فریٹر جہاز سلووینجا اوران کے ساحل سے کچھ فاصلے پر پکڑا گیا اور اس میں سے 108 ٹن اسلحہ برآمد ہوا۔ ان میں چیکوسلواکیہ کے بنے ہوئے 1200 ہتھیار بھی شامل تھے۔

ایف ایل این کو اسلحہ کی فراہمی کا ایک بڑا ذریعہ مغربی جرمن تھا۔ ہیمبرگ سے جو اسلحہ اسے ملتا اس میں فصلوں پر سپرے کرنے والے آلے کی شکل کا شعلے پھینکنے والا ہتھیار بھی شامل تھا۔ نازی ایس ایس کا ایک گروپ اسے اسلحہ فراہم کرتا جو ہٹلر حکومت کے خاتمے کے بعد جرمنی سے فرار ہو کر مصر چلا گیا تھا۔ اس گروپ میں ارنسٹ ولہیلم سپرنگر بھی تھا جس نے زمانہ جنگ میں ایس ایس کا فوجی یونٹ ''مسلم لیجن'' قائم کیا تھا۔

ایس ڈی ای سی ای نے ان اسلحہ فراہم کنندگان کو ہدف بنایا۔ ایکشن سروس کے محکمے بیورو 24 نے کرنل لامی کی زیر قیادت آپریشن شروع کیا۔ مغربی جرمنی کے اسلحہ ڈیلر اوٹو شلوٹر پر 1956ء سے 1958ء کے عرصے میں چار بم حملے کیے گئے اور آخر ایک ریموٹ کنٹرول کار بم چلایا گیا جس میں وہ زخمی ہوا اور اس کی ماں ہلاک ہوگئی۔ دوسروں میں زمانہ جنگ کی ایس ایس سیکورٹی سروس کا سابق رکن ڈاکٹر ولہیلم بیسنر بھی تھا جو کار بم حملے میں بال بال بچا۔ ایک اسلحہ ڈیلر ہاسن ہال مین اسلحہ کی کھیپ سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ وہ اسلحہ جہاز پر لاد کر اٹلی سے شمالی افریقہ جا رہا تھا کہ رستے میں اسے روک کر الجزیرہ اتار لیا گیا۔ یورپ میں اسلحہ کی خریداری پر مامور ایف ایل این کے سینئر ارکان بھی نشانہ بنائے

گئے۔ نومبر 1957ء میں مغربی جرمنی میں ایف ایل این کے سربراہ ایت احسن کو بون میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

بیورو 24 کے اہم اہداف میں سے ایک جرمن جارج پچرٹ تھا جو تجیر میں رہتا تھا اور اسے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ ایف ایل این کو ماؤزر 98 کے 7.92 ایم ایم رائفلوں کی چیکوسلواکیہ کی بنی ہوئی نقل فراہم کرتا تھا جو جنگ عظیم دوئم میں جرمنی کا اہم ہتھیار تھی۔ بیورو 24 نے تجیر کی بندرگاہ پر پچرٹ کی کشتیوں پر بموں سے حملے کیے لیکن وہ پھر بھی باز نہ آیا تو ایس ڈی ای سی ای نے زیادہ خطرناک اقدام کیا۔ ستمبر 1958ء میں اس کا ہتھیاروں کا ایک ماہر مارسل لیوپوٹو جنیوا میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں مردہ پایا گیا تھا لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا چنانچہ بیورو نے مارچ 1957ء میں کار بم کے ذریعے اسے ہلاک کر دیا۔

بیورو 24 نے ایف ایل این کو اسلحہ کی سپلائی روکنے کیلئے دوسرے کم خطرناک ہتھکنڈے بھی اختیار کیے۔ ایک اقدام کے تحت سوئٹزر لینڈ اور سپین میں اسلحہ کے دو کارخانوں پر کنٹرول حاصل کیا گیا جس کے نتیجے میں ایف ایل این کو ناقص اسلحہ ملنے لگا۔ یہ کارخانے جو دستی بم اسے سپلائی کرتے وہ چلاتے وقت پھٹ جاتے۔ جس سے چلانے والا ہلاک یا زخمی ہو جاتا۔ اس کے علاوہ سپلائی کیے جانے والے اسلحہ کی کھیپیں پکڑ کر ان کی جگہ بے ضرر اسلحہ رکھ دیا جاتا۔

ایس ڈی ای سی ای اور بیورو 24 کی بہترین کوششوں کے باوجود 1958-57ء کے موسم سرما کے دوران ایف ایل این اسلحہ کی بھاری کھیپیں تیونس منتقل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ ان میں 17 ہزار رائفلیں، 380 مشین گنیں، 296 خودکار رائفلیں، 190 راکٹ لانچر 30 توپیں اور 100 ملین گولیاں شامل تھیں۔ اتنا اسلحہ حاصل کر لینے کے بعد اس نے موراٗس لائن میں شگاف ڈالنے پر توجہ مرکوز کی۔

موراٗس لائن میں برقی رو والی تین متوازی باڑوں، بارودی سرنگوں اور الیکٹرانک آلات کے علاوہ ہر ڈیڑھ ہزار گز کے فاصلے پر ہاؤٹزر توپیں بھی نصب تھیں جن کی بدولت حملے کے کسی بھی مقام پر گولہ باری کی جا سکتی تھی۔ پوری لائن کے ساتھ سڑک بچھی ہوئی تھی جس پر فوجی اپنی گاڑیوں پر گشت کرتے تھے، ان کے ساتھ کھوج لگانے والے کتے بھی ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک ریلوے لائن بھی تھی جس پر بکتر بند ٹرینیں چلتی تھیں ان پر فوجی سوار ہوتے تھے اور سرچ لائٹیں نصب ہوتی تھیں۔ لائن پر 80 ہزار فوجی تعینات تھے۔ ان میں میکنائزڈ ڈویژن بھی تھے اور پیرا شوٹ یونٹ بھی۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے تعینات کیے جانے والے یہ یونٹ ان گوریلوں کا سراغ لگانے میں مدد کرتے تھے۔ جو لائن عبور کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے اور پہاڑوں میں غائب ہو جاتے تھے۔ لائن اور تیونس کی سرحد کے درمیان ''نومینز لینڈ'' کا علاقہ تھا جس کی چوڑائی 15 سے 30 میل کے درمیان تھی۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اس میں فرانسیسیوں کی دو درجن چوکیاں تھیں ان پر فوجی اور ایس اے ایس کے دستے تعینات ہوتے تھے جو علاقے کی مسلمان آبادیوں میں کام کرتے تھے یہ چوکیاں جاسوسی آپریشن کیلئے اڈوں کا کام کرتی تھیں۔ گوریلے لائن کو عبور کرنے کیلئے متعدد طریقے اختیار کرتے تھے۔ وہ توجہ ہٹانے کیلئے رات کو کسی جگہ حملہ کرتے ایک ٹیم لمبے دستے والے اوزاروں کی مدد سے بارودی سرنگیں تلاش کرتی اور اس کے بعد خاردار باڑوں کو تارپیڈو کی مدد سے اڑا دیتی۔ اس کے بعد گوریلوں کا بڑا قافلہ اپنے خچروں سمیت شگاف میں گھس کر فرانسیسی فوج کے آنے سے پہلے پہلے پہاڑوں کی طرف نکل جاتا۔

لائن عبور کرنے کے دوران گوریلوں کا خاصا جانی نقصان ہوتا۔ جنوری اور اپریل 1958ء کے دوران 292 گوریلے مارے گئے اور ان کے 215 ہتھیار پکڑے گئے۔ اپریل کے آخر میں اے ایل این نے بھرپور حملے کا فیصلہ کیا اور 27 کی رات 820 گوریلوں نے سوق احراس کے شمال اور جنوب میں لائن کے سیکٹروں پر حملے کیے۔ لڑائی ایک ہفتے جاری رہی اور لائن کے اندر گھس آنے والے گوریلوں کی ایک بڑی تعداد محصور ہوگئی۔ جنگ ختم ہوئی تو ان میں 620 گوریلے ہلاک یا گرفتار ہو چکے تھے ان کے 416 ہتھیار پکڑے گئے۔ یہ اے ایل این کی بڑی شکست تھی۔ موراٗس لائن کے مکمل ہونے کے بعد سے سات ماہ کے دوران وہ 6000 افراد اور 4300 ہتھیاروں سے محروم ہو چکی تھی۔ سوق احراس کی جنگ نے لائن عبور کرنے کی کوششوں کا سلسلہ ختم کر دیا اور الجزائر میں اے ایل این کے یونٹ تیونس سے ملنے والی امداد سے محروم ہو گئے۔

1958ء کے شروع میں فرانسیسی فوج یہ دعویٰ کر سکتی تھی کہ وہ اے ایل ایف کیخلاف جنگ جیت رہی ہے تاہم فرانسیسی حکومت کیخلاف وسیع ناراضگی موجود تھی جس نے اقتصادی بحران کی وجہ سے فوجی اخراجات میں کمی کر دی تھی۔ 15 اپریل کو فیلکس گلیارڈ کی حکومت عدم اعتماد کے ووٹ کے نتیجے میں ختم ہوگئی۔ 9 مئی کو گورنر جنرل رابرٹ لاکوسٹے الجزائر سے روانہ ہوگیا اور واپس نہیں آیا جس کے نتیجے میں فرانس کی طرح الجزائر بھی سیاسی خلا کا شکار ہوگیا۔

13 مئی کو الجزائر کو فرانس میں مدغم کرنے کا مطالبہ پورا نہ کرنے پر پائیڈ نوئروں کی ناراضگی بغاوت میں بدل گئی۔ ان کے ہجوم نے الجزیرہ میں سرکاری عمارتوں پر قبضہ کر لیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ الجزائر کو فرانس میں مدغم کیا جائے اور چارلس ڈیگال کو اقتدار میں واپس لایا جائے جس نے مخلوط حکومت سے مایوس ہو کر جنوری 46ء میں صدارت سے استعفیٰ دیدیا تھا۔ فوج پائیڈ نوئروں سے ہمدردی رکھتی تھی جب ہجوم گورنر جنرل کی عمارت پر دھاوا بول رہا تھا تو پیراشوٹ رجمنٹ کے اہلکار خاموش کھڑے تھے۔ حکومت کی غیر موجودگی میں جنرل جیکوئس اور دوسرے سینئر افسروں نے امن و امان برقرار رکھنے کیلئے پبلک سیفٹی کمیٹی قائم کر دی۔ کمانڈر انچیف جنرل راؤل سالان نے عملاً سول گورنر کے اختیارات سنبھال لئے۔

اس دوران فرانس میں فوجی بغاوت کے منصوبے بن رہے تھے۔ ان منصوبوں کے تحت 5 ہزار پیراٹروپر پیرس کے جنوب میں ولاکو بلے کے مقام پر اترنے تھے جبکہ رامبولیٹ کے مقام سے بکتر بند فوج کو ان کی حمایت میں پیرس داخل ہونا تھا۔ اس کے بعد ڈیگال کو فوج کی مدد سے اقتدار سنبھالنا تھا۔ 24 مئی کو اس وقت سراسیمگی پھیل گئی جب یہ اعلان ہوا کہ پیراٹروپرز نے کارسیکا میں اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس فوج میں 11 ای چوک کے دستے بھی شامل تھے۔ اگلے چند روز تک فرانس خانہ جنگی کے دہانے پر کھڑا رہا۔ 27 مئی کو ڈیگال نے بدامنی کیخلاف واضح موقف کا اظہار کیا۔ یکم جون کو اس نے خود کو قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جس نے اسے اقتدار کیلئے ووٹ دیدیا۔ اگلے روز وہ فرانس کا وزیراعظم بن گیا۔

دو روز بعد ڈیگال الجزائر پہنچا جہاں اس کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ مئی میں اس نے تین بار بیانات دیئے جن سے پائیڈ نوئروں کے کاز کی حمایت ظاہر ہوتی تھی اس نے اپنے دورے میں جے دوس اے کمپریس کے الفاظ استعمال کئے جس سے پائیڈ نوئروں نے مطلب لیا کہ اس نے ''الجزائر فرانس کا ہے'' کے تصور کی توثیق کر دی ہے لیکن یہ ان کی غلط فہمی تھی۔

اس دوران ایف ایل این جلاوطن حکومت کے فریم ورک پر کام کرتی رہی تھی۔ 19 ستمبر 1958ء کو اس نے الجزائر کی عبوری حکومت (جی پی آر اے) کے قیام کا اعلان کر دیا جس کا صدر فرحت عباس تھا اور جس میں 14 وزیر تھے۔ ان میں الامین دباغین وزیر خارجہ' بالقاسم کریم وزیر افواج' بن طبل وزیر داخلہ' عبدالحفیظ بوصوف وزیر مواصلات محمد یزید وزیر اطلاعات اور بن یوسف بن خدہ وزیر سماجی امور شامل تھے۔

دسمبر 1958ء میں پال ڈلووریئر بطور ڈیلیگٹ جنرل (گورنر جنرل کے عہدے کا نیا نام) اور جنرل ماریس شال بطور کمانڈر انچیف الجزیرہ پہنچے۔ شال نے الجزائر میں فوج کی تنظیم نو کی اور اس میں نئی طاقت پیدا کی اس نے ملک کے 75 سیکٹروں کو کمانڈ کرنے والے کرنلوں میں سے آدھے تبدیل کر دیئے اور ایک نہایت متحرک فوج ریزرو جنزیل کے نام سے تشکیل دی جو پیراشوٹ اور فارن لیجن یونٹ پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ بے قاعدہ حرکی یونٹوں کو ''کمانڈوز ڈی چیس'' کے نام سے از سر نو منظم کیا۔ ان کا کام اے ایل این کے یونٹوں کا سراغ لگانا تھا جن پر بعد میں ریزرو جنزیل حملہ کرتی۔ اس وقت تک فرانسیسیوں کے پاس کافی مقدار میں ایچ اے اور ایچ 34 ہیلی کاپٹر آ چکے تھے جن کی بدولت وہ ایک ہی بار میں دو بٹالینوں کو ایک سے دوسری جگہ پہنچا سکتے تھے۔

1959ء کے شروع میں 11 ای چوک کی زبردست تنظیم نو کی جا رہی تھی۔ اپریشن کرنے کے علاوہ یہ کچھ عرصہ سے یہ دوسرے یونٹوں کے عملے کو تربیت بھی دے رہی تھی۔ ان میں سی آئی کی ٹیمیں بھی تھیں جو بڑے شہروں میں مصروف عمل تھی۔ بعدازاں فیصلہ کیا گیا کہ یونٹ میں توسیع کی

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

جائے اور اسے 11 ایم ڈیمی بریگیڈ ڈی پیراشوٹسٹے ڈی چوک (11 ای ڈی بی پی سی) کا نام دے دیا گیا۔ اس کے دو یونٹ بنا دیئے گئے اور طپاسا کو ان کا مستقل اڈہ قرار دے دیا گیا۔ پہلا یونٹ 1 وی آر چوک تربیتی تھا اور دوسرا 11 ای ڈی بی سی ایس آپریشنل۔ اس کا کور نام 111 (ڈی ایس 111) رکھا گیا۔

جنوری میں ڈی ایس 111 نے مورائس لائن اور تیونس کی سرحد کے درمیان میں واقع نو مینز لینڈ میں اپریشن شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ یہاں ایس اے ایس کے روپ میں اڈے قائم کیے جائیں تا کہ اے این ایل یہ سوچ کر کہ یہاں خطرہ کم ہوگا' ان پر حملے کرے۔ 20 جنوری کے بعد سوق اہراس کے علاقے میں کئی اڈے قائم کیے گئے۔ پہلا اڈہ اس علاقے میں واقع تھا جسے بطخ کی چونچ کہا جاتا تھا۔ دوسرا وادی مجردہ کی سطح مرتفع پر اور تیسرا سخیت سیدی یوسف کے مقام پر۔ ان کے علاوہ 80' 80 افراد کے گروپ بھی تعینات کیے گئے ڈی ایس 111 کا ہیڈ کوارٹر زروریہ کے پہاڑی گاؤں میں منتقل کر دیا گیا۔

پہلا اڈہ جس پر حملہ ہوا وہ سخیت سیدی یوسف کا تھا۔ حملہ سرحد پار سے کیا گیا۔ اڈے کے کمانڈر لیفٹیننٹ پیرونی کو تیونس کے اندر جا کر کارروائی کرنے سے روک دیا گیا تھا کیونکہ فروری 1958ء میں ایک حادثہ ہو چکا تھا۔ گوریلوں نے سرحد عبور کر کے فرانسیسی دستوں پر حملہ کیا تھا اور ایک طیارہ بھی مار گرایا تھا۔ اس کے جواب میں فرانسیسیوں نے تیونس کے علاقے میں جا کر سکیت نامی گاؤں پر بمباری کی' بم ایک ہسپتال اور سکول پر جا گرے جس کے نتیجے میں عورتوں اور بچوں سمیت 80 افراد ہلاک ہو گئے تھے چنانچہ پیرونی نے گوریلوں سے نمٹنے کیلئے روایتی طریقے اختیار کیے۔ اس بار جب حملہ ہوا تو اس نے انسانی فضلے سے بھرے ہوئے لفافے روشنی چھوڑنے والے بموں سے باندھ کر پیراشوٹس کے ذریعے گرائے۔ گوریلے جو روشنی دینے والے بموں کے عادی تھے' آسمان کی طرف نگاہیں کئے ان کے گرنے کے منتظر رہے۔ اس کے بجائے ان پر بدبودار تھیلے پھٹے تو اسکے بعد سرحد پار سے حملے بند ہو گئے۔

زیادہ سنگین خطرہ اے این ایل کے ان یونٹوں سے لاحق تھا جو تیونس میں شمالی غردی معاؤ کے علاقے سے محمود شریف کی کمان میں حملے کرتے تھے۔ وہ مورائس لائن پر چھوٹے موٹے حملے کرتے رہے لیکن گزشتہ سال انہیں پہنچنے والے بھاری جانی نقصان کے بعد بڑی کارروائی کرنے سے گریز ہی کرتے تھے۔

بطخ کی چونچ والے علاقے میں لیفٹیننٹ کمپانا کی زیر قیادت حملے کو روکنے والے گروپ نے اپنا اڈہ طاؤستین نامی گاؤں میں بنا لیا تھا۔ اس علاقے میں گھنے جنگلوں سے اٹی چٹانیں اور شاہ بلوط کے درختوں کے ذخیرے تھے جن میں جنگلی سور سمیت کئی قسم کے جانور پائے جاتے تھے۔ گروپ

نے برفانی ہواؤں اور سخت بارشوں میں گشت اور حملوں پر مبنی اپریشن جاری رکھے۔ گوریلوں سے ٹکراؤ کبھی کبھار بہت شدید ہوتا تھا۔ پہلا ٹکراؤ 10 فروری کو دوسرا 10 مارچ کو ہوا ان میں 4 گوریلے ہلاک ہوئے اور ان کے متعدد ہتھیار قبضے میں آئے۔

اگلے دو ماہ کے دوران تصادم کا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ تاہم کمپانا سمجھتا تھا کہ یہ گوریلوں کی چال ہے' چنانچہ اس نے گشت اسی پیمانے پر جاری رکھی۔ 3 جون کی رات سارے گروپ کو گھات لگا کر حملے کیلئے جبال النصور کے علاقے میں پھیلا دیا گیا۔

اس نے اپنی فورس کو تین حصوں میں تعینات کیا' جن کا ایک دوسرے سے ریڈیائی رابطہ تھا۔ ان میں سے دو چھپ کر حملہ کرنے والی بڑی فورس پر مشتمل تھے۔ ان کا کارروائی کا علاقہ ان راستوں پر مشتمل تھا جو گوریلوں کے پیغام رساں استعمال کرتے تھے۔ تیسرا گروپ فاصلے پر تعینات کیا گیا۔ سب کا رخ گوریلوں کے انتظار میں تیونس سرحد کی طرف تھا لیکن کوئی گوریلا نمودار نہیں ہوا۔ اگلی صبح کمپانا نے تینوں گروپوں کو واپسی کا پیغام دیدیا۔ واپس ہوتے ہی اس کے کمانڈ گروپ کا گوریلوں کی ایک بڑی فورس کے ساتھ سامنا ہوگیا جو اچانک ہی مغرب سے نمودار ہوئی تھی۔ 160 گوریلوں پر مشتمل یہ فوج ہراساں کرنے کے مشن پر تھی اور اب بطخ کی چونچ کے علاقے سے گزر کر واپس تیونس جا رہی تھی۔

کمپانا کا کمانڈ گروپ صرف 10 ارکان پر مشتمل تھا۔ یہ احساس ہونے پر کہ دو گروپ بہت نیچے ہیں اور اس کی مدد نہیں کر سکتے جبکہ تیسرے گروپ کو اس کی مدد کیلئے پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگ سکتا ہے' کمپان نے گوریلا گروپ کی پوزیشنوں سے ہوتے ہوئے اپنے گروپوں تک پہنچنے کا فیصلہ کیا وہ کسی نقصان کے بغیر وہاں پہنچ گیا لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے گروپ وہاں سے 500 گز دور ہیں اور وہاں 500 گوریلوں نے پوزیشنیں سنبھال رکھی ہیں۔

کمپانا کو مشکل میں دیکھ کر میجر منتائی نے ہیلی کاپٹر سے فوج بھیجی۔ اس دوران کمپانا کے گروپ پر اوپر سے شدید فائرنگ ہو رہی تھی۔ اب وہاں موجود رہنا حماقت تھی اس لئے کمپانا کے دستے نے لڑائی کرتے ہوئے اوپر کی سمت جانا شروع کر دیا۔ اوپر تقریباً سیدھی ڈھلوان تھی۔ رستے میں ان پر گوریلوں نے تین حملے کیے جو تینوں ہی پسپا کر دیئے گئے تاہم تیسرے حملے میں دو زخمی فوجی دشمن نے گرفتار کر لیے اور بعد ازاں ہلاک کر دیئے۔

7 بجے شام لڑائی جاری تھی' کمپانا کو سینے میں گولی لگی۔ اس دوران اس کا دوسرا گروپ بلندی پر پہنچ کر گوریلوں پر بھاری فائرنگ کر رہا تھا جس کے نتیجے میں وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اس دوران پہلا اور تیسرا گروپ بھی لڑائی میں شامل ہوگیا اور گوریلوں کے ایک گروپ کا صفایا کر دیا۔ اس دوران کمپانا کو دوسری گولی لگی اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اس موقع پر کمک بھی پہنچ گئی اور ساری گوریلا فورس کو

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

صاف کر دیا گیا۔

مارچ 1959ء میں 11 ای چوک کے ایک اپریشن کے نتیجے میں اے ایل این کا ایک یونٹ منحرف ہوگیا۔ اصل میں یہ اپریشن پچھلے برس اکتوبر میں ہوا تھا جب جی ایل آئی کے چار افراد لطبنہ کے جنوب میں میک ماہون کے علاقے میں داخل ہوگئے تھے۔ لیفٹیننٹ ویرینز کی زیر قیادت اس کا مقصد اے ایل این کے ایک انٹیلی جنس افسر حسین کو ہلاک کرنا تھا جو عورلیس کا دورہ کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا۔

اس کے راستے میں گھات لگائی گئی مگر وہ نمودار نہ ہوا تاہم اس دوران نزدیک ہی گوریلوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلا۔ کچھ ہی دیر بعد گوریلوں اور فرانسیسی پیراشوٹ یونٹ کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی اور جی ایل آئی کی ٹیم دونوں کے درمیان پھنس گئی۔ دراصل علاقے کے فرانسیسی کمانڈر نے یہاں اپریشن کی انہیں کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ ٹیم کے ارکان نے بھیس بدلنے کیلئے اے ایل این کی وردیاں پہنی ہوئی تھیں اور خطرہ تھا کہ پیراشوٹ یونٹ والے انہیں گوریلے سمجھ کر ہلاک کر دینگے۔ انہوں نے ایک جگہ چھپنے کی کوشش کی تو ان کا ایک گوریلے سے سامنا ہوگیا وہ بھی چھپنے کی کوئی جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔ انہوں نے اسے قیدی بنایا اور اگلے روز اپنے ساتھ لے گئے۔

قیدی جس کا عرفی نام مخلوف تھا' 1957ء میں اے ایل این میں جبراً بھرتی کیا گیا تھا۔ وہ علی حنبلی نامی کمانڈر کے یونٹ میں شامل تھا اور الجزائری سرحد کے قریب تیونس کے سطح مرتفع والے علاقے میں تعینات تھا۔ اس وقت تک اے ایل این کے کئی سینئر ارکان کی طرح حنبلی بھی ایف ایل این کے سیاسی عناصر بالخصوص عبوری حکومت سے ناراض تھا۔ ان کے درمیان تعلقات اس حد تک بگڑ گئے تھے کہ علی حنبلی اور علاقے میں اے ایل این کی وفادار فوج' جس کی قیادت محمود شریف کے پاس تھی کے درمیان کھلی جنگ چھڑ گئی۔ اس لڑائی میں مخلوف کو وفادار یونٹ نے گرفتار کر لیا اور اسے زیر تربیت میڈیکل افسر بنا کر ولایت نمبر 1 کے یونٹ میں تعینات کر دیا وہ اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کیلئے جا رہا تھا کہ اسے ویرینز کی ٹیم نے پکڑ لیا۔

فرانسیسیوں سے مل کر مخلوف خوش تھا۔ جلد ہی سی سی آئی کے کمانڈر کرنل لیوں سمونیو نے اس سے انٹرویو کیا اور علی حنبلی اور اس کے گروپ کو منحرف کرنے کیلئے اپریشن کرنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ دسمبر 1958ء کے آخر میں مخلوف کو تیونس بھیجا گیا جہاں اس نے فروری 1959ء میں حنبلی سے رابطہ کیا تاہم اس دوران جبال حرابہ کا علاقہ اے ایل این کے وفادار دھڑے نے گھیر لیا تھا اور ضرورت تھی کہ حنبلی اپریشن کرے تاکہ مخلوف اس تک پہنچ سکے۔

کرنل سیمونیو نے منحرف ہوکر فرانس کا ساتھ دینے کی تجویز اسے پہنچائی تو علی حنبلی اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے ملا جلا ردعمل آیا۔ انہیں خطرہ تھا کہ ماضی کے حملوں پر ان کیخلاف کارروائی

نہ کی جائے۔ کرنل نے انہیں معافی کا یقین دلایا۔ حنبلی نے مزید شرطیں لگائیں کہ اسے 15 لاکھ 80 ہزار فرانک رقم دی جائے۔ اس کے یونٹ میں 158 ارکان تھے اور فرانس نے ان کی گرفتاری پر فی کس دس ہزار فرانک کا اعلان کیا تھا۔ حنبلی نے یہی رقم مانگی تھی اس نے مانٹے سکیو کے علاقے میں اپنی سیاسی اور فوجی حکمرانی کا مطالبہ بھی کیا جو اس کا آبائی علاقہ تھا۔ اس نے اپنے لئے کیپٹن کا رینک برقرار رکھنے کا مطالبہ بھی کیا۔

لیفٹیننٹ ویریز نے علی حنبلی سے مذاکرات شروع کیے۔ بالآخر 12 مارچ کو معاہدہ ہو گیا اور علی حنبلی نے اعلان کیا کہ اب وہ فرانس کا ساتھ دے گا۔ انحراف کیلئے 15 مارچ کی تاریخ طے ہوئی۔

حنبلی کے 20 افراد نے اس کا ساتھ نہ دینے کا فیصلہ کیا اور ویریز سے کیے گئے وعدے کے باوجود کہ وہ انہیں ہلاک نہیں کرے گا' اس نے روانگی سے قبل انہیں مار ڈالا۔ 15 مارچ کی صبح چار بجے گوریلے وہاں سے نکلے اور پو پھٹے انہوں نے وفادار فوج کا گھیرا توڑ کر نکلنے کی کوشش کی۔ تیونس کی فوج نے کارروائی کرتے ہوئے انہیں لڑائی میں الجھا لیا تاکہ اس دوران اے ایل این کے مزید دستے پہنچ جائیں تاہم 30 منٹ کی جھڑپ کے بعد گوریلے یہ رکاوٹ بھی توڑ کر موراٗس لائن کی طرف روانہ ہو گئے جہاں فرانسیسی فوج موجود تھی۔ سی سی آئی کے اس اپریشن میں شمولیت اس قدر خفیہ رکھی گئی تھی کہ ویریز کو جو عرب باشندے کا بھیس بدلے ہوئے تھا' یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ فرانسیسی فوج کو اپنی شناخت بتا دے چنانچہ فوج نے اسے اور مخلوف کو بھی حنبلی اور اس کے افراد کے ہمراہ گرفتار کر لیا اور ویریز اور مخلوف کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے طپاسا بھجوا دیا گیا۔

علی حنبلی اور اس کے ساتھیوں کے انحراف کو فرانسیسیوں نے نفسیاتی جنگ کیلئے خوب استعمال کیا لیکن بعد ازاں اس سے کافی مسائل پیدا ہو گئے۔ ایس اے ایس علی حنبلی اور ان کے ساتھیوں کو پسند نہیں کرتی تھی اور سوق اہراس کے علاقے میں ان کے قیام کی مخالف تھی۔ چنانچہ ایک بار پھر یہ مسئلہ 11 ای چوک اور ڈی ایس 119 کے حوالے کیا گیا۔ ڈی ایس 111 نے اس کا حل یہ نکالا کہ ان 130 گوریلوں کو دو یونٹوں میں تقسیم کر دیا ایک کو عین زنہ میں تعینات کر دیا گیا جبکہ دوسرے کو علی حنبلی کی کمان کے تحت رکھ کر تیونس میں اے ایل این کیخلاف اپریشن کرنے کا کردار دے دیا گیا۔

علی حنبلی کے یونٹ نے جس کا خفیہ نام الیاس رکھا گیا تھا' اپنے پہلے مشن میں کامیابی حاصل نہیں کی۔ جس کا مقصد تیونس میں اے ایل این کے مشرقی اڈے پر حملہ کرنا تھا۔ اس حملے میں اسے ناکامی ہوئی اور اے ایل این کی فوج اسے کھدیڑتی ہوئی سرحد تک لے آئی جہاں فرانسیسی ایئر فورس نے انہیں بچایا۔ اس تباہی کے بعد میجر اگنیس نے اس یونٹ کو توڑ کر منتشر کر دیا۔ علی حنبلی کو ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ اے ایل این اسے سزائے موت سنا چکی تھی اور اس کے اپنے آدمی بھی اسے مسترد

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کر چکے تھے۔ نومبر 1959ء میں وہ ایک کار حادثے میں مارا گیا وہ مانٹے سکیو سے کلیر فونٹین جا رہا تھا اور اس کی کار سڑک سیدھی ہونے کے باوجود کھمبے سے ٹکرا گئی تھی۔

1960ء تک الجزائر میں پائیڈ نوئروں اور فوج پر واضح ہو گیا تھا کہ ڈیگال الجزائر کی آزادی کا حامی ہے پچھلے سال ستمبر میں اس نے ایک تقریر میں الجزائر کیلئے حق خود اختیاری کی وکالت کی تھی اس کی وجہ سے الجزائر میں فوج' بالخصوص پیرا شوٹ یونٹوں میں بے اطمینانی بڑھ رہی تھی۔ جنوری میں جنرل ڈیگال نے جنرل جیکوئس ماسو کو ان کے عہدے سے ہٹا کر ایک گیریژن کا کمانڈر بنا کر اس کا فرانس تبادلہ کر دیا۔ یہ کارروائی اس کے اس بیان کے بعد کی گئی جس میں اس نے کہا تھا کہ میں اور دوسرے سینئر افسر سربراہ مملکت کے احکامات غیر مشروط طور پر نہیں مانیں گے۔

اس پر پائیڈ نوئرے مشتعل ہو گئے اور وہ لوگ جو ڈیگال کیخلاف سازشیں کر رہے تھے انہوں نے اس موقع کو بغاوت شروع کرنے کیلئے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ 24 جنوری کو الجزیرہ میں عام ہڑتال کی گئی اور ایک بڑا جلوس نکلا۔ جنرل شال نے امن و امان کیلئے جبال کے علاقے میں فوجی یونٹوں کو طلب کیا مگر انہوں نے پائیڈ نوئروں کیخلاف صف آراء ہونے سے انکار کر دیا۔ آنے والے دنوں میں پائیڈ نوئروں نے رکاوٹوں کا ہفتہ منایا جس میں وہ سیکورٹی دستوں سے جھڑپوں میں مصروف رہے۔ 29 جنوری کو ڈیگال نے ٹی وی پر آ کر خطاب کیا اور الجزائر میں تعینات فوج کو وفادار اور اطاعت گزار رہنے کا کہا اس کی اپیل کامیاب ہوئی اور بغاوت 2 روز بعد ختم ہو گئی۔

مابعد نتائج خاصے اہم تھے۔ ڈیگال نے فوج سے ان عناصر کو نکالنے کا فیصلہ کر لیا جو اس کیخلاف سازشوں میں ملوث تھے۔ ان میں جنرل شال بھی شامل تھا اسے نیٹو میں فرانسیسی فوج کا کمانڈر مقرر کر دیا گیا اس کی جگہ جنرل ژاں البرٹ ایملی کرپن کو لگایا گیا۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اے ایل این کیخلاف خفیہ جنگ لڑتے رہے تھے۔ ان میں سی سی آئی کا کمانڈر کرنل لیون سیمونیو بھی تھا جسے فرانس واپس بھجوا دیا گیا۔ خود سی سی آئی کو توڑ دیا گیا۔ اس کا کردار بیورو ڈیس ایڈ ڈیس (بی ای ایل) نے سنبھال لیا جس کی کمان کرنل ہنری جیکو کے پاس تھی۔ 1959ء کے دوران بی ای ایل میں کیپٹن لیگر کی فورس جی آر ای کو بھی شامل کر دیا گیا جس کی دھوکہ دہی کی کارروائیاں جاری تھیں۔ انہی کارروائیوں کے نتیجے میں اے ایل این نے 1960ء میں اپنے پانچ ہزار گوریلے فرانس کے مخبر سمجھ کر ہلاک کر دیئے۔ اگرچہ اس تعداد کی تصدیق نہیں ہوئی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فرانس کے ہاتھوں گرفتار اور پھر رہا ہونے والے گوریلوں کی بہت بڑی تعداد کا صفایا کیا گیا جس کے نتیجے میں اے ایل این سے منحرف ہونے والوں کی تعداد مزید بڑھ گئی جو خوفزدہ بھی تھے اور انقلاب سے مایوس بھی۔ تاہم بعض اوقات اے این ایل کے ہاتھوں مارے جانیوالوں میں وہ لوگ بھی تھے جو فرانس کے ایجنٹ تھے۔

سازشوں میں ملوث ہونے کے شبے میں جو لوگ الجزائر سے نکالے گئے ان میں 11 ای چوک اور سنکوتم بیورو کا سابق سربراہ کرنل یویز گوڈارڈ' کرنل انتوئن آرگوڈ' 3 ای آر پی سی کا کمانڈر کرنل راجر ٹرنکویر بھی شامل تھے۔ 11 ای چوک کے کئی ممتاز ارکان بھی یونٹ چھوڑ گئے جن میں کیپٹن ڈی لا بورڈ دن مانٹ لوک' مائیکل بیدائر اور ایڈی شامل تھے۔ ٹرنکویر کے ساتھ کئی افسر بعدازاں کا نٹگا (وسطی افریقہ) میں علیحدگی پسند صوبے زائرے میں کرائے کے سپاہیوں کے روپ میں نمودار ہوئے اور پھر یمنی شاہ پسندوں کے ہمراہ جمال ناصر کی مصری فوج کیخلاف بھی لڑے تاہم 11 ای چوک الجزائر میں موجود رہی اور اس کے ساتھ ڈی ایس 111 بھی جو اب کمانڈر انچیف کے براہ راست کنٹرول میں تھی۔

اس دوران اے ایل این کیخلاف جنگ جاری رہی۔ جنوری 1960ء کے آخر میں بی ای ایل کے افسر کیپٹن ہیوکس نے ولایت 4 میں اے ایل این کے انٹیلی جنس چیف سی الاخضر کی قیادت میں چند سینئر افراد سے رابطہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ وہ جنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں اور ڈیگال کی تجویز ''بہادروں کا امن'' کو قبول کرتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اے ایل این کی صفوں میں بہت سے لوگ اب بیزار ہو چکے ہیں۔ جونیئر افسر کے طور پر ہیوکس صرف یہی کرسکتا تھا کہ الجزیرہ میں اپنے حکام بالا کو اس کی رپورٹ دے دے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور خود دوسرے امور میں مصروف ہو گیا اور یہی اس کیلئے اچھا ثابت ہوا کیونکہ بعد میں جو لوگ اس معاملے میں ملوث ہوئے انہیں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔

17 مارچ کو سی الاخضر حلیم اور عبداللطیف (ولایت 4 کے بالترتیب سیاسی اور فوجی سربراہ) کے ہمراہ میڈیا پہنچا۔ وہاں انہوں نے مقامی سید کے گھر جا کر بتایا کہ ولایت 4 کا سربراہ محمد زمون عرف سی صالح فرانسیسیوں سے امن مذاکرات کرنا چاہتا ہے لیکن وہ مذاکرات صرف پیرس جا کر فرانسیسی حکومت سے ہی کرے گا۔

یہ اطلاع بی ای ایل کے کرنل جیکوئن کو دی گئی جس نے آگے پیرس میں صدر ڈیگال کو مطلع کر دیا۔ ڈیگال نے اپنے ذاتی معاون برنارڈ ٹریکوٹ اور وزیراعظم مائیکل ڈیبرے کے عملے کے ایک رکن کرنل ماتھن کو ایلچی بنا کر الجزائر روانہ کر دیا جہاں انہوں نے 28 مارچ کو تینوں گوریلوں سے ملاقات کی۔ تین دن بعد ایک اور ملاقات ہوئی۔ اس بات سے مطمئن ہو کر کہ گوریلے حقیقی ہیں' ٹریکوٹ اور ماتھن نے کرنل جیکوئن کے ہمراہ متعدد ملاقاتوں میں حصہ لیا جن میں سی صالح کے ترجمان نے اپنی تجاویز اور مطالبات پیش کئے۔ دو مطالبات قابل قبول نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بن بیلا کو رائے حاصل کی جائے جو اب بھی فرانس کی قید میں تھا۔ نیز وہ تیونس جا کر ایف ایل این کے لیڈروں سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ اس بات پر اتفاق ہوا کہ آٹھ ہفتوں کا وقفہ کیا جائے جس میں فرانسیسی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE-URDU-FORUM.COM

فوج ولایت 4 میں کوئی کارروائی نہیں کرے گی اور اس دوران الاخضر اور اس کے ساتھی اپنی تجاویز پر مزید حمایت حاصل کر لیں۔ گوریلوں کی طرف سے دہرے کردار کے خدشے کی نفی کرنل جیکوئن نے کر دی۔ ریڈیو اطلاعات پکڑنے والی سروس نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ ولایت 4 کی قیادت کا عبوری حکومت سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

مئی میں معاملات کافی حد تک آگے بڑھے جب فرانسیسیوں نے ولایت 4 کی قیادت کو پیرس میں ایک اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ 9 جون کو سی صالح' اس کے نائب سی محمد اور سی الاخضر برنارڈ ٹریکوٹ اور کرنل جیکوئن کے ہمراہ پیرس روانہ ہو گئے۔ اگلے دن تینوں نے صدر ڈیگال سے ملاقات کی جس نے انہیں بتایا کہ وہ جلد ہی عبوری حکومت سے جنگ بندی کا اعلان کرنے کی اپیل کرنے والا ہے۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو وہ الجزائر میں ہونے والی ملاقاتوں میں منظور ہونے والی تجاویز قبول کر لے گا۔

ڈیگال کی اپیل 14 جون کو نشر ہوئی تاہم اس میں جنگ بندی کی اپیل کے بجائے عبوری حکومت کو کھلے مذاکرات کی پیشکش کی گئی تھی اس سے فوج بالخصوص اور کرنل جیکوئن جیسے وہ افسر مشتعل ہو گئے جو جانتے تھے کہ سی صالح اس بنیاد پر پیرس گیا تھا کہ فرانس عبوری حکومت سے رابطہ نہیں کرے گا تاہم 18 جون کو جیکوئن سی صالح کے ہمراہ قبیلیہ آیا جہاں سی صالح نے ولایت 3 کے کمانڈر مہند الحاج سے اس کی حمایت حاصل کرنے کیلئے ملنا تھا۔ دو روز بعد عبوری حکومت نے ڈیگال کی دعوت قبول کر لی۔

اس دوران سی صالح کی غیر موجودگی میں سی محمد نے اپنی اصل رنگ دکھا دیا۔ اس نے عبوری حکومت میں واپسی اختیار کی اور سی الاخضر' عبداللطیف' حلیم اور بعض دوسرے لوگوں کو جنہیں پیرس مذاکرات کا علم تھا ہلاک کر دیا۔ جب سی صالح کی ولایت 3 سے واپس آیا تو اسے پکڑ کر قید کر دیا۔ ایک سال بعد عبوری حکومت کے حکم پر سی صالح کو تیونس میں طلب کیا گیا۔ وہ اپنے بارہ گوریلا ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن راستے میں فرانسیسی فوجیوں کے ایک دستے سے جھڑپ میں مارا گیا۔

ڈیگال سے ملاقات کرنیوالوں میں سے صرف سی محمد ہی باقی تھا۔ اس طرح وہ اس معاملے کا واحد پریشان کن گواہ تھا جسے فرانس کے اعلیٰ فوجی اور حکومتی حلقوں میں ''سی صالح کا معاملہ'' کہا جاتا تھا۔ اعلیٰ سطح پر فیصلہ کیا گیا کہ سارے معاملے کو خفیہ رکھا جائے اور خود ڈیگال سے کہا کہ کوئی بھی اس معاملے پر بات نہیں کریگا اور جو کرے گا مار دیا جائے گا اس کے علاوہ بی ای ایل طے کر چکا تھا کہ سی محمد کو اس غداری کی سزا دی جائے گی لیکن وہ غائب ہو گیا۔ اسے پکڑنے کیلئے جتنے بھی جال بچھائے گئے' وہ ان سے بچ نکلا تاہم اگست میں بی ای ایل کی ریڈیائی پیغامات پکڑنے والے سروس نے جنوبی الجزائر کے علاقے بلدہ میں ایک ریڈیو نشریہ پکڑا۔

اس موقع پر کرنل جیکوئن نے 11ای چوک سے رجوع کیا اور سی محمد کو ختم کرنے کی ذمہ داری اس کے سپرد کی۔ کیپٹن بریول کی قیادت میں تین تین افراد کی ٹیموں پر مشتمل 15 رکنی دستہ ریڈیو کی سمت دریافت کرنے والے آلات سے لیس ہو کر 11ای چوک کے کارسیکا کے اڈے سے بلدہ بھیجا گیا۔ انہوں نے ریڈیو نشریات پکڑیں مگر ان کا دورانیہ اتنا مختصر تھا کہ ان کی سمت متعین نہیں ہو سکتی تھی۔ بعض اوقات ان کی نشرگاہ بھی تبدیل ہو جاتی تھی۔

بریول اور اس کا دستہ 24 گھنٹے نشریات کی نگرانی کرتا تھا۔ 10 روز کے بعد ایک ٹیم نے سی محمد کے ٹرانسمیٹر سے نشر ہونیوالا ایک پیغام پکڑا جس میں وہ کچھ احکامات جاری کر رہا تھا۔ اس بار کسی نامعلوم وجہ کی بناء پر اس نے پیغام کا دورانیہ مختصر رکھنے کی احتیاط نہیں کی اور کافی وقت صرف کیا جو اس کی جگہ کا تعین کرنے کیلئے کافی تھا۔ یہ مقام بلدہ کے مضافات میں ایک گاؤں میں تین عمارتوں کے اندر تھا۔

رات کی تاریکی میں بریول اور اسکا دستہ گاؤں پہنچا۔ مذکورہ تین عمارتوں میں سے ایک پر انٹینا لگا نظر آیا۔ بریول نے تین ٹیموں کو عمارتوں کی ناکہ بندی پر متعین کر دیا اور خود اپنی ٹیم لے کر عمارت کے مرکزی دروازے کی طرف چلا۔ اس دوران عمارت سے ملحقہ گراؤنڈ میں موجود کسی گوریلے چوکیدار نے گولی چلا دی۔ بریول نے حکم دیا کہ اس کی گاڑی کی روشنی آن کر دی جائے جس سے عمارت روشن ہو گئی۔ ساتھ ہی اس نے اپنے نائب کو حکم دیا کہ وہ تین سپاہیوں کے ساتھ عمارت کے دوسری طرف چلا جائے تا کہ گوریلوں کی توجہ ہٹائی جا سکے۔ چاروں آدمی جب عمارت کے دوسری طرف پہنچے تو ایک کھڑکی سے آنے والی گولی نائب کو لگی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ اس کے پیچھے کھڑے سپاہی نے کھڑکی میں دستی بم چلا دیا جس سے وہاں خاموشی چھا گئی۔ اس دوران بریول اور دوسرے سپاہی عمارت کے دروازے پر پہنچ چکے تھے وہ فائرنگ کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے تو وہاں سی محمد اور ایک نوجوان گوریلا مردہ پڑے ہوئے تھے۔ دوسرے کمرے میں ایک مردہ اور دو زخمی گوریلے ملے یہ دستی بم کے پھٹنے کا نتیجہ تھا۔

عمارت سے دستاویزات' ریڈیو سیٹ اور اسلحہ ملا جب وہ واپس آنے لگے تو وہاں چھپا ہوا ایک گوریلا بھاگ نکلا۔ سارجنٹ بیورز نے اس کا تعاقب کیا اور گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس طرح ''سی صالح کے معاملے'' کا آخری گواہ بھی مارا گیا۔ اگلے روز لوگ کارسیکا واپس آ گئے۔

اس دوران ایک اور بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپریل 1961ء میں الجزائر اور فرانس میں چار جرنیلوں' راؤل سلان' ماریس شال' ایڈمنڈ جوھاؤ اور آندرے ریلز اس لغاوت کے قائد تھے۔ موخر الذکر دونوں جرنیل بالترتیب ایئر فورس اور بری فوج کے چیف آف سٹاف کے طور پر ریٹائر ہوئے تھے۔ فرانس کو جو پہلے ہی بڑھتی ہوئی صنعتی اور سماجی بے چینی کی زد میں تھا' ایک بار پھر خانہ جنگی کے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

خطرے کا سامنا تھا۔ فوج کے ایئر بارن یونٹ بالخصوص بغاوت کے حامی تھے۔ الجزیرہ میں خفیہ تنظیم ''او اے ایس'' کے دستے دہشت گردی کی مہم چلا رہے تھے۔ ہر رات وہ سڑکوں پر فائرنگ اور بم دھماکے کرتے۔

ستم ظریفی یہ تھی کہ اس خفیہ ادارے کے سرخیل وہی تھے جو کچھ عرصہ قبل تک ملک بھر میں دہشت گردی کیخلاف جنگ لڑ رہے تھے۔ دہشت گردی کیخلاف لڑنے والے اب خود دہشت گردی کر رہے تھے۔

تاہم چار روز کے بعد بغاوت ختم ہو گئی۔ عوام اور فوج نے ڈیگال کی طرف سے وفاداری اور حمایت کی اپیل پر لبیک کہا۔ سازشیوں کا ساتھ دینے والے بعض پیراشوٹ رجمنٹوں کو جن میں فارن لیجن بھی شامل تھی سزا کے طور پر توڑ دیا گیا۔

18 مارچ 1962ء کو فرانس اور عبوری حکومت کے درمیان آزادی اور جنگ بندی کیلئے طویل عرصہ سے جاری مذاکرات کے نتیجہ میں معاہدہ طے پا گیا۔ اگلے روز جنگ بندی عمل میں آئی اور 3 جولائی کو فرانس نے الجزائر کی آزادی تسلیم کر لی۔

جنگ ختم ہونے کے بعد 11ای ڈی بی سی ڈی چوک کو کارسیکا میں از سر نو منظم کیا گیا۔ ہندچینی اور الجزائر میں فرانس کے مخالفوں کو بے رحمی سے ختم کرنے کے باوجود یہ ڈیگال کی طرف سے مشکوک یونٹوں کے صفائے کی مہم سے نہیں بچ سکی۔ اس کے کمانڈر کرنل فرانکوئس ڈیکورسے کو ترقی دے کر جنرل بنا کر کہیں اور تعینات کر دیا گیا۔ باقی افسروں اور اہلکاروں کی کڑی جانچ پڑتال ہوئی ایک تجربہ کار افسر کو اس لئے نکال دیا گیا کہ الجزائر کی آزادی کا ایک شدید مخالف جرنیل اس کا باپ تھا۔

سال کے آخر میں اس سارے بریگیڈ کو ختم کر دیا گیا بہت سے افسر اور اہلکار برطرف کر دیئے گئے جو عملہ قابل اعتماد سمجھا گیا اسے شمال مشرقی فرانس میں تعینات کر کے ایک نئی فورس بنا دی گئی۔ 1962ء کے آخر تک 11ای چوک کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔ سی سی آئی' بی ای ایل' جی آر ای اور ان دوسرے گروپوں کی طرح' جنہوں نے الجزائر میں جنگ لڑی تھی۔

23 برس بعد یہ 11ای چوک نے ققنس کی طرح اپنی ہی راکھ سے دوبارہ جنم لیا یکم نومبر 1985ء کو صدر فرانکوئس متراں کے حکم پر اس کی تشکیل نو 11ایں بٹالین ڈی پیراشوٹس ڈی چوک اور پھر 11ایں رجمنٹ ڈی پیراشوٹس ڈی چوک کے طور پر ہوئی 10 برس بعد 30 جون 1995ء کو اسے پھر ختم کر دیا گیا اس بار یہ خاتمہ حتمی تھا۔

ساتواں باب

بورنیو

1962ء - 1966ء

اگرچہ ملایا 1957ء میں مکمل طور پر آزاد ہو چکا تھا لیکن برطانیہ نے وہاں اور پڑوسی علاقے سنگاپور میں اپنی فوج برقرار رکھی۔ یہ زیادہ تر 17 گورکھا ڈویژن پر مشتمل تھی جس میں 63اور 99 گورکھا انفنٹری بریگیڈ شامل تھے جو بالترتیب نگری سمبلان کے علاقے سریمبان اور سنگاپور میں متعین تھے جبکہ 28 کامن ویلتھ بریگیڈ ملاکا میں تربنک کے مقام پر متعین تھا۔ سنگاپور میں رائل نیوی اور رائل ایئرفورس کے کئی ڈاک یارڈ اور ہوائی اڈے بھی قائم تھے۔

1950ء کی دہائی کے آخر میں جب امریکہ جنوبی ویتنام اور خفیہ طور پر لاؤس میں بھی کمیونسٹوں کیخلاف برسر پیکار تھا' ''ڈومینوتھیوری'' (یہ نظریہ کہ اگر ایک ملک پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہوتا ہے تو پڑوسی ملک پر بھی ان کا قبضہ ہو جائے گا) اور اس خطرے کے دور کا آغاز ہوا کہ جنوبی ویت نام کے سقوط کے نتیجے میں باقی ماندہ جنوب مشرقی ایشیا بھی کمیونسٹوں کے قبضے میں آ جائے گا۔ کمیونزم شمالی ویت نام سے لاؤس اور کمبوڈیا میں پھیل رہا تھا اور خطرہ تھا کہ اب تھائی لینڈ کی باری ہے چنانچہ ملایا کے حوالے سے برطانیہ کے تمام تجزیوں اور منصوبوں کا رخ شمال کی طرف کر دیا گیا لیکن حقیقی خطرہ ایک مختلف سمت' جنوب میں انڈونیشیا کی طرف سے درپیش تھا۔

انڈونیشیا 13670 جزیروں کا مجموعہ ہے جو شرقاً غرباً 3200 میل کی لمبائی اور شمالاً جنوباً ایک ہزار میل کی چوڑائی میں پھیلا ہوا ہے۔ جزائر کے سلسلے کا جنوب سماترا' جاوا' بالی' لمبوک' سمباوا' فلورس اور یتھور پر مشتمل ہے۔ شمالی حصہ بورنیو پر مشتمل ہے جو دنیا کا تیسرا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ 1960ء کی دہائی میں یہ جزیرہ انڈونیشیا کے علاقے کلیمنٹان اور برطانوی مقبوضات سراواک' برونائی اور شمالی بورنیو پر مشتمل تھا۔

1960ء کی دہائی کے شروع میں ملک کی آبادی 8 کروڑ تھی۔ ان کے آباؤ اجداد ایک

ONE URDU FORUM .COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

ہزار سال قبل مسیح ایشیا کی مرکزی سرزمین سے آئے تھے۔ بیشتر آبادی مسلمان ہے اور اسلام سب سے پہلے یہاں تیرہویں صدی میں ہندوستانی تاجروں کے ذریعے شمال سماٹرا میں پہنچا اور پھر بالی کے سوا جو بدستور ہندو رہا' باقی سارے جزیروں میں پھیل گیا۔ 1511ء میں پرتگالی سپائس آئی لینڈز (مصالحے کے جزائر) پہنچے جو اب ملوکاز کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد ہسپانوی' ڈچ اور برطانوی پہنچے۔ بعد میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جس کا ہیڈ کوارٹر بٹاویا (اب جکارتہ) میں تھا' جاوا' سماٹرا اور سپائس آئی لینڈز پر نوآبادیاتی قبضہ قائم کر لیا۔ سترہویں صدی کے آخر میں اس کا بیشتر جزائر پر کنٹرول ہو گیا تھا اور اس علاقے کو ڈچ ایسٹ انڈیز کہا جاتا تھا۔

1927ء میں انڈونیشیا نیشنلسٹ پارٹی (پی این آئی) احمد سوکارنو کی زیر قیادت قائم کی گئی جس کا مقصد ہالینڈ سے آزادی حاصل کرنا تھا۔ دو برس بعد اسے اور پارٹی کے دوسرے لیڈروں کو گرفتار کر کے صوبہ جاوا برات کے دارالحکومت بنڈونگ میں دو سال کیلئے قید کر دیا گیا۔ دو سالہ قید کے بعد انہیں آٹھ سال کیلئے فلورس اور سماٹرا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ 1942ء میں ڈچ ایسٹ انڈیز پر جاپان نے قبضہ کر لیا اور ڈچ حکام کی جگہ انڈونیشی افسر تعینات کر دیئے۔ سوکارنو ان متعدد قوم پرست اور اسلامی لیڈروں میں سے ایک تھا جنہوں نے ان تعیناتیوں کو تسلیم کر لیا تھا۔ مارچ 1943ء میں اس نے جاپانیوں کو اس بات پر قائل کرنے کے بعد کہ انڈونیشیوں کی حمایت ایک نئی جماعت قائم کر کے جو انڈونیشی خواہشات کی نمائندگی کرے' بہتر طور پر استعمال کی جا سکتی ہے' پوسات تناگار کجات (عوامی طاقت کا مرکز) کے نام سے پارٹی بنا لی جو اسے انڈونیشی عوام کا قائد بنانے کیلئے مؤثر پلیٹ فارم ثابت ہوئی۔ مارچ 44ء میں جاپانیوں نے یہ محسوس کر کے یہ جماعت ان کے بجائے انڈونیشی عوام کے مفادات کی خدمت کر رہی ہے' اس کی جگہ وکاوا ہوکوکائی (عوامی وفاداری کی تنظیم) بنا دی۔ ستمبر میں انہوں نے اعلان کیا کہ وہ انڈونیشیا کو آزاد کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

تاہم 14 اگست 1945ء کو جاپان نے غیر مشروط طور پر اتحادیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور 17 تاریخ کو سوکارنو نے ملک کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس نے جکارتہ میں اپنا دارالحکومت قائم کیا لیکن دسمبر کے شروع میں 23ویں انڈین ڈویژن کے برطانوی سپاہی امن و امان کی بحالی اور ان ہزاروں قیدیوں کے تحفظ کیلئے جو جاپانیوں نے گرفتار کر رکھے تھے' جاوا کے دارالحکومت بٹاویا میں داخل ہو گئے۔ فروری 1946ء میں ڈچ فوج پہنچ گئی اور اگلے چار برس تک ملک کا کنٹرول دوبارہ سنبھالنے کی کوششیں کرتی رہی لیکن ناکام رہی۔ 27 دسمبر 1949ء کو ملک آزاد ہو گیا تاہم ایریان بایات (مغربی نیوگنی جو اب ایریان جایا کہلاتا ہے) ڈچ کنٹرول ہی میں رہا۔

سوکارنو ملک کا پہلا صدر بن گیا۔ اگلے چھ برسوں کے دوران تنظیم نو' انتظامیہ آبادکاری اور ترقی کے شعبوں میں بہت کم پیشرفت ہوئی اگرچہ صحت اور تعلیم کے میدانوں میں ترقی ہوئی۔ معیشت

خطرناک صورتحال میں تھی اس کے باوجود سوکارنو نے نئے قومی تشخص کو ابھارنے کیلئے ایک پروگرام کے تحت ثقافتی خود آگاہی اور خود اظہاری کے شاندار منصوبے شروع کیے وہ ان میں کامیاب رہا مگر اس کی تباہ کن قیمت ادا کرنا پڑی۔

پہلے عام انتخابات ستمبر 1955ء میں ہوئے جس میں سوکارنو اور پی این آئی نے معمولی اکثریت حاصل کر لی۔ ایوان نمائندگان میں انہیں 57 سیٹیں ملیں۔ انڈونیشین کمیونسٹ پارٹی (پی کے آئی) نے 39 سیٹیں جیتیں اور جلد ہی اس نے پورے ملک میں اپنی طاقت کا دائرہ مستحکم کر لیا۔ جولائی 1957ء کے صوبائی انتخابات میں کمیونسٹ پارٹی نے کل ووٹوں کا 34 فیصد حاصل کیا جو باقی تین جماعتوں میں سے ہر ایک کے حاصل کردہ ووٹوں سے کہیں زیادہ تھا۔

1958ء کے شروع میں سوکارنو ملک سے باہر تھا کہ سینئر فوجی افسروں اور سیاستدانوں کے ایک گروپ نے ملک کے نائب صدر محمد حتیٰ کی زیرقیادت نئی حکومت قائم کر لی جسے انڈونیشی جمہوریہ کی انقلابی حکومت (پی آر آر آئی) کا نام دیا گیا۔ فوراً بعد ہی سلاویسی اور سماٹرا میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ سال کے وسط میں فوج نے یہ بغاوت کچل دی جس کے بعد ملک میں اس نے طاقتور مقام حاصل کر لیا اور جنرل عبدالحارث ناسوشن سب سے طاقتور فوجی لیڈر بن کر ابھرا۔ فوج کی طاقت کو متوازن کرنے کیلئے سوکارنو نے کمیونسٹ پارٹی سے تعلقات مستحکم کیے۔

جولائی 1960ء میں اس نے ایوان نمائندگان توڑ دیا اور ''گائیڈڈ ڈیموکریسی'' کے نام سے نیا نظام نافذ کیا۔ اگلے برس مارچ میں نیا قانون ساز ادارہ ''ایوان عوامی نمائندگان'' قائم کیا گیا۔ اس کی 238 سیٹوں میں سے 154 نام نہاد ''فنکشنل گروپوں'' کیلئے مخصوص کر دی گئیں جن میں فوج بھی شامل تھی۔ اس کے سیاسی عناصر کو ''گولکر'' کا نام دیا گیا۔ تمام ارکان منتخب کرنے کے بجائے نامزد کیے گئے اور ان میں سے 25 فیصد کمیونسٹ پارٹی کے تھے۔ ایک اور ادارہ 616 رکنی عبوری عوامی مشاورتی اسمبلی کے نام سے قائم کیا گیا اور کمیونسٹ پارٹی کے رہنما دیپا نوسنترا کو اس کا ڈپٹی چیئرمین بنا دیا گیا۔

1960ء کے آغاز میں سوکارنو نے ایریان بایات (مغربی نیوگنی) سے ولندیزیوں کو نکالنے کی کوششیں کیں۔ مشرقی نیوگنی آسٹریلیا کے قبضے میں تھا چنانچہ ان کوششوں سے دولت مشترکہ کے مفادات کو خطرہ محسوس کیا گیا۔ 1962ء میں ہالینڈ نے ایریان بایات کی عبوری ذمہ داری اقوام متحدہ کے سپرد کر دی۔ سوکارنو نے جسے اب زبردست عوامی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ اسے اپنی فتح قرار دیا اور 17 اگست کے روز 1962ء کو جشن فتح کا سال قرار دیدیا۔

اس دوران پڑوسی ملک ملایا میں 1961ء کے آخر میں وزیراعظم تنکو عبدالرحمٰن نے ملایا' سنگاپور' سراواک' برونائی اور شمالی بورنیو پر مشتمل وفاق ملائشیا بنانے کے منصوبے کا اعلان کیا۔ ایک

ریاست کے سوا باقی سب نے یہ تجویز قبول کر لی اور برطانیہ بھی متفق ہو گیا جہاں ہیرلڈ میکملن کی زیر قیادت کنزرویٹو پارٹی کی حکومت ملک کی باقی ماندہ نوآبادیوں سے نکلنا چاہتی تھی۔ تیل سے مالا مال نوآبادی برونائی استثنیٰ تھی جس کا حکمران سلطان سر عمر علی سیف الدین چاہتا تھا کہ برطانیہ اس کے دفاع اور خارجہ امور کی ذمہ داریاں نبھاتا رہے۔

تاہم ملایا' سنگاپور اور سارے بورنیو کے بارے میں سوکارنو کے اپنے عزائم تھے۔ وہ ان علاقوں کو انڈونیشیا میں شامل کرنا اور اس کے ساتھ فلپائن کو ملا کر ''ماضی لنڈو'' کے نام سے وفاق قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے خیال میں 150 ملین کی آبادی اور بے حساب قدرتی وسائل والا یہ وفاق امریکہ سوویت یونین اور چین کے مقابلے کی اقتصادی طاقت ہوتا۔ اس کے منصوبے میں برطانوی فوجوں کو ہٹانا بھی شامل تھا جس کی مخالفت نہ صرف برطانیہ بلکہ تنکو عبدالرحمٰن اور سنگاپور کے وزیراعظم لی کوان یو نے بھی کی' جنہیں شمال سے کمیونسٹ خطرے کا ڈر تھا۔ تنکو عبدالرحمٰن کے منصوبے سے سوکارنو کے عزائم کی راہ رکتی تھی' جس نے اس پر سخت حملے کیے اور اسے سامراجیوں کی نوآبادیاتی سازش قرار دیا جس کا مقصد انڈونیشیا کو گھیرے میں لینا تھا۔ کوالالمپور اور لندن میں جہاں انڈونیشیا میں کمیونزم کے پھیلاؤ پر تشویش ظاہر کی جا رہی تھی' سوکارنو کے جارحانہ لہجے کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔ نیز وہ زیادہ تر ایریان بایات کے حصول کی کوششوں میں مصروف تھا اس لئے کسی فوری مسئلے کا خطرہ نہیں تھا۔

تاہم دسمبر 1962ء میں برونائی میں اچانک بغاوت پھوٹ پڑی۔ برونائی جو 1888ء سے برطانوی تولیت میں تھا' یہاں تک کہ جنوری 1984ء میں اسے آزادی دی گئی' بورنیو کے شمال مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اگرچہ اس کا رقبہ محض 2200 مربع میل ہے' اس کے پاس تیل' قدرتی گیس اور معدنیات کے وسیع ذخائر ہیں۔ 1960ء کی دہائی کے شروع میں اس کی آبادی 85 ہزار تھی جس کا نصف ملائی اور چوتھائی چینی تھی اور باقی ماندہ ابان' پونان اور دوسرے قبائل تھے جو جنگلات سے گھرے اندرونی علاقوں میں آباد تھے۔

تیل یہاں 1929ء میں دریافت ہوا تھا لیکن شیل کمپنی سے بھاری منافع لینے کے باوجود عوام کو اس سے بہت کم فائدہ پہنچا۔ ملک میں رہائشی تعلیمی اور صحت کی سہولیات بہت کم تھیں۔ دولت پر قابض حکمران طبقے کی نااہلی اور بدعنوانی کی وجہ سے حالات مزید خراب ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں بے چینی پیدا ہوئی اور 1953ء میں بغاوت ہو گئی جسے کسی مشکل کے بغیر دبا دیا گیا۔

سلطان کے پاس مطلق اختیارات تھے۔ 1962ء میں اس نے نیم دلی سے جمہوریت متعارف کرانے کی کوشش کی جو قانون ساز ادارے کے انتخاب کا حق دینے پر مشتمل تھی تاہم اس نے کہا کہ وہ آدھے سے زیادہ ارکان خود نامزد کرے گا باقی پر الیکشن ہوں گے۔ الیکشن ستمبر میں ہوئے اور

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

تمام منتخب سیٹیں پارٹائی رعایات (پیپلز پارٹی) نے جیت لیں جو سراواک اور شمالی بورنیو کے ساتھ متحدہ ریاست بنانا اور بعدازاں ملائشیا کے وفاق میں شمولیت چاہتی تھی۔ اتحاد کی تجویز کے پیچھے یہ نظریہ تھا کہ یہ متحدہ ریاست وفاق ملائشیا میں ملایا یا سنگاپور کی بالادستی نہیں ہونے دیگی۔ سلطان اس کا مخالف تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وسیع دولت میں اس کے دو پڑوسی ملک بھی حصہ دار بنیں۔

پیپلز پارٹی کا ایک خفیہ فوجی بازو' تینتر انیشنل کلمینتان یوتارا (شمالی کلمینتان نیشنل آرمی' ٹی این کے یو) کے نام سے قائم تھا جس کی قیادت اے ایم اظہری کے پاس تھی۔ اس کے سوکارنو حکومت سے قریبی تعلقات تھے جو ٹی این کے یو کے افسروں کو' بشمول اس کے کمانڈر یاسان آفندی' گوریلا جنگ کی تربیت دیتی تھی۔ 1962ء کے آخری حصے میں ٹی این کے یو کے پاس 4 ہزار افراد تھے ان میں سے 2250 پوری طرح تربیت یافتہ تھے انہیں 150 افراد پر مشتمل 15 کمپنیوں میں تقسیم کیا گیا تھا تاہم ان کے پاس بہت کم اسلحہ تھا۔

گڑبڑ کی پہلی نشاندہی اپریل 1962ء میں اس اخباری رپورٹ کی شکل میں ہوئی جس میں بتایا گیا تھا کہ جنگل میں باغی گروپ تربیت حاصل کر رہے ہیں اور بازاروں سے خاکی کپڑا بڑی مقدار میں خریدا جا رہا ہے۔ پھر نومبر میں سراواک کے پانچویں ڈویژن (صوبے) کے برطانوی ریذیڈنٹ رچرڈ موریس کو اطلاع ملی کہ برونائی میں گڑبڑ ہونیوالی ہے۔ اس نے سراواک کے دارالحکومت کو چنگ میں یہ اطلاع پہنچا دی۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تاہم 23 نومبر کو اسے اطلاع ملی کہ 19 دسمبر کے بعد بغاوت ہوگی۔ یہ اطلاع مشرق بعید کیلئے برطانوی کمانڈر انچیف ایڈمرل سرڈیوڈ لوس کو پہنچا دی گئی' جس نے اپنے چیف آف سٹاف میجر جنرل بریان وائلڈ بورسمتھ کو ہنگامی منصوبہ بندی کا جائزہ لینے کی ہدایت کی۔

6 دسمبر کو موریس تک یہ اطلاع پہنچی کہ بغاوت 8 تاریخ کی صبح کو شروع ہوگی۔ اگلے روز چوتھے ڈویژن کے ریذیڈنٹ کو خبردار کیا گیا کہ بغاوت ہونے والی ہے۔ برونائی اور سراواک کے انتظامی حکام کو خبردار کر دیا گیا اور سراواک پولیس فیلڈ سٹیشن (پی ایف این) کا دستہ ساحلی شہر میری روانہ کر دیا گیا جو برونائی کی سرحد سے 20 مغرب میں واقع ہے۔ ساتھ ہی بورنیو کے شمال مغربی ساحل سے 6 میل دور واقع جزیرے لابوان میں تعینات رائل ایئرفورس کے دستے کے کمانڈر نے پی ایف ایف کی ایک پلاٹون برونائی ٹاؤن بھجوا دی۔

بغاوت 8 دسمبر کی صبح دو بجے ملک بھر میں حملوں کے ساتھ شروع ہوگئی۔ دارالحکومت برونائی ٹاؤن میں 300 باغیوں نے سلطان کے محل اور وزیراعظم کی رہائش گاہ پر حملے کیے۔ انہیں پسپا کر دیا گیا۔ لیکن ٹی این کے یو نے دارالحکومت کے بجلی گھر پر قبضہ کر کے سپلائی کاٹ دی۔ ساتھ ہی ٹوٹونگ اور سیریا کے شہروں اور ضلع ٹمبرونگ میں تھانوں پر حملے کیے گئے۔ برونائی سے باہر شمالی بورنیو

کے مغربی علاقے اور سراواک کے پانچویں ڈویژن میں بھی حملے کیے گئے جہاں باغیوں نے دارالحکومت لمبانگ پر قبضہ کر لیا۔

گڑبڑ کی پہلی اطلاع سنگاپور اور ایڈمرل لوس کے ہیڈکوارٹر کو 8 دسمبر کی صبح 4 بجے ملی۔ ہیڈکوارٹر کے 99ویں کور انفنٹری بریگیڈ کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے 'سٹینڈ بائی یونٹ' فرسٹ بٹالین دی کوئنز اون ہائی لینڈرز (1 کیو او ایچ) کو 48 گھنٹوں میں برونائی تعینات کیے جانے کیلئے الرٹ رکھے تاہم بٹالین اس وقت ملایا کے مغربی ساحل پر زیر تربیت تھی۔ چنانچہ سنگاپور کی سلم بیرکس میں تعینات فرسٹ بٹالین کی دوسری گورکھا رائفلز کو یہ ذمہ داری دی گئی۔ اس دن عصر کے وقت سی اور ڈی کمپنیوں پر مشتمل فوجی دستہ تین طیاروں کے ذریعے برونائی کی طرف پرواز کر گیا۔ وہ لابوان اترے اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعے برونائی ٹاؤن کیلئے روانہ ہوئے۔

رات کو لڑائی ہوئی اور ڈی کمپنی نے باغیوں کو شہر سے نکال دیا۔ لڑائی میں 24 باغی مارے گئے۔ اس دوران سی کمپنی مغرب میں سیریا کی طرف گئی جہاں لڑائی میں 7 باغی ہلاک' 20 زخمی اور 100 گرفتار ہوئے۔ اگلے روز سنگاپور سے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل گارڈن شیکسپیئر اور اس کی بٹالین بھی پہنچ گئی جبکہ اے کمپنی کو 10 میل دور سراواک کے ساحل پر بھیج دیا گیا جہاں اس نے تیل کا کنواں اور ہوائی اڈہ قبضہ میں لے لیا۔ 10 دسمبر کی صبح 99 گورکھا انفنٹری بریگیڈ برونائی ٹاؤن پہنچ گیا۔

11 دسمبر کو 1 کیو او ایچ نے اندوکی ایئرپورٹ پہنچ کر اسے باغیوں سے چھڑا لیا اور سیریا پر حملہ کر دیا۔ اسی دن بی کمپنی بھی اندوکی پہنچ گئی جس نے کوالا بلیٹ کا شہر باغیوں سے چھین لیا۔ لڑائی میں 4 باغی ہلاک اور 16 زخمی ہوئے۔

برطانوی یونٹ دوسرے مقامات پر بھی باغیوں سے لڑتے رہے۔ سراواک کے پانچوں ڈویژن میں رائل میرین نے لمبانگ کا شہر واپس لے لیا جبکہ چوتھے ڈویژن میں رائل گرین جیکٹس نے ٹی این کے یونٹ کا صفایا کر دیا۔

ایک ہفتے میں بغاوت ختم ہو چکی تھی اور برطانوی فوج کا پورا کنٹرول قائم ہو چکا تھا۔ اس کے 7 سپاہی ہلاک اور 28 زخمی ہوئے تھے' جبکہ باغیوں کے 40 سپاہی ہلاک 1897 گرفتار ہوئے تھے ان کے 1500 حامیوں کو واپس ان کے گھر بھجوا دیا گیا۔ باقی ماندہ جنگل میں فرار ہوگئے۔ بعض سرحد عبور کر کے کلمینتان جانے کی کوشش میں قبائلیوں کے ہاتھوں پکڑے گئے۔ ان کی بے قاعدہ فوج کی قیادت سراواک میوزیم کے نگران ٹام ہیریسن کے پاس تھی۔ وہ جنگ عظیم دوئم میں شریک رہ چکا تھا۔ اس وقت اس نے جاپانیوں کے مقابلے کیلئے قبائلیوں کو تیار کیا تھا۔ اس دوران بغاوت کے دو رہنما اظہری اور یاسان آفندی مفرور رہے۔

سوکارنو کو برطانوی فوج کی تیزی سے واپسی کی جو امید تھی وہ جلد ختم ہوگئی۔ 19 دسمبر کو

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

17 گورکھا انفنٹری ڈویژن کا کمانڈر میجر جنرل والٹر برونائی میں برطانوی فوج کا کمانڈر بن کر آیا۔ اس نے ٹی این کے یو کے باقی ماندہ عناصر کا اگست 1963ء سے پہلے پہلے صفایا کرنے کی مہم شروع کی۔ اس تاریخ تک وفاق ملائیشیا کے قیام کا اعلان ہونا تھا۔ بغاوت کے تین ہفتے بعد پورے علاقے میں برطانوی فوج کی تعداد بڑھا دی گئی تھی۔ برونائی اور مشرقی سراواک 99 گورکھا انفنٹری بریگیڈ کی نگرانی میں دے دیئے گئے جبکہ ہیڈ کوارٹر 3 کمانڈو بریگیڈ 1 اور کچھ دوسرے یونٹ مغربی سراواک میں متعین کیے گئے۔

1 کیو او ایچ کی ایک کمپنی شمالی بورنیو میں تواؤ کے مقام پر تعینات کی گئی۔ مقامی فوج رائل برونائی ملے رجمنٹ، سراواک رینجرز، پولیس اور 4 ہزار قبائلی دستوں پر مشتمل تھی۔

18 مئی کو برونائی میں سیکنڈ بٹالین سیونتھ گورکھا رائفلز (7/2 جی آر) کے فوجی ایک مخبر کی قیادت میں منگردو کے جنگل میں اس مقام کی طرف گئے جہاں باغیوں کا ایک کیمپ واقع تھا۔ انہوں نے حملہ کر کے باغیوں کو اس طرف بھگا دیا جہاں کئی دوسرے دستے گھات لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کارروائی میں 10 باغی ہلاک یا گرفتار کیے گئے۔ قیدیوں میں یاسان آفندی بھی شامل تھا۔ اس کی گرفتاری سے برونائی میں بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اظہری انڈونیشیا میں ہے۔

واکر کی فوج کو تین بریگیڈوں میں منقسم کیا گیا۔ وسطی اور مشرقی بریگیڈ کے ذمے برونائی، سراواک کے پانچوں ڈویژن کا کچھ علاقہ اور صباح تھا جبکہ مغربی بریگیڈ کے پاس سراواک کے باقی چار ڈویژن تھے۔ وسطی اور مشرقی بریگیڈوں کی کمان شروع میں واکر کے نائب بریگیڈیئر جیک گلینی اور مغربی بریگیڈ کی کمان بریگیڈیئر ایف سی بارٹن کے پاس تھی۔ جنوری 1964ء میں موخر الذکر بریگیڈ کو بریگیڈیئر اے جی پیٹرسن کی قیادت میں دے دیا گیا۔

رائل ایئر فورس کی مدد درمیانے فاصلے تک جانے والے ٹرانسپورٹ طیاروں ہیسٹنگز اور بیورلے کی شکل میں تھی۔ بیلویڈیر، سائیکامور اور ورل ونڈ ہیلی کاپٹر بھی دستیاب تھے۔ بعد ازاں نیوی کے فضائی سکواڈرن بھی ایچ ایم ایس البیوں کے ذریعے پہنچ گئے۔ اس جہاز کے ساتھ متعدد فریگیٹ اور ساحلوں پر بارودی سرنگیں صاف کرنے والے جہاز بھی تھے۔

برونائی میں بغاوت کی ناکامی کے باوجود سوکارنو ملائشیا کے قیام کے منصوبے کو سبوتاژ کرنے کیلئے تیار تھا۔ اس کا ابتدائی منصوبہ سیاسی اور فوجی ذرائع، جن میں گوریلا جنگ بھی شامل تھی، کے ذریعے سراواک اور شمالی بورنیو کو وفاق میں شامل ہونے سے روکنا تھا۔

بورنیو کے شمال اور شمالی مغربی علاقے میں واقع ریاست سراواک کا رقبہ 47 ہزار مربع میل ہے۔ اس وقت یہ پانچ ڈویژنوں پر مشتمل تھی جن کے سربراہ برطانوی ریذیڈنٹ ہوتے تھے۔ ہر ڈویژن ضلعوں میں منقسم تھے۔ شمالی بورنیو کو چار ریذیڈنسیوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ساحلی علاقہ جس میں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

برونائی بھی شامل تھا، ہموار اور نشیبی میدانوں پر مشتمل ہے جہاں آبادی کے بڑے مراکز واقع ہیں۔ اندرونی ملک میں گھرے استوائی برساتی جنگل ہیں جب کہ کلیمنٹان سے ملحق ایک ہزار میل لمبی سرحد کے ساتھ ساتھ جنگلات سے اٹے پہاڑ ہیں۔ اندرونی حصہ ملک میں بہت کم سڑکیں ہیں اور مواصلات کا نظام زیادہ تر دریاؤں یا فضائی راستے پر مشتمل ہے۔ تینوں ریاستوں کی آبادی ملائی، چینی اور قدیم قبائل کا آمیزہ ہے۔

عام اندازے کے برعکس کہ بغاوت ختم ہو چکی ہو گی، میجر جنرل واکر کو یقین تھا کہ سوکارنو پیچھے نہیں ہٹے گا۔ نیز اسے یہ بھی پتہ تھا کہ ایک ایسی تنظیم بھی موجود ہے جو وفاق ملائشیا کے قیام کو سبوتاژ کرنے میں سوکارنو کے ساتھ ہے۔ یہ تنظیم ''کلینڈسٹائن کمیونسٹ آرگنائزیشن'' (سی سی او) تھی جو سراواک کے شہروں میں بڑی تعداد میں آباد چینی باشندوں پر مشتمل تھی۔ 1963ء میں اس کے ہارڈ کور کارکنوں کی تعداد 1000 تھی جو 250 کیڈروں میں منظم تھے۔ ان کے علاوہ مزید ساڑھے تین ہزار کارکن بھی تھے۔ جن میں سے ایک ہزار کلیمنٹان میں انڈونیشی فوج سے تربیت حاصل کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ سی سی او 25 ہزار حامیوں کی امداد بھی طلب کر سکتی تھی۔ واکر نے بغاوت کے بعد تنظیم کے 300 ممتاز کارکن حفظ ماتقدم کے طور پر گرفتار بھی کئے۔

سی سی او کے علاوہ ایک بے قاعدہ فوج بھی خطرے کا باعث تھی، جسے برطانویوں نے انڈونیشین بارڈر ٹیرارسٹس (آئی بی ٹی) کا نام دے رکھا تھا۔ اس کے سپاہیوں کی تعداد 15 سو تھی اور اسے انڈونیشیا کی باقاعدہ فوج کی مدد بھی حاصل تھی۔ اسے 8 آپریشنل یونٹوں میں منقسم کیا گیا تھا۔

واکر کو علم تھا کہ اس کی فوج کسی بڑی بغاوت کو دبانے کیلئے ناکافی ہو گی۔ سوکارنو کے وزیر دفاع جنرل عبدالحارث ناسوشن نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس نے بتایا تھا کہ بورنیو میں برطانیہ کے زیر قبضہ ریاستوں کو کلیمنٹان کی پناہ گاہوں سے چلائی جانے والی گوریلا جنگ کے ذریعے آزاد کرایا جا سکتا ہے چنانچہ واکر کا عزم تھا کہ سی سی او کو انڈونیشی فوج کی مدد سے محروم کرنا ہو گا۔ لیکن ایسا کرنے کیلئے ضروری تھا کہ ایک ہزار میل لمبی سرحد کے ساتھ ساتھ واقع جنگل کے تمام علاقے میں اس کی فوج کا غلبہ ہو، جو صرف 6 بٹالینوں اور کچھ مقامی یونٹوں کے ساتھ ناممکن تھا۔ اسے جاسوسی پر بہت زیادہ انحصار کرنا تھا تاکہ جہاں ضرورت ہو، وہاں فوج تعینات کی جائے۔

واکر نے اپنی آمد کے فوراً بعد درخواست کی کہ 22 ویں ایس اے ایس رجمنٹ کا کمانڈر، لیفٹیننٹ کرنل جان ووڈ ہاؤس بورنیو پہنچے۔ وہ جنوری میں پہنچا۔ واکر نے ووڈ ہاؤس کی یہ تجویز مان لی کہ ایس اے ایس کے گشتی دستے سرحد پر تعینات کر کے مقامی قبائل سے رابطہ قائم کریں اور انڈونیشی سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ چنانچہ میجر جان ایڈورڈز کی کمان میں ایک سکواڈرن برطانیہ سے بلا کر بورنیو میں تعینات کر دیا گیا۔

سکواڈرن کا پہلا ڈویژن فرسٹ ٹروپ کو دیا گیا جس کی کمان کیپٹن رے انگلینڈ کے پاس تھی۔ اس نے اپنا اڈہ ایک گاؤں پروان میں قائم کیا اور اینجلیکن برادری کے سکول' میڈیکل ڈسپنسری اور گرجا کو قبضہ میں لیا اس نے چار چار افراد کے چار گشتی دستے 25 میل کے فاصلے پر تعینات کیے گئے۔ ہر ایک کے علاقے میں تقریباً 25 دیہات آئے تھے۔ کیپٹن بل ڈوڈ کے دستے کو شمالی سراواک میں چوتھے ڈویژن کا علاقہ دیا گیا جبکہ سارجنٹ ریان سمتھ شمالی بورنیو کا ذمہ دار تھا۔

یہ دستے اپنے اپنے مقامات پر تین ماہ تک متعین رہے۔ اس دوران انہوں نے مقامی آبادی سے قریبی تعلقات استوار کر لئے اور انہیں آمادہ کر لیا کہ وہ ان کیلئے انڈونیشی سرگرمیوں کی جاسوسی کریں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے علاقے کی سرزمین کے بارے میں معلومات حاصل کیں تا کہ یہ یقین کیا جا سکے کہ کون کون سے مقامات گھات لگا کر حملے کرنے کیلئے موزوں ہیں' کن کن مقامات سے سرحد عبور کی جاسکتی ہے اور کون سے مقامات پر پیراشوٹ اتارے جاسکتے ہیں۔

اگرچہ واکر سوکارنو کے عزائم کے بارے میں مشکوک تھا لیکن فوری مسئلے کی کوئی علامت نہیں تھی چنانچہ اپریل میں اسے مشرق بعید کے کمانڈر انچیف نے واپسی کا حکم دیا۔ وہ تیاری کر رہا تھا کہ 12 اپریل کو 30 انڈونیشی فوجیوں نے پروان سے 20 میل مشرق میں تبیدو کی پولیس چوکی پر حملہ کیا جس میں ایک افسر ہلاک اور دو کانسٹیبل زخمی ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مقامی بازار پر حملہ کر کے اسے بھی لوٹ لیا۔ یہ گاؤں سرحد سے صرف دو میل کے فاصلے پر واقع تھا اور حملے کی پیشگی اطلاع ممکن نہیں تھی تاہم بعد میں مقامی آبادی نے انہیں نزدیکی سرحدی دیہات گنی' سیدوت' کپالا بیانگ میں انڈونیشی فوجیوں کی موجودگی کی اطلاع دی یہ فوجی تعداد میں ایک کمپنی کے برابر تھے۔

حملہ آور تبیدو میں کچھ دستاویزات چھوڑ گئے تھے جن کا مقصد یہ تاثر دینا تھا کہ حملہ ٹی این کے یو کے گوریلوں نے کیا ہے لیکن بعد میں واضح ہو گیا کہ حملہ آور انڈونیشی فوجی تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انڈونیشی فوج کے پیرا کمانڈوز' نیوی کے میرین اور ایئر فورس کے پیرا ٹروپر آئی بی ٹی کے یونٹوں کو سراواک میں اپریشن کی تربیت دے رہے تھے۔ اس کے بعد بھی کئی ٹھکانوں پر حملے ہوئے جس کا مقصد وہاں سے اسلحہ حاصل کرنا تھا۔ برطانویوں نے کمپونگوں (دیہات) کے نزدیک سرحد کے ساتھ ساتھ قلعے قائم کیے۔ ہر قلعے میں خوب اسلحہ تھا اور ایک ہیلی کاپٹر پیڈ بھی تھا۔

17 مئی کو انڈونیشیوں نے ایک شہری ٹھکانے پر حملہ کیا جس کے بعد میجر جنرل واکر کو مزید فوج طلب کرنا پڑی۔ چنانچہ دسویں گورکھا رائفلز کی پہلی بٹالین تیسرے ڈویژن کے علاقے میں اور دوسری بٹالین دوسرے ڈویژن کے علاقے میں تعینات کی گئی۔

اپریل میں تبیدو پر حملے کے فوراً بعد علاقے میں 22 ایس اے ایس کے اے سکواڈرن کی جگہ ڈی سکواڈرن نے لے لی۔ تاہم دو ہی ہفتے بعد المیہ رونما ہوا جب 22 ایس اے ایس کا

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI

ڈپٹی کمانڈر میجر رونالڈ نارمن' رجمنٹ کے اپریشن آفسر میجر ہیری تھامپسن اور سگنلر کارپورل ایم پی مرفی کے ہمراہ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارا گیا۔ ان کے ہمراہ مزید 6 افراد بھی ہلاک ہوئے جو ہیلی کاپٹر پر سوار تھے۔

سراواک اور شمالی بورنیو بھر میں گشتی دستے تعینات کرنے کے علاوہ ڈی سکواڈرن کو سرحدی سکاؤٹس کی تربیت کی ذمہ داری بھی دی گئی۔ یہ ایک بے قاعدہ فوج تھی جو مقامی قبائل سے 1963ء میں بنائی گئی تھی اس کا کمانڈر میجر جان کراس تھا۔ سکاؤٹس کا بنیادی کردار جاسوسی کرنا اور انڈونیشی دخل اندازی کو روکنا تھا۔ یہ کئی سیکشنوں میں منظم تھے جن کی کمان گورکھا انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی کے این سی او کر رہے تھے۔ ان کے اڈے یا تو قبائلی بستیوں میں تھے یا پھر سرحد کے ساتھ سیکیورٹی فورسز کے اڈوں میں قائم تھے۔ ایک سال بعد سراواک میں ان سکاؤٹس کی تعداد 1500 ہو چکی تھی جبکہ شمالی بورنیو میں بھی ایک ہزار مزید سکاؤٹس موجود تھے۔

اگست میں فلپائن کے دارالحکومت منیلا میں ایک سہ فریقی کانفرنس ہوئی جس میں تنکو عبدالرحمان نے پرامن حل تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ وہ اس بات پر بھی آمادہ ہو گیا کہ اقوام متحدہ کے مبصرین عوام کی مرضی جاننے کیلئے سراواک اور شمالی بورنیو کا دورہ کریں۔ اس دوران انڈونیشی سراواک میں دراندازی کرتے رہے۔ اگست کے دوسرے ہفتے میں آئی بی ٹی کے 60 سپاہیوں نے باقاعدہ فوج کی مدد سے سنگی بنکلت کے مقام پر تیسرے ڈویژن کی سرحد عبور کی اور دریائے راجانگ پر واقع سونگ کے مقام کی طرف بڑھے۔ مہینے کے آخر میں اتنے ہی مزید فوجیوں نے پہلے ڈویژن کے مقام گمبانگ پر ناکام حملہ کیا دونوں حملوں میں گورکھا یونٹوں نے انہیں روکا۔

16 ستمبر 1963ء کو وفاق ملائیشیا وجود میں آ گیا۔ اس سے پہلے اقوام متحدہ نے تصدیق کر دی تھی کہ سراواک اور شمالی بورنیو کے عوام کی اکثریت اس وفاق کی حامی ہے۔ شمالی بورنیو کو بعدازاں صباح کا نام دے دیا گیا۔ سوکارنو نے وفاق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اسے تباہ کرنے کیلئے کوششیں تیز کر دیں۔

اس کا پہلا ردعمل تیسرے ڈویژن کے 30 میل اندر لانگ جاوی نامی قصبے پر حملہ تھا یہاں کینیاں اور کے یان قبیلے آباد تھے۔ قصبے میں بارڈر اسکاؤٹس کی ایک چوکی قائم تھی۔ ایک اور چوکی 50 میل شمال مغرب میں لانگ لیناؤ کے مقام پر بنائی گئی تھی۔

چوکی پر دو گورکھا این سی او' دو بندوق بردار' دو ریڈیو آپریٹر اور بارڈر سکاؤٹس کا ایک دستہ تعینات تھا۔ 25 ستمبر کو تیسرے ڈویژن کی ذمہ دار یونٹ 2/1 جی آر کا کیپٹن جان برلی سن وہاں آیا۔ اس کے ساتھ دو افسر تھے جنہوں نے این سی اوز کی جگہ لینی تھی۔ برلی سن' جو دو روز بعد واپس چلا گیا' علم نہیں تھا کہ انڈونیشیوں کی ایک بڑی فوج گاؤں میں چھپی ہوئی ہے۔ اگلے

روز ایک سکاؤٹ نے جو بلا اجازت اپنی بیمار بیوی سے ملنے گاؤں چلا گیا تھا' واپس آ کر رپورٹ دی کہ چوکی پر حملہ ہونیوالا ہے۔

انڈونیشیوں نے صبح کے وقت چھوٹے اسلحے اور ہلکی توپوں سے حملہ کر دیا۔ بارڈر اسکاؤٹس اور گورکھوں نے سخت دفاع کرنے کی کوشش کی۔ دشمن کا ایک دستہ چوکی کے سگنل سنٹر پر پہنچ گیا اور دونوں ریڈیو آپریٹروں سمیت 3 فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ بعض سکاؤٹ پہاڑی کی دوسری طرف اتر کر فرار ہونے کی کوشش کرنے لگے لیکن ایک کے سوا باقی سب پکڑے گئے۔ بچنے والا واپس چوکی کی طرف پلٹ آیا۔

لڑائی دو گھنٹے جاری رہی جس میں کئی انڈونیشی مارے گئے۔ اس وقت چوکی پر زندہ بچ جانے والے صرف 5 گورکھے اور باقی ماندہ بارڈر سکاؤٹ تھے۔ دو گورکھے زخمی ہو چکے تھے۔ بہت کم اسلحہ باقی بچا تھا چنانچہ این سی او کارپورل تیز بہادر گورنگ نے پسپائی کا فیصلہ کیا۔ دو زخمی گورکھوں کو گھسیٹتے ہوئے یہ لوگ جنگل پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں سے تیز بہادر نے دیکھا کہ دشمن نے ایک گھنٹہ بعد پھر چوکی پر حملہ کیا اور اسے خالی پا کر سارا دن ادھر ادھر گولہ باری کرتا رہا۔ اگلے روز زخمیوں کو ابتدائی طبی امداد دیکر اور جنگل میں چھپا کر' تیز بہادر' دو گورکھے اور باقی سکاؤٹس قریبی گاؤں کو روانہ ہوئے۔ چار دن بعد وہ بلاگائے کے مقام پر پہنچے اور صورتحال بتائی۔

چنانچہ 2/1 جی آر نے فوری آپریشن شروع کیا اور اس کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل جان کلیمنٹ نے اپنے فوجیوں کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ان مقامات پر تعینات کر دیا جہاں سے دشمن کی فوج کے گزرنے کا زیادہ امکان تھا۔ اگلے چند ہفتوں میں انہوں نے تقریباً آدھے انڈونیشیوں کا صفایا کر دیا جبکہ باقی سرحد عبور کر کے کلیمنتان کو فرار ہو گئے۔

لانگ جاوی پر حملے کے بعد سکواڈرن اے کو پھر تیسرے ڈویژن کے علاقے میں تعینات کر دیا گیا جہاں اس نے کلیمنتان کے اندر واقع اس اڈے کا سراغ لگایا جہاں سے حملہ کیا گیا تھا۔ چوتھا ٹروپ صباح کی طرف روانہ کر دیا گیا جہاں اس نے گاپ کے علاقے میں دراندازی سے نمٹنے میں چھ ہفتے صرف کیے۔

دسمبر میں ڈی سکواڈرن واپس بورنیو آ گیا تا ہم سکواڈرن اے کو فارغ کر کے میجر راجر وو ڈی وس کو بتایا گیا تھا کہ اس کی بڑی ذمہ داری دراندازی کا سراغ لگانا اور اسے روکنا ہے جو بدستور جاری تھی۔ ایک واقعہ تو دسمبر میں ہوا تھا جب انڈونیشیوں کی ایک بڑی فوج نے صباح کے جنوب مشرق میں سنگی لیرو ڈونگ کے مقام کالا باحان پر حملہ کیا تھا۔ بعدازاں 10/1 جی آر نے اس کا صفایا کر دیا۔ ڈی سکواڈرن کا دوسرا کام حملہ آور گروپوں کو روکنے میں انفنٹری یونٹوں کی مدد تھا' اور انہیں ایسے مقامات کی نشاندہی کرنا تھا جہاں دشمن پر گھات لگا کر حملہ کیا جا سکے۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

22 جنوری 1964ء کو لانگ پاسیا بلیج کے علاقے میں' جو صباح کے جنوب مغربی کونے میں جنگلوں اور پہاڑوں پر مشتمل بے آباد رقبہ ہے' سارجنٹ باب کرٹین کی زیر قیادت ایک گشتی دستے نے 20 افراد کے ایک گروہ کے قدموں کے نشانات دیکھے جو سرحد سے شمال کو جا رہے تھے۔ اگلے روز لانگ میاؤ کے مشرق میں بھی 20 افراد کے ایک اور گروہ کے نشانات نظر آئے۔ سکاؤٹس ان کا پیچھا کرتے ہوئے شمال کی طرف گئے اور ایک کیمپ میں پہنچے جہاں 200 افراد دو راتوں کیلئے رکے ہوئے تھے تا کہ 22 تاریخ کی صبح دوبارہ سفر شروع کر سکیں۔ معلوم ہوا کہ دو بٹالین انڈونیشی فوج بلیج کے جنوب میں لانگ باوان کے علاقے میں موجود ہے اور ایک بڑی دراندازی ہو چکی ہے۔

اطلاع ملنے پر رائل لیسٹر شائر رجمنٹ کی پہلی بٹالین کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل بیجر نے اپنے دستوں کو دشمن کی واپسی کے ممکنہ راستوں پر تعینات کر دیا۔ سکینڈ لیفٹیننٹ مائک پیل کو حکم دیا گیا کہ وہ پوری رفتار سے دشمن کے کیمپ پر جائے۔ چنانچہ وہ اور اس کے فوجی 24 جنوری کو وہاں پہنچے اور دیکھا کہ دشمن کے فوجی مشرق کی طرف گئے ہیں۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ ایک اور کیمپ کے قریب پہنچے جس میں 80 افراد موجود تھے۔ دو گھنٹے بعد انہوں نے گولیاں چلنے کی آواز سنی جو اشارہ دینے کیلئے چلائی گئی تھیں۔ مزید قریب جا کر انہوں نے دیکھا کہ کیمپ ایک ندی کے کنارے ہے۔

ایک بجے دوپہر پیل نے 8 فوجیوں کا ایک گروپ راستہ کاٹنے کیلئے دشمن کے عقب میں بھیجا۔ باقی فوجی کیمپ کی طرف بڑھے تا کہ قریب جا کر حملہ کریں لیکن ابھی وہ 40 گز دور تھے کہ ایک انڈونیشی فوجی نے انہیں دیکھ لیا جس کے بعد ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ پیل اور اس کے فوجیوں نے فوراً حملہ کر دیا اور مشین گن چلانے والے سمیت 6 انڈونیشی ہلاک کر دیئے باقی بڑی مقدار میں اسلحہ چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ فرار ہونیوالوں میں دو اگلے روز پکڑے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا ہدف برونائی تھا جہاں انہوں نے متعدد حملے کرنے تھے۔

فروری میں سارجنٹ رچرڈسن کی کمان میں ایک گشتی دستے کو بلیج کی سرحد کے ساتھ ساتھ گشت کا حکم ملا جہاں اس کے ساتھ سارجنٹ باب کرٹین کے گشتی دستے نے آن ملنا تھا۔ علاقہ پہاڑی تھا اس لئے سفر لمبا اور مشکل تھا۔ 12 مارچ کو گشتی دستہ سنی پلانڈوک پہنچا اور وہاں سے شمال کی طرف بڑھا تا ہم چند سو گز دور جا کر ہی انہیں ریت پر قدموں کے نشانات نظر آئے۔ ایک گھنٹے بعد رچرڈسن نے ایک آدمی کو مچھلیاں پکڑے ہوئے دیکھا۔ جب اسے ملائی زبان میں مخاطب کیا گیا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ مزید آگے ایک محافظ کی پوزیشن ملی اور پھر دو راستے نظر آئے جو بڑے کیمپوں کو جاتے تھے ہر کیمپ میں 100 افراد آ سکتے تھے اور لگتا تھا کہ انہیں کئی روز پہلے خالی کیا گیا ہے۔ مزید جستجو سے ایک بڑا راستہ بڑے کیمپ سے شمال کی طرف جاتا ہوا نظر آیا۔

رچرڈسن کے گشتی دستے نے علاقے میں موجود سارے فوجیوں کو خبردار کر دیا۔ تا ہم اس

دوران واضح ہو چکا تھا کہ مشن خطرے میں پڑ چکا ہے۔ قدموں کے تازہ نشانات سے پتہ چلتا تھا کہ محافظ ان تین افراد میں سے ایک تھا جنہیں کیمپوں پر نظر رکھنے کیلئے وہیں چھوڑ دیا گیا تھا اور جواب حملہ آور فوج کو یہ بتانے جا رہے تھے کہ برطانوی فوج اس کے عقب میں ہے۔ اگلی صبح گشتی دستے نے حملہ آوروں کے راستے پر شمال کی طرف چلنا شروع کیا۔

اس راستے کی جانچ پڑتال سے معلوم ہوا کہ انڈونیشی فوج اسے باقاعدگی سے استعمال کرتے رہے ہیں اور یہ کہ دس افراد کا ایک گروپ ایک ہفتہ قبل ایک مقام پر موجود رہا ہے۔ ایک اور جگہ نئے راستے کا سراغ بھی ملا۔ ووڈی دس نے اس مرحلے پر انفنٹری کی مدد طلب کر لی۔ وہ پہلے مشرق پھر جنوب کی طرف بڑھے اور اگلے روز اس راستے پر پہنچ گئے جہاں سے مداخلت ہوئی تھی۔ ان کے پیچھے کچھ فاصلے پر واٹکنسن اور اس کی پلٹن تھی۔ اچانک چھپے ہوئے 20 انڈونیشی فوجیوں نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے سارجنٹ بیکسٹن ہلاک ہو گیا۔ حملہ آور فوراً ہی فرار ہو گئے۔ بعد ازاں علاقے کی تلاشی سے ایک کیمپ کا سراغ ملا جہاں پچھلی رات 190 افراد نے قیام کیا تھا۔

ایک ہفتہ بعد 14 جون کو ایک اور دراندازی ہوئی اور 40 انڈونیشی کابو کے جنوب مغرب میں داخل ہو گئے لیکن تین دن بعد گورکھا یونٹ کی آمد پر فرار ہو گئے۔ 22 جون کو کابو کے نزدیک دراندازی کے مزید راستوں کا سراغ ملا اور گورکھا دستوں کی آمد پر فائرنگ بھی کی گئی۔ چار دن بعد ایک جھڑپ میں انڈونیشی فوجی جانی نقصان اٹھانے کے بعد سرحد پار کر گئے۔

جون کے آخر میں ڈی سکواڈرن کی جگہ اے سکواڈرن نے لے لی۔ اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ دو سکواڈرن کافی نہیں۔ جنوری میں بی سکواڈرن کی بحالی کا حکم دیا گیا جو 1959ء میں ختم کر دیا گیا تھا تاہم اس کی تشکیل نو کیلئے بھرتی میں کئی ماہ لگ گئے۔ فروری 1964ء کے آخر میں نمبر ایک انڈی پنڈنٹ کمپنی پیراشوٹ رجمنٹ کو، جو قبرص میں مصروف تھی، فوری طور پر برطانیہ پہنچنے کا حکم ملا جب وہ سرے پہنچی تو پتہ چلا کہ اسے بورنیو بھیجا جا رہا ہے۔

اسی شام رچرڈسن کو ووڈی دس کا حکم ملا کہ وہ آگے بڑھنا روک دے اور اگلی صبح واپس جنوب کو لوٹ جائے۔ ووڈی دس کو خطرہ تھا کہ گشتی دستے اس علاقے میں داخل نہ ہو جائیں جہاں انفنٹری گھات لگا کر بیٹھی ہوئی ہے تاہم رچرڈسن کو اپنی درست پوزیشن کا اندازہ نہیں تھا اور اسے شبہ ہونا شروع ہو گیا کہ کیمپ ملائشیا میں نہیں بلکہ کلیمنتان میں ہیں۔ اگر یہ شبہ درست تھا تو جنوب کی طرف بڑھنے کا مطلب یہ ہوتا کہ دستہ کلیمنتان کے زیادہ اندر چلا جاتا چنانچہ کچھ غور کے بعد وہ واپس آ گیا اور عصر کے وقت کیمپوں کے علاقے میں پہنچ گیا۔

اس کے بعد دستہ مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ اگلی صبح اس کا چار انڈونیشی فوجیوں سے سامنا ہو گیا۔ جھڑپ میں دو انڈونیشی مارے گئے اور گشتی دستے نے بانس کے جھنڈ میں پناہ لی۔ ان کا سگنلر

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

لاپتہ ہو گیا۔ دو روز بعد دستے کو ووڈی دس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں سے نکالا بعد میں پتہ چلا کہ سگنلر کنڈون کو انڈونیشیوں نے گرفتار کر کے ہلاک کر دیا تھا۔

27 مئی کو ووڈی دس 9 رکنی ٹیم جس میں رچرڈسن اور ایلن بھی شامل تھے، کے ہمراہ علاقے کی طرف واپس گیا تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ دونوں کیمپ سرحد کے کس طرف واقع ہیں۔ چار روز بعد یکم جون کو وہ کیمپوں کے پاس پہنچ گئے اور علاقے کا تعین کرنا شروع کر دیا۔ 2 جون کو صبح انہیں دشمن کے پاؤں کے نشانات نظر آئے جو شمال میں صباح کی طرف جا رہے ہیں۔ رستے کو دیکھنے سے پتہ چلا کہ اسے بڑی تعداد میں مزید لوگوں نے استعمال کیا ہے۔ ووڈی دس نے اگلے روز اپنی ٹیم کے دو گروپ بنائے۔ سارجنٹ رچرڈسن چار افراد کو لے کر مشرق کی طرف روانہ ہوا تاکہ شمال کو جانے والے ایک پرانے راستے کو تلاش کیا جا سکے جبکہ ووڈی دس دشمن کے راستے پر گامزن ہو گیا۔

اس وقت کمپنی میجر جان ہیڈ کی کمان میں چند گشتی دستوں پر مشتمل تھی۔ برطانیہ میں اسے 16، 16 افراد پر مشتمل چار دستوں میں از سر نو منظم کیا گیا اور دو ماہ کی تربیت کے بعد ملائشیا روانہ کر دیا گیا جہاں اسے جنگل کی لڑائی کیلئے مزید چھ ہفتے کی تربیت دی گئی۔

8 مئی کو کمپنی بورنیو پہنچی جہاں اسے تیسرے ڈویژن کے علاقے سیپو میں تعینات کیا گیا اس کی ذمہ داری 300 میل لمبی سرحد تھی۔ 16 مئی کو 16 گشتی دستے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچے۔ ان میں سے 11 کو ان مقامات پر تعینات کیا گیا جہاں دراندازی سب سے زیادہ متوقع تھی۔ بارہویں کو الوڈانم کے سرحدی علاقے میں یونان بوسانگ قبیلے سے منسلک کر دیا گیا۔ باقی چار کو اندرونی علاقے میں دیہاتیوں کے دل جیتنے اور جاسوسی کے اپریشنوں پر لگا دیا گیا۔

سرحد پر تعینات کیے جانے والے گشتی دستے کمپنی کے سارے دورانیہ عمل کے دوران جنگل میں رہے۔ ہفتے میں صرف ایک بار انہیں آرام کیلئے نکالا جاتا۔ اس دوران اے سکواڈرن صباح کے علاقے لانگ پاسا بلج میں لوگوں کے دل جیتنے کے مشن پر تھا۔ بارڈر سکاؤٹس کے ہمراہ اس کے دستے دیہات کے مستقل دورے کرتے اور دیہاتیوں کا علاج معالجہ کرتے فوج کی مدد کرنے پر انہیں معاوضہ دیا جاتا۔ 6 اگست کو لانس کارپورل راجر بلیک مین کی زیر قیادت ایک گشتی دستہ سنگی موسنگ کے علاقے میں پہنچا۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ وہاں فائرنگ کی آوازیں سنی گئی ہیں۔

بلیک مین کے دستے کا رہنما سکاؤٹ بلی وائٹ تھا جو اسے ایک چٹان تک لے گیا۔ دستہ اتنی خاموشی اور احتیاط سے چل رہا تھا کہ ایک بڑے درخت کے نیچے کھانا پکانے میں مصروف انڈونیشی فوجی کو علم تک نہ ہوا اور وائٹ نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس دوران پلٹن کے حجم کے برابر انڈونیشی فوجیوں نے پوشیدہ مقام سے ان پر فائرنگ کر دی۔ وائٹ نے جوابی فائرنگ کی۔ بلیک مین اور اس کا سگنلر فائرنگ کرتے ہوئے مغرب کی طرف بھاگے۔ دستے کے چوتھے رکن لیفٹیننٹ جیف

سکارڈن نے انہیں کور دینے کیلئے فائرنگ کی لیکن اس دوران وائٹ گولی لگنے سے نیچے گر گیا۔ سکارڈن اسے اٹھا کر ایک کھوہ میں لے گیا جہاں وائٹ زیادہ خون بہنے سے مر گیا۔ سکارڈن نے یہ صورتحال دیکھ کر فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اسے اپنے سازوسامان اور نقشوں سے محروم ہونا پڑا۔

7 اگست کی صبح بلیک مین اور گرین اس مقام پر واپس پہنچ گئے جہاں سے گزشتہ روز انہوں نے گشت شروع کیا تھا۔ سکارڈن دو گھنٹے بعد پہنچا۔ بلیک مین گرین اور سکارڈن کو وہاں سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکالا گیا تھا۔ اگلے روز وہ ایک کمپنی کے ساتھ اس جگہ واپس پہنچے تو انہیں وائٹ کی لاش ملی اور اس جگہ کا سراغ بھی مل گیا جہاں سے ان پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد انڈونیشی فوجی جن کی تعداد 30 تھی وہاں سے نکل کر جنوب میں سرحد پار کر گئے۔

اب ڈائریکٹر آپریشنز میجر جنرل والٹر واکر کو برطانوی حکومت نے اجازت دے دی کہ وہ کلمینٹان کی سرحد سے 3 ہزار گز آگے جا کر آپریشن کرے۔ کلارٹ کے نام سے اس خفیہ آپریشن کا مقصد انڈونیشیوں کو' جن کے حملوں کی مہم تیز ہوگئی تھی' وہاں سے اکھاڑنا اور غیر متوازن کرنا تھا۔ وہ اب نہ صرف سراواک اور صباح کی سرحدوں پر بلکہ ملائشیا کی مرکزی سرزمین پر بھی سمندری اور ایئربارن حملے کر رہے تھے۔

17 اگست کو 100 انڈونیشی فوجیوں نے آبنائے ملاکا کو کشتیوں کے ذریعے عبور کیا اور جوہور کے جنوب مغربی ساحل پر اتر گئے۔ ملائشیا کی فوج نے انہیں روکا اور ان میں سے بیشتر کو ہلاک یا گرفتار کر لیا۔ باقی جنگل میں فرار ہو گئے۔ دو ہفتے بعد جکارتہ ایئرپورٹ سے 200 پیراٹروپر چار جہازوں پر سوار ہوئے۔ ان میں سے ایک جہاز تو اڑ ہی نہیں سکا' باقی تین میں سے ایک نچلی پرواز کے سمندر میں گر کر تباہ ہو گیا۔ دو جہازوں کو لابیس کے اوپر طوفان برق و باراں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان پر سوار پیراٹروپر سمندر میں کود گئے جنہیں برطانوی فوجیوں نے ہلاک کر دیا۔

پہلا کراس بارڈر حملہ اے سکواڈرن کے گشتی دستے نے کیپٹن رے انگلینڈ کی زیر قیادت صباح سے کیا۔ اس کا مقصد اس سپلائی روٹ کا جائزہ لینا تھا جو دریائے سنگی سلیلر کے ساتھ ساتھ انڈونیشی اڈوں کیلئے استعمال ہوتا تھا۔

گشتی دستے کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے 13 اگست کو نتبول میں اتارا گیا جو دو روز بعد سرحد عبور کر گیا۔ سخت احتیاط کی وجہ سے اس کی رفتار بہت آہستہ تھی۔ 18 اگست کو عصر کے وقت دستہ سمباکانگ کے کنارے پہنچ گیا اور وہاں ایک ڈھلوان پر گرے درخت کے نیچے لیٹنے کی جگہ بنا لی۔ اگلے دنوں میں یہ لوگ دریا سے گزرنے والی کشتیوں کا مشاہدہ کرتے رہے۔ ایک کشتی میں 6 انڈونیشی سوار تھے۔ 25 اگست کو دستہ واپس سرحد پر آ گیا جہاں سے اسے نکال لیا گیا۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اس کے بعد کراس بارڈر حملہ کیا گیا۔ ہدف نتاکر کا گاؤں تھا جو لمبس کے شمال میں ایک ندی کے کنارے واقع تھا اور جس پر انڈونیشی فوج کی ایک پلٹن نے قبضہ کر رکھا تھا۔ 4 ستمبر کو 2/1 جی آر ٹی ایک کمپنی میجر ڈگبی ولوبائی کی زیر قیادت ایک نزدیکی گاؤں اتاری گئی جو سراواک کی حدود میں تھی۔ مقامی گائیڈ اگلے روز اسے سرحد پار لے گئے۔ 6 ستمبر کی صبح کمپنی نے دشمن کے اڈے پر حملہ کر دیا۔ انڈونیشیوں نے سخت مزاحمت کی۔ لڑائی ختم ہوئی تو 17 انڈونیشی ہلاک ہو چکے تھے جن میں ان کا کمانڈر بھی شامل تھا جبکہ 12 زخمی ہوئے۔ کمپنی کے چار سپاہی زخمی ہوئے۔ کمپنی نے انڈونیشیوں کے اڈے کو مسمار کر دیا اور سرحد پار کر کے واپس آ گئی۔

اے سکواڈرن نے مزید کارروائیاں بھی کیں۔ اگرچہ مقامی آبادی نے دو بار انہیں دھوکہ دیا۔ اکتوبر کے آخر میں اس کی جگہ بی سکواڈرن نے لے لی اور اے سکواڈرن واپس برطانیہ چلا گیا۔

آخر میں کلارٹ آپریشن کی ذمہ داری بھی انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی کو دے دی گئی۔

اس نے ان ہیل کے نام سے آپریشن کے تحت کیلنتان میں پونان بوسانگ قبائل کے افراد سے رابطے کیے' جو لانگ کیہان نامی علاقے میں آباد تھے۔ اسی علاقے میں 600 افراد پر مشتمل ایک انڈونیشی اڈہ قائم تھا۔ کیپٹن انٹیجی کلف کے گشتی دستے کو' جو سراواک میں رہنے والے یونان بوسانگ قبائل کے ساتھ رہتا آیا تھا' ذمہ داری دی گئی کہ وہ ان کی مدد حاصل کرے تاکہ انڈونیشی اڈے کے بارے میں معلومات لی جا سکیں لیکن یہ قبائلی جو کسی فریق کا ساتھ نہیں دینا چاہتے تھے' اس بات پر آمادہ نہیں ہوئے کہ برطانویوں کو سرحد پار لے جائیں۔

یہ مسئلہ کمپنی کے نائب کمانڈر کیپٹن لارڈ پیٹرک برس فورڈ نے حل کیا۔ اس نے قبائلیوں کو باور کرایا کہ اگر وہ مدد کریں گے تو عظیم سفید ملکہ ان سے بہت خوش ہو گی۔ قبائلی برطانیہ کے شاہی خاندان کا بہت احترام کرتے تھے چنانچہ وہ تعاون پر آمادہ ہو گئے اور انہوں ملکہ کیلئے ایک قیمتی چٹائی تحفہ میں دی۔ اس سے ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا۔

کیونکہ اب اسے یہ ثبوت دینا تھا کہ تحفہ ملکہ تک پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ اس نے برطانیہ میں اپنے اہل خانہ سے رابطہ کیا جنہوں نے ایک تصویر بھیج دی جس میں وہ ملکہ سے ہاتھ ملاتے ہوئے نظر آ رہا تھا۔ قبائلی بہت متاثر ہوئے اور کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ تحفہ تو چند دن پہلے دیا گیا تھا اور اتنے مختصر وقت میں وہ تحفہ اتنی دور ملکہ کو دے کر کیسے واپس بھی آ گیا۔

قبائلیوں کی مدد سے برس فورڈ اور کاف کی زیر قیادت گشتی دستوں نے سرحد عبور کی اور انڈونیشیا کے علاقے میں پانچ روز تک سفر کے بعد ایک ایسے راستے پر پہنچے جس کے اوپر درخت کی ٹوٹی شاخ پڑی ہوئی تھی۔ یہ سراواک والے قبائل کے سردار کی چھوڑی ہوئی نشانی تھی جو لانگ کیہان کے علاقے میں آباد قبائل کو ان کی آمد کی اطلاع دینے گیا ہوا تھا۔ نشانی کا مطلب دستے کے گائیڈوں

کو یہ بتانا تھا کہ ان کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ جب دونوں دستوں کی قبائلیوں سے ملاقات ہوگئی تو انڈونیشیوں کے اڈے کا پتہ چلا لیا گیا مگر اب وہ خالی پڑا تھا۔

کمپنی کے دورانیہ کار کے آخری دنوں میں کیپٹن چارلس فنگل سینگ کی قیادت میں ایک اور ''کلارٹ'' مشن سرانجام دیا گیا۔ بالوٹی کے بوٹ مشین (کشتیوں کے اڈے) کے قریب سے سرحد عبور کرنے کے بعد گشتی دستے نے سرحد سے تین ہزار گز اندر تک کے علاقے کی جاسوسی کی۔ لیکن دشمن کا قریب ترین اڈہ بھی بہت اندر کے علاقے میں تھا اور اسے کوئی قابل ذکر چیز نہیں ملی۔

اکتوبر 1964ء میں گورکھا انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی نے مسیبو میں تعینات گارڈز انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی کی جگہ لی۔ اس کا کمانڈر میجر ایل ایم فلپس تھا۔ تیسرے ڈویژن کے علاقے میں گشتی دستے تعینات کرنے کے علاوہ اس نے چار دستے پانچویں ڈویژن کے علاقے میں بھی تعینات کیے جو گورکھا بٹالین سے ملحق کیے گئے۔ اگلے چھ ماہ میں یہ گشت جاری رہے۔ فلپس کی درخواست کے باوجود میجر جنرل واکر نے کمپنی کو کلارٹ' اپریشنوں میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ تاہم اس کے بعض دستوں نے بلا اجازت ہی سرحد پار کاروائیاں کیں۔

دسمبر میں بی سکواڈرن کے کمانڈر میجر جانی واٹس کو میجر واکر نے بلا کر بتایا کہ کلارٹ اپریشن کے لیے مختص کردہ 3 ہزار گز کی حد کو وسیع کر کے 10 ہزار گز کیا جا رہا ہے۔ واکر نے اس یہ بھی بتایا کہ بڑا خطرہ پہلے ڈویژن کے علاقے کو ہے جہاں دشمن نے ایک ڈویژن باقاعدہ فوج جمع کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ انڈونیشیا نے ایک ایئربارن فوج بھی تیار حالت میں رکھی ہوئی ہے اور خطرہ ہے کہ سراواک کے دارالحکومت کوچنگ پر حملہ نہ ہو جائے۔ صباح کے برعکس پہلے ڈویژن کا علاقہ ہموار ہے یہاں کھیت ہیں اور ڈویژن کے آر پار ایک سڑک ہے جس سے ذیلی سڑکیں نکل کر پورے علاقے کے شہروں کو جاتی ہیں۔ اس لیے یہ حملے کا آسان ہدف ہے۔ خود کوچنگ سرحد سے صرف 25 میل کے فاصلے پر ہے۔

خطرے کے مقابلے کے لیے ہی سکواڈرن کو صباح سے یہاں آ کر مغربی کمان کے ماتحت کام کرنا تھا جس کی کمان بریگیڈیر بل چینی کے پاس تھی۔ مغربی کمان تین انفنٹری بٹالینوں پر مشتمل تھی۔ سکواڈرن کا کام سرحد پار جا کر انفنٹری کے اہداف تلاش کرنا تھا۔

کوچنگ میں اڈہ بنانے کے بعد بی سکواڈرن نے اپنا پہلا اپریشن 29 دسمبر کو کیا جب تین گشتی دستوں نے سرحد عبور کر کے مشن شروع کیے۔ ایک گشتی دستے نے 'گونا نگ جاگوئی' کے علاقے میں ایک راستے کی نگرانی کی' جبکہ دوسرے نے بڈانگ اور ستاس کے علاقے کی دیکھ بھال کی۔ تیسرے نے کاٹک کے گاؤں کے اردگرد دشمن کے راستے دریافت کیے جو سرحد کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے توپیں چلنے کی آوازیں بھی سنیں۔ علاقہ جو بیشتر کھلا اور ہموار تھا' اس مہم کے لیے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

موزوں نہیں تھا۔

جنوری 1965ء کے آخر میں سکواڈرن نے جاسوسی کے علاقے میں مزید شمالی مغرب تک توسیع کر دی۔ لیکن تینوں گشتی دستوں کو انڈونیشی فوجیں کہیں نظر نہیں آئیں اگرچہ راستوں اور گولہ باری کی آواز سے ان کی موجودگی ثابت ہوتی تھی۔ ایک دستہ مزید آگے تک چلا گیا تھا اسے بھی کوئی فوجی نظر نہیں آیا۔

اب میجر واٹس نے اپنی توجہ شمال میں سنگی بمبان اور سمپاہانگ کے علاقوں کی طرف مرکوز کی جنہیں پونیہہ کی پہاڑیوں کی طرف سے انڈونیشی فوج کا خطرہ تھا۔ نیز ان کمیونسٹوں سے بھی خطرہ تھا جو خاصی بڑی تعداد میں لنڈو کی بندرگاہ میں رہتے تھے اور جنہیں کمیونسٹ پارٹی انڈونیشیا کی حمایت حاصل تھی۔ سمپیانگ سے ایک راستہ آگے جا کر شمال کو مڑتا ہوا بمبان کے شہر کی طرف جاتا تھا جس کے بارے میں خیال کیا جاتا تھا کہ وہاں انڈونیشی فوج موجود ہے۔ دو گشتی دستے راستے کی رپورٹ لینے کے لیے گئے۔ پہلے دستہ کو سرگرمیوں کے کافی ثبوت ملے۔ اس کے بعد انہوں نے دشمن کے بعض چھوٹے گروپ بھی دیکھے' دوسرے دستے کو علم ہوا کہ دریائے سمپاہانگ میں کشتی رانی بہت مشکل ہے اور یہی وجہ ہے کہ دشمن کی بڑی مواصلاتی لائن دریا کے بجائے میدانی راستہ ہے۔

اس علاقوں میں ابان قبائلیوں پر مشتمل 40 رکنی کراس بارڈر سکاؤٹس بھی سرگرم تھا۔ اس نے اپنے پہلے مشن جولائی میں کیے تھے۔ ان میں سے ایک مشن چھپ کر حملہ کرنے پر مشتمل تھا جس میں دو انڈونیشی مارے گئے تھے۔ بعد میں اس کی کمان میجر جان ایڈورڈز کے پاس آ گئی جس نے سنگی بمبا کے علاقے میں انڈونیشیا کے ایک تربیتی کیمپ کی تلاش میں 30 سکاؤٹوں پر مشتمل ایک دستے کے ہمراہ سرحد پار کی اور وہاں ایک اڈہ قائم کر لیا۔ اس اڈے سے اس نے کئی گشتی دستے روانہ کیے لیکن دشمن کے کسی کیمپ کا سراغ نہیں ملا۔

ڈی سکواڈرن کے آنے سے ذرا پہلے دشمن کی فوج کا پہلا سراغ ملا۔ گشتی دستوں کو سنگی سکایان کے علاقے میں مزید جنوب مشرق تک بھیجا گیا جہاں انڈونیشیا والوں نے بلائی کارنگان کے مقام پر مرکزی اڈہ بنا رکھا تھا۔ شہر کے سات میل مشرق میں جرک نامی گاؤں اور مزید چار میل مشرق میں سیگومین تھا۔ دونوں گاؤں کو سرحد کے متوازی چلنے والی ایک سڑک آپس میں ملاتی تھی۔ سارجنٹ ڈیوی ہیلے اور کارپورل جو لٹل کی زیر قیادت دونوں گشتی دستے علاقے کے بارے میں معلومات لینے کے لیے روانہ کیے گئے۔ دوسرے دستے نے ایک ویران کیمپ دریافت کیا جس میں 80 افراد آ سکتے تھے۔ ہیلے کے دستے نے راستہ کے گرد چوکی قائم کی۔ اگلہ روز دشمن کے سکاؤٹوں کا ایک چھوٹا دستہ راستے پر مغرب کی طرف جاتا ہوا نظر آیا۔ اس کے کچھ ہی منٹ بعد ایک بہت بڑا دستہ نمودار ہوا۔ ہیلے اور اس کے آدمی وہاں سے خاموشی کے ساتھ نکلے اور شمال مشرق کو چلے گئے۔ اس دوران دشمن نے ہر طرف علامتی

فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ انہیں اندازہ ہوا کہ دشمن کو ان کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا۔

فروری میں میجر راجر وو ڈی ولسن اور ڈی سکواڈرن واپس آ گئے اور بی سکواڈرن فارغ ہو کر برطانیہ چلا گیا۔ ڈی سکواڈرن نے کوئمبا اور سکاپان کے درمیانی علاقے میں دو جاسوس دستے چھوڑے — انہوں نے انڈونیشیا کی طرف جانے والے کسی راستے کی تلاش کی لیکن ناکام رہے۔ تین دوسرے دستے کیلنتان کی سرحد عبور کر کے مزید آگے چلے گئے تاکہ سنگی، کوئمبا اور بڈانگ کے درمیان راستے کی جاسوسی کی جا سکے۔

اس دوران کیپٹن گلبرٹ کونر اور سارجنٹ ٹاوان سینڈ کی زیر قیادت دو دستوں نے زیریں کوئمبا تک پہنچنے کی کوشش کی۔ وہاں سے انہیں میرین انجنوں کی آوازیں سنائی دے سکتی تھیں لیکن ایک ناقابل عبور دلدل ان کے سامنے رکاوٹ بن گئی۔ اس کے ساتھ ہی سارجنٹ اریف ہیری کی قیادت میں ایک گشتی دستے کو پہلے ڈویژن میں شمال مغرب میں بھیجا گیا تاکہ کوہ پونیہ کے دامن میں واقع قصبے باتو حطام کی جاسوسی کی جائے۔ اس گاؤں کے لوگوں کا طرزِ عمل شکوک پیدا کرتا تھا۔ حمیری کو ایک مقامی شکاری پارٹی ملی جس نے بڑے شدومد سے اصرار کیا کہ اس علاقے کے ارد گرد کوئی انڈونیشی کیمپ نہیں ہے۔

اسی اثنا میں سارجنٹ ایڈی للیکو کی زیر قیادت ایک 8 رکنی گشتی دستے نے، جو اس علاقے میں ایک چوکی قائم کرنے کے لیے آیا ہوا تھا، ایک ویران کیمپ دریافت کیا۔ اگلے روز دستے کے ارکان نے کیمپ کا قریبی مشاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا اور بہت احتیاط کے ساتھ وہ کیمپ کی طرف بڑھے۔ وہ دس منٹ تک ارد گرد غور سے دیکھتے رہے۔ اس کے بعد رہنمائی کرنے والا سکاؤٹ ایان تھامسن محفوظ مقام سے باہر نکلا ہی تھا کہ اس پر اور للیکو پر دشمن نے قریب سے ہی گولی چلا دی۔ تھامسن بری طرح زخمی ہو کر نیچے گرا۔ وہ دشمن کے ایک سپاہی سے دو گز کے فاصلے پر گرا تھا جسے اس نے فوراً ہی گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر رینگتا ہوا محفوظ ٹھکانے کی طرف بڑھا۔

اس دوران للیکو کے کولہے میں گولی لگ گئی تھی۔ اس کے حکم پر تھامسن کہنیوں کے بل رینگتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ للیکو نے اسے تحفظ دینے کے لیے فائرنگ کی جس سے دشمن کے دو سپاہی جو کھلے میں آ گئے تھے زخمی ہو گئے۔ تھامسن ایک چٹان پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اسے للیکو کی طرف سے فائرنگ کی آواز آئی نہ کوئی جواب سنائی دیا۔ جس پر وہ رینگتا ہوا آگے بڑھا اور ایک کھوہ میں چھپ کر وہاں رات گزاری۔

دستے کے باقی دو افراد بچ کر چوکی کی طرف نکل گئے۔ وہاں سے انہوں نے ریڈیو رابطے کے ذریعے کوچنگ میں سکواڈرن کے اڈے کو اطلاع دی اور پھر سرحد کی طرف روانہ ہو کر کئی گھنٹے بعد پیدل فوج کی کمپنی کے اڈے تک پہنچ گئے۔ اسی روز بعد ازاں گشتی دستہ گورکھا رائفلز کی

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ون اردو کے شکر گزار ہیں

ایک ریسکیو فورس کے ہمراہ پھر کلمینتان آ گیا۔

ادھر للیکو یہ اطمینان کر کے کہ دشمن علاقے سے جا چکا ہے، چٹان کی طرف رینگتے ہوئے بڑھا اور 500 گز کا فاصلہ طے کر گیا۔ اس نے بھی کھوہ میں پناہ لی۔ باقی دن اور رات وہ وہیں چھپا رہا۔ صبح کو اٹھا تو دیکھا کہ 30 گز کے فاصلے پر انڈونیشی فوجی موجود ہیں۔ ان میں سے ایک اس درخت پر چڑھ گیا لیکن کسی ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر وہ سب آگے بڑھ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے فائرنگ کی آواز سنی جس پر اس نے سوچا کہ دشمن نے تھامسن کو گھیر لیا ہے۔

تھامسن اس دوران سرحد کی طرف رینگتا رہا اور دوسرے دن شام تک وہ ایک ہزار گز کا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سن کر یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ دشمن کا ہے، اس نے اس پر فائرنگ کر دی۔ لیکن اس کا کوئی منفی نتیجہ نہیں نکلا۔ عصر کے وقت اس نے تین علامتی فائر کیے۔ خوش قسمتی سے گورکھا پلٹن نے وہ سن لیے اور جلد ہی اس تک پہنچ گئی۔

دشمن کے چلے جانے کے بعد للیکو نے بھی رینگتے ہوئے سفر کرنا جاری رکھا اور سرحد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کیا۔ شام ہونے پر اس نے اس کے آنے کی آواز سنی اور اپنی بچاؤ والی ٹارچ روشن کی جو دستے کے ہر سپاہی کے پاس ہوتی ہے۔ موسم خراب تھا اور عین اسی وقت طوفان آ گیا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ڈیوڈ کولسنن جو دو روز سے ان دونوں کو تلاش کر رہا تھا، اس سے پہلے بلند درختوں کی وجہ سے تھامسن کو اٹھانے کی کوشش میں ناکام ہو چکا تھا۔ اس نے للیکو کا سراغ لگا لیا تھا اور اب اسے نکالنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ درختوں کی چوٹیوں کے درمیان نیچے ہوتا ہوا آیا یہاں تک کہ وہ اتنی کم بلندی پر پہنچ گیا جہاں سے وہ رسیوں کی سیڑھی نیچے لگا سکتا تھا۔ سیڑھی کے ساتھ ایک چمڑے کی بنی ہوئی پٹی تھی جسے للیکو نے کندھوں کے گرد لپیٹ لیا۔ اسے وہاں سے نکال کر کوچنگ کے ہسپتال پہنچا دیا تھا۔ بعد ازاں تھامسن کو بھی اسی طرح نکال کر وہیں پہنچا دیا تھا۔

مارچ 1965ء میں میجر پیٹر ہیرنگ کی کمان میں پیراشوٹ رجمنٹ کی دوسری بٹالین کی سی کمپنی (دوسری پیرا) بورنیو پہنچی۔ اس سے قبل اسے برونائی میں ایس اے ایس نے جنگل کی جنگ کی تربیت دی تھی۔ سیبو جا کر اس نے گورکھا انڈیپینڈنٹ پیراشوٹ کمپنی کو فارغ کیا۔ اسی کمپنی کے لیے نگا گاٹ نامی گاؤں میں انتظامی اڈہ قائم کیا گیا۔ یہاں نیول ایئر سکواڈرن، فلیٹ ایئر آرم نمبر 845 کا اڈہ بھی تھا۔ اس سکواڈرن نے سی کمپنی کو ہیلی کاپٹروں کی مدد فراہم کرنا تھی۔ کمپنی کی تعیناتی کے اگلے ماہ ایک المناک حادثہ ہوا۔ سکواڈرن کے دو ہیلی کاپٹر ایک ریسکیو اپریشن سے واپسی پر آپس میں ٹکرا گئے اور ان پر سوار آٹھوں افراد ہلاک ہو گئے۔

سی کمپنی کو گورکھا کمپنی سے ورثے میں ایک مشن یہ ملا تھا کہ ایک گشتی دستہ بھیجا جائے جو یونان بوسانگ قبائلیوں کے ساتھ جا کر رہے۔ یہ قبائلی خانہ بدوش تھے۔ کئی کئی ہفتے اور مہینے جھونپڑوں

میں رہتے، جنگلی سؤر اور بندر وغیرہ شکار کرتے اور جب وہاں شکار کمیاب ہو جاتا تو آگے چل پڑتے۔ لیفٹیننٹ ونٹر کے دستے نے ایک اپریشن کے دوران ان کے ساتھ 12 ہفتے گزارے۔

اپنے دورانیہ کے آخر میں سی کمپنی نے کلارٹ اپریشنوں میں حصہ لیا۔ چار دستے لیفٹیننٹ سائمن ہل کی زیر قیادت کوچنگ میں اے سکواڈرن کے ساتھ میجر پیٹر ڈی لا بلیئر کی کمان میں منسلک کر دیئے گئے۔ ہل اور اس کے سگنلر لانس کارپورل برسٹن اپنے طور پر سرحد عبور کر گئے اور اپنے دو ساتھی کراسنگ پوائنٹ کو محفوظ کرنے کے لیے پیچھے چھوڑ گئے۔ وہاں سے وہ کلمیغان میں غائب ہو گئے اور 10 روز بعد اپنا کام مکمل کر کے لوٹے۔ کمپنی کا چار ماہ کا دورانیہ عملاً جولائی میں مکمل ہوا جس کے بعد وہ برطانیہ لوٹ گئی۔ اس عرصے میں دشمن کے ساتھ کوئی براہ راست آمنا سامنا نہیں ہوا۔

اس وقت تک 22 ایس اے ایس لیبوآن کے جزیرے پر ڈائریکٹر آف اپریشنز کے انداز میں اپنا تھیٹر ہیڈ کوارٹر قائم کر چکی تھی۔ جس کی قیادت کمانڈنگ افسر لیفٹیننٹ کرنل مائیک ونگیٹ گرے یا اس کے نائب میجر جان سلم کے پاس تھی۔ اس سے پہلے بورنیو میں اس کے ہیڈ کوارٹر کو برونائی کے ایک آسیب زدہ گھر میں منتقل کیا گیا تھا جو سلطان کی ملکیت تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں یہاں جاپانی خفیہ پولیس کمپنی 'تائی' کا اڈہ تھا اور شہرہ تھا کہ یہاں دوران تفتیش بے دردی سے قتل کی جانے والی ایک نوجوان لڑکی کا بھوت قابض ہے۔ ہیڈ کوارٹر کے لیبوان منتقل ہو جانے کے بعد وہاں ایس اے ایس کے ایک سکواڈرن نے اڈہ بنا لیا جو بورنیو کے اپریشن میں شریک تھا۔

اپریل 1965ء میں میجر جنرل والڈ واکر رخصت ہوا تو اس کی جگہ ڈائریکٹر آف اپریشنز کے طور پر میجر جنرل جارج لی تعینات ہوا۔ اس کے فوراً بعد انڈونیشیوں نے پہلے ڈویژن کے جنوبی علاقے میں بی کمپنی کے زیر قبضہ ایک اڈے پر جو پلامان ماپو میں واقع تھا' ایک بٹالین فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔

27 اپریل کو پونے پانچ بجے شام جب بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا تھا' اڈے پر توپ خانے' راکٹ لانچروں اور چھوٹے اسلحہ سے حملہ شروع ہو گیا۔ کمپنی کے بیشتر سپاہی گشت پر گئے ہوئے تھے اور اڈے پر بہت کم فوج موجود تھی۔ حملہ آوروں نے خاردار باڑ میں شگاف کیے اور اندر گھس کر ایک توپ پر قبضہ کر لیا مگر جوابی حملے میں پسپا کر دیئے گئے۔ حملے سے 3 سپاہی زخمی ہوئے۔ اس دوران کمپنی سارجنٹ میجر جان ولیمز نے فارورڈ آبزرویشن آفیسر کو اڈے کے اس حصہ پر گولہ باری کے لیے کہا جس پر دشمن قابض ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پلٹن کمانڈر کیپٹن نک تھامسن کے ہمراہ اس نے دوسرا جوابی حملہ کیا لیکن اس کے مختصر سے دستے پر توپ کا گولہ آ کر گرا جس سے اس کے دو مزید افراد کے سوا باقی مارے گئے۔ اس موقع پر کارپورل بوہان کی زیر قیادت فوجیوں کے دوسرے حصہ نے حملہ کر کے دشمن کو پسپا کر دیا۔ انڈونیشیوں کے ایک اور حملہ کو بھی مشین گن کے فائر سے پسپا

® SCANNED PDF By HAMEEDI

کر دیا گیا۔

اڈے کے اسی حصے پر زبردست گولہ باری کے ساتھ ایک اور حملہ کیا گیا لیکن اڈے کے اندر واحد بچی ہوئی مارٹر توپ سے دشمن پر شدید گولہ باری کی گئی۔ ساتھ ہی فارورڈ آبزرویشن آرمیز نے بھی باہر سے گولہ باری شروع کر دی۔

اس وقت تک ولیمز زخمی اور ایک آنکھ سے اندھا ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود اس نے تین فوجیوں کی قیادت کرتے ہوئے دشمن کو اڈے کی حدود سے نکالنے کی کوشش کی اور ایک انڈونیشی فوجی کو ہلاک کر دیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ فوجی کمک تھی۔ ساتھ ہی تین پلٹنیں اس راستے کی طرف روانہ کر دی گئیں جہاں سے دشمن نے متوقع طور پر فرار ہونا تھا۔ دشمن کے تعاقب کے لیے گورکھا دستوں کی دو کمپنیاں پلا'مان ماپو' بھی روانہ کر دی گئی تھیں۔

بی کمپنی پر بظاہر انڈونیشیا کے پیرا کمانڈوز نے حملہ کیا تھا۔ دو کمپنیوں نے حملہ کیا تھا اور تیسری نے حملے کے لیے ایک مضبوط اڈہ قائم کیا تھا۔ چوتھی کمپنی سرحد کے انڈونیشی جانب گھات لگا کر حملے کے لیے تعینات تھی تاکہ برطانوی فوج کو تعاقب سے روکا جائے۔ اس لڑائی میں بھی کمپنی کے صرف 2 فوجی مرے اور 7 زخمی ہوئے جبکہ دشمن کے تقریباً 300 فوجی مرے اگرچہ ان میں سے کسی کی لاش نہیں ملی۔ یہ معمہ 10 برس بعد حل ہوا جب ایک انڈونیشی افسر نے جو اس جنگ میں شریک تھا اور ایک کورس میں شرکت کے لیے برطانیہ آیا ہوا تھا' بتایا کہ مرنے اور شدید زخمی ہونے والے سپاہیوں کو قریبی دریا میں پھینک دیا گیا تھا۔

اپریل کے آخر میں آئیر حطام کے علاقے میں ایک جھڑپ ہوئی۔ کیپٹن رابن لٹیس کی زیر قیادت ڈی سکواڈرن کا ایک دستہ کلیمان کے اندر جاسوسی مشن پر تھا کہ 20 اپریل کو انہیں ایک ندی میں انڈونیشی فوجیوں سے بھری چار کشتیاں نظر آئیں جو ندی کے بہاؤ کے رخ چلی گئیں۔

رات کو لٹیس نے سکواڈرن کے اڈے سے درخواست کی کہ آئندہ نظر آنے والی کشتیوں پر حملے کی اجازت دی جائے۔ 28 اپریل کی صبح وہ اور اس کے سپاہی گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ سوا آٹھ بجے تین کشتیاں نمودار ہوئیں۔ ان پر تین تین سپاہی تھے۔ لٹیس نے دوسری کشتی پر فائرنگ کر کے اس پر سوار دو فوجی مار دیئے۔ ٹاف براؤن نے تیسری کشتی پر حملہ کیا اور تینوں سپاہی مار ڈالے۔ اس دوران چوتھی کشتی بھی آتی ہوئی نظر آئی۔ اس پر بھی فائرنگ کی گئی لیکن اس پر سوار فوجی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے یہ ساری کارروائی صرف 4 منٹ جاری رہی۔

اس کے فوراً بعد دستے نے رخت سفر باندھا اور تیزی سے سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ انڈونیشیوں نے ڈیڑھ گھنٹے بعد ردعمل ظاہر کیا اور علاقے پر گولہ باری شروع کر دی۔ دستہ اس شام سرحد پہنچ گیا۔

مئی کے دوسرے ہفتے میں ڈی سکواڈرن نے ایک اور دریائی ہدف کے خلاف کامیابی حاصل کی۔ 10 مئی کو سارجنٹ ڈان لارج کی زیرقیادت ایک دستہ سنگی کو تمبا کے علاقے میں جاسوسی کے لیے سرحد پار گیا۔ ان لوگوں کی منزل سرحد سے جنوب میں دریا تک جانے والی سڑک تھی۔

دوسرے دن انہوں نے ایک انڈونیشی پلٹن کو اڈہ بناتے دیکھا جس پر انہیں واپس جانا پڑا۔ دو روز بعد دلدلی زمین میں جا گھسے جو اتنی گہری تھی کہ لارج جو لمبے قد کا تھا' سینے تک اس میں دھنس گیا' باقی گردن تک اس میں دھنسے ہوئے تھے۔ اسے عبور کرنے میں انہیں چند دن تک لگے جس کے بعد انہوں نے ایک جزیرے میں پناہ لی۔

دلدلی زمین سے گزرتے ہوئے انہیں دریا کی سمت سے انجنوں کی آوازیں آتی رہیں۔
آخر انہیں سڑک مل گئی اور وہ کوتمبا کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں انہیں کچھ تازہ نشانات راہ نظر آئے۔
چنانچہ لارج نے دریا کے کنارے ایک درختوں سے گھرے ہوئے ایک گڑھے میں نگران چوکی بنالی۔

پہلے دن دشمن کے دو سپاہی ایک ناؤ پر جاتے ہوئے نظر آئے۔ دوسرے دن کی لانچیں بہاؤ کی مخالف سمت جاتی ہوئی اور پھر اپنا سامان اتار کر واپس آتی ہوئی نظر آئیں۔ انڈونیشی دریا کو سپلائی لائن کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔

گشتی دستہ کا دوسرا کام دریا سے گزرنے والی کسی بھی فوجی ٹریفک کو روکنا تھا چنانچہ لارج نے ڈی سکواڈرن کے اڈے سے پیغام کے ذریعے اجازت طلب کی کہ اسے مناسب ہدف پر حملے کی اجازت دی جائے جو اسے مل گئی۔ کئی لانچیں گزریں لیکن لارج نے ان پر گولی نہیں چلائی کیونکہ یا تو وہ بہت چھوٹی تھیں یا بہاؤ کی سمت بہت تیزی سے جا رہی تھیں۔ وہ کسی بڑی کشتی کے انتظار میں تھا جو مخالف سمت میں جا رہی ہو جس کی وجہ سے جب وہ دریا کے موڑ پر پہنچے تو اس کی رفتار سست ہو جائے۔
عصر کے وقت ایسی ایک کشتی نمودار ہوئی جس پر بحریہ اور بریہ کے فوجی افسر نظر آ رہے تھے۔ لیکن اس پر ایک نوجوان عورت بھی سوار تھی اس لیے لارج نے فائرنگ نہیں کی۔ کئی سال بعد لارج کو پتہ چلا کہ آر پی کے اے ڈی کا کمانڈنگ آفیسر کرنل لیونارڈوس بنی مورڈانی بھی اس کشتی پر سوار تھا۔

بہت تیز بارش ہو رہی تھی اور طوفان شروع ہو گیا تھا جب دوسری کشتی جو 40 فٹ لمبی تھی' نمودار ہوئی۔ وہ اوپر کی سمت جا رہی تھی اور اس میں بیٹھے فوجی نظر آ رہے تھے۔ جب وہ موڑ کے قریب پہنچ کر آہستہ ہوئی تو دستے نے اس پر فائر کھول دیا۔ کشتی وہیں رک گئی تھی پھر نیچے کی طرف بہنے لگی۔ اس کے درمیان میں آگ لگ گئی تھی اور ایک پہلو جھک گیا تھا۔

اگلے دن وہ ایک آسان راستے کے ذریعے مشرق کی طرف روانہ ہوئے' سرحد پر پہنچے جہاں سے انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکال لیا گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ڈی سکواڈرن اپنا دورانیہ کار مکمل کر کے برطانیہ لوٹ گیا اور اس کی جگہ اے سکواڈرن نے لے لی۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اس دوران اپریل میں فرسٹ ڈیٹیچمنٹ کی صورت میں 22 ایس اے ایس کو مزید کمک مل چکی تھی۔ میجر بل میلڈرم کی زیرقیادت یہ 40 رکنی دستہ فروری کے آخر میں بورنیو اور وہاں سے سراواک پہنچا تھا۔

اے سکواڈرن نے بورنیو میں اپنا چوتھا دور مئی میں شروع کیا۔ اس بار اس کا سارا کام پہلے ڈویژن میں تھا۔ اس دوران انڈونیشی فوج کے دو گروپوں نے دراندازی کی اور کوچنگ اور سیریان کی درمیانی سڑک پر پہنچ گئے اور گوریلوں کے ساتھ مل کر ایک تھانے پر حملہ کیا۔

سکواڈرن کے پہنچنے کے بعد میجر بیبٹر ڈی لابلبنر نے ٹروپ کے تین ارکان کارپورل راب رابرٹس' اور سلیٹر اور جمی گرین کو میجر جان ایڈورڈس اور اس کے کراس بارڈر سکاؤٹس سے منسلک کر دیا۔ تینوں 18 سکاؤٹوں کے ہمراہ گوریلوں کے ایک کیمپ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیے گئے جو گنانگ کلیمنتان کے علاقے میں سرحد کے پار کوئی 10 ہزار گز کے فاصلے پر قائم تھا۔

دستے نے سرحد عبور کرنے کے دو روز بعد ایک ڈھلوانی علاقے میں اپنا اڈہ قائم کر لیا اور کیمپ کی تلاش شروع کر دی۔ تین دن بعد انہیں ایک راستے کا سراغ ملا جو شمال مغرب کے پہاڑوں کی طرف جا رہا تھا۔ جنوب مشرق کے علاقے میں ایک دریا پر پل ملا جس کے دوسری طرف کچھ جھونپڑے نظر آئے۔ حیرت کی بات تھی کہ وہاں ٹیلی فون لائن بھی موجود تھی۔ اگلے روز انہوں نے جھونپڑوں کے گرد جا کر پوزیشنیں سنبھال لیں۔ رابرٹ کے ایک سکاؤٹ نے وہاں اپنے ایک رشتہ دار کو پہچان لیا جس سے رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ پہاڑ پر گوریلوں کا اڈہ ہے جبکہ خود انڈونیشی فوج کا اڈہ دریا کے اوپر کے رخ 6 میل کے فاصلے پر قائم ہے۔

رابرٹ نے وہاں سے ہٹ کر خود کو سلیٹر اور اپنے 9 سکاؤٹوں کے ہمراہ دریا سے 800 گز کے فاصلے پر تعینات کر دیا جہاں سے وہ پہاڑی کیمپ سے آنے والے گوریلوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ اس کے باقی فوجیوں نے گرین کی کمان میں پل کو نشانہ لے کر پوزیشنیں سنبھال لیں۔ ٹیلی فون لائن کاٹ دی گئی تا کہ انڈونیشی معاملے کی تحقیق کرنے اور لائن مرمت کرنے کے لیے فوجی بھیجیں۔ چھ گھنٹے بعد 7 آدمی پل پر نمودار ہوئے جن پر فائرنگ کر دی گئی۔ 6 مارے گئے جبکہ ساتواں زخمی حالت میں فرار ہو گیا۔

اس اپریشن کے بعد رائل ایئرفورس کی فضائی جاسوسی کے تحت لی گئی تصاویر سے گنانگ کلیمنتان کے جنگل میں ایک کیمپ کی موجودگی کا سراغ ملا۔ میجر جان ایڈورڈس نے اس پر ٹروپ 1 اور 2 کے ارکان کی مدد سے حملے کا منصوبہ بنایا جس میں ٹروپ 2 کا کمانڈر کیپٹن مالکم میک گلیوری بھی شامل تھا۔

میک گلیوری نے 31 رکنی گروپ کے ہمراہ 9 جولائی کو مشن شروع کر دیا۔ پانچ روز بعد وہ

اس پہاڑ کے دامن پر جا پہنچے جہاں کیمپ واقع تھا۔ اگلے روز انہوں نے کیمپ کی تلاش شروع کر دی جس میں ناکامی ہوئی۔ اس پر میک گلیوری نے اسی راستے پر چھپ کر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا جو کارپورل رابرٹس نے پچھلے اپریشن میں دریافت کیا تھا۔ میک گلیوری' سلیٹر اور دو سکاؤٹس حملے کی جگہ کا تعین کر رہے تھے کہ انہوں نے وہاں 9 انڈونیشیوں کا دستہ دیکھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہی جگہ حملے کے لیے ٹھیک ہے۔

میک گلیوری نے رابرٹس' فرینکس اور چار سکاؤٹوں کو اس کھائی پر متعین کر دیا جس پر اسے عبور کرنے کے لیے درخت کا تنا رکھا تھا۔ باقی سپاہی دائیں بائیں متعین کر دیئے۔ ڈیڑھ بجے' شدید بارش کے دوران دشمن کے پانچ فوجی تنے پر نمودار ہوئے اور اسے تیزی سے عبور کرنے کے بعد غائب ہو گئے۔ یہ ہراول دستہ تھا اور اس پر ابھی حملہ شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک بڑا دستہ ان کے دائیں طرف پہنچ گیا جس نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ کارپورل کانڈی کا ٹروپ فوراً وہاں سے نکل گیا اور اس کے عقب میں چلا گیا اس کے بعد تینوں ٹروپ علاقہ خالی کرتے ہوئے سرحد پر پہنچ گئے۔

مئی 1965ء میں بورنیو پر تعینات 22 ایس اے ایس میں آسٹریلیا کی ایس اے ایس رجمنٹ کا سکواڈرن ابھی شامل ہو گیا۔ یکم فروری کو یہ سکواڈرن برونائی پہنچا جہاں اس نے آسیب زدہ گھر میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ 28 مارچ کو اس نے اپنا پہلا دستہ چوتھے ڈویژن کے جنوب مشرقی علاقے میں روانہ کیا۔ اس کے بعد مزید دستے صباح میں بھیجے۔ ان دستوں کی روانگی کا مقصد علاقے سے واقفیت' مقامی لوگوں سے اچھے تعلقات قائم کرنا اور سرحد پر واقع کراسنگ پوائنٹس کا سراغ لگانا تھا۔

اپنے پہلے کلارٹ' اپریشنوں میں سکواڈرن نے صباح سے ایک دستہ سرحد عبور کرا کے کلمینان کے اندر 3000 گز لابانگ کے علاقے میں بھیجا۔ دستے کی قیادت میجر ایلف گارلینڈ کر رہا تھا۔ 7 مئی کو گارلینڈ کا نائب لانس کارپول فریڈ گروز وچ بخار میں مبتلا ہو گیا جس پر مشن ختم کر دیا گیا۔ دوسرا دستہ بھی لابانگ کے علاقے میں بھیجا گیا۔ اس کی کمان ٹام مارشل کے پاس تھی۔ علاقے میں پہنچ کر اس نے نگران چوکی قائم کی جہاں سے اس نے گاڑی کے اندر 15 انڈونیشی فوجی دیکھے۔ 12 مئی کو لیفٹیننٹ پیٹر میکڈوگل کی زیر قیادت ایک اور دستے نے بھی اسی علاقے میں 8 انڈونیشی فوجیوں کو دیکھا۔ مہینے کے آخر میں ایسے مزید دستے روانہ کیے گئے جو مختلف علاقوں میں دشمن کی دراندازی کے ممکنہ راستوں کا سراغ لگاتے رہے۔

4 جون کو کارپورل جان رابنسن کی زیر کمان ایک دستہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے سرحد پار سلیلی ران کے جنوب مغرب میں اتارا گیا جس کا مقصد دشمن کی اس فورس کا سراغ لگانا تھا جو لمبس کے علاقے میں موجود خیال کی جاتی تھی۔ تین دن بعد یہ دستہ سنگی سلیلی پہنچ گیا اور ایک چوکی قائم کر لی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

جہاں سے وہ دریا کی دوسری طرف واقع متعدد دیہات پر نظر رکھ سکتے تھے۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ وہاں 20 انڈونیشی فوجی موجود ہیں۔ اس دوران سیکنڈ لیفٹیننٹ پیٹر شومین کی زیر قیادت ایک دستہ سلیلر کے علاقے میں بھی جاسوسی مشن میں مصروف تھا۔

لمبس میں جاسوسی مشن مکمل کرنے کے بعد کارپورل رابنسن کا دستہ جون کے آخر میں علاقے میں واپس آ گیا اب اس کے ساتھ بی کمپنی اور کچھ توپ خانہ بھی تھا۔ جنہیں اس انڈونیشی فوج پر حملہ کرنا تھا جو پہلے انہیں نظر آتی تھی۔ 21 جون کو سرحد عبور کرنے کے بعد رابنسن اور گورکھا فوجی تین دن بعد ایک مقام پر پہنچے۔ وہاں سے رابنسن مزید جاسوسی کے لیے آگے نکل گیا جبکہ گورکھا فوجیوں نے اگلی صبح انڈونیشیوں پر حملے کے لیے ایک چٹان پر پوزیشن سنبھال لی۔

9 بجے جب انڈونیشی فوجی ناشتہ کر رہے تھے' گورکھوں نے مشین گنوں اور مارٹر توپوں سے حملہ کر دیا۔ پون گھنٹہ کی لڑائی میں دشمن کے کئی فوجی ہلاک اور ان کی ایک توپ تباہ ہو گئی۔ اس کے بعد گورکھے اور رابنسن کا یونٹ وہاں سے نکل آیا اور سرحد پر پہنچ گیا۔

اس عرصہ میں سکواڈرن کا بڑا حصہ سنٹرل بریگیڈ کے علاقے میں سرگرم تھا۔ تاہم اس کے 4 گشتی دستے اے سکواڈرن کے ساتھ منسلک کر دیئے گئے تھے جو مغربی بریگیڈ کی کمان میں پہلے ڈویژن کے علاقے میں سرگرم تھا۔ 11 جون کو ایک 16 رکنی دستہ لیفٹیننٹ پیٹر میکڈوگل کی زیر قیادت سراواک کے پہلے ڈویژن کے شمال مغربی علاقے میں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے سرحد کے نزدیک اتارا گیا' وہاں سے وہ سنگی لمیان کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے ساداہ کے جنوب کی طرف جانے والے راستے پر گھات لگائی تھی۔

یہ لوگ 17 جون کو وہاں پہنچے اور اگلی صبح گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ اگلے دو روز انہوں نے انڈونیشی فوجیوں کے چھوٹے چھوٹے گروپوں اور مقامی افراد کو راستہ استعمال کرتے دیکھا۔ 21 جون کو میکڈوگل کے پیشگی خبردار کرنے والے گروپ نے اطلاع دی کہ 14 انڈونیشی سپاہیوں کا ایک گروہ اس طرف آ رہا ہے۔ جب یہ فوجی حملے کے علاقے میں داخل ہوئے تو بارودی سرنگ کو جس برقی نظام سے اڑایا جانا تھا وہ ناکارہ ہو گیا۔ چنانچہ دستہ شام کو وہاں سے نکل آیا اور شام کو سرحد پر پہنچ گیا۔

جولائی میں گھات لگا کر 2 کامیاب حملے کیے گئے۔ 13 جولائی کو ایک چار رکنی دستے نے صباح سے سرحد عبور کی اور سنگی سالیلر کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی کمان سارجنٹ جان پٹپٹ کے پاس تھی۔ اسے دریا کے پاس چوکی بنا کر دریائی ٹریفک پر نظر رکھنی تھی۔ 5 جولائی کی شام دستے نے ایک کشتی اوپر کی طرف آتی ہوئی دیکھی جس پر 9 فوجی سوار تھے۔ جب وہ چوکی کے نزدیک پہنچی تو دستے نے اس پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں 8 فوجی ہلاک ہو گئے۔

21 جولائی کو سیکنڈ لیفٹیننٹ ٹریور راڈرک کی زیر قیادت ایک 10 رکنی دستہ سنگی سالیلر کے

شمالی کنارے پر گھات لگائی۔ دوپہر کے کچھ بعد اوپر کی طرف سے ایک کشتی نمودار ہوئی جس پر 6 افراد سوار تھے۔ قریب آنے پر اس پر موجود ہتھیار نظر آنے لگے چنانچہ راڈرک نے فائر کھول دیا جس سے اس پر سوار تمام فوجی ہلاک ہو گئے۔ 24 رجولائی کو یہ لوگ واپس سرحد پہنچ گئے۔

2 راگست کو سکواڈرن نے اپنا دورہ مکمل کر لیا اور واپس مغربی آسٹریلیا چلا گیا اور اس کی جگہ گارڈ انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی نے سنبھال لی۔ اس نے متعدد کلارٹ اپریشن کیے اور سرحد سے 12 میل کے فاصلے پر پن سیانگ گان کے مقام پر اڈہ قائم کیا۔ رائل ایئر فورس کے طیارے برونائی کے آسیب زدہ گھر میں قائم کمپنی کے اڈے سے دستوں کو اٹھا کر پن سیانگ گان سے 16 میل شمال مشرق میں لے جاتے تھے۔ وہاں سے انہیں ہیلی کاپٹروں پر بٹھا کر فارورڈ اڈے پر بھیج دیا جاتا تھا۔

چار کلارٹ اپریشن کیپٹن چارلس فیوگل سانگ کے دستے نے کیے۔ پہلے دو اپریشنوں کا مقصد سنگی سالیلر کے شمال میں قائم انڈونیشی اڈے کو تلاش کرنا تھا۔ پہلی بار یہ ناکام رہا اور واپس آ گیا اسے دوبارہ بھیجا گیا تو اڈے کا سراغ مل گیا۔

دوسرا اپریشن زیادہ مفید ثابت ہوا۔ کیپٹن فیوگل سانگ کی زیر قیادت ایک دستے نے باریو کے مشرق میں سرحد عبور کی۔ اس کا مقصد وہاں انڈونیشیا کے ایک اڈے ہوائی اڈے کو تلاش کر کے اس پر حملہ کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے قریبی چٹانوں پر ایک توپ نصب تھی۔ جب یہ حملہ شروع ہوا تو عین اس وقت انڈونیشیا کا ایک سی-130 وہاں پہنچا جس کے پیراشوٹ دستے ایئرپورٹ پر اتارنے تھے۔ ایئرپورٹ والوں نے سمجھا کہ بمباری اس جہاز سے ہو رہی ہے انہوں نے اس پر فائرنگ کر دی جس سے وہ گر کر تباہ ہو گیا۔

تیسرا اپریشن 10 دن جاری رہا۔ ایک گورکھا پلٹن کے ساتھ دستے نے سرحد عبور کی اور اس اڈے کی طرف روانہ ہوا جو پہلے مشن میں دریافت ہوا تھا۔ اس اڈے کے پیچھے ایک راستے پر گھات لگائی جانی تھی۔ وہاں پہنچ کر گورکھوں نے اڈہ قائم کر لیا جبکہ فیوگل سانگ مزید آگے چلا گیا تا کہ گھات لگائی جا سکے لیکن تین دن کی کوشش کے باوجود مطلوبہ راستہ نہ مل سکا۔ فیوگل سانگ تین گورکھے اور اپنے دستے کے دو ارکان کے ہمراہ مزید آگے چلا گیا جبکہ باقی فوج نے پیچھے چوکی تعمیر کی۔ ایک گھنٹے بعد اسے ایک راستہ مل گیا۔ وہ رک کر آئندہ اقدام پر غور کرنے لگا ہی تھا کہ ایک گورکھے نے فائرنگ کر کے ان دو انڈونیشیوں کو ہلاک کر دیا جو راستے پر چلتے ہوئے جنوب کی طرف جا رہے تھے۔ فائرنگ کی آواز سے اس علاقے میں موجود دشمن کا خبردار ہونا لازمی تھا چنانچہ مشن ترک کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ یہ لوگ دو روز بعد واپس سرحد پر پہنچ گئے۔

چوتھا اور آخری کلارٹ مشن سرحد سے 9'10 ہزار گز دور ایک راستے پر گھات لگائے ہوئے تھا جو انڈونیشی فوجی استعمال کرتے تھے۔ کلیمنتان میں داخل ہونے کے بعد فیوگل سانگ اور اس

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

کے فوجی دس روز تک وہ راستہ تلاش کرتے رہے مگر ناکام رہے اور واپس لوٹ آئے۔

کمپنی کے دستوں اور انڈونیشیوں کے درمیان جو مقابلے ہوئے ان میں سب سے سنگین 15 رستمبر کو ہوا۔ ایک دستے نے دشمن کے ایک بڑے کیمپ کا سراغ لگایا جو اتنا بڑا تھا کہ اس میں ایک پوری کمپنی سما سکتی تھی۔ گورکھا کمپنی کو اس پر حملے کا حکم دیا گیا۔ کمپنی کے کمانڈر میجر جان ہیڈ نے دو دستے دشمن کی پوزیشن کے پیچھے اتارنے کا فیصلہ کیا تا کہ وہ دریائی راستہ پر گھات لگائے۔ ان کا کام گورکھوں کے حملے کے بعد پسپا ہونے والے انڈونیشیوں کو مارنا تھا۔

دونوں دستے بڑے حملے کے آغاز سے چار دن پہلے اتار دیئے گئے۔ 15 رستمبر کو 9 بجے صبح دشمن کے چھ فوجیوں کا ایک گروپ گھات والے علاقے کی طرف آتے ہوئے دیکھا گیا۔ بظاہر یہ کسی بڑے فوجی گروہ کا ہراول دستہ لگ رہا تھا۔ 10 منٹ بعد دو فوجیوں نے سب سے آگے والے انڈونیشی کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ باقی پانچ انڈونیشی فوجیوں نے گھات والی جگہ پر حملہ کر دیا اور فائرنگ سے ان میں سے چار مارے گئے۔ اس کے بعد مختصر خاموشی چھا گئی۔ جس کے بعد 50 فوجیوں پر مشتمل بڑا انڈونیشی دستہ ان کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا جس نے انہیں گھیرے میں لے لینا تھا۔ چنانچہ دونوں دستے وہاں سے نکل گئے اور منتشر ہو گئے۔ ان میں سے ایک فوجی نے دیکھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے تو اس نے پلٹ کر فائرنگ کر دی جس سے دو انڈونیشی مارے گئے۔ بعد ازاں دونوں دستے بحفاظت واپس پہنچ گئے۔

اکتوبر کے آخر میں گارڈز انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی اپنا دوسرا دورانیہ مکمل کر کے بورنیو سے چلی گئی۔ اس کی جگہ گورکھا انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ کمپنی نے چارج سنبھال لیا۔

دو ماہ پہلے اے سکواڈرن انڈونیشیوں کو سراواک میں مزید دراندازی سے روکنے اور ان کے علاقے میں عدم تحفظ کے احساس میں اضافے کے لیے کئی کلارٹ اپریشنوں میں مصروف رہا۔

سب سے زیادہ اہم اپریشن لیفٹیننٹ کرنل تک نیل کے زیر کمان دوسری بٹالین کی دوسری گورکھا رائفلز کے ساتھ مل کر کیا گیا۔ ''کنگڈم کم'' کے کوڈ نام کے تحت اس اپریشن کے تحت گورکھا رائفلز نے سنگی کوٹمبا اور سنگی سنیتو کے کنارے گھات لگا کر 6 بڑے حملے کیے جبکہ اے سکواڈرن کے پہلے اور تیسرے ٹروپ نے کیپٹن مالک ولکس اور جان فولے کی قیادت میں دشمن کو حرکت میں آنے پر مجبور کیا۔ تاہم شدید بارش کے باعث جو پانچ روز تک مسلسل جاری رہی اپریشن متاثر ہوا اور گورکھا رائفلز کے چاروں اور اے سکواڈرن کے سارے اپریشن ناکام رہے۔ باقی دو گورکھا اپریشنوں میں جو کوٹمبا اور سنیتمو کے کنارے کیے گئے 14 رانڈونیشی ہلاک کر دیئے گئے۔ اس اپریشن کے بعد ''بلڈ ایلی'' کے نام سے ایک اور اپریشن کیا گیا جس میں سی کمپنی اور پہلے ٹروپ نے ایک حملے میں 16 اور دوسرے میں 21 انڈونیشی ہلاک کیے۔

اس کے بعد اپریشن جیک سپریٹ کیا گیا۔ یہ پہلے اور چوتھے ٹروپ نے کیا اور اس کا مقصد دریائے سنگی سنیتو کے اور اس کے معاون دریا سنگی آیر حطام کے ساتھ ساتھ دشمن سے نمٹنا تھا۔ یکم ستمبر کو آیر حطام کے شمالی کنارے پر کیپٹن مائیک ولکر کے پہلے ٹروپ نے گھات لگائی جبکہ سارجنٹ ماریس ٹیوڈور کی کمان میں چوتھے گروپ نے 5 ہزار گز دور جنوبی کنارے پر گھات لگائی۔ پونے دو بجے دن دو کشتیاں چوتھے زون کے علاقے میں داخل ہوئیں ہر ایک پر 8'8 فوجی سوار تھے۔ زبردست فائرنگ سے وہ تمام ہلاک ہو گئے لیکن بعد میں دو مزید کشتیوں پر بڑی تعداد میں آنے والے فوجی دریا کے کنارے اتر گئے اور چوتھے ٹروپ کی طرف بڑھنے لگے جو تیزی سے وہاں سے نکل گیا اور تین دن بعد سرحد عبور کر کے سراواک میں داخل ہو گیا۔

اس اپریشن کے ساتھ ہی میجر کرسٹوفر بلوک کی قیادت میں 2/2 جی آر کمپنی اپریشن ہیل فائر کر رہی تھی۔ اس کے ہمراہ اے سکواڈرن کا سارجنٹ میجر لارسن سمتھ بھی تھا جس نے اس کی ہدف تک یعنی معاون دریا سنگی پوئیتہ تک رہنمائی کی جو بابانگ بابا اور برجونگ اور برجونگ کانگ کے جنوب میں قائم اڈے کے درمیان انڈونیشیا کی سپلائی لائن تھا۔

چوتھے ٹروپ کے حملے کے اگلے روز انڈونیشیا کی ایک کمپنی بابانگ بابا کی طرف آتے ہوئے بلوک کے گھات والے علاقے میں آ گئی۔ اور شدید جنگ چھڑ گئی۔ دشمن کی فوج گورکھا کمپنی سے تین گنا زائد تھی تاہم بلوک نے اس کا پہلے سے اندازہ کر کے فائر کا انتظام کر لیا تھا چنانچہ جب دشمن نے پہلوؤں سے حملہ کیا تو ان پر شدید فائرنگ کی گئی تاہم ان کا زوردار حملہ جاری رہا اور گورکھے منصوبے کے مطابق واپس ہونے لگے۔

اس مرحلے پر کمپنی کو کور فائرنگ کی ضرورت تھی جو 1 فارورڈ آبزرویشن آفیسر کیپٹن جان ماسٹرز (رائل نیوزی لینڈ آرٹلری) نے فراہم کرنا تھی لیکن وہ اپنے سگنلر اور بلوک کی کمپنی کے سارجنٹ میجر کے ہمراہ اپنی جگہ پہنچنے میں ناکام رہا۔ خوش قسمتی سے سکواڈرن سارجنٹ میجر سمتھ نے ریڈیو کے ذریعے سرحد پر تعینات توپ خانے سے رابطہ کیا۔ جلد ہی گولہ باری شروع ہو گئی جس نے انڈونیشی فوج کو ان سے دور ہی رکھا۔ میجر بلوک اس دوران دو گورکھوں کے ہمراہ لاپتہ ہونے والے افراد کی تلاش میں نکلا تو اس کا سامنا دشمن کے ایک بڑے گروپ سے ہوا۔ اس مقام پر ہونے والی جھڑپ میں اس نے دشمن کے کئی فوجی ہلاک کر دیئے۔ بعدازاں کمپنی کور فائر کی آڑ میں دوسرے روز سرحد تک پہنچ گئی جہاں لاپتہ سگنلر موجود تھا۔ اس کی پوزیشن پر دشمن نے حملہ کر دیا تھا جس کے بعد وہ واپس سرحد کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

اسی روز بعد میں کیپٹن جان مائرز بھی آ گیا۔ وہ اور کمپنی سارجنٹ میجر دشمن کے بھاری فائر کی وجہ سے کمپنی سے بچھڑ گئے تھے۔ میجر زخمی ہو گیا تھا جسے وہ راستے ہی میں ایک محفوظ جگہ چھوڑ آیا تھا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلبنے وُن اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

بعدازاں ایک پارٹی کو بھیج کر اسے بھی وہاں سے نکال کر ہسپتال پہنچا دیا گیا۔

ستمبر میں اے سکواڈرن نے پھر باتو حطام میں کوہ پوئیبھہ کے جنوب مغربی سرے پر پہلے ڈویژن کے شمال مغربی علاقے میں واقع گوریلوں کے اڈے کی طرف توجہ مبذول کی۔ لنڈو کے علاقے میں کمیونسٹوں کی سرگرمیاں بڑھ رہی تھیں اور اس اڈے سے ان کی مدد کی جا رہی تھی۔ خیال یہ تھا کہ یہ اڈہ سنگی سمپاہانگ اور سنگی بمبان کے درمیان واقع ہے چنانچہ اس کے پیش نظر میجر پیٹر نے پہلے تیسرے اور چوتھے ٹروپ کو اس پر تعینات کیا۔

10 ستمبر کو سکواڈرن سلسلہ کوہ پر جا پہنچا اور ہر علاقے نے اپنے متعلقہ علاقے میں تلاش شروع کر دی۔ لیکن مانگ ولکس کا ٹروپ سنگی بمبان کے شمال اور بمبان کے مشرق میں گیا جبکہ کیپٹن جان فولے کا ٹروپ 3 لمبان اور سنگی بتانگ آیر کے درمیان علاقے کی طرف گیا۔ سارجنٹ ماریس کیوڈور کا چوتھا ٹروپ بتانگ آیر اور سنگی سمپایانگ سے ملحقہ مزید جنوبی علاقے کی طرف روانہ ہوا۔

انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ایک جنگی قیدی ضرور بنائیں تاکہ اس سے کیمپ کے محل وقوع کا علم ہو سکے۔ اس کے پیش نظر تیسرا ٹروپ جنوب میں ایک راستہ کی طرف گیا۔ فولے' بلیک برن اور جیکسن راستہ پر اس مقام تک گئے جہاں سے وہ ایک چٹانی قطار کو عبور کرتا تھا وہ جنگل سے اس مقام کا جائزہ لے رہے تھے کہ انڈونیشی فوجیوں کی ایک پلٹن نمودار ہوئی اور مزید آگے بڑھنے سے پہلے چند لمحوں کے لیے وہاں رہی۔ بعد میں اسی دن جب فولے اور اس کے ساتھی بدستور اپنی پوزیشن پر تھے' یہ پلٹن واپس لوٹی اور اس مقام پر پھر چند لمحوں کے لیے رکی۔

چند منٹ بعد چار انڈونیشی فوجی فولے کی پوزیشن کی طرف بڑھے۔ بظاہر انہیں شک ہو گیا تھا۔ ان میں ایک نے اپنی بندوق اٹھائی۔ فولے کے پاس گولی چلانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا چنانچہ اس نے گولی چلا دی ساتھ ہی بلیک برن اور جیکسن نے بھی فائرنگ کر دی۔ ساتھ ہی تینوں تیزی سے بھاگے۔ دشمن نے ان کا تعاقب کیا اور زبردست فائرنگ کی۔ فولے اور جیکسن فوج کی چوکی تک پہنچ گئے لیکن بلیک برن ان سے بچھڑ گیا اور لاپتہ ہو گیا۔ اس کی تلاش کے لیے ایک پارٹی بعد میں علاقے میں آئی مگر وہ نہیں ملا' بلیک برن بچتا بچاتا ہوا ایک ہفتہ بعد سرحد عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

تیسرے ٹروپ نے بتانگ آیر کے ساتھ اپنی تلاشی مہم جاری رکھی اور ایک انڈونیشی کیمپ کا سراغ لگا لیا۔ بیشتر اس کے کہ وہ مشاہدہ کرنے کے لیے آگے بڑھتے' انہیں مزید انڈونیشی فوج کے آنے کی آوازیں سنائی دیں جس پر وہ واپس ہو گئے اور علاقے میں نکل گئے۔

اس دوران پہلے ٹروپ نے بھی دشمن کے ایک اڈے کا سراغ لگا لیا تھا لیکن وہ نہیں تھا جس کی تلاش تھی۔ کارپورل بل کونڈی کے دستے نے اچانک خود کو جنگل کے ایک صاف کیے گئے حصہ میں پایا جس کے مقابل ایک چٹان تھی اور اس پر ایک قلعہ بنا ہوا تھا جو خالی تھا۔ مشاہدے سے معلوم

ہوا کہ یہ انڈونیشی قلعہ تھا' گوریلوں کا نہیں چنانچہ یہ ان کا ہدف نہیں تھا۔ چوتھا ٹروپ بڑے بڑے زیر کاشت علاقوں کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ کسی کو قیدی بنانے کا سوال ہی نہیں تھا۔ 19 دنوں کے بعد بھی اڈہ نہیں مل سکا۔ اے سکواڈرن نے سرحد عبور کی اور کوچنگ لوٹ آیا۔ اکتوبر میں اس کی جگہ بی سکواڈرن نے لی اور وہ واپس برطانیہ چلا گیا۔

ستمبر میں گورکھا انڈیپینڈنٹ پیراشوٹ کمپنی بورنیو آ گئی۔ اس بار اسے پانچویں علاقے میں تعینات کیا گیا۔ میجر جان کراس کی قیادت میں اپنے اس دوسرے دورانیے کے دوران اس نے سرحد پار کلارٹ مشنوں میں حصہ لیا۔

ایسا ایک اپریشن دو دستوں نے کیا۔ ایک کی قیادت خود 'کراس' نے کی جسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے سرحد سے ایک میل کے فاصلے پر ایک چوکی تک لے جایا گیا۔ لیکن یہ مشن بے نتیجہ رہا۔

اکتوبر کے شروع میں بی سکواڈرن کوچنگ پہنچا تو عین اسی زمانے میں منحرف فوجی افسروں نے انڈونیشیا میں بغاوت برپا کر دی اور چھ جرنیل ہلاک کر دیئے۔ جنرل کموسا ارگا مجا سوہارتو اور عبدالحارث فاسوشن نے یہ بغاوت کچل دی لیکن صورتحال کئی ہفتے تک خراب رہی۔ جکارتہ میں ہجوم نے کمیونسٹ پارٹی کا ہیڈکوارٹر نذر آتش کر دیا جبکہ وسطی جاوا میں انڈونیشی فوج کے کمانڈر نے کمیونسٹوں کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ سلواسی کے جزیرے میں کمیونسٹوں نے فوج پر حملہ کر دیا۔

نئی حکومت کے عزائم کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں۔ کلیمنتان کے جنگلوں میں خفیہ جنگ جاری رہی۔ البتہ انڈونیشیا کے اپریشنوں میں ٹھہراؤ آ گیا۔ تاہم تیسرے ڈویژن میں سنگی کنتیباس کے علاقے میں ایک دراندازی سے اس وقفے کا خاتمہ ہو گیا۔

بی سکواڈرن نے میجر ٹیری ہارڈی کی زیر قیادت پونیسھ کے پہاڑوں پر ایک بڑا حملہ کیا۔ جبکہ نویں ٹروپ نے کیپٹن ایلک سانٹ کی زیرقیادت باتوحطام کے علاقے میں گوریلوں کے اڈے کو تلاش کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

سرحد عبور کرنے کے بعد سکواڈرن پونیسھ کے پہاڑوں کے طرف بڑھا اور تین دن بعد بمبان ساواہ کے راستے پر گھات لگائی۔

سب سے پہلے دو مقامی باشندے اور ان کے پیچھے ایک آدمی اور ایک لڑکا آیا۔ گھات کی پوزیشن کے پیچھے سے آنے والا کھڈکاسن گروہ لوگ ذرا رُکے' پھر جنوب کی طرف نکل گئے۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے آدمی نے بائیں ہاتھ پر واقع ایک درخت پر ایک نشان لگا دیا۔ یہ اطلاع میجر ہارڈی کو دی گئی جس نے اندازہ لگایا کہ دشمن معاملے کی تفتیش کے لیے آنے ہی والا ہو گا۔ چنانچہ چند ہی گھنٹے بعد دشمن کی فوج نے اچانک گھات کے بالکل پہلو سے حملہ کر دیا۔ اس کے کئی سپاہی فائرنگ سے ہلاک کر دیئے گئے جبکہ کچھ بارودی سرنگوں کا نشانہ بن گئے۔ ہارڈی نے راستے کے نیچے کی طرف

مزید بارودی سرنگیں نصب کر دی تھیں۔ دشمن کی دوسری فوج ان کی زد میں آئی۔ دشمن نے ساتویں اور آٹھویں ٹروپ کے عقب پر گولہ باری شروع کر دی مگر توپ کا سراغ لگا کر اس کے عملے کے ایک رکن کو ہلاک کر دیا گیا جس سے گولہ باری رک گئی۔ اس کے بعد سکواڈرن گولہ باری کی آڑ میں تیزی سے وہاں سے نکلا اور سرحد پر پہنچ گیا۔ لڑائی میں 20 انڈونیشی ہلاک ہوئے۔

کیپٹن ایلک سانٹ کا دستہ باتو طام کے نزدیک اب بھی اڈے کی تلاش میں تھا لیکن ناکام رہا اور اڈہ بدستور ان کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔

بی سکواڈرن کے ساتھ اس دوران پہلے رینجر سکواڈرن این زیڈ ایس اے ایس کا ایک حصہ میجر راڈ ڈیرنگ کی قیادت میں آ چکا تھا جو 6 اکتوبر کو برونائی میں ایک ماہ کی جنگل کی تربیت لے کر پہنچا تھا۔ نیوزی لینڈ کے سکواڈرن کے اس حصے کے ایک گشتی دستے نے دریا پر نگرانی کا ایک اپریشن شروع کیا اور اس مقصد کے لیے دریا کے کنارے ایک اونچی جگہ منتخب کی گئی۔

اگلی صبح انڈونیشی میرین سپاہیوں اور ساز و سامان سے بھری ایک کشتی دریا میں اوپر کی سمت جاتی نظر آئی۔ دستے کے کمانڈر نے دیکھا کہ فوجی چوکنا ہیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ کشتی پر واپسی میں حملہ کیا جائے۔ اگلے دن گیارہ بجے جب یہ کشتی لوٹی تو اس پر حملہ کر کے دو سپاہی ہلاک اور ایک کو زخمی کر دیا۔

حملے کے فوراً بعد دستہ علاقے سے نکل گیا اور اگلے روز سرحد پہنچ گیا۔

چند دن بعد بی سکواڈرن کے ایک دستے کا انڈونیشی فوجیوں سے سامنا ہو گیا اور فائرنگ میں ایک فوجی مارا گیا جس کے بعد دستہ وہاں سے پیچھے ہٹ گیا۔ دشمن نے تعاقب کیا تو پلٹ کر پھر فائرنگ کرتے ہوئے دو مزید انڈونیشی فوجی ہلاک کر دیئے۔

دسمبر میں پھر لڑائی کا وقفہ آیا جس سے جکارتہ کی ابتر سیاسی صورتحال کا اندازہ ہوتا تھا جہاں فوج احمد سوکارنو کا تختہ الٹنے کی کوشش کر رہی تھی کیونکہ کمیونسٹوں کے لیے بڑھتی ہوئی مخالفت کے باوجود اس نے کمیونسٹ پارٹی پر پابندی لگانے سے انکار کر دیا تھا۔ سراواک میں گوریلوں کی سرگرمیاں جاری تھیں۔

جنوری 1966ء کے آخر میں اطلاعات ملیں کہ پہلے ڈویژن کے جنوب مشرقی علاقے تبیدو میں دراندازی ہونے والی ہے۔ یہ دراندازی سرحد کے اندر 3 ہزار گز کے فاصلے پر واقع کاؤس کمپونگ سنتاس سے متوقع تھی چنانچہ بی سکواڈرن کو پیشگی حملے کی ہدایت کی گئی۔

سکواڈرن کے 53 ارکان پر مشتمل دستہ این زیڈ ایس اے ایس کے 5 اور سکواڈرن آسٹریلین کے 4 ارکان کے ہمراہ 30 جنوری کو اپریشن کے لیے روانہ ہوا۔ تیسرے روز یہ لوگ رسی کے ذریعے دریائے سنگی سکایان کے پار اترے۔ کنارے کے ساتھ ساتھ ایک سڑک جا رہی تھی۔ اس

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

کے اوپر ٹیلی فون لائن تھی جسے فوراً کاٹ دیا گیا۔

کیپٹن اینڈریو سٹائلس اور ٹروپ 6 میجر میڈی ہارڈی کے ہمراہ سڑک پر روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے کیپٹن وولف چارلس ورتھ اور آٹھواں ٹروپ تھا۔ کیپٹن رچرڈ پریری اور ساتواں ٹروپ عقب میں تھا۔ ہارڈی کا منصوبہ رات کی تاریکی میں سنتاس کا محاصرہ کرنا اور اگلی صبح ہوتے ہی حملہ کرنا تھا۔ راستے میں دو پہاڑیاں آئیں۔ ایک پہاڑی پر جھونپڑے بنے ہوئے تھے جو بظاہر کسی فارم کی ملکیت تھے جبکہ چٹان پر دشمن مشین گن کے ہمراہ موجود تھا۔ ہارڈی چھٹے ٹروپ کے ارکان کے ساتھ پہلی چٹان پر چڑھا تاکہ وہاں کسانوں اور ان کے اہل خانہ سے کہا جائے کہ وہ گھروں کے اندر ہی رہیں لیکن اندر داخل ہو کر معلوم ہوا کہ وہ کوئی فارم نہیں بلکہ فوجی کیمپ تھا۔

اس موقع پر ایک فوجی کیپٹن الجیبیا نے جو ذرا فاصلے پر تھا' بڑے جھونپڑے پر فاسفورس بم پھینکا جس کا مقصد یہ تھا کہ روشنی سے دشمن کی پوزیشنوں کا پتہ چل سکے۔ لیکن بدقسمتی سے بم اندر جا کر گرا اور پھٹ گیا۔ سارجنٹ ڈک کوپر کے جسم میں آگ لگ گئی۔ اور سارجنٹ جان کولمین بھی بری طرح زخمی ہو گیا۔ اندر سے دشمن نے فائرنگ بھی شروع کر دی جس کا باقی آدمیوں نے جواب دیا۔ کولمین نے عقب میں ایک گڑھے میں چھلانگ لگا دی اس کے بعد سارجنٹ لمبی اور جنجر فرگوسن بھی کود پڑے اور آگ بجھانے میں اس کی مدد کرنے لگے۔

سکواڈرن کے باقی لوگ اب وہاں سے نکلنے لگے جبکہ لمبی' فرگوسن اور کولمین اپنے طور پر دریا کی طرف بڑھے۔ چٹان کی مشرقی سمت سے گزرتے وقت وہ دوسری چٹان پر نصب بھاری مشین گن کی فائرنگ کی زد میں آ گئے۔ جھونپڑوں کی طرف سے بھی فائرنگ ہو رہی تھی۔ وہ فائرنگ کا جواب دیتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں دشمن کا ایک دستہ موجود تھا جس سے مختصر جھڑپ کے بعد تینوں آدمی ذرا آگے جا کر دریا عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دوران ان کی مدد کے لیے فارورڈ آبزرویشن آفیسر کی طرف سے کورنگ گولہ باری شروع ہو گئی اور وہ وہاں سے نکل کر سرحد کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس دوران بی سکواڈرن دریا عبور کر کے ان تینوں اور ایک چوتھے لاپتہ شخص کا انتظار کرنے لگا۔ جب دیر تک وہ نہ آئے تو ہارڈی نے سرحد عبور کرنے کا حکم دے دیا۔ یہ لوگ وہاں پہنچے تو مذکورہ تینوں افراد وہاں پہلے ہی موجود تھے۔

ان تینوں کی طرح الجیبیا بھی واپسی کا حکم نہیں سن سکا تھا اور دشمن سے لڑائی میں مصروف رہا۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ وہ اکیلا ہے۔ چنانچہ وہ پیچھے ہٹتا ہوا دریا کے ساتھ واقع رستے تک پہنچ گیا۔ زخمی ہونے کے باوجود تین دن بعد اڈے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس واقعہ کے دس روز بعد کیپٹن وولف چارلس ارتھ کی زیر قیادت 30 رکنی دستہ اس علاقے کی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

طرف آیا لیکن شدید بارشوں کی وجہ سے دریا عبور نہ کر سکا۔ اس دوران انڈونیشیوں نے اپنی مجوزہ دراندازی شروع کر دی جو دریا کے زیریں علاقے میں ایک اور اڈے سے کی گئی۔ باقاعدہ فوج اور گوریلوں پر مشتمل 70 رکنی دستہ سرحد عبور کر کے پہلے ڈویژن کے علاقے میں داخل ہو گیا لیکن 7/2 جی آر کے دستے وہاں پہلے ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچ چکے تھے جنہوں نے لڑائی میں انہیں بھاری نقصان پہنچایا۔ فروری کے آخر میں بی سکواڈرن نے اپنا دورانیہ کار مکمل کر لیا اور برطانیہ روانہ ہو گیا۔ اس کی جگہ دوسرے آسٹریلوی سکواڈرن ایس اے ایس آر نے لے لی۔

جنوری 1966ء میں ڈی (پٹرول) کمپنی 3 پیرا' جو پیرا شوٹ رجمنٹ نے بورنیو میں خصوصی آپریشنوں کے لیے بنائی تھی' علاقے میں پہنچی۔ یہ کمپنی میجر پیٹر چسویل کی زیر قیادت جولائی 1965ء میں قائم کی گئی تھی۔ برطانیہ میں اس نے ہر قسم کی لڑائی اور فنی مہارتوں کی تربیت حاصل کی اور ملائی زبان بھی سیکھی۔ جنوری 1966ء کے شروع میں یہ سنگاپور پہنچی اور وہاں سے ملائیشیا جا کر جوہور بارو کے ''سکول آف جنگل وارفیئر'' میں مزید تربیت حاصل کی۔ وہاں سے اسے ہوائی جہازوں کے ذریعے لیوان کے جزیرے میں پہنچایا گیا جہاں 221 ایس اے ایس کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہاں سے یہ سمندری جہاز کے ذریعے برونائی پہنچی۔ یہاں اس نے اب تک لی گئی تربیت کے عملی مظاہرے کیے۔ مارچ کے آخر میں آخری تربیت حاصل کرنے کے بعد کمپنی ''آسیب زدہ'' گھر پہنچی اور گورکھا انڈیپنڈنٹ پیرا شوٹ کمپنی کی جگہ لی' پھر بریگیڈیئر ڈیوڈ ہاؤس کی کمان میں سنٹرل بریگیڈ کا حصہ بن گئی۔

کمپنی کا بنیادی کردار سرحدی چٹانی علاقے سے آگے گہری نگرانی اور جاسوسی تھا۔ اپریشن کے دوران اس کے دشمن کے ساتھ مقابلے تو بہت کم ہوئے' تاہم اس نے اہم جاسوسی معلومات حاصل کر لیں۔ کمپنی کے آپریشنل ہونے کے بعد متعدد کلارٹ اپریشن کیے گئے۔

ڈی (پٹرول) کمپنی 6 ماہ کا دورانیہ مکمل کر کے برطانیہ چلی گئی۔ مارچ کے بعد سے بورنیو میں ایس اے ایس کے پاس محض دو یونٹ یعنی ایس اے ایس کا دوسرا سکواڈرن اور این زیڈ ایس بی ایس کی دوسری ڈیٹیچمنٹ تھے۔ مؤخر الذکر کی جگہ بعد میں تیسری ڈیٹیچمنٹ نے لے لی۔

دوسرے سکواڈرن کے گشتی دستوں نے کلارٹ اپریشن جاری رکھے۔ 17/مارچ کو سارجنٹ پیٹر وائٹ کے دستے نے سرحد عبور کی اور سیکابان کے علاقے میں داخل ہو گیا۔ اس کا مقصد کمپنی کمانڈر میجر چارلس میکاز لینڈ کو حلے سے سنتاس کے علاقے کی جاسوسی کرنے میں مدد فراہم کرنا تھا۔ سنتاس کے محاذ کے مخالف رخ پر ایک کراسنگ پوائنٹ گورکھا پلٹن پہلے ہی حاصل کر چکی تھی۔ جس کے بعد وائٹ اور میکاز لینڈ کے دستوں نے دریا کا جنوبی کنارہ عبور کیا اور ایک پہاڑی پر پہنچے جو ایک خفیہ مواصلاتی لائن کے طور پر استعمال ہو رہی تھی۔ یہاں انہیں ایک مقامی باشندہ ملا جس نے

انہیں بتایا کہ ان کا تعاقب ہو رہا ہے۔ جس پر وہ سب واپس دریا عبور کر کے علاقے سے نکل گئے۔ چند منٹ بعد ہی اس علاقے پر انڈونیشیوں نے گولہ باری کر دی۔

10/اپریل کو سارجنٹ پیٹر وائٹ کی زیر قیادت دو دستے سرحد عبور کر کے کلیمنتان میں داخل ہو گئے۔ وائٹ نے تین افراد کو دریائے سگی کوئمبا پر سیرنگ کے مقام اور تین آدمیوں کو سگی پوان کی طرف جائزہ لینے کے لیے بھیج دیا۔

پانچ روز بعد مؤخر الذکر افراد کو مقامی آدمیوں نے دیکھ لیا لیکن وائٹ نے خطرے کے باوجود جاسوسی جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

16/اپریل کی صبح 16 انڈونیشی فوجی ان کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھے گئے جس پر وائٹ نے دونوں دستوں کو وہاں سے نکال دیا اور علاقے میں بم نصب کر دیا اس موقع پر اسے احساس ہوا کہ اس کے چار آدمی اس سے بچھڑ چکے ہیں۔ وہ انہیں تلاش نہ کر سکا جس پر اس نے سرحد کے اس مقام پر جانے کا فیصلہ کیا جہاں اکٹھے ملنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد انہیں نصب کردہ بم کے پھٹنے کی آواز آئی۔

اگلی صبح دستے کو کھیت سے فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اور انڈونیشیوں نے علاقے میں گولہ باری شروع کر دی۔ تاہم دستہ کوئی نقصان اٹھائے بغیر سرحد پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ لاپتہ چاروں افراد بھی اس دوران وہاں پہنچ گئے۔

16/مئی کو سارجنٹ میری ینگ کی زیر قیادت ایک دستے نے سرحد عبور کی اور سنگی پوتینہ کے ساتھ ایک دلدلی علاقے کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اپریشن کے چھٹے روز وہ دریا سے ہٹ کر لیکن اس کے متوازی شمال کی طرف بڑھے۔

23/مئی کو سارجنٹ ینگ اور ایلن الیتھروپ دریائے پوئیبھہ کی تصاویر لے رہے تھے کہ پانچ انڈونیشی فوجیوں نے' جو اچانک ہی نمودار ہوئے تھے۔ ینگ کو دیکھ لیا لیکن ان دونوں نے فائرنگ کر کے پانچوں کو ہلاک کر دیا۔

دستہ فوراً ہی وہاں سے نکل کر شمال کی طرف بڑھا۔ 20 منٹ کے بعد جنوب سے ایک توپ نے گولہ باری شروع کر دی۔ اب وائٹ نے مشرق کی طرف سرحد کا رخ کیا لیکن عصر کے وقت کچھ فاصلے پر دشمن کی آوازیں سن کر اسے اپنا راستہ پھر بدلنا پڑا۔ شام کو دستے نے سرحد کی طرف جانے کا فیصلہ بدل دیا کیونکہ انہیں دشمن کے تعاقب کا خطرہ تھا۔ اس کے بجائے وہ کیمپونگ منتی کی طرف چل پڑے۔ 24/کی شام انہوں نے گاؤں کے نزدیک قیام کیا جہاں سے اگلے روز انہیں نکال لیا گیا۔

25/مئی کو 8 انڈونیشیوں کا ایک وفد کوالالم پور پہنچا اور ملائیشیا اور انڈونیشیا میں مذاکرات

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

شروع ہو گئے' اس کے تین روز بعد تمام کلارٹ اپریشن بند کر دیئے گئے۔ وہاں سے انڈونیشی وفد تنازعہ کے خاتمے کے لیے تجاویز کا مسودہ تیار کرنے بنکاک پہنچا۔ اور یکم جون کو جکارتہ واپس لوٹا۔ اس مہینے کے باقی عرصہ میں جو معلومات اکٹھی ہوئیں ان سے معلوم ہوا کہ انڈونیشی پہلے ڈویژن کے علاقے میں جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے دو گروپ منجاب 1 اور 2 کے نام سے بھیجنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ان گروپوں کو روکنے کے لیے دستے تعینات کیے گئے۔

جون میں بتایا گیا کہ 50 انڈونیشی فوجیوں کا ایک دستہ لیفٹیننٹ سمبی کی قیادت میں پانچویں ڈویژن کی سرحد کی طرف بڑھ رہا ہے۔ پہلی رپورٹوں سے پتہ چلتا تھا کہ سمبی کا ہدف سیریا (برونائی) میں شیل کی تیل کی تنصیبات ہو سکتی ہیں۔ یہ اندازہ لگایا گیا کہ وہ سرحد کو باکیلالان اور لونگ سمادو نامی دیہات کے درمیانی علاقے میں سے عبور کرے گا۔ یہ علاقہ ایل/7 جی آر کا تھا جس کے فارورڈ علاقے میں گورکھا کمپنی کے دستے تعینات تھے۔

سمبی کی فوج کے علاقے میں آنے کے متعدد شواہد ملے جس پر اس کا تعاقب کیا گیا۔ دو ماہ کے عرصے میں متعدد مقابلے ہوئے جن میں کئی فوجی گرفتار کیے گئے' کئی نے ہتھیار ڈال دیئے یا بھوک سے مر گئے۔ خود سمبی 3/ستمبر کو گرفتار ہو گیا جب محاذ آرائی کا سرکاری طور پر خاتمہ ہو گیا تھا۔ اور انڈونیشیا نے 11/اگست کو معاہدہ بنکاک پر دستخط کر دیئے تھے۔

21/جولائی کو ڈی سکواڈرن نے 2 سکواڈرن کی جگہ لے لی جو مغربی آسٹریلیا اپنے اڈے پر واپس چلا گیا۔ اسی ماہ این زیڈ ایس اے ایس کی چوتھی ڈیٹیچمنٹ پہنچی جس نے تیسری ڈیٹیچمنٹ کی جگہ لی۔ وہ 9/ستمبر تک کوچنگ سیدھی اور اس کے بعد نیوزی لینڈ چلی گئی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ڈی سکواڈرن بھی برطانیہ چلا گیا۔ اس طرح بورنیو میں ایس اے ایس کا تین سالہ اپریشن اختتام کو پہنچا۔

اس عرصہ میں برطانیہ اور دولت مشترکہ کے 114 فوجی ہلاک اور 181 زخمی ہوئے۔ ان میں 22 ایس اے ایس کے ہلاک شدگان کی تعداد 3 اور زخمیوں کی 2 تھی جبکہ آسٹریلوی دستوں کے 3 افراد ہلاک ہوئے جن میں سے ایک کی ہلاکت ایک آوارہ ہاتھی کے سبب ہوئی اور دو دریا عبور کرتے ہوئے ڈوب کر مرے۔ انڈی پنڈنٹ پیراشوٹ یونٹوں کا کوئی آدمی نہیں مرا۔ انڈونیشیا کے 590 فوجی ہلاک' 222 زخمی اور 771 گرفتار ہوئے۔ ان میں ان افراد کی تعداد شامل نہیں جو کراس بارڈر کارروائیوں میں مارے گئے کیونکہ ان کی گنتی ممکن نہیں تھی۔

جنوب مشرقی ایشیا میں غلبہ حاصل کرنے کی انڈونیشی کوشش اور اسے ناکام بنانے کی کامیاب مہم پر کچھ سال بعد میجر جنرل جارج لی نے کچھ اس طرح کا تبصرہ کیا:

''انڈونیشیا نے یہ مقصد تدبیراتی طور پر تخریب کاری اور دراندازی کے ذریعے اور تزویراتی

طور پر خاصی بڑی فوج بنا کر اس کے استعمال سے ڈرانے کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یہ جارحیت تھی جس کو نیوی، آرمی اور ایئر فورس کے فوری استعمال سے ناکام بنا دیا گیا اور انڈونیشیا کو اتنا غیر متناسب نقصان پہنچایا گیا کہ اسے یہ احساس ہو گیا کہ وہ ملائیشیا کو کچلنے کا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔''

یہ فتح فوجی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ جکارتہ کی نئی حکومت اور انڈونیشی معیشت کی ابتر حالت معاہدۂ بنکاک کا باعث بنی۔ بلاشبہ یہ اہم وجوہات تھیں لیکن ہماری فوجی کارروائی کے حصے کی اہمیت اس سوال سے واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ہم یہ نہ کرتے تو پھر کیا ہوتا۔ بورنیو یقیناً اور ملائیشیا امکانی طور پر انڈونیشیا کے قبضے میں ہوتا۔''

اس وقت کے وزیر اعظم ڈینس ہیلے نے جنگ کے اختتام کے فوراً بعد پارلیمنٹ میں جو بیان دیا وہ اس بارے میں حتمی فیصلہ ہے:

''جب ایوان اس المیے کے بارے میں سوچتا ہے جو ہماری طرف سے صورتحال کو سنبھالا نہ دینے کی صورت میں براعظم کے اس کونے میں رونما ہوتا تو وہ یہ بات مانے گا کہ تاریخ کی کتابوں میں اسے تاریخ عالم میں فوجی طاقت کا ایک موثر ترین استعمال قرار دیا جائے گا۔''

❁ ❁ ❁

کتاب کلبنے وَن اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

آٹھواں باب

تبت

1956ء۔1974ء

1956ء میں برطانیہ ملایا کے جنگلوں میں کمیونسٹوں کے خلاف جنگ جیت رہا تھا تو امریکہ اس خفیہ جنگ میں ملوث ہونے والا تھا جو 6 برس قبل ''دنیا کی چھت'' تبت کی پوشیدہ سلطنت میں شروع ہو چکی تھی۔

بھارت کے شمال میں واقع تبت ایک بلند سطح مرتفع ہے جو ناقابل تسخیر سلسلہ ہائے کوہ سے گھری ہوئی ہے۔ میدان کے شمالی علاقے کی، جو چانگ ٹانگ کہلاتا ہے اور جس میں خانہ بدوش قبائل آباد ہیں، سرحدیں کیون لن کے پہاڑوں اور چینی صوبے سنکیانگ (اب زنجیانگ) سے ملتی ہیں۔ زیر نظر باب سے متعلقہ دور میں اس کے مشرقی علاقوں انڈو اور خام کی سرحدیں چینی صوبوں گانستو اور سچوان سے ملتی تھیں۔ آج انڈو چین کے صوبے زنگھائی پر مشتمل ہے جبکہ خام زیچوان میں شامل ہے۔ شمال مشرق میں انڈو وسیع میدانوں جبکہ جنوب مشرق میں خام سلسلوں پر مشتمل ہے۔ جن میں جگہ جگہ بلند درے اور پرشور دریا ہیں، وسیع سطح مرتفع ہے جن میں جابجا گھنے سدابہار جنگل اور وادیاں ہیں، کوہستانی دیہات اور گھاس کے میدان ہیں جن کی وجہ سے اس کو پھولوں کی سرزمین کا نام ملا۔ انڈو کے لوگ انڈووا اور گولوک قبائلی اور خام کے لوگ، کھمبا 23 قبائل پر مشتمل ہیں۔ پرفخر اور نہایت آزاد منش یہ سب لوگ پختہ کار گھوڑ سوار تھے۔ چھوٹے لیکن مضبوط پونیوں پر سواری کرتے۔ چھوٹے اسلحہ اور تلواروں کے استعمال میں ماہر یہ قبائلی بہت ابتدائی دور سے نشانہ لگانے کا فن جانتے تھے۔ صرف شکار کے لیے ہی نہیں بلکہ ڈاکوؤں کے گروہوں سے اپنے دفاع کے لیے بھی۔

جنوبی تبت میں زرخیز وادیاں ہیں جہاں چاول اور جو اُگائے جاتے ہیں جو تبتیوں کی خوراک ہے۔ سطح مرتفع جنگلوں اور سبزہ زاروں سے بھری ہے۔ عظیم دریائے برہم پترا علاقے کے آر پار بہتا ہے جس کی جنوبی سرحد ہمالیہ کا سلسلہ کوہ ہے۔ اس کے جنوبی ڈھلوانوں پر بھارتی ریاست

اروناچل پردیش (سابق نیفا) اور پہاڑی ریاست بھوٹان اور نیپال واقع ہیں۔ مغرب میں تبت کی سرحد ہمالیہ پر مشتمل ہے۔ جنوب میں شمال مغربی بھارت اور کشمیر ہے۔

انیسویں صدی میں تبت نے باہر والوں اور بالخصوص برطانویوں کے لیے اپنے دروازے بند کر لیے جو چین سے تجارت کے لیے اسے راہداری سمجھتے تھے۔ برطانیہ نے بالآخر طاقت کا استعمال کیا اور تبت کا حکمران دلائی لامہ فرار ہو کر چین چلا گیا لیکن بعد ازاں 1904ء میں برطانیہ اور تبت کے درمیان ایک معاہدے کے بعد واپس آ گیا' دو برس بعد برطانیہ اور چین کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس میں تبت پر چین کی بالادستی تسلیم کی گئی۔ 1910ء میں چین نے ایک بار پھر طاقت کے ذریعے اس پر براہ راست کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی اور دلائی لامہ پھر فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس بار وہ بھارت چلا گیا۔ اس وقت چین کے بارے میں تبت کا رویہ لاپروائی کا تھا لیکن ان کے ملک کو محکوم بنانے کی تازہ چینی کوشش کی وجہ سے تبتی چینیوں کو اپنا دشمن سمجھنے لگے۔ 12-1911ء کی چینی بغاوت کے دوران تبت نے تمام چینیوں کو نکال باہر کیا اور خود کو آزاد ملک قرار دے دیا۔ دلائی لامہ بھی 1912ء میں اپنے وطن واپس آ گیا۔

اس کے ساتھ ہی چین نے تبت کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کی پھر کوشش کی۔ اسی سال 5 ہزار چینی فوج نے قاچین لؤ بتانگ اور چاڈو پر قبضہ کر لیا۔ 1914ء میں تبت کے سرحدی علاقوں پر بھی چین کا کنٹرول ہو گیا۔ تبت نے فوج بھیج کر جوابی کارروائی کی اور جلد ہی دونوں ملکوں کے درمیان متنازعہ سرحدوں پر جنگ چھڑ گئی۔

اکتوبر 1913ء میں تبت' چین اور برطانیہ کی سہ فریقی کانفرنس بھارتی شہر شملہ میں ہوئی۔ تاکہ تبت سے متعلقہ تنازعات کو طے کیا جا سکے۔ کانفرنس طول پکڑ گئی اور اگلے برس اپریل تک جاری رہی۔ تبت اور چین دونوں کی طرف سے دعوؤں اور طویل مذاکرات کے بعد برطانیہ نے سمجھوتہ پر مبنی حل پیش کیا۔ تبت اور چین کے زیر قبضہ رکھے جانے والے علاقوں کی تخصیص کے علاوہ خود تبت کو بھی دو حصوں میں یعنی اندرونی اور بیرونی تبت میں تقسیم کرنے کی تجویز دی۔ سارے تبت پر چین کی بالادستی تسلیم کی جانی تھی اور اسی طرح بیرونی تبت کو خودمختاری دی جانی تھی جسے تبت کے پایۂ تخت لہاسا کے زیر کنٹرول ہی رہنا تھا۔ اور چین نے بیرونی تبت کے انتظام میں مداخلت نہیں کرنا تھی۔ مزید برآں چینی فوج اور افسروں کو بیرونی تبت میں داخل ہونے سے روک دیا جانا تھا ماسوائے ریذیڈنٹ کے' جس نے لہاسا میں رہنا تھا اور اس کے پاس 300 سے زائد فوجی نہیں ہو سکتے تھے۔ چین نے وعدہ کرنا تھا کہ وہ تبت کو نوآبادی بنائے گا نہ اسے اپنا صوبہ بنا کر ضم کرے گا۔

1914ء میں تینوں ممالک کے نمائندوں نے معاہدے کے مسودے کی ابتدائی منظوری دی۔ تاہم دو روز بعد چین نے اپنا مندوب واپس بلا لیا اور مسودے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

البتہ برطانیہ اور تبت نے اس پر دستخط کر دیئے اور اسے واجب العمل تصور کیا۔

اگلے برس اس وقت تشدد بھڑک اٹھا جب کھمبا قبائل نے مشرقی تبت میں ایک چینی گیریژن پر حملہ کر دیا اور سارے علاقے پر قبضہ کر کے مشرق کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تاکہ اس علاقے پر بھی قبضہ کیا جائے جو ماضی میں ان کے پاس تھا اور اس میں کاشین لو کا علاقہ بھی شامل تھا۔ اس مرحلے پر برطانیہ نے چین کی درخواست پر مداخلت کی اور کھمبا قبائل کو جنگ روکنے پر آمادہ کیا۔ لہاسا کی حکومت نے' جس کے تعلقات بے حد خودمختار کھمبا قبائل اور ان کے شمالی ہمسائیوں اڈووا قبائل سے ہمیشہ خراب رہے' ان سے مطالبہ کر دیا کہ جتنا عرصہ مشرقی تبت چین کے قبضہ میں رہا' اتنے دور کے ٹیکس اسے دیئے جائیں۔ اس کی وجہ سے دونوں علاقوں اور لہاسا حکومت کے درمیان تعلقات مزید بگڑ گئے۔

1920ء اور 1930ء کے درمیان برطانیہ اور تبت کے تعلقات میں فاصلے بڑھتے گئے اور تبت نے چین سے رجوع کرنا شروع کر دیا جو اس وقت کمزور اور منقسم تھا۔ تاہم مشرقی تبت میں اس وقت تشدد پھر بھڑک اٹھا جب سیکانگ کی گیریژن سے چینی فوج نے خام میں ایک مقامی جھگڑے میں مداخلت کی۔ اس کے نتیجے میں پورے علاقے میں بغاوت برپا ہو گئی اور 1932ء میں ایک کھمبا لیڈر کیسانگ زیرم نے چینی فوج کو نکال باہر کیا اور خام کے بیشتر علاقے کو خودمختار قرار دے دیا۔

تبت پر اس وقت تیرھویں دلائی لامہ کی حکومت تھی۔ 17 دسمبر 1933ء کو وہ مر گیا۔ اگلے ماہ اس کے جانشین کے دریافت ہونے تک لہاسا کے نزدیک رٹینگ کی خانقاہ کے سربراہ رٹینگ رمپوچے کو اس کا ولی نامزد کیا گیا۔ اس دوران آنجہانی دلائی لامہ کے پسندیدہ کنپل لا اور اس کے بھتیجے کے درمیان اقتدار کی کشمکش شروع ہو گئی۔ لہاسا کی صورتحال خطرناک نظر آنے لگی جو مشرقی تبت کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے مزید تشویشناک ہو گئی جہاں 1934ء کے دوران خام کے فوجی گورنر توپ گیائے پنڈ تسانگ اور اس کے بڑے بھائی راپ گائی کی قیادت میں بغاوت پھوٹ پڑی تھی۔ گورنر ہونے کے علاوہ توپ گیائے ان چار مالدار اور طاقتور گھرانوں میں سے ایک کا سربراہ بھی تھا جن کے پاس خام میں بڑے بڑے تجارتی گھر تھے' باقی تین اندوتسانگ' گیادلتانگ اور سی دستانگ تھے۔

دونوں بھائیوں نے کھمبا قبائل کی ایک فوج جمع کر لی اور علاقائی دارالحکومت چاڈو کی طرف بڑھے جہاں سے وہ لہاسا کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے۔ راستے میں تبت کی فوج نے انہیں پسپا کر دیا۔ وہ پلٹے تو ان کا سامنا چینی فوج سے ہوا جو مشرق سے آ رہی تھی۔ اسے قوم پرست چینی لیڈر جنرل ایسمو چیانگ کائی شیک نے روانہ کیا تھا تاکہ وہ چین کی سرحد پر مصروف عمل بڑی تبتی فوج کو روکے۔ تبتی اور چینی فوجوں سے جنگ میں کھمبا فوج ہار گئی اور دونوں بھائی بھارت فرار ہو گئے۔

جولائی 1937ء میں چین اور جاپان' جس نے 1931ء میں شمالی چین پر حملہ کر کے شمال

مشرقی صوبے منچوریا پر قبضہ کر لیا تھا‘ کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ جاپان مزید چینی علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ 8 ماہ قبل‘ دسمبر 1936ء میں‘ ایک واقعے میں جسے ”سیان کا وقوعہ“ کہا جاتا ہے‘ چیانگ کائی شیک کو اسی کے ایک جنرل چانگ ہسوئے لیانگ نے جو شمال مغربی چین میں تعینات چیانگ کائی شیک کی منچوریائی فوج کا کمانڈر تھا‘ اغوا کر لیا۔ اپنے آبائی علاقے منچوریا کی حالت پر پریشان چانگ نے چیانگ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ماؤزے تنگ کی کمیونسٹ فوجوں سے لڑائی بند کرے اور جاپانیوں کے خلاف متحدہ محاذ بنائے۔ اپنے ماتحت کا مطالبہ مان لینے پر چیانگ کو رہا کر دیا گیا اور اس نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے کمیونسٹوں کے ساتھ اتحاد کر لیا لیکن ساتھ ہی اس نے چانگ کو گرفتار بھی کر لیا اور 1949ء تک اسے نظر بند رکھا۔

اکتوبر 1938ء جاپانیوں نے قوم پرستوں کو مغرب میں چنگ کنگ تک پسپا کر دیا جہاں چیانگ نے اپنی حکومت اور فوجی ہیڈکوارٹر قائم کر لیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اسے اڈو اور خام کو اپنے دفاع کے آخری اڈوں کے طور پر استعمال کرنے کا خیال سوجھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے پنڈتسانگ بھائیوں کو جو بھارت سے لوٹ آئے تھے اور اڈووا قبائلی سرداروں لوب سانگ زی وانگ اور گیشی شیراب گیاتسو کو امداد دینے کا فیصلہ کیا اور انہیں سینئر افسر لگا دیا۔ چاروں نے وعدہ کیا کہ ضرورت پڑنے پر وہ جاپانیوں کے خلاف قوم پرستوں سے مل کر لڑیں گے۔ اس تعاون کی وجہ سے انہیں اسلحہ کی بھاری مقدار تک رسائی حاصل ہوگئی جسے وہ لہاسا حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے استعمال کر سکتے تھے۔ انہوں نے منصوبہ بنایا کہ توپ کائے پنڈتسانگ کی زیر قیادت کھمبا قبائل سارے کھام پر اور گیشی اڈو پر قبضہ کر لے۔ انہوں نے لہاسا پیغام بھجوایا کہ وہ دونوں علاقوں کو عظیم تر تبت کا حصہ تسلیم کر لے اور تبت کی آزادی کے لیے چینیوں کے خلاف متحدہ جنگ میں شریک ہو جائے ورنہ کھمبا اور اڈووا لہاسا پر حملہ کر دیں گے۔

فروری 1940ء میں ایک ساڑھے چار سالہ لڑکے لہاموڈھونڈرب کو دریافت کر کے اس چودھواں دلائی لامہ بنا دیا گیا۔ اگلے سال ریٹنگ رمپوچے مراقبے کے لیے اپنی خانقاہ واپس چلا گیا اور اقتدار کی باگ دوڑ اپنے نامزد ولی تکتارمپوچے کو جو نوعمر دلائی لامہ کا استاد تھا‘ سونپ گیا۔

اس دوران مغربی دنیا نازی جرمنی اور جاپان سے جنگ میں الجھی ہوئی تھی۔ اس تصادم کے دوران تبت نے اپنی غیر جانبدارانہ پوزیشن برقرار رکھی تاہم وہ اس بات پر راضی تھا کہ اتحادی اس علاقے سے چین کو رسد فراہم کریں۔ اس کے علاوہ اس نے امریکہ کی طرف سے اس جاسوسی مشن کو بھی اجازت دے دی جو آفس آف سٹریٹجک سروسز (او ایس ایس) کے دو افسروں نے اکتوبر 1942ء سے جون 1943ء کے درمیان سرانجام دیا۔

1945ء میں دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد تبت نے باقی دنیا سے الگ تھلگ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

رہنے کی پالیسی ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک وفد بھارت اور چین بھیجا جس کا مقصد بظاہر جاپان اور جرمنی کے خلاف فتح پر اتحادیوں کو مبارک باد دینا مگر حقیقت میں چین کے ساتھ تبت کی آئندہ پوزیشن پر بحث کرنا تھا۔ یہ وفد مارچ 1946ء میں دہلی اور پھر چیانگ کائی شیک کے ہیڈکوارٹر نانکنگ گیا۔ وفد نے اسے ایک خط دیا جس میں تبت کا دعویٰ آزادی درج تھا اور یہ درخواست تھی کہ لہاسا میں کوئی چینی سفارت کار تعینات نہ کیا جائے اور آئندہ تمام رابطے ریڈیو سے کیے جائیں۔ ظاہر ہے کہ چینیوں نے ان مطالبات کی پروا نہیں کی اور اس کے بجائے ایک دستاویز پر دستخط کرنے کو کہا جس میں قرار دیا گیا تھا کہ تبتی چین کی کومتانگ حکومت کے ماتحت ہیں۔ تاہم اس کے بعد چیانگ کائی شیک کے لیے زیادہ اہم مسائل پیدا ہو گئے جب اپریل 1946ء میں اس کی قوم پرست فوجوں اور ماؤزے تنگ کے کمیونسٹوں کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی۔

اپریل 1947ء میں جب لہاسا میں بالادستی کی جنگ جاری تھی‘ تکتہ رمپوچے نے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے کہ ولی ریٹنگ رمپوچے لہاسا واپس نہ آ سکے۔ اس نے ریٹنگ اور اس کے دو قریبی ساتھیوں کے گرفتاری کے لیے فوجی دستے لہاسا روانہ کر دیئے اور ان تینوں پر تکتہ کو قتل کرنے کی سازش اور حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے چیانگ کائی شیگ سے مدد حاصل کرنے کا الزام عائد کر دیا۔ ریٹنگ کے دو ساتھیوں نے ان الزامات کا اعتراف کر لیا لیکن خود ریٹنگ نے صرف یہ کہا کہ اس نے تکتہ حکومت کی مخالفت کے سوا کچھ نہیں کیا۔ تینوں پر جرم ثابت ہو گیا لیکن سزا ملنے سے پہلے ہی ریٹنگ مر گیا۔ افواہ یہ پھیلی کہ اسے زہر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھیوں کو سزائے موت ہوئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔

ادھر پنڈتسانگ بھائی اور دو اڈووا لیڈر لہاسا میں حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ تاہم جولائی 1949ء میں حکام نے اعلان کر دیا کہ دارالحکومت سے تمام چینیوں کو نکالا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے چاروں سازشیوں کو خاصی مایوسی ہوئی۔ ان کے خیال میں اس اعلان کے پیچھے برطانیہ‘ بھارت اور شاید امریکہ کا بھی ہاتھ تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ایسا ہے تو کھمبا اور اڈووا قبائلی کو لہاسا حکومت کی فوجوں کے بجائے ان تینوں ممالک کی فوجوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ انہوں نے وقتی طور پر اپنے منصوبے ترک کرنے کا فیصلہ کیا۔

اکتوبر 1949ء میں تین برس کی خانہ جنگی کے بعد چیانگ کائی شیک کی قوم پرست فوجوں کو کمیونسٹوں نے شکست دے دی جس کے بعد وہ چین کی مرکزی سرزمین سے نکل کر فارموسا کے جزیرے (اب تائیوان) چلی گئیں۔ یکم اکتوبر کو ماؤزے تنگ نے پیکنگ میں عوامی جمہوریہ چین میں اپنی حکومت کے قیام کا اعلان کیا جس کے چھ ہفتے بعد لہاسا اطلاع پہنچی کہ چینی فوجیں مشرقی تبت کے سرحدی علاقوں میں حرکت کر رہی ہیں۔ 7/جنوری 1950ء کو تبت کے بارے میں چینی عزائم مزید

واضح ہو گئے جب جنرل لیو باو چنگ نے اعلان کیا کہ پیپلز لبریشن آرمی (پی ایل اے) نے جنوب مغربی چین میں تمام مزاحمت کا خاتمہ کر دیا ہے اور اب وہ تبت میں اپنے ہم وطنوں کو آزاد کرائیں گی۔

اس دوران پنڈتسانگ بھائیوں اور دونوں اڈووا لیڈروں کو پیکنگ کی نئی حکومت سے ایک پیغام ملا جس میں کمیونسٹوں نے اعلان کیا تھا کہ سارے تبت کو ایک سال کے اندر اندر چین میں ضم کر دیا جائے گا جس کے پانچ برس بعد نیپال' سکم' بھوٹان اور بھارت کے ساتھ یہی ہوگا۔ انہیں لہاسا میں تختہ الٹنے کے منصوبے کا بھی علم تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس کی حمایت کرتے ہیں اور اس کے لیے رقم اور اسلحہ بھیجیں گے۔

چاروں لیڈر مخمصہ میں پھنس گئے۔ انہوں نے سوچا کہ اس بارے میں لہاسا حکومت کو خبردار کرنا بے فائدہ ہوگا کیونکہ وہ بغاوت کے بارے میں جانتی تھی اور اس پیغام کو فریب سمجھتی۔ چنانچہ انہوں نے برطانیہ اور بھارت کی حکومت سے رابطہ کر کے اسے چینی عزائم سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پیغام خود لے جانے کے بجائے توپ گیائے شمالی چاڈو میں اپنے مضبوط گڑھ چلا گیا اور وہاں سے ایک ایلچی کو بھارت روانہ کر دیا۔ یہ ایک نوجوان سکاٹ باشندہ جارج پیٹرسن تھا جو میڈیکل مشنری کے طور پر 1947ء میں تبت آیا تھا اور توپ گیائے کا دوست بن گیا تھا۔

پیٹرسن نے آسام کے راستہ سفر شروع کیا جو دو ماہ میں مکمل ہوا۔ اس کی پہلی منزل کلکتہ تھی جہاں اس نے برطانوی ہائی کمشنر ڈیوڈ اینڈرسن سے ملاقات کی۔ اس نے معاملے کو سنجیدگی سے لیا اور ایک ڈنر کا اہتمام کیا جس میں سی آئی ڈی کے ایک افسر رابرٹ لین کو بھی مدعو کیا جو امریکی قونصلیٹ میں متعین تھا اور ایک بھارتی افسر کو بھی بلا لیا۔ پیٹرسن کی اطلاع لندن اور واشنگٹن روانہ کر دی گئی لیکن چونکہ برطانیہ اور امریکہ کے چین کے ساتھ مکمل سفارتی تعلقات نہیں تھے اس لیے ہندوستانی حکومت کو ذمہ داری دی گئی کہ وہ پیکنگ میں ضروری تحقیق کرے۔ اس پر چینی حکام نے بھارتی سفیر سردار پانیکر کو بتایا کہ یہ اطلاعات غلط ہیں اور مغربی سرحدوں پر چینی فوج کی نقل و حرکت معمولی کی تعیناتی کا حصہ ہے۔

اس دوران واشنگٹن میں تبت پر چین کے ممکنہ حملے کو اس حد تک سنجیدگی سے لیا گیا کہ 16/جون کو محکمہ خارجہ میں ایک اجلاس ہوا جس میں برطانوی سفارت خانے کے اہلکار بھی شریک ہوئے۔ اجلاس کا مقصد کمیونسٹ کنٹرول کے خلاف تبتیوں کی مزاحمت کی حوصلہ افزائی کی تجاویز پر بحث کرنا تھا۔ محکمہ خارجہ کی تیار کردہ دستاویز میں بتایا گیا کہ اسلحہ اور آلات کی شکل میں نسبتاً چھوٹی سطح کی امداد سے ہی ایسی مزاحمت کو اس سطح تک پہنچایا جا سکتا ہے کہ وہ چینیوں کو قابل ذکر نقصان پہنچانے کے قابل ہو سکے اور اس طرح حملے کو بہت زیادہ مہنگا بنایا جا سکتا ہے۔ امریکہ نے تجویز دی کہ ایسی مدد بھارت فراہم کرے جس کے لیے برطانیہ اسے آمادہ کرے لیکن برطانیہ کو جس نے دو

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI

سال قبل ہی بھارت کو آزاد کیا تھا' جنوبی ایشیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس نے امریکی تجویز کوئی مثبت ردعمل نہیں دیا۔

اگست میں امریکہ نے تبتیوں کو بتایا کہ امریکہ ان کی خفیہ مالی امداد کرے گا تاکہ وہ بھارت سے اسلحہ خرید سکیں۔ اگلے ماہ تبت نے بھارت سے اسلحہ حاصل کرنے کی ابتدائی درخواست کر دی جس سے برطانیہ پہلے ہی آگاہ چکا تھا۔

تبت کے بارے میں چین کے حقیقی عزائم کی پہلی نشاندہی دراصل جولائی 1950ء میں ہوئی جب پیپلز لبریشن آرمی کے 500 فوجیوں نے دریائے یانگسی کے بالائی حصے کو عبور کر کے مغربی کنارے پر واقع چھوٹے شہر ڈینگکو پر قبضہ کر لیا جو چاڈو کے شمال مشرق میں 120 میل کے فاصلے پر ہے۔ چاڈو کے گورنر لہالو شاپے نے دو سکاوٹ چینی حملے کے حجم کا تعین کرنے کے لیے روانہ کیا جبکہ ایک ایلچی چاڈو کے شمال میں خام اور اڈو کی سرحد پر تبت کی باقاعدہ فوج کے چار سو سپاہیوں پر مشتمل فورس کے کمانڈر موجا اپن کو بلانے کے لیے بھیجا۔ سکاؤٹوں نے چار روز کے بعد آ کر بتایا کہ چینی فوج کی تعداد 5 سے 7 سو تک ہے۔ دو روز بعد موجا اپنی فوج سمیت پہنچ گیا۔

لہالو نے شہر کو دفاعی حالت میں رکھا جبکہ موجا نے اور اس کی فوج نے جس میں 200 کھمبا گھڑ سوار بھی شامل ہو گئے تھے' شمال مشرق میں چینیوں پر حملہ کر دیا لیکن چینیوں نے مشین گنوں سے فائرنگ کی جس کی وجہ سے تبتیوں کا بھاری جانی ہوا' اس کے باوجود انہوں نے حملہ جاری رکھا۔ شام کو جب جنگ میں تعطل آتا نظر آ رہا تھا' 200 گھڑ سوار حملہ کر کے چینی پوزیشنوں کے مرکز میں گھس گئے اور ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ لڑائی ختم ہوئی تو ہی تقریباً تمام چینی فوج کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

اس لڑائی کو بیرونی دنیا میں کوئی شہرت نہیں مل سکی کیونکہ اس کی توجہ کوریا پر مبذول تھی جہاں 25/جون کو لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ اس دوران چینی فوج نے مشرقی خام میں کسی اور مقام پر اکٹھ کیا اور دریائے میکانگ کے بالائی علاقے سے ایک بڑی فوج کے تانگ میں داخل ہونے کی خبر آئی جو جنوب مشرقی چاڈو میں یانگسی کے مشرقی کنارے پر واقع تھا۔ اس خبر سے کشیدگی مزید بڑھ گئی کہ سرتن اور شاتسانگ کی بڑی خانقاہوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ 6/جون کو ایک بڑا زلزلہ آیا جو وسطی ایشیا کے علاقے میں 50 سال کے دوران آنے والا بدترین زلزلہ تھا۔ اس نے چاڈو کے علاوہ کانڈزے' لتیانگ' درگیو اور تانگ میں زبردست تباہی مچائی ہزاروں مکانات اور بہت سی خانقاہیں برباد ہو گئیں۔

اس دوران باقی تبت متوقع چینی حملے کا منتظر رہا۔ لہاسا حکومت نے اپنی 10 ہزار کی مختصر سی فوج کے مزید دستے خام روانہ کیے۔ مشرق میں پیپلز لبریشن آرمی جس کی تعداد ایک لاکھ 20 ہزار تھی' حملے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ ان میں سے 50 ہزار یان میں تھی۔ جو چاڈو کے مشرق میں خام

چین سرحد پر کانٹنگ کے نزدیک واقع تھا۔ مزید 40 ہزار فوج آنڈو کے شمال میں جبکہ 30 ہزار فوج وہاں سے 2 ہزار میل دور شمالی سنکیانگ میں موجود تھی۔

6/اکتوبر 1950ء کی رات چین نے جنرل لیو باتنگ کی پہلی اور دوسری فیلڈ آرمی کے 80 ہزار سپاہیوں کی مدد سے حملہ کر دیا۔ موجا کی فوج پر یانگسی کے مشرق میں توپ خانے سے گولہ باری کی گئی۔ اس نے اپنے پاس سب سے ''بڑے ہتھیار'' 303 ہلکی مشین گنوں سے جوابی فائرنگ کی۔ 60 میل جنوب میں چینی فوجیوں نے خاموشی سے دریا عبور کر کے مارخم درگا کے مقام پر 50 تبتی فوجی ہلاک کر دیئے۔ مزید ہزاروں فوجی پیچھے آ رہے تھے جو دریا عبور کر کے وہاں سے 25 میل کے فاصلے پر رانگ سم کے مقام پر تبتی گیریزن کی طرف بڑھے۔ مزید 130 میل جنوب میں دو ہزار چینی فوجیوں نے دریائے یانگسی عبور کیا جس کے بعد اس کے ایک حصے نے شمال میں چاؤڈو کی طرف پیش قدمی کی جبکہ دوسرے نے مارخم گارتوک میں تبتی گیریزن پر حملہ کر دیا جہاں اڑھائی سو تبتی فوجیوں اور کھمبا رضا کاروں نے اپنے ختم ہونے تک سخت مزاحمت کی۔

7/اکتوبر کو شمال میں لڑائی جاری رہی جہاں بہت کم اسلحہ ہونے کے باوجود موجا واپن کی چھوٹی سی فوج نے چینی فوج کو دریائے یانگسی عبور کرنے سے روکے رکھا۔ تاہم اس دوران رانگ سم کی گیریزن بھاری حملے کی زد میں تھی اور آخر وہ پسپا ہو کر چاؤڈو کو جانے والی سڑک پر پہلے پہاڑی راستے پر چلی گئی اور وہاں مورچہ بند ہو گئی۔ اگلے روز چینی فوج نے پے در پے حملے کیے جو تبتی فوجوں نے پسپا کر دیئے۔ لیکن عددی کمی کے باعث تبتی فوج نے جو توپ خانے کی زبردست گولہ باری سے بھاری نقصان اٹھا رہی تھی' رات کے وقت منتشر ہونے کا فیصلہ کیا اور چاؤڈو کی سڑک بغیر دفاع کے رہ گئی۔

کھمبا کے دارالحکومت میں بڑے راستوں پر 300 فوجی گیریزن تعینات تھے جن سے ہلکی بندوقوں اور تلواروں سے مسلح قبائلی بھی آ ملے تھے۔ وہ شہر کے دفاع کے لیے آخری سانس تک لڑنے کے لیے تیار تھے لیکن نیا گورنر نگابو نگا وانگ جگمی اتنا بہادر نہیں تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی 700 فوجیوں کے ہمراہ رات کو فرار ہو کر مغرب کی طرف چلے گئے جس سے کھمبا قبائل بہت مشتعل ہوئے۔

ادھر موجا واپن تنہا ہی ڈینگکو کے دفاع پر ڈٹا رہا یہاں تک کہ جب چینی فوج نے 20 میل شمال میں دریائے یانگسی عبور کر لیا جس کے بعد وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ نظم وضبط کے ساتھ چاؤڈو کی طرف پسپا ہو گئے اور 16/اکتوبر کو اس نے اور اس کی فوج نے نگابو کو تلاش کر لیا جو چاؤڈو سے صرف ایک دن کے فاصلے پر واقع ایک خانقاہ میں تھا۔ بزدل گورنر اس اطلاع کے بعد وہیں رک گیا تھا کہ لہاسا جانے والی سڑک چینیوں نے کاٹ ڈالی ہے۔ موجا کی یقین دہانی کے باوجود کہ ان کے مشترکہ فوج گھیرا توڑ کر لہاسا پہنچ سکتی ہے۔ نگابو نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور اگلے دن

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

چینیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ 10 دن کی مزاحمت کے بعد تبت کا سقوط ہو گیا۔

تبتیوں نے اقوام متحدہ سے اپیل کی لیکن انہیں اپنا کوئی حامی نہیں ملا۔ جنوری 1951ء میں 16 سالہ دلائی لامہ کو جو اپنی حکومت کے ساتھ ملک کے جنوب میں یاتونگ کے مقام پر چلا گیا تھا' چین کی طرف سے یہ یقین دہانی موصول ہوئی کہ اگر وہ ماؤزے تنگ کی حکومت سے مذاکرات کرے تو تبت پر کوئی نیا حملہ نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ مذاکرات کے لیے ایک وفد پیکنگ بھیجا گیا جس کا سربراہ نگابو وانگ جگمی تھا اور اس میں دلائی لامہ کا ایک بڑا بھائی گیالو تھون ڈپ شامل تھا۔ آنے والے مہینوں میں مذاکرات منعقد ہوئے۔

23/مئی کو چین نے اعلان کیا 17 نکاتی معاہدے پر دستخط ہو گئے ہیں' اگرچہ لہاسا حکومت نے اپنے وفد کو بحث مباحثہ کے سوا کسی اقدام کا اختیار نہیں دیا تھا۔ درحقیقت چین نے وفد کو ڈرا دھمکا کر اپنی شرطیں ماننے اور دستخط کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ معاہدے میں اعلان کیا گیا تھا کہ تبتی عوام متحد ہو کر جارح سامراجی قوتوں کو تبت سے نکال دیں گے اور مادر وطن ..... عوامی جمہوریہ چین کے خاندان میں لوٹ آئیں گے۔ معاہدے میں تبت کی خود مختاری دلائی لامہ کی اندرونی حاکمیت اور تبت کے اندر علاقائی حکومتوں کی موجودہ حیثیت برقرار رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ تاہم اس کے ساتھ ہی لہاسا حکومت سے کہا گیا تھا کہ وہ تبت میں داخلے کے لیے چینی فوجوں کی مدد کرے۔ معاہدے کے تحت لہاسا میں ایک فوجی اور انتظامی کمیٹی اور ایک فوجی ایریا ہیڈ کوارٹر قائم کیا جانا تھا۔ تمام تبتی فوجوں کو پیپلز لبریشن آرمی میں شامل کیا جاتا تھا اور ملک کے دفاع اور خارجہ امور کی تمام تر ذمہ داری چین کے پاس ہونی تھی۔ اس معاہدے نے عملاً تبت پر چینی قبضے کی توثیق اور ملک کی آزادی کا خاتمہ کر دیا تھا۔

یکم جولائی کو ایک چینی وفد تبتی وفد کے ہمراہ بھارت میں مغربی بنگال کے دارالحکومت کلکتہ پہنچا جہاں سے اسے دلائی لامہ کے ساتھ مذکرات کے لیے یاتونگ جانا تھا۔ اس وقت تک دلائی لامہ اپنے ملک کے خارجہ اور دفاعی امور کو چینی کنٹرول میں دینے پر راضی ہو چکا تھا لیکن یہ بھی کہا کہ اگر انہوں نے داخلی معاملات پر بھی کنٹرول حاصل کرنے کا اصرار کیا تو وہ ملک چھوڑ دے گا۔ فیصلے کی اطلاع امریکہ کو دے دی گئی جس کے ساتھ دلائی لامہ کے بھارت میں امریکی سفارت خانے کے ذریعے خفیہ رابطے تھے۔ امریکی محکمہ خارجہ سی آئی اے کے تعارف سے دلائی لامہ کی بھارت سیلون یا تھائی لینڈ جلا وطن ہونے کے لیے حوصلہ افزائی کرتا رہا تھا اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ جلاوطن ہو گیا تو وہ اس کی مدد کرے گا اور کسی بھی تبتی مزاحمتی تحریک کو چھوٹے اور ہلکے ہتھیار فراہم کیے جائیں گے۔

امریکہ اور دوسروں کی طرف سے جلاوطنی پر آمادہ کرنے کی کوششوں کے باوجود دلائی لامہ 17 اگست 1951ء کو لہاسا واپس آ گیا۔ اس کی آمد سے ذرا پہلے قابض چینی فوج کے کمانڈر جنرل

فرانگ جنگوو نے لہاسا میں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کر لیا تھا اور ایک ماہ بعد فوج کے پہلے یونٹ وہاں پہنچ گئے۔ دلائی لامہ نے پیکنگ میں طے پانے والے 17 نکاتی معاہدے کو تسلیم کر لیا۔ بھاری مقدار میں فوجیوں کی مسلسل آمد سے مقامی آبادی پر لازمی طور پر بوجھ پڑا جس کے نتیجے میں لہاسا اور گردونواح میں اشیائے صرف کی قلت اور ان کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا اور آبادی میں مزید ناراضگی کی فضا پیدا ہوئی۔ چینیوں نے مقامی آبادی کا دل جیتنے کے لیے شہر میں ایک ہسپتال اور کلینک کھولا' شہریوں کو مفت علاج کو پیشکش کی جبکہ ایک موبائل سینما کے ذریعے عوام کو مفت فلم بینی کی سہولت بھی فراہم کی۔

حملے کے دوران چین نے اپنے دستیاب طیاروں کی اکثریت کو زمین پر موجود فوج کی مدد کے لیے مختص کر دیا تھا اور اب واضح ہو چکا تھا کہ فوجی اہمیت کی سڑکوں کی موجودگی کے بغیر ملک پر غلبے کو مستقل نہیں بنایا جا سکتا۔ چنانچہ انہوں نے بلاتاخیر دو بڑی شاہراہوں کی تعمیر شروع کر دی۔ ایک لہاسا سے اڈو کے بہت جنوب مشرق میں کوکولوز کی جھیل تک جاتی تھی اور دوسری لہاسا خام کو عبور کرتی ہوئی چینی سرحد پر کانٹنگ تک جاتی تھی جس کی لمبائی 14 سو میل تھی۔ یہ دوسری سڑک جو 1953ء میں مکمل ہوئی' 13 ہزار فٹ بلند تک چار پہاڑی سلسلوں اور سات بڑے دریاؤں سے گزرتی تھی۔ دونوں شاہراہیں بظاہر اقتصادی ترقی کے لیے بنائی گئیں لیکن تبت میں کسی کو شبہ نہیں تھا کہ ان کا اصل مقصد چینی فوجوں کو تیز نقل و حرکت اور ان کو کمک فراہم کرنا ہے۔

قبضہ کے بعد شروع کے چند مہینوں میں چین کے چہرے سے بھلائی کا نقاب اترنے لگا اور اس نے تبتیوں میں اختلاف پیدا کرنے کے اور اس طرح ملک پر قبضہ مستحکم کرنے کے لیے ''جمہوری اصلاحات'' نافذ کر دیں۔ اس دوران انہوں نے تبتی حکومت سے کشیدہ تعلق کو بھی برقرار رکھا۔ اس نے ملک کے لیے خودمختاری اور تبتی اداروں اور رسوم و رواج کے احترام کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی تبتی ثقافت کی جڑیں ہی ختم کرنے کی کوششیں بھی شروع کر دیں۔ دیہات میں عوامی اجتماعات منعقد کیے جاتے جن میں چینی اعلان کرتے کہ آبادی کے 5 طبقات ہیں: سرمایہ دار' زمیندار' درمیانی بورژوا طبقہ' کسان اور ملازم۔ ملازموں سے کہا گیا کہ وہ اپنے مالکوں کے مذمت کریں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا' کیونکہ تبت میں کوئی غیر مطمئن پرولتاریہ طبقہ نہیں تھا اور اس طرح طبقاتی نفرت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ چینیوں نے نئے ہتھکنڈے اختیار کیے یعنی گداگروں کو رشوت دے کہ انہیں دولت مندوں کے خلاف الزام تراشی پر مجبور کیا لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

آخرکار چینیوں نے آمڈو اور خام کے عوام کے خلاف ظالمانہ طریقے اختیار کیے۔ ان میں تین بالائی طبقات کے افراد کا قتل عام شامل تھا۔ اڈو کے شہر ڈوئی میں 300 افراد کو سرعام قتل کیا گیا تا کہ چینی مطالبات ماننے سے انکار کرنے والے دوسرے افراد کو عبرت ہو۔ اس کے ساتھ ہی ہزاروں چینی کاشتکاروں کو مشرقی تبت میں آبادکاری کے لیے بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد 1954ء میں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلب کے اردو فورم شکر گزار ہیں
ONE.URDU FORUM.COM

خام کے علاقوں لٹانی اور کندزی میں کواپریٹو قائم کے گئے اور تبتیوں کی زمینیں اور مویشی ضبط کر لیے گئے۔

یہ اونٹ کی کمر پر آخری تنکا۔ کھمبا قبائل نے بغاوت کی تیاری شروع کر دی۔ ان کے رہنماؤں کو لہاسا سے مدد کا انتظار تھا جو انہیں نہیں ملنی تھی۔ بددیانت نگابو نگاوانگ جگمی جو اَب وزیر تھا' پوری طرح چینیوں کے زیراثر تھا اور دلائی لامہ کے ماؤزے تنگ کی حکومت سے اچھے تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ نگابو کے زیراثر وہ تبت میں چینی فوج کے کمانڈر جنرل زانگ کی درخواستوں کے سامنے جھک گیا اور چینیوں کے مطالبہ پر اپنے وزیراعظم لخانگوا کو بھی برطرف کر دیا۔

1953ء کے آخر میں چینیوں نے ایک دعوت نامہ جاری کیا جو حقیقت میں مطالبے سے کچھ زیادہ تھا۔ انہوں نے دلائی لامہ کو چین آ کر پہلی عوامی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کا کہا جو ستمبر میں منعقد ہونے والا تھا۔ اپنے عوام کی طرف سے نہ جانے کی درخواستوں کے باوجود دلائی لامہ نے اس خیال سے یہ دعوت قبول کر لی کہ وہ چینیوں کی تبت پالیسی پر اثرانداز ہو سکے گا۔ وہ 1954ء کے وسط میں لہاسا سے روانہ ہوا۔ تقریباً 500 افراد کا قافلہ اس کے ہمراہ تھا جس میں سیان کے مقام پر پنچن لامہ بھی شامل ہو گیا جو تبت میں دوسرے نمبر پر سب سے بڑا مذہبی پیشوا تھا۔

سفر کئی ہفتے جاری رہا۔ جس کا آخری حصہ ٹرین اور طیارے سے طے کیا گیا۔ پیکنگ پہنچنے کے دو روز بعد جہاں ان لوگوں کا شاندار استقبال کیا گیا' دلائی لامہ کے ماؤزے تنگ سے طویل مذاکرات ہوئے جس نے دلائی لامہ کو اتنا متاثر کیا کہ ایک مرتبہ اس نے تسلیم کیا کہ میں جب بھی ماؤ کو دیکھتا ہوں' مزید متاثر ہو جاتا ہوں۔

چینیوں نے دلائی لامہ اور اس کے پیروکاروں کو مارکسزم کے عظیم عجائبات سے متاثر کرنے کی بہت کوششیں کیں اور اسے تبت میں آئندہ متعارف کرائے جانے والے نئے نظام حکومت ''پریپیریٹری کمیٹی فار دی اٹانومس ریجن آف تبت'' (پی سی اے آر ٹی) کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اس سے اس کی حاکمیت میں اضافہ ہو گا اور اس کی حکومت میں تبتیوں کی تعداد بڑھے گی۔ تاہم انہوں نے یہ بات چھپا لی کہ خودمختار تبت چین کا محض ایک صوبہ اور اس کا اٹوٹ انگ ہو گا۔

12 مارچ 1955ء کو چین کی سٹیٹ کونسل نے اعلان کیا کہ اس نے تبت کے بارے میں ایک قرارداد منظور کی ہے۔ اس کی شرائط کے تحت پی سی اے آر ڈی 51 افراد پر مشتمل ہو گی۔ 15 افراد تبتی حکومت سے لیے جائیں گے۔ 10 پنچن کانپولیجا (تاریخی اور تصفیہ طلب مسائل کے بارے میں کمیٹی) سے' 10 چانڈو کی پیپلز لبریشن کمیٹی سے (جو ایک چینی جنرل کے کنٹرول میں تھی)' 5 / تبت میں کام کرنے والے مرکزی چینی حکومت کے اہلکاروں سے اور 11 افراد منتخب عوامی اداروں' مذہبی فرقوں اور خانقاہوں سے لیے جائیں گے۔ دلائی لامہ اس کمیٹی کا ڈائریکٹر' پنچن لامہ

اور تبت میں پیپلز لبریشن آرمی کا ایک سینئر افسر جنرل چانگ کئو ہُوا وائس ڈائریکٹر ہوں گے۔ سکیریٹری جنرل نگاؤ نگوانگ جگمی ہوگا۔

قرار داد میں یہ بھی کہا گیا کہ تبتی حکومت' پنچن کانپو لیجا اور چاؤو کی پیپلز لبریشن کمیٹی انتظامی امور میں براہ راست چینی سٹیٹ کونسل کو جوابدہ ہوں گی اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا کہ سٹیٹ کونسل جن اقدامات کی منظوری دے گی پی سی اے آر ٹی ان پر عمل درآمد کرے گی اور تبت میں پی ایل اے کی ملٹری ڈسٹرکٹ کمانڈران کا جائزہ لے گی۔ ان اقدامات سے چین نے دلائی لامہ کے اختیارات کافی حد تک کم کر دیئے اور تبتی حکومت کو وہاں موجود چینی فوج کے ماتحت کر دیا۔ خود پی سی اے آر ٹی میں چینیوں کو اس کے نصف ارکان اور ایجنڈے پر کنٹرول حاصل تھا۔

چند دن بعد دلائی لامہ بیجنگ سے روانہ ہو گیا۔ اسے الوداع کہتے ہوئے ماؤزے تنگ نے کہا: ''مذہب زہر ہے۔ یہ آبادی کو کم کرتا ہے کیونکہ راہبوں اور ننوں کو مجرد رہنا ہوتا ہے۔ دوسرے نمبر پر یہ مادی ترقی کو نظر انداز کرتا ہے۔'' ان الفاظ نے اسے دلائی لامہ کی نظروں سے گرا دیا جس نے بعد میں اس کے بارے میں لکھا: ''تم دھرم (ہر شے کے بارے میں بدھ قانون) کو تباہ کرنے والے ہو۔

دلائی لامہ جون میں تبت پہنچا۔ راستے میں چاؤو رکا جہاں اس نے کھمبا قبائل سے کہا کہ چینیوں سے معاملات طے کرتے وقت معتدل مؤقف اختیار کریں۔ اس کی بات بالخصوص وہاں تعینات چینی فوج کی طرف سے راہبوں کے ساتھ گالی گلوچ کرنے اور لوگوں کو خانقاہوں میں جانے سے روکنے کے بعد ان سنی کر دی گئی۔ اکتوبر میں بڑی تعداد میں چینی فوج بتانگ' لیتانگ' کندزی اور درگیو پہنچی اور اعلان کیا کہ تمام کھمبا اپنے ہتھیار ان کے حوالے کر دیں۔ یہ اعلان بھی کیا کہ تبتی مذہب کو اب سے زہر تصور کیا جائے گا' تمام خانقاہیں اور راہب ختم کر دیئے جائیں گے اور یہ کہ مذہب اور خدا استحصال کا ذریعہ ہیں۔

اس بات نے سارے خام میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ شہروں اور قصبوں کے تقریباً تمام مرد پہاڑی قبائل سے ملنے لگے۔ تاہم چاؤو میں چینیوں نے 150 سرکاری اہلکاروں اور مقامی رہنماؤں کو دارالحکومت سے 40 میل دور جمدھو کے قلعے میں آنے پر آمادہ کر لیا جہاں انہوں نے خود کو چینی فوج کے محاصرے میں پایا۔ 15 دن تک انہیں تعلیم دی جاتی رہی جس کے بعد ایک رات وہ محافظوں پر قابو پا کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

1956ء تک چینی مشرقی تبت میں خوب مستحکم ہو چکے تھے۔ بتانگ' ستانگ' کندزے اور درگیو میں بڑے بڑے فوجی مرکز قائم ہو چکے تھے اور خام میں پھیلی ہوئی دونوں بڑی شاہراہوں پر ہر 20 میل کے فاصلے پر قلعہ بند چوکیاں موجود تھیں۔ علاقے میں فوج کی تعداد 40 ہزار تھی۔ چینی آبادکاروں سے بھرتی کیے گئے 20 ہزار تربیت یافتہ ملیشیا اہلکار الگ تھے۔ سچوان سے مزید کمک نئی

کتاب کلبئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM .COM

تعمیر شدہ سڑکوں کے راستے 2 روز میں آ سکتی تھی۔

تاہم اس سے بے پروا کھمبا قبائل نے شاہراہوں پر کئی حملے کیے اور چینی گیریژنوں کی سپلائی لائنیں کاٹ دیں۔ سب سے پہلے لیتانگ فتح ہوا جہاں سے گیریژن فرار ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بتانگ' کندزی' چاؤو اور درگیو بھی حملے کر کے قبضہ میں لے لیے گئے۔ کئی اور گیریژنوں پر بھی قبضہ ہو گیا۔ چینی آبادکار نوآبادیوں سے نکال دیئے گئے اور واپس چین بھیج دیئے گئے۔ کانٹنگ کے نزدیک یآن میں چینیوں کے علاقے کی ہیڈ کوارٹرز میں ریڈیائی پیغامات کا سیلاب آ گیا جن میں کھمبا حملوں کی خبریں دی جاتی تھیں اس قسم کی خبریں اڈو اور گولاک کے علاقے سے بھی آ رہی تھیں جن میں بتایا جا رہا تھا کہ اڈووا اور گولاک قبائل نے گیریژنوں اور یونٹوں پر حملے کر کے انہیں تباہ کر دیا اور چینیوں کا قتل عام کر دیا۔ گولاک قبائل نے پیپلز لبریشن آرمی کی تین رجمنٹوں کا صفایا کیا جس کے دوران 7 ہزار چینی فوجی ہلاک ہوئے۔ تبت کی تمام سڑکیں کاٹ ڈالی گئیں سوائے ایک لمبی گھومتی ہوئی نہایت خفیہ سڑک کے' جو اسی سال مکمل ہوئی تھی اور جو مغربی چین سے تبت تک سنکیانگ اور اقصائی چن کے صحرا سے گزرتی ہوئی جاتی تھی۔ اس کا مقصد سنکیانگ اور مغربی تبت کے درمیان بہتر مواصلات مہیا کرنا تھا۔ اقصائی چن بھارتی ریاست کشمیر کے اندر واقع تھا اور اس کے آر پار سڑک کی تعمیر کا بھارت کو علم نہیں تھا۔

دسمبر 1956ء اور قومی مزاحمتی تحریک قائم کرنے کے لیے ابتدائی قدم اٹھائے گئے۔ اس وقت ایسا واحد ادارہ دو درجن کھمبا اور اڈووا قبائل پر مشتمل ایک ڈھیلا ڈھالا اتحاد تھا جن کا نام نیشنل آرمی آف دی ڈیفینڈرز آف فیتھ (عقیدے کا دفاع کرنے والوں کی قومی فوج۔ این اے ڈی ایف) تھا۔ گومپو تاشی آندرگستانگ نامی ایک کھمبا نے' جو تبت کے چار طاقتور تجارتی خاندانوں میں سے ایک کا رکن تھا' سارے جنوبی اور مشرقی تبت کا دورہ کیا۔ اس کی تجارتی سرگرمیوں نے اس کی اصل سرگرمیوں پر پردہ ڈالے رکھا جو یہ تھا کہ دوسرے لیڈروں سے مل کر چینیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ان کی آمادگی کا جائزہ لیا جائے۔ اس سے قبل اس نے سارے خام میں ایلچی بھیجے تھے جنہوں نے کھمبا قبائل سے قابضین کے خلاف حملے کرنے کو کہا۔ بعض علاقوں میں اسے کامیابی ملی جہاں قبائلی سرداروں نے اس کی قیادت میں قومی مزاحمت میں شمولیت پر آمادگی ظاہر کر دی۔ بعض دوسروں نے اسے سماجی طور پر کمتر سمجھا اور اس کی قیادت میں لڑنے سے گریز کیا۔

1957ء کے شروع میں گومپو نے دلائی لامہ کے ساتھ اس کے ذاتی عملہ کے سربراہ تھپٹن وو کیڈن کے توسط سے نہایت رازداری سے رابطہ کیا اور مسلح مزاحمت کا موضوع اٹھایا۔ اس نے دلائی لامہ سے کہا کہ وہ مزاحمتی تحریک کو فوجی مدد فراہم کرنے پر غور کرے تاکہ اسے ایک قومی تحریک بنا دیا جائے جو چینیوں کو تبت سے نکال دے۔ عوام سے ہمدردی رکھنے کے باوجود دلائی لامہ امن پسند آدمی

تھا جو چینیوں کے خلاف طاقت کے استعمال کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ مزید براں اسے یقین تھا کہ تحریک کا ناکام ہونا مقدر ہے چنانچہ اس نے درخواست مسترد کر دی۔

تاہم گومپو دلائی لامہ کے علم کے بغیر امریکہ اور بالخصوص سی آئی اے سے اسلحہ کی محدود مقدار پہلے ہی حاصل کر چکا تھا۔ دلائی لامہ کے بڑے بھائیوں گیالو تھونڈپ اور تھبٹن جگمی نے خصوصی تربیت کے لیے چھ تبتی منتخب کیے۔ ان میں تبتی حکومت کا سابق چیف فنانشل آفیسر زیون شکاپا' تحریک مزاحمت کا سینئر رکن لہاموزیرنگ اور ایک کھمبا پروھت گیا تو تسانگ شامل تھے۔ یہ لوگ بھارت اور مشرقی بنگال گئے جہاں سے انہیں مغربی بحرالکاہل کے شمالی ماریانا جزائر کے ایک جزیرے سیپان پہنچایا گیا۔ یہ جزیرہ جو 1944ء میں جاپانیوں سے چھینا گیا تھا' دوسری جنگ عظیم کے آخری زمانے میں امریکہ کا ایک اہم اڈہ بن گیا تھا اور 1953ء سے یہ امریکی بحریہ کے پاس تھا۔

یہ ایک طویل اپریشن کا آغاز تھا۔ ایس ٹی سرکس کے کوڈ نام سے اس اپریشن کے تحت تبتی مزاحمت کو اسلحہ اور تربیت دی جاتی تھی۔ ابتدا میں اس کا سربراہ سی آئی اے کے ڈویژن ''ڈائریکٹوریٹ آف پلانز'' جو خفیہ اپریشن کرنے کا ذمہ دار تھا' کا ایک افسر جان ریگن تھا۔ بعد میں اس کی جگہ فرینک ہولوبر نے لی جو 52-1951ء کے دوران چین کے جنوب مشرقی ساحل پر قوم پرست چینیوں کے ساتھ مل کر خفیہ کارروائیاں کرتا رہا تھا۔ ان گوریلوں کے اڈے مرکزی سرزمین سے ہٹ کر واقع کوئی موتے اور دیگر جزیرے تھے۔

سی آئی اے کے ایک کیمپ میں 6 تبتیوں' جن کو والٹ' ڈک' ڈین' ٹام' سام اور لو کے نام دیئے گئے کو' ڈائریکٹوریٹ آف پلانز کے ایک اور افسر راجرای میکارتھی نے گوریلا جنگ کی ساڑھے چار ماہ تک تربیت دی۔ انہیں رائفل اور مارٹر توپ کے استعمال کے علاوہ نقشے پڑھنے' بارودی سرنگیں بچھانے اور تخریب کاری کرنے سمیت گوریلا جنگ کے مختلف ہتھکنڈوں اور طریقوں کی بھرپور تربیت دی گئی تھی۔ جاسوسی کرنے' ریڈیو پیغامات دینے اور وصول کرنے کی مہارت کے علاوہ انہیں ڈراپ زون کے انتخاب اور اس کی نشاندہی کے طریقے بھی سکھائے گئے جہاں پیراشوٹ اور اسلحہ و آلات گرائے جاتے ہیں۔

ان کی تربیت کا آخری مرحلہ پیراشوٹ کورس تھا جو جاپانی جزیرے اوکیناوا کے کاڈینا ایئرفورس بیس پر طے ہوا۔ وہاں انہوں نے زیادہ بلندی پر اڑنے والے طیاروں سے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگیں لگانے کی مشقیں کیں۔ یہ مشقیں ایک بی 17 فلائنگ فورٹریس طیارے سے کیں جو سی آئی اے نے امریکی ایئرفورس سے حاصل کیا تھا۔ اس طیارے پر کوئی نشان نہیں تھا اور اسے سی آئی اے کی ملکیت ایک کمپنی ''پیسفک کارپوریشن'' کا ایک ذیلی ادارہ سول ایئر ٹرانسپورٹ (سی اے ٹی) چلاتا تھا۔ یہ کمپنی ابتدا میں جنرل کلیئر چنالٹ نے اکتوبر 1946ء میں سی این آر آر اے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

ایئر ٹرانسپورٹ کے نام سے بنائی تھی جسے 1948ء میں سول ایئر ٹرانسپورٹ کا نام دے دیا گیا۔ یہ کمپنی امریکی حکومت کے فراہم کردہ طیاروں سے چین میں مہاجروں اور امدادی سامان کی نقل و حمل کرتی تھی۔ 1948ء سے اس نے چیانگ کائی شیک کی قوم پرست فوج کے لیے سپلائی کی نقل و حمل شروع کر دی۔

1949ء میں سی اے ٹی نے قوم پرست فوج کے ساتھ چین چھوڑ دیا اور اپنا اڈہ تائیوان منتقل کر دیا۔ اگلے برس اسے سی آئی اے نے خرید لیا۔ اس کے پاس زیادہ تر سی 47 ڈگلس سکائی ٹرین اور سی 46 کرٹس کمانڈو طیارے تھے۔ اس نے قوم پرست چینیوں کی مدد میں' جو چین کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے' جنوبی چین اور برما میں کئی خفیہ اپریشن کیے۔ 1953ء میں اس نے امریکی ایئرفورس کے فراہم کردہ سی 119 فلائنگ باکس کار طیاروں کے ذریعے ہندچینی میں فرانسیسی فوجوں کی مدد کی اور 16 ہزار فرانسیسی فوجیوں کو ڈین بین پھو کے بدقسمت اڈے پر منتقل کیا اور انہیں سپلائی فراہم کی۔

1950ء کی دہائی کی آخر میں سی اے ٹی نے صدر سوکارنو کی کمیونسٹ نواز حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرنے والے گوریلوں کی مدد کے لیے ڈگلس بی 26 حملہ آور بمبار طیارے استعمال کیے جن میں تبدیلی کر کے انہیں زمینی حملہ کرنے والے طیارے بنا دیا گیا۔ ایسا ایک طیارہ مار گرایا گیا اور اس کے پائلٹ کو گرفتار کر لیا گیا جس سے بغاوت میں سی آئی اے کا کردار بے نقاب ہو گیا۔ 1959ء سے لے کر بعد کے چھ برسوں تک سی اے ٹی اپریشن ایس ٹی بارنم میں بھی ملوث رہی جو اپریشن ایس ٹی سرکس کا فضائی حصہ تھا۔

پیراشوٹ ٹریننگ کی تکمیل کے بعد اتھر نار اور لوسانگ زیرنگ پر مشتمل 2 رکنی ٹیم کو بذریعہ ہوائی جہاز مشرقی پاکستان میں ڈھاکہ کے مشرق میں واقع کرمی تولہ کے جنگ عظیم کے زمانے کے ایئرپورٹ پر لے جایا گیا جو اس وقت امریکی ایئرفورس کی سٹرٹیجک ایئر کمانڈ (ایس اے سی) کے پاس تھا اور اپریشن ایس ٹی بارنم کے فارورڈ اڈے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ اپریشن کا یہ مرحلہ امریکی ایئرفورس کے خصوصی یونٹ ایئرفورس ڈیٹیچمنٹ 2 کی ذمہ داری تھا جو کاڈینا ایئر بیس پر مقیم تھا۔ اکتوبر 1957ء میں دونوں تبتیوں کو بی 17 پر بٹھا کر جسے امریکی ایئرفورس کا پائلٹ چلا رہا تھا' کرمی تولہ لایا گیا۔ وہاں سے انہیں ایس اے ٹی کے طیارے میں بیٹھا کر تبت میں لہاسا کے جنوب میں دریائے برہم پترا کے ساحلی علاقے میں اتار دیا گیا۔ ان کے ہمراہ لی انفیلڈ 303 رائفلیں اور گولہ بارود' دو ریڈیو' بیٹری' کپڑے اور بھارت و تبتی کرنسی اور راشن وغیرہ تھا۔

دونوں اپنا سامان اٹھا کر لہاسا روانہ ہو گئے جہاں انہوں نے دلائی لامہ کو امریکہ کا پیغام پہنچانا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اگر وہ درخواست کریں تو امریکہ ان کی مدد کے لیے تیار ہے۔ یہ پیغام

گومپوتاشی کو دیا گیا جس نے اسے دلائی لامہ کے عملے کے سربراہ تھپٹن وائڈن کے حوالے کر دیا لیکن لامہ نے امریکہ سے ایسی کوئی درخواست کرنے سے انکار کر دیا تاہم امریکی محکمۂ خارجہ نے نومبر میں ایک اور چار رکنی ٹیم مشرقی خام کے علاقے میں اتارنے کا فیصلہ کیا۔ ٹیم کے ارکان جن میں ان کا لیڈر وانگڈو گیا تو تساتگ بھی شامل تھا' تسانگ کے قریب اترے۔ چوتھا رکن جہاز سے چھلانگ نہ لگا سکا اور بعدازاں زمینی راستے سے روانہ کیا گیا مگر اسے راستہ ہی میں پکڑ کر ہلاک کر دیا گیا۔

اترنے کے فوراً بعد وانگڈو اور اس کے ساتھیوں کی ملاقات ایک کھمبا مزاحمتی یونٹ سے ہوئی جس کے بعد وہ گوریلوں کے ایک اڈے پر چلے جس کا کمانڈر وانگڈو کا ایک بھائی تھا۔ اس کے بعد اس نے خام میں دوسرے مزاحمتی گروپوں سے رابطے شروع کیے۔ اس نے ہر گروپ کی طاقت اور صلاحیتوں کی رپورٹ تیار کرنی تھی اور جو تربیت اس نے سی آئی اے سے لی تھی' وہ گوریلوں کو دینی تھی۔

ادھر گومپوتاشی کھمبا' اڈوا اور گولاک قبائل کے 23اس کے لگ بھگ سرداروں کو قومی مزاحمتی تحریک بنانے پر آمادہ کرنے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے انہیں لہاسا میں اکٹھا کیا۔ تبتی حکومت کو دھوکہ دینے کے لیے اس نے کہا کہ دلائی لامہ کے اعزاز میں تقریبات کی جا رہی ہیں جن میں اسے سونے کا ایک شاندار ہیرے جڑا ہوا تخت تحفے میں دیا جائے گا۔ ہزاروں تبتی ان تقریبات کے شروع ہونے سے پہلے ہی اکٹھے ہو گئے۔ تقریبات جولائی میں ہونی تھیں تخت دلائی لامہ کے گرمائی رہائش نوربلنکا میں تیار ہو رہا تھا۔

تقریبات کی تیاری کی آڑ میں مختلف مزاحمتی گروپوں کے لیڈروں نے گومپوتاشی سے ملاقاتیں کیں جن میں قومی مزاحمتی تحریک کی تیاری پر بات ہوئی۔ چینی اس سے بے خبر رہے لیکن بعد میں جب انہیں علم ہوا کہ ان کی ناک کے نیچے کیا ہو رہا ہے انہوں نے لہاسا حکومت کی ساری کابینہ' تبتی فوج کے کمانڈروں اور تینوں سب سے بڑی خانقاہوں کے پروہتوں کو طلب کر کے خبردار کیا کہ مزاحمتی تحریک کی حمایت کرتا ہوا جو بھی پکڑا گیا' ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس اعلان کو پورے تبت میں مشتہر کر دیا گیا۔

جولائی 1958ء کے شروع میں گومپوتاشی کے گھر میں ایک اور اجلاس ہوا اور چند کے سوا باقی تمام قبائلی بردار' چوشی گینگ ڈرگ' کے نام سے تحریک بنانے پر متفق ہو گئے۔ معاہدہ طے پا گیا کہ کون سا گروپ کس علاقے میں کام کرے گا' کس کے پاس کیا عہدہ ہوگا۔ وسائل کی تقسیم اور اہداف کا تعین بھی کر لیا گیا۔ تنظیم کے قیام کی اطلاع دلائی لامہ کو دے دی گئی۔ یہ اطلاع اسے تھپٹن وائڈن نے دی جو مسلح مزاحمت کا زبردست حامی تھا۔

اتھرنار بو اور لوسانگ زیرنگ ابھی تک لہاسا میں تھے۔ اس دوران انہیں امریکی محکمۂ

خارجہ کے دو مزید پیغامات ملے جن میں دلائی لامہ سے کہا گیا تھا کہ وہ امریکہ سے مدد کے لیے رسمی درخواست کرے۔ اگرچہ دلائی لامہ نے پھر انکار کر دیا لیکن صدر آئزن ہاور نے سی آئی اے کو تبتی مزاحمت کے لیے مدد فراہم کرنے کی منظوری دے دی۔

اپریل میں' جب لہاسا میں ایک بدھ میلے کے موقع پر بے شمار تبتی آئے ہوئے تھے۔ گومپو نے ایک اور اجلاس طلب کیا جس میں چوشی گینگ ڈرگ کے 300 لیڈروں نے شرکت کی۔ ان کے سامنے دو انتخاب رکھے گئے۔ وہ لہاسا میں رہیں اور ضرورت پڑنے پر دلائی لامہ کی حفاظت کریں یا پورے ملک میں کسی بھی جگہ چینی فوج سے جنگ میں شریک ہو جائیں۔ فیصلہ قرعہ اندازی سے کیا گیا جو چینی فوج سے جنگ کرنے کا نکلا۔ قرعہ بدھا کے مجسمے کے سامنے نکالا گیا۔

اس کے فوراً بعد گومپوتاشی اور مذکورہ اجلاس کے 300 شرکاء لہاسا کے جنوب میں لہوکا کے علاقے میں ترگوتھانگ کے مقام پر چلے گئے۔ جہاں چوشی کا جنگی ہیڈکوارٹر تھا۔ 16/جون 1958ء کو چوشی کا فوجی بازو' نیشنل والنٹیر ڈیفنس آرمی (این وی ڈی اے) کے نام سے گومپوتاشی کی کمان میں قائم کر دیا گیا۔ کچھ عرصے بعد این وی ڈی اے نے اپنا ہیڈکوارٹر مزید مشرق میں' دریائے زانگپو کے جنوب میں تسونا کے مقام پر منتقل کر دیا جو بھارتی سرحد سے 120 میل کے فاصلے پر تھا۔

گومپو نے اپنے خاندان کی دولت کا کافی حصہ اسلحہ کی خریداری پر لگا دیا تھا۔ یہ اسلحہ روسی' چیک' جرمن' برطانوی اور کینیڈین چھوٹے ہتھیاروں پر مشتمل تھا اور زیادہ تر بھارت سے خریدا گیا تھا۔ تیزی سے پھیلتی ہوئی این وی ڈی اے کو مزید اسلحے کی ضرورت تھی۔ اگست میں وہ اور 750 گوریلے تسونا سے شانگ گاؤں چونکھور گئے جہاں تبتی فوج کا ایک بڑا اسلحہ ڈپو تھا۔ اس وقت آتھرنار بو لہاسا سے بھارت روانہ ہو چکا تھا جہاں سے سی آئی اے کی طرف سے اسلحہ کی پہلی کھیپیں گرائی جانے والی تھیں۔ تاہم گومپوتاشی نے ان کا انتظار کرنے کے بجائے اسلحہ ڈپو لوٹنے کا فیصلہ کیا کہ اس کے بعد چینی فوج کے خلاف کارروائیاں کر سکے۔

اس کی بڑی فوج کے آگے ڈیڑھ سو گوریلوں کا ایک جائزہ گروپ چونکھور کی طرف جا رہا تھا جہاں معلوم ہوا تھا کہ چینی فوج سرگرم ہے' بدقسمتی سے ایک مخبر نے چینی فوج کو گوریلوں کے بارے میں اطلاع دے دی۔ چنانچہ 26 اگست کو ان پر نیمولہوکھر کے مقام پر حملہ کر دیا گیا۔ خوش قسمتی سے گومپوپاشی اور اس کی بڑی فوج فائرنگ کی آوازیں سن کر وہاں پہنچ گئی۔ اس کے بعد جنگ چھڑ گئی جو دو روز جاری رہی جس میں چینی فوج کو پسپا ہونا پڑا۔ لڑائی میں 200 چینی فوجی ہلاک ہو گئے جبکہ گوریلوں کے 40 فوجی ہلاک اور 68 زخمی ہوئے ان کے 50 گھوڑے اور خچر بھی مارے گئے۔

اس کے بعد گوریلے شمال کی طرف بڑھتے رہے اور جب وہ شانگ گاؤں چونکھور پہنچے تو معلوم ہوا کہ اسلحہ ڈپو وہاں سے 10 میل اور شانگ گاؤں چولنگ کی خانقاہ میں منتقل کر دیا گیا

کتاب کلبلی ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ہے۔ گوریلوں نے وہاں جا کر خانقاہ کے پروہتوں سے بات چیت شروع کی جن کو لہاسا حکومت کی طرف سے سخت ہدایت تھی کہ اسلحہ گوریلوں کو نہ دیا جائے۔ تین دن تک بحث مباحثہ کے بعد پروہت اسلحہ گوریلوں کو دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اس میں 385 لی انفیلڈ رائفلوں کے علاوہ 10 ایل ایم جی' 18 سٹین گنیں' 2 ہلکی توپیں' 2 درمیانی توپیں سینکڑوں گولے اور دوسرا گولہ بارود شامل تھا۔ پروہتوں نے حکومت کو یہ بتانا تھا کہ گوریلوں نے انہیں ہتھیار حوالے کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے گوریلوں نے تین پروہتوں کو یرغمال بنا لیا گیا جنہیں گوریلوں کی روانگی کے موقع پر چھوڑ دیا گیا۔

گومپوتاشی اور اس کے آدمی مزید شمال کی طرف بڑھتے رہے۔ انہوں نے چینی فوج کے ایک قافلے پر حملہ کر کے اس کے تمام 18 / ارکان کو ہلاک کر دیا۔ سات گھوڑوں اور اسلحہ و گولہ بارود کی مقدار کو ساتھ لے کر جائزہ گروپ واپس لوٹ آیا۔

50 گوریلوں کا ایک اور گروپ اس دوران ویک زومتھانگ اور تکدرو بھیجا گیا تا کہ چینی فوج کی موجودگی کا سراغ لگایا جائے۔ اتنے میں گوریلوں کا ایک اور گروپ دریائے میخو کی طرف بھیجا گیا لیکن جب وہ نیموشنگ کی طرف بڑھا تو ان کا سامنا چینی فوج سے ہو گیا۔ شدید جھڑپ میں ان کا ایک فوجی ہلاک' دوسرا زخمی ہو گیا۔ جس کے بعد وہ پسپا ہوا تو ایک اور چینی گروپ آ گیا اور لڑائی میں اسے مزید جانی نقصان ہوا۔ گومپو کی مزید فوج وہاں پہنچی تو لڑائی پھیل گئی۔ گوریلوں کے زوردار حملے سے چینی فوج اکھڑ گئی اور بھاگ نکلی۔ اس کے بعد گوریلوں نے پورے علاقے کے دیہات میں یلغار کی اور ان تمام عمارتوں کو جن میں چینی فوجی چھپے ہوئے تھے اور ہتھیار ڈالنے سے انکار کر رہے تھے' آگ لگا دی۔

اس جنگ میں گومپوتاشی کا نقصان بہت کم تھا۔ اس کے 12 گوریلے ہلاک اور 20 زخمی ہوئے تھے جبکہ چینی فوج کے 700 سپاہی ہلاک اور بہت سے زخمی ہوئے تھے۔ اسلحہ کی بھاری مقدار گوریلوں کے ہاتھ لگی۔ انہیں علم ہوا کہ ایک اور بڑی چینی فوج ادھر آ رہی ہے چنانچہ وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور مشرق کی طرف نیموجنپا کی طرف روانہ ہو گئے جہاں انہیں ایک ہزار چینی فوجیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑائی سے بچنے کے لیے وہ ہٹ کر نکلے تو کچھ ہی دیر بعد ایک اور زیادہ بڑی فوج سامنے سے آ گئی۔ اس موقع پر ہونے والی لڑائی میں گوریلوں نے 200 چینی فوجی ہلاک کیے اور پھر وہاں سے نکل گئے۔

اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے وہ جانگ یانگ پاچن کی طرف بڑھے لیکن انہیں معلوم ہوا کہ اس علاقے میں 10 ہزار چینی فوجی موجود ہے۔ مزید تحقیق پر چینی فوج کے 200 ٹرکوں کی موجودگی کا علم ہوا لیکن 10 ہزار فوج موجود ہونے کے کوئی شواہد نہیں ملے۔ جال میں پھنسائے جانے کے

کتاب گھر کی پیشکش
ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

خطرے سے باخبر گومپو نے بلاتاخیر جانگ یانگ یا جن پر حملے کا فیصلہ کیا اور قصبے میں موجود چینی فوج کو اچانک جا لیا۔ جس کی تعداد ان کے اندازے سے زیادہ تھی۔ حملے میں چینی فوج کا زبردست جانی نقصان ہوا۔ گوریلوں نے اسلحہ کی بھاری مقدار پر قبضہ کرنے کے بعد جانگ نامستو کا رخ کیا اور وہاں کچھ دن آرام کیا۔

اس دوران دشمن کے طیارے گوریلوں کی تلاش میں پرواز کرتے نظر آئے۔ جاسوسوں نے اطلاع دی کہ ایک ہزار چینی فوجی پیچھے آ رہے ہیں اور مزید چینی یونٹ بھی اس علاقے میں حرکت کر رہے ہیں۔ اس پر گوریلے 100` 100 کے یونٹوں میں ایک دوسرے سے فاصلے پر رہتے ہوئے دشوار گزار پہاڑی راستوں پر چل پڑے جن پر دشمن کا آنا مشکل تھا۔

گومپو کا دوسرا ہدف دھامشنگ میں واقع ایک ہوائی اڈہ اور گودام تھا۔ خوراک اور دوسری اشیاء کی قلت سے دوچار گوریلوں نے حملہ کر کے وہاں موجود گیریژن کا صفایا کر دیا اور اسلحہ اور خوراک لے کر گودام کو نذر آتش کر دیا۔ اس کے بعد وہ نکچوکھا اور وہاں سے جنوب میں ڈی کنگ ڈراکھے کی طرف بڑھے راستے میں انہوں نے تعاقب کرنے والے ایک چینی دستے پر گھات لگا کر حملہ کیا اور اس کے زیادہ تر سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد گومپو کے ہراول دستے پر دشمن کی ایک بڑی فوج نے حملہ کر دیا۔ لڑائی سارا دن اور ساری رات ہوتی رہی' اگلے دن صبح کے وقت چینی 18 / لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

وہ از سر نو منظم ہو کر چلے ہی تھے کہ انہیں پتہ چلا کہ 10 ہزار چینی فوج 400 گاڑیوں کے ہمراہ ان کے راستے کی ناکہ بندی کرنے میں مصروف ہے۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد دشمن نے اس سطح مرتفع پر زبردست گولہ باری شروع کر دی جہاں گومپو کے گوریلے پوزیشن لیے ہوئے تھے۔ گولہ باری سے 6 گوریلے ہلاک اور 22 زخمی ہوئے۔ خود گومپو بھی زخمی ہو گیا جبکہ ان کے 20 گھوڑے اور خچر بھی مارے گئے۔ خوش قسمتی سے گولہ باری کے نتیجے میں گرد و غبار کا ایک بڑا بادل چھا گیا جس کی آڑ میں گوریلوں کو وہاں سے نکلنے کا راستہ مل گیا اور اس سے پہلے کہ دشمن سطح مرتفع کا محاصرہ کر لیتا' وہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ چینی فوج نے ان کا تعاقب کرنے کی کوشش کی مگر اس میں ان کی فوجیوں سے بھری چار گاڑیاں پہاڑوں سے لڑھک کر نیچے گہرائی میں جا پڑیں جس پر انہوں نے تعاقب روک دیا۔

اگلے دن چینی طیاروں نے گوریلوں کا سراغ لگانے کی کوشش کی مگر کم بلندی پر اڑنے والے بادلوں نے اسے ناکام بنا دیا۔ اگلے دو روز اور راتوں کے دوران گومپو اور اس کے گوریلے سفر کرتے رہے حتیٰ کہ وہ کانگ زی لا پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں انہوں نے آرام کیا۔ لیکن اس دوران ایک بڑی چینی فوج وہاں پہنچ گئی جس پر انہوں نے اس سے لڑتے ہوئے پسپائی کا راستہ اختیار کیا۔ اس میں 15 گوریلے مارے گئے۔ انہیں ایک بہت بڑا نقصان اس وقت اٹھانا پڑا جب ان کی سو

گوریلوں پر مشتمل ایک کمپنی اسلحہ ختم ہونے کے باعث گرفتار ہوگئی' باقی ماندہ گوریلے ایک بہت مشکل راستے پر سفر کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔

کئی دنوں کے بعد گومپو جا پھوجیکی کے مقام پر پہنچا جہاں اس نے اپنی فوج کو تین گروپوں میں تقسیم کیا۔ دو روز بعد آرام کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ تین ہزار چینی سپاہی نزدیک ہی اختسار جھیل پر موجود ہے۔ وہ اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ اسے مزید چینی فوج کی آمد کی اطلاع ملی۔ اس پر انہوں نے چینی فوج کے ایک دستے پر گھات لگا کر حملہ کیا اور اس کے تمام 18 فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ فائرنگ کی آواز میں سن کر چینی لشکر ادھر آ پہنچا اور گوریلے ایک بار پھر زبردست گولہ باری کی زد میں آ گئے۔ لڑائی سارا دن جاری رہی جس کے بعد گوریلے تاریکی کی آڑ میں وہاں سے نکلنے لگے۔ لڑائی میں ان کے صرف دو سپاہی زخمی ہوئے جبکہ چینی فوج کا بھاری نقصان ہوا۔ وہاں سے چلے تو معلوم ہوا کہ 5 ہزار چینی فوج جانگ پہاڑی کے مقام پر ان کا راستہ روکنے کے لیے کھڑی ہے جس پر وہ جانگ متھیکا کے راستے ناکشو کی طرف چل پڑے۔

ناکشو کے مقام پر انہوں نے چار دن آرام کیا اور خوراک حاصل کرنے کے بعد ڈرما تھانگ اور وہاں سے سارتنگ کی طرف چل پڑے۔

یہاں پہنچ کر ان کو تبتی آبادی پر چینیوں کے مظالم کا پتہ چلا۔ ان کی خانقاہیں ڈھاوی جاتی تھیں' راہبوں کو گرفتار کر لیا جاتا تھا' ان سے جبری مشقت لی جاتی تھی' سرعام پھانسیاں دی جاتی تھیں اور مارا پیٹا جاتا تھا' عورتوں اور ننوں کی عصمت دری کی جاتی تھی۔

چند ہفتے قبل 40 گوریلوں کے تین گروپ گومپو کی فوج کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان میں ایک گروپ مغرب میں نیپال کی طرف چلا گیا۔ چینیوں سے کئی جھڑپوں کے بعد وہ نیپال پہنچا۔ باقی دو گروپ جن کی قیادت بالترتیب زینا نگ احکر اور ویلپا بلوچنگ کر رہے تھے' مقامی آبادی کے خلاف جرائم کے مرتکب ہونے لگے۔ ان کی وجہ سے این ڈی اے کی شہرت کو سخت نقصان پہنچا جس پر گومپو نے ان سے نمٹنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پہلے اس نے سارتنگ گالتن کے مقام پر چینی ڈپو پر حملہ کر کے اسلحہ اور خوراک حاصل کی۔ اس کے بعد اس نے 100 گوریلے بھیجے جہاں انہوں نے دونوں باغی لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ انہیں مقدمہ چلا کر پھانسی دے دی گئی۔ ان کے پیروکاروں کو غیر مسلح کر کے جرمانوں اور کوڑوں کی سزا دی گئی۔ وہاں سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کا ایک کان یا ایک انگلی کاٹ ڈالی گئی پھر انہیں جنگلوں میں بھگا دیا گیا۔

6/دسمبر کو گومپو کی فوج سارتنگ گالتن سے چکرا پلکھر کی طرف روانہ ہوئی جو شمال مغربی تبت میں ہے۔ اب تک انہیں پتہ چل گیا تھا کہ چینیوں کی طرف سے فضائی جاسوسی کے بڑھتے ہوئے استعمال کی وجہ سے بڑی تعداد میں گوریلوں کے اکٹھے کارروائیاں کرنا ممکن نہیں رہا چنانچہ انہیں زیادہ

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

حرکت پذیری اور گھات لگا کر حملوں پر انحصار بڑھانا تھا۔ 8/دسمبر کو کمانڈروں کے اجلاس میں فوج کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ سب سے بڑے حملہ آور یونٹ میں 500 فوجی رکھے گئے اور اسے لہوکا کے علاقے میں تعینات کیا گیا جبکہ 30`30 گوریلوں کے دو گروپ زی تھانگ اور ڈری کے علاقوں میں اپریشنوں کے لیے بھیج دیئے گئے۔ باقی گوریلوں کو دو ڈویژن میں منقسم کیا گیا ہر ڈویژن نے 100`100 رکنی گروپوں کی شکل میں کام کرنا تھا۔ مقامی آبادی سے مزید رضا کار بھرتی کر کے ان میں شامل کیے گئے۔

25/دسمبر کو گوریلوں نے لہاسا چیوان شاہراہ پر واقع شہر پوتا سو پر حملہ کیا۔ یہ سڑک چینیوں کی اہم سپلائی لائن تھی جسے گومپو کاٹنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے لوکھا سے بلائی گئی فوج بروقت چکرا پلکھر نہ پہنچ سکی اور اس جنگ میں شریک نہ ہو سکی جو دو ہفتے تک جاری رہی۔ تاہم گوریلوں نے لڑائی جیت لی اور 550 چینی ہلاک کر دیئے۔ ان کے صرف 20 ہلاک اور 9 زخمی ہوئے۔ اس کے فوراً بعد 29 گوریلوں کی فوج نے 400 مقامی باشندوں کی مدد سے ایک نزدیکی چینی اڈے پر حملہ کیا۔ یہ لڑائی بھی دس دن جاری رہی جس میں چینیوں کو بھاری جانی نقصان ہوا۔ گوریلوں اور مقامی لوگوں نے اڈے کو آگ لگا دی عمارتوں اور گاڑیوں کو تباہ کر دیا۔

اس دوران امریکہ نے گوریلوں کو مدد کی فراہمی جاری رکھی۔ فروری 1958ء میں گوریلوں کا ایک دوسرا گروپ تربیت کے لیے بھارت کے راستے امریکہ بھیجا گیا۔ اس مرتبہ انہیں امریکہ کے مشرق میں ورجینیا کے ساحل پر واقع ایک سی آئی اے کے ایک اڈے پر لے جایا گیا۔ لیکن وہاں کا موسم تبتیوں کو راس نہ آیا چنانچہ امریکی فوج نے انہیں کیمپ ہیل لے جانے کی تجویز دی جو کولارڈو کے پہاڑوں میں لیڈول نامی شہر کے قریب 10 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع تھا۔ زمانہ جنگ میں یہ امریکی ماؤنٹین ڈویژن کا اڈہ رہا تھا۔

تبتیوں کا گروپ مئی 1959ء میں کیمپ ہیل پہنچا۔ ہفتے میں چھ دن اور کبھی ساتوں دن تربیت دی جاتی تھی۔ ہر روز 12 گھنٹے تربیت میں صرف ہوتے تھے۔ ریڈیائی پیغام رسانی' نقل وحمل اور طبی امداد کی معلومات کے علاوہ کمیونزم کی تاریخ کے بارے میں بھی لیکچر دیئے گئے اور پمفلٹ چھاپنے کی چھوٹی مشین کا استعمال بھی سکھایا گیا۔ مختلف قسم کے اسلحہ کا استعمال' گھات لگا کر حملہ کرنا' ڈراپ زون کے انتخاب اور نشاندہی' نقشے پڑھنے' تخریب کاری' سرنگیں بچھانے' نفسیاتی جنگ' جاسوسی' معلومات کے لیے نیٹ ورک کا قیام' گاڑیوں کی ڈرائیونگ' پیراشوٹ کے ذریعے طیاروں سے کودنا' وغیرہ انہیں سکھایا گیا۔

سات سال کے پورے دورانیہ میں ایس ٹی سرکس تربیتی پروگرام سخت سکیورٹی کے تحت جاری رہا۔ کوئی غیر متعلقہ اہلکار کیمپ ہیل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیمپ میں ہونے والے دھماکوں

سے اردگرد ایٹمی ہتھیاروں کے تجربے کی افواہیں پھیلتیں۔ اس غلط فہمی کو سی آئی اے نے ایک دانستہ رپورٹ کے ذریعے مزید ہوا دی' جس کے نتیجے میں ڈینور کے ایک اخبار نے فرنٹ پیج پر ایک تفصیلی خبر بھی چھاپ دی۔ تبتی گوریلے جب یہاں پہنچے تو انہیں بسوں میں بٹھا کر کولاراڈو سپرنگس کے نزدیک فضائیہ کے ایک اڈے پر پہنچایا گیا۔ بسوں کے شیشے تاریک تھے لیکن راستے میں ایک ٹریفک حادثے کی وجہ سے مقامی شہریوں نے کچھ تبتیوں کو دیکھ لیا جس کے بعد "کچھ نامعلوم مشرقیوں" کی آمد کی افواہیں مقامی پریس تک اور آخر نیویارک ٹائمز تک پہنچ گئیں۔ سی آئی اے نے فوری کارروائی کی اور وزیر دفاع رابرٹ میکنا مارا کی ذاتی مداخلت پر اخبارات نے یہ خبر روک دی۔

تربیت مکمل ہونے کے بعد تبتیوں کا ہر گروپ کیمپ ہیل میں واپسی کے لیے منتظر رہتا۔ ہر ماہ پورے چاند کی راتوں میں ایئر ڈراپ ہوتے۔ ڈراپ سے ہفتہ دس دن پہلے ایک گروپ کو کادینا یا اوکیناوا لے جایا جاتا جہاں انہیں تبتی کپڑے دیئے جاتے۔ اسلحہ' نقشے' کمپاس' دوربینیں' سگنل پلان' فرسٹ ایڈ کے آلات وغیرہ فراہم کیے جاتے۔ اس کے بعد گروپ کو اس کے مشن کے بارے میں تفصیلات بتائی جاتیں پھر مشرقی پاکستان میں کرمی تولہ میں واقع ایس ٹی بارنم کے فارورڈ اڈے پر منتقل کر دیا جاتا۔

اس دوران سی آئی اے نے تبت میں کھیپیں اتارنا شروع کر دیں۔ پہلی کھیپ جولائی 1958ء میں' یعنی گومپوتاشی کی شانگ گیاتسوزانگ روانگی کے ایک ماہ بعد' تریگوتھانگ میں اتاری گئی جو لوسانگ ترینگ کے وصولی کی جو پہلی دو رکنی ٹیم کا رکن تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دوسری ٹیم کا لیڈر وانگڈو گیا تو تسانگ سریگوتھانگ میں نمودار ہوا۔ کچھ عرصہ قبل اسے اور اس کے ساتھیوں کو بدقسمتی نے آن لیا تھا جب اس گوریلا اڈے پر جہاں وہ مقیم تھے' چینی فوج نے گولہ باری شروع کر دی۔ اس کے نتیجے میں وانگڈو کے دو ساتھی جن میں سے ایک ٹیم کا ریڈیو آپریٹر تھا' ہلاک ہو گئے تاہم وانگڈو بچ نکلا۔ اس کے بعد وہ تریگوتھانگ کے جنوب کی طرف بھارت کو نکل گیا جہاں اس نے مزاحمت میں ایک اہم کردار ادا کرتا تھا۔

دوسری کھیپ 22 فروری 1959ء سے پہلے نہ اتاری جا سکی۔ اس وقت تک اتھر تریگو تھانگ میں لوسانگ پرنگ سے آملا تھا۔ پہلی دو کھیپوں میں کل 403 لی انفیلڈ رائفلیں' 20 برین ایل ایم جیز' 60 دستی بم اور 26 ہزار راؤنڈ تھے۔ ہزاروں گوریلوں کو درکار اسلحہ کے مقابلے میں یہ تعداد اونٹ کے منہ میں زیرہ کے مترادف تھی۔

اسلحہ گرائے جانے سے پہلے یہ احساس ہو گیا تھا کہ پہلی دو ٹیموں کو لے جانے کے لیے استعمال ہونے والے بی 17 طیارے بڑی مقدار میں اسلحہ اتارنے کے لیے موزوں نہیں ہیں اور سی اے ٹی کے سی 46' اور سی 47 تبت تک آپریشن کرنے کی رینج نہیں رکھتے۔ چنانچہ سی آئی اے نے

ONE URDU FORUM .COM
SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ®

ڈگلس سی 118 لائف ماسٹر استعمال کیے۔ لیکن جلد ہی معلوم ہوا کہ یہ طیارے بھی بالکل موزوں نہیں ہیں۔ اس کی رینج اوکیناوا سے 3 ہزار میل تک تھی اور تبت پہنچنے کے لیے ضروری تھا کہ یہ کرمی تولہ میں اتر کر دوبارہ ایندھن بھریں۔ اس کے علاوہ اس کے انجن اسے اتنی بلندی پر نہیں لے جا سکتے تھے کہ یہ ہمالیہ کے اوپر پروازیں کریں۔ چنانچہ پائلٹوں کو پہاڑوں کے درمیان سے گھومتے ہوئے جانا پڑتا تھا جو کہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا تجربہ تھا۔ دوسری خامیوں میں مناسب راڈاروں کی اور کارگو کے دروازے کا دوران پرواز نہ کھلنا شامل تھا۔

چنانچہ سی 130۔ اے ہرکولیس جیسے بڑے طیارے کی ضرورت تھی جن کے انجن سی 118 سے دوگنے طاقتور تھے۔ یہ حال ہی میں امریکی ایئرفورس میں شامل ہوتے تھے۔ سب سے پہلے انہیں ٹی اے سی سکواڈرن میں 1956ء کے آخری میں شامل کیا گیا تھا۔ سی آئی اے کے رابطہ کرنے پر امریکی ایئر فورس بغیر نشان والے سی 130 طیارے فراہم کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ اگرچہ نشان نہ ہونے سے کوئی خاص فائدہ نہیں تھا کیونکہ اس وقت یہ طیارے صرف امریکہ اور آسٹریلیا کے پاس تھے۔

ہر مشن کے موقع پر طیارے اوکیناوا سے کادینا بھیجے جاتے جہاں سی آئی اے کا متعلقہ عملہ اس میں اسلحہ وغیرہ لوڈ کرتا۔ ہر کنٹینر میں 85 پونڈ اسلحہ ہوتا جسے خچر پر لادا جا سکتا تھا۔ ہر مشن سے پہلے متعلقہ مزاحمتی گروپ کو ریڈیائی رابطہ کے ذریعے اتارے جانے والے کنٹینرز کی تعداد سے آگاہ کر دیا جاتا تھا تاکہ ڈراپ زون کے قریب ان کے مطابق خچر وغیرہ لے آئیں۔

طیارے کو سی اے ٹی کا عملہ چلاتا اور اسے ایس ٹی سرکس کے فارورڈ اڈے پر لے جاتا۔ شروع میں یہ اڈہ کرمی تولہ (مشرقی پاکستان) میں امریکی ایئرفورس کے ایمرجنسی ایئرپورٹ پر قائم تھا بعد ازاں بھارت اور پاکستان کے درمیان بڑھتے ہوئے سیاسی مسائل کی وجہ سے اسے تھائی لینڈ میں نخلی کے مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ جو بنکاک سے 130 میل شمال میں واقع تھا۔ یہاں ایس اے ایس کا اڈہ تھا۔

فارورڈ اڈے کو 1045 واں آپریشنل ایویلوایشن اینڈ ٹریننگ گروپ (او ای ٹی جی) چلاتا تھا جو دراصل اس یونٹ کے لیے امریکی ایئرفورس کا ظاہری نام تھا جو سارے وسطی اور جنوب مشرقی ایشیا میں سی آئی اے کے خفیہ اپریشنوں میں خصوصی مدد کرتا تھا اور ایس ٹی بارنم اپریشنوں کی نگرانی اور منصوبہ بندی کا بھی ذمہ دار تھا۔ یہاں آمد پر ہر طیارے سے امریکی فضائیہ کے نشانات مٹا دیئے جاتے۔

کسی مشن کی روانگی یا منسوخی کے فیصلے کا انحصار اس وقت تبت کے موسمی حالات اور بالخصوص ڈراپ کے موسم پر ہوتا۔ اس کی اطلاع کھیپ وصول کرنے والا مزاحمتی گروپ ریڈیائی رابطے کے ذریعے دیتا۔ یہ پیغامات کارڈوں پر چھپی تصویروں سے منسلک مورس کوڈ کے ذریعے ہوتے۔ جو

انہیں سی آئی اے نے مہیا کیے تھے۔ ان تصویروں کے ذریعے بادلوں ہواؤں اور دیگر موسمی حالات کی کیفیت واضح ہوتی تھی۔

سی 130 کے پہلے مشن جو صرف اسلحہ اور آلات پر مشتمل تھے۔ جولائی 1959ء میں شروع ہو گئے۔ 19 ستمبر کو تربیت حاصل کرنے والے تبتیوں کا پہلا گروپ تبت میں اتارا گیا ہر ماہ 9 سے 12 مشن اتارے جاتے تھے لیکن نومبر اور دسمبر میں آدھے سے بھی کم اتارے گئے جس کی وجہ طیاروں کے اندر پیدا ہونے والی خرابیاں تھیں بعدازاں انہیں دور کر لیا گیا۔

ہر مشن میں معمولاً تین طیارے ہوتے جو رات پڑنے سے پہلے تخلی سے 15'15 منٹ کے وقفے سے اڑتے۔ 35 ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچنے کے بعد وہ شمال مغرب کا رخ کرتے اور تھائی لینڈ اور برما سے ہوتے ہوئے بھارت پہنچتے۔ وہاں سے مشرقی بھارت سے شمال کو مڑتے اور دریائے برہم پترا کے اوپر سے گزرتے اور ریڈیو آپریٹر طیارے کی پیشرفت سے تخلی کے اڈے کو باخبر رکھتا۔ دورانیہ چھ سے سات گھنٹے کا ہوتا۔ راستہ نکالنے میں سب سے بڑی مشکل تبت کے نقشوں اور چارٹوں کے صحیح نہ ہونے سے پیش آتی چنانچہ صحیح محل وقوع معلوم کرنے کے جہاز کا نیویگیٹر کاک پٹ کی چھت پر نصب دوربین سے تین ستاروں کی تصاویر لینا۔ ہر تصویر کے لیے 2 منٹ درکار ہوتے اور ہر دو تصویریں لینے کے درمیان ایک منٹ لگتا۔ کمپیوٹنگ کا وقت شامل کرتے اس عمل پر کوئی پندرہ منٹ صرف ہو جاتے۔ اس عمل کے دوران جہاز کا سیدھا اور ہموار اڑنا ضروری تھا جو کبھی کبھار ہی ہوتا کیونکہ چینی راڈاروں سے بچنے کے لیے انہیں نچلی پرواز کرنا پڑتی اور پہاڑوں کے درمیان سے راستہ نکالنے کے لیے انہیں دائیں بائیں مڑنا پڑتا تھا۔

چونکہ مشن صرف پورے چاند کی راتوں اور اچھے موسم میں کیے جاتے تھے اس لیے رویت (دکھائی دینے کی حالت) بالکل واضح ہوتی اور ڈراپ زون پر وصولی کرنے والی گوریلا پارٹیاں ایک ہزار فٹ کی بلندی سے صاف نظر آ جاتیں۔ ان مواقع پر جب افراد بھی اتارے جاتے، تو ان کی تعداد عموماً 12 ہوتی اور انہیں دو دو کے گروپ میں جہاز کے دو دروازوں سے راستے اتارا جاتا سامان پہلے ہی کارگو والے دروازے سے اتارا جا چکا ہوتا تھا۔

اگرچہ بیشتر مشن کامیابی سے مکمل ہوتے، بعض ایسے واقعات بھی ہوئے جن میں طیارہ چینی توپ خانے کی گولہ باری کی زد میں آ گیا، اگرچہ کسی طیارے کو گولہ نہیں لگا۔ ایک مرتبہ نیوی گیشن کی غلطی اور خراب موسم کی وجہ سے دو طیارے راستہ بھٹک گئے اور ڈراپ زون کو تلاش نہیں کر سکے اور واپس بھارت کی فضا میں آ گئے۔

بعض مواقع پر طیاروں کو بھارت بھی اترنا پڑا جس سے بھارتی حکومت کو پریشانی ہوتی کہ اس کی اطلاع چینیوں کو ہو جائے گی۔ تاہم اپریشن کی یہ بڑی کامیابی تھی کہ کوئی طیارہ گم ہوا نہ عملے

کا کوئی رکن۔

جولائی 1959ء سے مئی 1960ء تک 40 سے 45 ایئر ڈراپ کیے گئے جن میں 85 تربیت یافتہ گوریلے اور 8 لاکھ پونڈ اسلحہ و دیگر ساز و سامان اتارا گیا۔ یکم مئی 1960ء کو ایک یو۔ٹو طیارہ سوویت یونین کے اندر جاسوسی کرتے ہوئے سورولووسک (اب یکاترین برگ) کے اوپر مار گرایا گیا۔ چار روز بعد سوویت وزیراعظم نکیتا خروشیف نے اس کا انکشاف کیا اور طیارے کی پرواز کو امریکہ کا جارحانہ اقدام قرار دیا۔ 7 مئی کو اس نے انکشاف کیا کو یوٹو پاکستان کے سرحدی صوبے کے دارالحکومت پشاور سے ایک ایئر بیس سے اڑا تھا جسے سوویت یونین کے اندر بحیرہ ارل سورولووسک' کیروف' ارخانجلسک اور مرمانسک سے ہوتے ہوتے ناروے میں بوڈو کے ایک فوجی اڈے پر پہنچنا تھا۔ اس نے بتایا کہ طیارے کے پائلٹ گیری پاورز نے سی آئی اے کے لیے کام کرنے کا اعتراف کر لیا ہے۔

امریکہ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ ایسی کسی پرواز کی ہدایت نہیں کی گئی تھی البتہ ممکن ہے کہ یوٹو بھٹک کر سوویت فضا میں داخل ہو گیا ہو۔ سوویت یونین نے اس مؤقف کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے ترکی' پاکستان اور ناروے کو احتجاجی پیغامات بھیجے۔ تینوں ممالک نے امریکہ سے احتجاج کیا اور اس سے یقین دہانی طلب کی کہ کوئی طیارہ ایسے مقاصد کے لیے ان کی سرزمین پر تعینات نہ کیا جائے۔ خروشیف اس معاملے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ سوویت یونین آئندہ ہونے والی سربراہی کانفرنس میں اس وقت تک شرکت نہیں کرے گا جب تک امریکہ ایسی پروازوں کا سلسلہ ختم نہ کرے' پچھلی پروازوں کی معافی نہ مانگے اور ذمہ دار افراد کو سزا نہ دے۔

صدر ڈوائٹ آئزن ہاور نے خروشیف کا ایک مطالبہ مانتے ہوئے وعدہ کیا کہ اس کی باقی ماندہ مدت صدارت کے دوران ایسی کوئی پرواز نہیں ہو گی۔ ساتھ ہی اس نے تبت کے لیے بھی مزید مشن روانہ کرنے پر پابندی لگا دی۔ اگرچہ اگلے برس نئے صدر کینیڈی کے دور حکومت میں دو تین اضافی پروازیں ہوئیں لیکن یوٹو کے معاملے نے تبت کے لیے ایس ٹی بارنم اپریشن کا خاتمہ کر دیا۔

اس دوران تبت میں 1959ء کے آغاز پر این وی ڈی اے سرگرمی سے جنگ میں مصروف تھی۔ 24 جنوری کو 130 گوریلوں نے تننچن کے مقام پر چینی فوج پر حملہ کر دیا اور ان پر قابو پانے کے بعد متعدد چوکیوں کا محاصرہ کرتے ہوئے ان کی پانی کی سپلائی کاٹ ڈالی۔ چینیوں نے جواب میں طیاروں کے ذریعے ان کی پوزیشنوں پر بمباری کی جس پر وہ فروری کے آخر میں محاصرہ ختم کر کے وہاں سے نکل جانے پر مجبور ہو گئے۔

29 جنوری اور 4 فروری کے درمیان گوپیوتاشی کی بڑی فوج لہوزانگ میں مذہبی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

تقریبات میں شریک ہوئی۔ اگلے روز وہاں سے نکلی اور شوڈور چلی گئی جہاں اس نے افرادی قوت کی کمی پوری کرنے کے لیے بھرتی شروع کی۔ اس کے علاوہ اس نے تربیت یافتہ گوریلوں کے پانچ پانچ رکنی گروپ بارہ مقامات کی طرف روانہ کیے تاکہ اضافی مزاحمتی گروپ بنائیں اور انہیں تربیت دے کر چینیوں کے خلاف صف آرا کریں۔

اب گومپو اور دیگر گوریلا لیڈروں پر یہ بات ہمیشہ سے زیادہ واضح ہو چکی تھی کہ چینیوں کی طرف سے طیاروں کا بڑھتا ہوا استعمال ان کے لیے گھوڑوں پر سفر کو بہت خطرناک بنا رہا ہے اور اب انہیں چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بٹ کر کام کرنا اور چینی فوجوں پر اجتماعی حملوں کے بجائے گوریلا ہتھکنڈے اپنانا ہوں گے۔ 21 فروری کو ان کی وار کونسل کے اجلاس میں کمانڈروں اور گوریلوں کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا اور متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ این وی ڈی اے کے یونٹ شوڈر سے نکل کر لوکھا چلے جائیں اور وہاں بڑی فوج سے مل جائیں۔ چنانچہ 50`50 سکاؤٹوں کے دو گروپ آگے اور پہلوؤں میں رکھ کر 500 گوریلوں کی مرکزی فورس اور گاڑیاں چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں لوکھا کی طرف روانہ ہو گئیں اور کسی حادثے کے بغیر وہاں پہنچ گئیں۔ پھر این وی ڈی اے نے وسطی تبت میں گوریلا کارروائیاں شروع کیں۔ ان کے بڑے ہدف چینی فوج کے بڑے سپلائی راستوں کی حفاظت پر تعینات چینی گیریژنیں تھیں۔

لہاسا میں مارچ کے آغاز پر دلائی لامہ کو لہاسا کے چینی پولیٹکل کمشنر جنرل تان کوان سین کا مطالبہ موصول ہوا کہ وہ 8 مارچ کو شہر سے باہر پیپلز لبریشن آرمی کے کیمپ میں ہونے والی رقص کی تقریب میں شریک ہو۔ وقت لینے کی خاطر اس نے جواب دیا کہ وہ صرف 10 تاریخ کو شریک ہو سکتا ہے۔ جنرل نے کہا تھا کہ دلائی لامہ جو اپنے محل سے باہر 25 مسلح محافظوں کی معیت میں ہی جاتا تھا' اکیلا وہاں آئے۔ اس نے یہ اصرار بھی کیا کہ کیمپ کی طرف جانے والے راستے پر تبتی کے بجائے چینی فوج تعینات کی جائے۔ اور پی ایل اے کے کیمپ اور دارالحکومت کے درمیان پل او پیرا میں شرکت کرنے والوں کے سوا تمام تبتیوں کے لیے بند رکھا جائے۔ ان سب مطالبات نے اور اس کے اصرار نے کہ کیمپ میں دلائی لامہ کی آمد خفیہ رکھی جائے' یہ شدید شبہ پیدا ہوا کہ چینی دلائی لامہ کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ اس شبے کو ان اطلاعات سے تقویت ملی کہ لہاسا سے باہر پی ایل اے کے ایئر فیلڈ میں تین طیارے اترے ہیں۔

جلد ہی چینی مطالبات افشا ہو گئے اور جنگل کی آگ کی طرح اس کی خبر پھیل گئی نتیجہ یہ ہوا کہ 30 ہزار افراد کے ہجوم نے دلائی لامہ کو اغوا ہونے سے بچانے کے لیے اس کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ چینی ردعمل مخالفانہ تھا۔ 17 مارچ کو جب دارالحکومت کی آبادی میں بے چینی بڑھ رہی تھی اور مونلام کا میلہ منانے کے لیے شہر میں زائرین کی بڑی تعداد آئی ہوئی تھی' کابینہ اور قومی اسمبلی نے

فیصلہ کیا کہ دلائی لامہ لہاسا سے چلا جائے اور کہیں اور جا کر پناہ حاصل کرے۔ اس فیصلے کو اس دن عصر کے وقت چینی فوج کی طرف سے چلائے گئے دو مارٹر گولوں سے مزید تقویت ملی تاہم یہ گولے کوئی نقصان پہنچائے بغیر محل کی حدود سے باہر ایک تالاب میں جا گرے۔ اس سے ایک روز قبل چینی توپ خانے کے ماہرین محل کی پیمائش لیتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔

دلائی لامہ کے انخلا کے لیے ہنگامی منصوبہ اس کے ذاتی عملے کے سربراہ تھپٹن وائڈن' تبتی فوج کی دوسری رجمنٹ کے کمانڈر تاشی پارا اور این دی ڈی اے کے ایک سینئر کمانڈر راتوک نگواوانگ نے 1959ء کے شروع ہی میں بنا لیا تھا۔ اس منصوبے کے تحت تین گروپوں کو دارالحکومت چھوڑنا تھا۔ ایک گروپ میں دلائی لامہ' اس کے اہل خانہ اور ذاتی عملہ' دوسرے دو گروپوں میں گوریلے اور تبتی فوجی شامل تھے جنہوں نے تاجروں راہبوں اور زائرین کے بھیس میں ہونا تھا۔ ممکنہ طور پر تعاقب کرنے والی چینی فوج کو الجھانے کے لیے ان تینوں گروپوں نے الگ الگ سمت میں سفر کرنا تھا۔

اس رات دلائی لامہ کے فرار کی تیاریوں پر فوری عمل کیا گیا۔ سب سے پہلے 9 بجے اس کی ماں' بڑی بہن' چھوٹا بھائی اور ایک محافظ دستہ' جس نے کھمبا قبائلیوں کا بھیس بنایا ہوا تھا' نکلا۔ اس کے بعد دلائی لامہ اپنے برادر نسبتی تھپٹن وائڈن' ایک اور سینئر راہب اور دو سپاہیوں کے ہمراہ نکلا۔ ان سب چھ افراد نے گشتی سپاہیوں کے لباس پہن رکھے تھے جو بظاہر محل کے حفاظتی اقدامات کا جائزہ لینے نکلے تھے۔ تیسرا گروپ دو اساتذہ' لہاسا کابینہ کے چار ارکان اور کچھ افسروں پر مشتمل تھا' ایک ٹرک پر بٹھا کر محل سے باہر لے جایا گیا۔ ان کے ہمراہ کچھ تبتی فوجی تھے تینوں گروپ بعد ازاں اس شہر کے جنوب میں مقام کی طرف بڑھے جہاں انہیں اکٹھے ہونا تھا۔ وہاں انہوں نے دریائے کیچو عبور کیا۔ جس کے بعد انہیں 30 کھمبا ملے جو ان سب کے لیے چھوٹے قد کے گھوڑے لائے تھے۔ سی آئی اے کے دو ارکان اتھر نار بو اور تو سانگ زیرنگ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

دلائی لامہ اور اس کے ساتھ کھمبا قبائلیوں اور تبتی فوجیوں کے ہمراہ تیزی سے جنوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی تک چینیوں کو ان کی روانگی کا علم نہیں ہوا تھا۔ اس دوران وہ دو گروپ جو چینیوں کو دھوکہ دینے کے لیے بنائے تھے بھی لہاسا سے روانہ ہو گئے اور دوسرے راستے اختیار کرتے ہوئے بھارتی سرحد کی طرف بڑھے۔ ادھر دلائی لامہ اور اس کے گروہ نے چند روز بعد چیلا کا درہ اور دریائے برہم پترا عبور کر لیا اور پہاڑوں پر سے ہوتے ہوئے جنوب مشرق کی طرف سابو کے درے کی طرف بڑھا۔ وہ چینی طیاروں سے مسلسل خبردار رہے لیکن خوش قسمتی سے اوپر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔

دلائی لامہ کی خواہش لہونتزے زانگ پہنچنا تھا جہاں ایک مضبوط قلعہ ہے۔ وہ وہاں اپنی

ONEURDUFORUM.COM
کتاب کلبے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI

نئی حکومت بنانا اور چینی حکومت سے مذاکرات کرنا چاہتا تھا۔ 24/مارچ کو ایک ایلچی جو خبر لے کر آیا اس نے مذاکرات کا امکان ختم کر دیا۔ چار دن قبل چینی فوج نے لہاسا پر حملہ کر کے کئی ہزار تبّتی شہری ہلاک کر دیئے تھے اور بہت سی عمارتیں تباہ کر دی تھیں۔ حملہ صبح کے وقت نوربلنکا محل پر گولہ باری سے شروع ہوا جس کے بعد دلائی لامہ کے سرمائی محل پوتالا پر بھی گولہ باری کی گئی۔ تبت کی سب سے پرانی اور سب سے مقدس خانقاہ جوکھانگ اور اس سے ملحقہ کئی دوسری خانقاہیں بھی شہر کے دوسرے علاقوں کی طرح گولہ باری کی زد میں آئی تھیں۔ صرف رائفلوں اور تلواروں سے مسلح تبّتی بلند چوٹی آئرن ہل پر اکٹھے ہو گئے جہاں شہر کا چاکپوری میڈیکل سکول بھی واقع تھا۔ پہلے دن انہوں نے جوابی حملے میں کچھ کامیابی حاصل کی اور شکتی لنگبا پر چینی دستے کا صفایا کر دیا جو تسانپو دریائے کے پار ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ لیکن دو روز کی لڑائی کے بعد تبّتی شکست کھا گئے اور 22/مارچ کو غدار نگاپونگا وانگ جگمی نے، جس نے چینی قبضہ کے کچھ ہی دیر بعد چینیوں سے ایک سمجھوتہ کر لیا تھا، احکامات نشر کیے کہ تمام تبّتی مزاحمت ختم کر کے ہتھیار ڈال دیں۔ بعد میں آنے والی اطلاعات میں بتایا گیا کہ چینیوں نے ان سب افراد کو گرفتار کر لیا تھا جو لڑائی میں بچ گئے اور انہیں بھی پکڑ لیا جو مذہبی اور نئے سال کی تقریبات میں حصہ لینے کے لیے لہاسا آئے تھے۔ ان میں 25 ہزار راہب بھی شامل تھے جنہیں ان کے مکانات میں نظر بند کر دیا گیا۔

دلائی لامہ لہونتزے کی طرف بڑھتا رہا۔ رفتار بہت آہستہ تھی۔ قافلے کو تنگ اور پھسلواں پہاڑی راستوں پر چلنا پڑ رہا تھا۔ آخر وہ شوپانوپ پہنچے اور وہاں سے مشرق کو لہونتزے زانگ کا رخ کیا۔ لہونتزے پہنچنے سے ذرا پہلے دلائی لامہ کو علم ہوا کہ چینیوں نے لہاسا حکومت توڑ کر پنچن لامہ کی قیادت میں نئی حکومت بنا دی ہے جس کی معاونت نگاپونگا وانگ جگمی اور چینی فوج کے تین جرنیل کر رہے ہیں۔ نیز 1951ء میں طے پانے والا 17 نکاتی معاہدہ بھی ختم کر دیا گیا ہے اور چینیوں نے خام اور آمڈو کو چین میں ضم کر دیا ہے۔

اب دلائی لامہ کے پاس بھارت میں جلاوطن ہونے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سفر کے پورے دورانیہ میں اتھر ناربو اور لوسانگ زیرنگ نے سی آئی اے سے ریڈیائی رابطہ برقرار رکھا۔ اب انہوں نے اسے بھارت حکومت سے پناہ کی درخواست ارسال کی۔ سی آئی اے نے یہ درخواست واشنگٹن بھجوا دی وہاں سے یہ دہلی میں امریکی سفارت خانے اور سفارت خانے سے بھارتی حکومت کو پہنچی۔ 24 گھنٹے کے اندر اندر وزیراعظم جواہر لال نہرو نے یہ درخواست منظور کر لی۔

واشنگٹن اور دہلی میں سخت اضطراب تھا کہ دلائی لامہ کو سرحد پر پہنچنے سے قبل ہی نہ پکڑ لیا جائے کیونکہ اطلاعات آ رہی تھیں کو غضب ناک چینی حکومت اسے سرگرمی سے تلاش کر رہی ہے۔ آسمان پر طیارے منڈلاتے دیکھے گئے تھے اور ایک موقع پر ایک طیارہ نیچے اڑتا ہوا دلائی لامہ کے

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

قافلے کے سر پر آ گیا تھا لیکن خوش قسمتی سے وہ اسے دیکھ نہ سکا۔ امریکی حکومت نے دلائی لامہ کو پیغام بھیجا کہ سفر کی رفتار تیز کر دی جائے۔ وہ لہونتزے زانگ سے نکلے اور جنوب مغرب میں تسونازانگ اور پھر سرحد کی طرف بڑھے۔

سفر کا یہ حصہ خاص طور پر تکلیف دہ تھا۔ موسم خراب تھا بارش کے ساتھ برفباری نے سفر کو دشوار بنا دیا تھا۔ دس دن کے سفر کے بعد سب کی حالت خراب تھی۔ گھوڑے گھاس کی قلت اور تھکن کے باعث خستہ حال تھے۔ خود دلائی لامہ تھکن سے چور اور بیمار تھا۔ وہ مینگما نگ پہنچے جو بھارتی سرحد سے قبل ان کا آخری پڑاؤ تھا۔ وہاں ایک دن قیام کے بعد پھر جنوب کو چلے اور 31/مارچ کو بھارتی سرحد پہنچے جہاں آسام رائفلز کے سپاہی اور بھارتی افسران سے ملے۔ دو ہفتوں میں انہوں نے تقریباً 300 میل سفر کیا تھا۔

اس اثنا میں 22 مارچ کو آل انڈیا ریڈیو کی خبروں سے گومپو تاشی کو معلوم ہوا کہ لہاسا میں بغاوت ہو گئی ہے۔ اس نے اپنی بیشتر فوج کو احضار جھیل اور وہاں سے چکسام چیو کی طرف روانہ کیا اور ساتھی ہی چینیوں کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کے لیے جائزہ ٹروپ بھی بھیجے۔ پھر اسے دلائی لامہ کا پیغام ملا کہ وہ لہاسا سے فرار ہو کر لہونتزے پہنچ گیا ہے۔ اس خدشہ سے کہ چینی فوج دلائی لامہ کو پکڑ لے گی، گومپو تاشی اور اس کے گوریلے لہونتزے کی طرف چل پڑے اور 3/اپریل کو احضار جھیل پہنچ گئے۔ وہاں انہیں پتہ چلا کہ دلائی لامہ بھارت پہنچ گیا ہے۔

اگلے روز گومپو اور اس کے آدمی 'کونگپو گیا تھا' کی طرف چل پڑے لیکن پھر انہیں معلوم ہوا کہ ایک بڑی چینی فوج نزدیک ہی موجود ہے جس پر وہ ڈریفر کی طرف روانہ جہاں وہاں انہیں گوریلوں کی ایک دوسری فوج ملی جو اپنے ساتھ جانوروں کی کھیپ بھی لائی تھی لیکن جلد ہی وہاں لہاسا سے ایک بڑی چینی فوج پہنچ گئی اور شدید جنگ چھڑ گئی۔ گوریلے جن کی تعداد بہت کم تھی، اپنا سامان رسد وہیں چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ علاقے میں مزید چینی فوج آتی رہی جو دلائی لامہ کو تلاش کر رہی تھی۔ 12/اپریل کو گومپو لہونتزے پہنچا۔ اس نے تسونا جا کر اڈہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن اسے پتہ چلا کہ اس پر چینی فوج کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اپنے کمانڈروں کے ساتھ اجلاس میں اس نے تسونا پر حملے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن اس کی فوج جو 2 ہزار گوریلوں پر مشتمل تھی، زبردست چینی فوج کے مقابلے میں بے بس تھی۔ اس وقت وہاں مزید ایک لاکھ چینی فوج پہنچ چکی تھی تاکہ بغاوت کچل دی جائے۔ اس کے ہمراہ بکتر بند گاڑیاں، ٹینک، توپ خانہ اور ہوائی جہاز بھی تھے۔ طویل بحث مباحثے کے بعد طے ہوا کہ ساری گوریلا فورس بھارت میں پناہ حاصل کرے۔ 21/اپریل 1959ء کو گومپو تاشی اور اس کے فوجی بھارت روانہ ہو گئے۔

خام اور اٹدو میں دوسرے گوریلا گروپ جنگ جاری رکھے ہوئے تھے جبکہ امریکہ میں بھی

گوریلوں کی تربیت کا سلسلہ جاری تھا۔ 19 ستمبر 1959ء کو کیمپ ہیل میں تربیت پانے والے تبتیوں کا پہلا گروپ تبت روانہ کیا گیا۔ 9 آدمی لہاسا سے 200 میل شمال مغرب میں رنگتسو کے مقام پر اتارے گئے۔ ان کا مقصد ایک مزاحمتی لیڈر ناتسانگ پھرپو سے رابطہ کرنا تھا جس کے پاس 4 ہزار گوریلے تھے۔ بدقسمتی سے جب یہ ٹیم اس علاقے میں پہنچی جہاں رابطہ ہونا تھا تو وہ چینی فوج کے گھیرے میں آ گئی۔ کسی سازشی نے ان کی مخبری کر دی تھی۔ چنانچہ یہ ٹیم وہاں سے فرار ہو کر جنوب کو چلی گئی اور 350 میل کا سفر طے کر کے مغربی نیپال کے علاقے مستانگ پہنچ گئی جہاں پہلے ہی تبت سے فرار ہو کر آنے والے کھمبا اور گوریلے بڑی تعداد میں موجود تھے۔ وہاں سے یہ لوگ دارجیلنگ پہنچے جہاں سے سی آئی اے نے انہیں اٹھا کر دوبارہ کیمپ ہیل پہنچا دیا تا کہ انہیں اگلے مشن کے بارے میں تیار کیا جائے۔

ستمبر میں پورے چاند کی راتوں کے دوران 9 افراد کا ایک اور گروپ تبت اتارا گیا۔ اس کے بعد اسی ماہ 18 افراد پر مشتمل مزید 3 ٹیمیں لہاسا سے 200 میل شمال مشرق میں پمبر کے علاقے میں اتاری گئیں۔ یہ مقام شوتلاسم کے پہاڑی سلسلے کے مرکز میں واقع ہے جہاں متعدد کھمبا مزاحمتی گروپ از سر نو منظم ہو رہے تھے۔ ان میں سے پہلی ٹیم نے جو 7 ارکان پر مشتمل تھی' ان گروپوں کو تربیت دینا تھی۔ تحریک مزاحمت کا مقصد شوتلاسم پر قبضہ کرنا تھا جو لہاسا سے چیوان کو جانے والی شمالی اور جنوبی شاہراہوں کے درمیان واقع تھا۔ ان دو سپلائی راستوں کو کاٹنے کے لیے گوریلوں کے اڈے قائم کیے جا رہے تھے۔

چھ رکنی دوسری ٹیم نے گرائے جانے والے اسلحہ کی وصولی میں مدد کرنی تھی۔ پہلی کھیپ اکتوبر میں گرائی گئی جو 370 ایم ون گرانڈ رائفلوں' چار ایل ایم جی رائفلوں اور 75 ہزار گولیوں نیز دو ریڈیو سیٹوں پر مشتمل تھی۔ دوسری کھیپ نومبر میں اتاری گئی اس میں بھی تقریباً اتنا ہی اسلحہ تھا۔ دسمبر میں کافی بڑی کھیپ اتاری گئی جس میں 800 ایم 1 گرانڈ رائفلیں' 113 ایم 1 '30 کاربینیں' کافی مقدار میں دستی بم اور 20 لاکھ گولیاں تھیں۔ پمبر میں آخری کھیپ 6 جنوری 1960ء کو اتاری گئی جس میں تین سی 130 طیاروں نے اسلحہ' آلات' خوراک اور دوائیں پہنچائیں۔

اس وقت پمبر میں گوریلوں کا بڑا ارتکاز سی آئی اے کے لیے پریشانی کا باعث تھا۔ ساڑھے بارہ ہزار گوریلے اپنے 30 سے 37 ہزار اہل خانہ اور جانوروں کی بڑی تعداد کے ہمراہ بڑے بڑے کیمپوں میں رہائش پذیر تھے۔ یہ این وی ڈی اے کے کمانڈروں کی اس پالیسی کے خلاف تھا کہ چین کی طرف سے فضائیہ اور توپ خانے کے بڑھتے ہوئے استعمال کے باعث گوریلوں کو بڑے بڑے گروپوں کی شکل میں نہیں رہنا چاہیے۔

چینیوں کو جلد ہی لوگوں کے تبت فرار ہونے اور پمبر میں مزاحمتی گروپوں کے بڑے ارتکاز

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کا پتہ چل گیا تھا۔ آخری سپلائی اتارنے کے ایک مہینے بعد انہوں نے گوریلا کیمپوں پر فضائی حملے شروع کر دیئے اور بمباری کر کے انہیں تباہ کر دیا۔ اس کے بعد چینی فوج کے دستے بند گاڑیوں اور ٹرکوں میں توپ خانے کے ہمراہ وہاں پہنچنا شروع ہو گئے۔

ہزاروں گوریلے اور ان کے اہل خانہ اس بمباری سے اور پھر چینی فوج کے حملوں میں ہلاک ہو گئے۔ بہت سے گوریلے اور کیمپ ہیل میں تربیت پانے والے کئی افراد اس بمباری اور گولہ باری سے بچ نکلے لیکن شمال یا جنوب کو جاتے ہوئے انہیں اپنا راستہ بنانے کے لیے لڑائی کرنا پڑی۔ وہ رات کو سفر کرتے اور سڑکوں پر چلنے سے گریز کرتے ہوئے پہاڑی راستے اختیار کرتے جہاں چینی فوج ان کا تعاقب کرتی۔ جو لوگ تھک کر گر جاتے' ان کے ہتھے چڑھ جاتے۔

پمبر میں اتاری جانے والی 5 رکنی تیسری ٹیم اس دوران جنوبی اڈو پہنچ چکی تھی جہاں اس نے متعدد مزاحمتی گروپوں سے رابطے کیے' جن میں سب سے بڑا گروپ' جو 4 ہزار افراد پر مشتمل تھا' جنوبی علاقے میں درہ تھانگلا کے جنوب میں نیراتسو گینگ میں مقیم تھا۔ یہ طے کیا گیا کہ یہ گروپ چینیوں کے ایک اور سپلائی راستے لہاسا' کوتنگھائی ہائی وے پر فوجی قافلوں کو نشانہ بنائیں۔ ٹیم کی طرف سے اسلحہ کی درخواست پر 2 سی۔ 130 طیاروں نے 13 دسمبر 1959ء کو 1680 رائفلیں اور 368000 گولیاں وہاں پہنچائیں۔ ایک اور کھیپ 10 جنوری 1960ء کو دو طیاروں سے بھجوائی گئی' تاہم ان میں سے صرف ایک طیارہ اپنی کھیپ اتارنے میں کامیاب ہوا۔ 15 جنوری کو چار طیاروں نے مزید سامان گرایا۔ اس کے فوراً بعد آٹھویں کھیپ اتاری گئی۔ اسلحہ کے ساتھ گومپو تاشی کے بھتیجے نگوانگ پھلجنگ کی قیادت میں 16 افراد بھی تھے۔

پھلجنگ اور اس کے افراد کو جو تین ٹیموں میں منظم کیے گئے تھے' یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ گوریلوں کو لہاسا' چیوان شاہراہ پر حملوں کے لیے چھوٹے چھوٹے گروپوں میں منقسم ہونے پر آمادہ کریں۔ بدقسمتی سے ان کی بات نہیں مانی گئی۔ پمبر کی طرح یہاں بھی اپنے اہل خانہ اور مال مویشی کے ہمراہ مقیم تھے اور انہیں چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ جلد ہی چینی طیاروں نے حملہ کیا۔ 22 فروری کو دشمن کے طیاروں نے کیمپوں پر بمباری کی جبکہ فوج نے ٹینکوں اور توپ خانہ کی مدد سے ان کے فرار کا راستہ بند کرنے کے لیے علاقے کا محاصرہ کرنا شروع کر دیا۔

گوریلوں اور ان کے اہل خانہ کی بہت بڑی تعداد ہلاک ہو گئی۔ جو لوگ بچ کر بھاگے ان میں سے بہت سوں کو تعاقب کر کے مار دیا گیا۔ کیمپ ہیل میں تربیت پانے والے 18 افراد پر مشتمل ٹیم میں محض ایک ریڈیو آپریٹر زندہ بچا جو بچ کر بھارت نکل گیا۔

ایس ٹی بارنم کی تبت کے لیے پروازیں اپریل 1961ء کے آغاز میں جاری رہیں جب دس دس رکنی دو ٹیمیں خام اور 7 رکنی تیسری ٹیم مارخام میں اتاری گئی۔ یہ تیسری ٹیم یا شی ڈنیال کی

قیادت میں تھی جو ستمبر 1959ء میں رنگتسو میں اتاری جانے والی پہلی ٹیم کا بھی رکن تھا۔ اس کا باپ ایک مزاحمتی گروپ کا کمانڈر تھا اور ٹیم کا مشن اس کا دوسرے دو گروپوں سے رابطہ کرانا تھا۔ لیکن اترنے کے دوسرے دن انہیں پتہ چلا کہ ونگیال کا باپ کئی ماہ پہلے مارا جا چکا ہے۔ وہ دوسرے دو گوریلا لیڈروں کے پاس گیا جن کے پاس 80 گوریلوں کی فورس تھی لیکن جلد ہی یہ واضح ہو گیا کہ اس سارے علاقے پر چینیوں نے مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے اور مزاحمت سے کسی کامیابی کی توقع کم ہی ہے۔ انہیں علاقہ چھوڑنے کا حکم ملا چنانچہ انہوں نے بھارت جانے کا فیصلہ کر لیا۔

گوریلوں اور ان کے اہل خانہ کے ہمراہ وہ ابھی روانہ ہوئے ہی تھے کہ ان کے راستے میں چینی دستے آ گئے جن سے ان کی متعدد جھڑپیں ہوئیں۔ ٹیم کا ایک رکن ہلاک ہو گیا۔ گوریلوں میں سے صرف 40 بچے۔ پھر انہیں ایک اور بڑی فوج نے گھیر لیا حتیٰ کہ ٹیم کا صرف ایک رکن، نیمو بوسانگ اور 15 گوریلے باقی بچ رہے۔ بوسانگ کو چینیوں نے گرفتار کر لیا اور مقدمہ چلائے بغیر 18 برس قید میں رکھا۔ 1979ء میں اسے رہائی ملی۔

اس آخری ٹیم کے خاتمے نے تبت میں ایس ٹی بارنم اپریشن بھی ختم کر دیا۔ 1957ء سے 1961ء تک کیمپ ہیل میں تربیت پانے والے 200 تبتیوں میں سے 88 پیراشوٹوں کے ذریعے تبت اتارے گئے۔ ان میں سے 12 بچے، جن میں سے 10 بھارت چلے گئے، ایک گرفتار ہو گیا اور اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ باقی مارے گئے۔

تاہم مزاحمت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ 1960ء کے شروع میں دلائی لامہ کے دوسرے بڑے بھائی گیالو تھانڈپ نے گومپو تاشی اور لہاموزیرنگ کے ہمراہ سی آئی اے کو نیپال کے علاقے مستانگ میں ایک بڑا مزاحمتی اڈہ بنانے کی تجویز دی۔ مستانگ جس پر 'لو' کے بادشاہ کے نام سے معروف مہاراجہ کی حکومت تھی اور جو شمال مغربی نیپال میں واقع ہے۔ سینکڑوں مربع میل پر مشتمل ایک پہاڑی علاقہ ہے جو شمال میں تبت کے اندر تک چلا گیا ہے۔ اس کے جنوب میں انا پورنا اور دھولاگری کے پہاڑی سلسلے ہیں۔ اس کے مرکز میں شمالاً جنوباً دریائے کالی بہتا ہے جو مشرق میں دریائے ترسیولی میں جا گرتا ہے جو آگے جا کر گندرک میں مل جاتا ہے۔ علاقے کا دارالحکومت لومستانگ ہے جو ایک سطح مرتفع پر واقع اور تبت کی سرحد سے 20 میل کے فاصلے پر ہے۔

پچھلے اپریل بھارت آمد پر گومپو کی فوج کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اب اس کے سپاہی عام مہاجروں کے طور پر سکم کی سڑکوں یا دوسرے سرحدی علاقوں میں مزدوری کرتے تھے۔ 1960ء کے موسم بہار میں سی آئی اے کے حکام سے ملاقات میں گومپو نے تجویز پیش کی کہ این وی ڈی اے کو ازسرنو تشکیل دیا جائے جو مستانگ کے اڈے سے کام کرے۔ سی آئی اے کو علم تھا کہ امریکی حکومت نیپال کی اجازت کے بغیر اس کی منظوری نہیں دے گی۔ چونکہ سکیورٹی اور سیاسی تحفظات کی وجہ سے

کتاب کلبے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

امریکہ کے ساتھ رابطہ ممکن نہیں تھا' اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ یہ کام کیا جائے لیکن اسے نہایت رازداری میں رکھا جائے۔

پہلے قدم کے طور پر گومپو نے 26 افراد منتخب کیے جنہیں بھارت سے کیمپ ہیل میں تربیت کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ ان میں ایک کھمبا لوب سانگ چمپا نام کا بھی تھا جسے تربیت مکمل ہونے کے بعد اس گروپ کا سربراہ بننا تھا۔ اس دوران 7 رکنی ہراول دستہ مستانگ روانہ کیا گیا تاکہ اڈہ کے لیے ضروری انتظامات کرے۔ اس دستے کی قیادت ایک اور کھمبا بابایاشی کے پاس تھی۔ جس نے مستانگ پہنچنے کے بعد لومستانگ کے جنوب میں 15 میل اور تبتی سرحد سے 25 میل دور اڈہ قائم کیا۔

تبتیوں اور سی آئی اے کے درمیان طے ہوا تھا کہ فوج کی تعداد 300 سے زیادہ نہیں ہوگی اور اسے نیپالی حکومت کی لاعلمی میں تبت داخل کیا جائے گا۔ رازداری برتنے کی ہدایات کے باوجود نوتشکیل شدہ جوشی "گینگ ڈرگ" کو خبر مل گئی جو ساری تبتی آبادی میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہزاروں سابق گوریلے اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے دارجلنگ میں گومپو تاشی کے مکان پہنچنا شروع ہو گئے۔ اگرچہ سکم کے بادشاہ نے گیالو سے شکایت کی کہ اس سے اس کے چھوٹے سے ملک میں سڑکوں کو نقصان پہنچے گا لیکن وہ رضا کاروں کے سیلاب کو روکنے میں بے بس تھا۔ اس صورتحال کی طرف بھارتی پریس کی توجہ مبذول ہو گئی جس نے بھارت سے تبتیوں کی بڑے پیمانے پر روانگی کے بارے میں مواد چھاپنا شروع کر دیا۔

1960ء میں یوٹو کی تباہی کے سیاسی اثرات نے مستانگ میں نئے مزاحمتی گروپ اور بالخصوص سی اے ٹی' جسے اس وقت ایئر امریکہ کا نام دیا جا چکا تھا' کی خفیہ پروازوں کے بارے میں رازداری کی اہمیت بڑھا دی تھی۔ ادھر امریکہ میں سی آئی اے گوریلوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مضطرب تھی جو 1960ء کے موسم خزاں میں 2 ہزار سے زائد ہو چکی تھی۔ امریکی حکومت نے اپریشن ختم کرنے کے بے سود انتباہ کیے۔ اس کی یہ ہدایت بھی نہیں مانی گئی کہ بابایاشی اپنے زیادہ تر افراد واپس بھارت بھیج دے۔ ادھر مستانگ میں مقامی آبادی تبتیوں کی طرف سے خوراک کی فراہمی کے مسلسل مطالبات سے مشتعل تھی۔ بابایاشی نے سی آئی اے سے خوراک کی ہنگامی فراہمی کا مطالبہ کیا۔

نومبر 1960ء روس جان ایف کینیڈی امریکہ کا 35واں صدر منتخب ہوا۔ وہ جنوب مشرقی ایشیا میں کیمونسٹ خطرے سے پوری طرح آگاہ تھا۔ کیوبا میں بے آف پگز (سوروں کی خلیج) پر امریکی حملے کی ناکامی' جس کے نتیجے میں امریکہ کو سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا' کے باوجود کینیڈی نے وسط مارچ 1961ء میں سی آئی اے کو تبتی گوریلوں کی مدد جاری رکھنے کی اجازت دے دی حالانکہ بھارت میں نئے امریکی سفیر جان کینتھ گلبرائتھ نے اس کی مخالفت کی تھی' جسے خدشہ تھا کہ یہ ناکام ہو

جائے گا، جس کے نتیجے میں روس کے ساتھ تعلقات خراب ہو جائیں گے۔

مستانگ میں گوریلوں کے لیے اسلحہ پہلی کھیپ 15/ مارچ کو اتاری گئی۔ تخلی سے سی۔130 طیارے اسلحہ لے کر تبت کی فضا میں برہم پترا کے جنوب میں پہنچے۔ اس کھیپ میں بابا یاشی کی نصف فوج کو مسلح کرنے کے لیے کافی اسلحہ موجود تھا۔ یہ فوج اس وقت تک 100`100 افراد پر مشتمل 16 کمپنیوں میں منظم ہو چکی تھی۔ بابا یاشی نے اسلحہ وصول کرتے ہی کارروائیاں شروع کر دیں اس نے 50`50 گوریلوں کے یونٹ چینی فوج کی گیریژنوں اور لہاسا' سنکیانگ شاہراہ پر سفر کرنے والے فوجی قافلوں پر حملوں کے لیے روانہ کیے۔ اس پر چین نے سرحدوں کے ساتھ اپنی فوج میں اضافہ کر دیا اور رسد کے قافلے وہاں سے مزید 190 میل دور واقع کنگھائی' سنکیانگ کے ہمراہ سے آنے جانے لگے۔

1961ء کے موسم گرما میں لوسانگ چھپا کیمپ ہیل سے ٹریننگ مکمل کر کے گوریلوں کی کمان حاصل کرنے کے لیے مستانگ پہنچ گیا۔ لیکن اس وقت تک بابا یاشی خود کو کمانڈر کے طور پر مستحکم کر چکا تھا۔ اس نے سی آئی اے کے حکم کے باوجود کمان منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ کچھ دیر تنازعہ کے بعد لوسانگ نے ہار مان لی اور ایک کمپنی کا کمانڈر بننے پر راضی ہو گیا۔

بابا یاشی اپنی باقی ماندہ فوج کے لیے مزید اسلحہ مانگ رہا تھا تاہم سفیر گلبرائتھ اپریشن کی مخالفت پر قائم رہا۔ یہاں تک کہ صدر کینیڈی اس بات سے متفق ہو گیا کہ مزید امداد اب بھارتی حکومت کی رضامندی سے بھی فراہم کی جائے گی۔ (بھارتی حکومت پہلے ہی اپریشن سے باخبر تھی اور سی آئی اے کو عملی اجازت دے چکی تھی)۔ تاہم پروازوں کا راستہ بدل دیا گیا تا کہ طیارے بھارتی فضاؤں میں کم سے کم وقت رہیں۔

انہی گرمیوں کے دوران سی آئی اے نے مزید کھیپیں اتارنے کے لیے نیشنل سکیورٹی کونسل (این ایس سی) سپیشل گروپ کی رضامندی کے لیے درخواست کی جس کا فوری جواب نہیں ملا کیونکہ اس درخواست پر کئی مہینے بحث ہوتی رہی۔ تاہم اکتوبر میں راجر جیتار کی زیر قیادت ایک گوریلا گروپ نے چینی فوج کے ایک قافلے پر حملہ کر کے اس میں شامل تمام فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ مرنے والوں میں گوریلوں کو ایک رجمنٹ کے ڈپٹی کمانڈر کی نعش بھی ملی جس کے پاس سے متعدد خفیہ دستاویزات برآمد ہوئیں۔ یہ دستاویزات امریکہ بھجوا دی گئیں جو بہت اہم ثابت ہوئیں اور کئی سیاسی و فوجی امور کے بارے میں اہم جاسوسی معلومات حاصل ہوئیں۔

اس مواد کی واشنگٹن آمد کے موقع پر سفیر گلبرائتھ نے ایس ٹی سرکس اپریشن کو بند کرانے کے لیے نئی مہم شروع کر دی تھی۔ نومبر میں ڈائریکٹر آف سنٹرل انٹیلی جنس ایلن ڈلس این ایس سی سپیشل گروپ میں بعض دستاویزات سے مسلح ہو کر پیش ہوا جن کی مدد سے اس نے ثابت کیا کہ تبت میں سی

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

آئی اے کا اپریشن اعلیٰ معیار کی انٹیلی جنس معلومات فراہم کر رہا ہے اور ساتھ ہی تبتی تحریک مزاحمت کی امداد کر رہا ہے۔ چنانچہ صدر کینیڈی نے مزید کھیپ اتارنے کی منظوری دے دی جو 10/ کو اتاری گئی۔

1962ء میں تین سیکٹروں پر سرحدی تنازعہ کے باعث چین بھارت تعلقات ابتر ہو گئے۔ مشرق میں نارتھ ایسٹ فرنٹیر ایجنسی (نیفا) کا علاقہ تھا جو اب اروناچل پردیش کہلاتا ہے۔ وسط میں ہمالیہ کے اوپر دونوں طرف 77 سو مربع میل پر مشتمل دو علاقے اور شمال مغرب میں اقصائی چن کی سطح مرتفع جو جموں و کشمیر کے شمال مشرقی کنارے پر لداخ کے علاقے میں واقع ہے۔ اس کی سرحدیں تبت اور سنکیانگ سے ملتی ہیں۔

مشرق میں تبت اور نیفا کے درمیان سرحدی لکیر میک موہن لائن کہلاتی ہے۔ جو 13-1914ء میں منعقدہ شملہ کانفرنس میں برطانیہ کے مذاکراتی وفد کے سربراہ سر ہنری میک موہن سے منسوب ہے۔ اس کانفرنس میں برطانیہ' تبت اور چین کے نمائندوں نے طے کیا تھا کہ اس علاقے میں ہمالیہ کی چوٹیاں قدرتی سرحد تصور کی جائیں گی لیکن 1947ء میں بھارت کی آزادی کے بعد چین نے مشرقی اور مغربی کامینگ' جنوبی اور شمالی سبانسری' مشرقی اور مغربی سیانگ اور لوہیت کے اضلاع پر اس بنیاد پر ملکیت کا دعویٰ کر دیا کہ اس نے کبھی میک موہن لائن کو تسلیم نہیں کیا۔ چین جو سرحد تجویز کر رہا تھا وہ بھارت کے لیے ناقابل قبول تھی کیونکہ یہ سرحد آسام کے میدان کی لکیر پر مشتمل تھی جس کا دفاع نہیں کیا جا سکتا تھا۔

شمال مغرب میں کشمیر 1947ء سے ہی بھارت اور پاکستان کے درمیان متنازعہ علاقہ بنا ہوا تھا جب بھارت نے قبائل کے خلاف اپریشن کے لیے اپنی فوج وہاں داخل کر دی تھی۔ پشتون قبائل نے ضلع بارہ مولا پر حملہ کیا تھا جس کے بعد مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ نے بھارتی یونین سے الحاق کر لیا تھا۔ پاکستان نے اس الحاق کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اس کا مطالبہ رائے شماری کرانے کا تھا جس کے نتیجے کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہ پاکستان کے حق میں ہوگا کیونکہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ چین نے کسی فریق کا ساتھ نہیں دیا بلکہ خود لداخ اور اقصائی چن پر دعویٰ کر دیا جہاں 1950ء کی دہائی میں اس نے فوجی کارروائیاں کیں اور اس نے بھارت کی لاعلمی میں سنکیانگ روڈ کی تعمیر شروع کر دی۔

اپریل 1954ء کے آخر میں بھارت اور چین کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا جس کے تحت شپکی لا' مانا' نیتی' کنگری بنگی' دارما اور لیپو سیکھ پر واقع درے دونوں ممالک کے تاجروں اور زائرین کے لیے داخلے کے سرحدی مقامات تسلیم کر لیے گئے۔ تاہم اس کے کچھ ہی دنوں بعد جب بھارت نے درہ نیتی کے جنوب مشرق میں باراہوتی کی چیک پوسٹ پر فوج متعین کی تو چین نے احتجاج کیا اور کہا کہ یہ پوسٹ درے کے شمال میں ہے اس لیے بھارتی فوج کو چینی علاقے سے نکل جانا چاہیے۔

بھارت کی طرف سے چینی بیان میں غلطی کی نشاندہی کے باوجود چین نے اپنا دعویٰ واپس نہیں لیا۔

مارچ 1959ء میں دلائی لامہ کی جلاوطنی کے بعد بھارت اور چین میں کشیدگی بڑھ گئی تھی اور سال کے باقی عرصہ میں متعدد سرحدی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ مشرق میں 7 اگست کو 200 چینی فوجی سرحد عبور کر کے خان زمانے کے مقام پر داخل ہو گئے۔ جو کامینگ کے علاقے میں تھگلا کے چٹانی علاقے کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ چٹانی لائن تبت' مشرقی بھوٹان اور نیفا کے مقام اتصال پر ہے۔ بھارت کے دس رکنی دستے نے مزاحمت کی لیکن چینی فوج نے اسے درونگ سما کے پل کی طرف دھکیل دیا جس کے بارے میں چین کا دعویٰ تھا کہ یہ اس کے علاقے میں ہے۔ 26 اگست کو 300 چینی فوجی سرحد عبور کر کے سباشین سرحدی ڈویژن کے علاقے لانگجو میں داخل ہو گئے اور سرحد سے چند میل جنوب میں واقع چوکی پر حملہ کر دیا۔ اس چوکی پر صرف بارہ سپاہی متعین تھے۔ یہاں سپلائی ہوائی جہاز سے فراہم کی جاتی تھی کیونکہ اس علاقے میں کوئی سڑک نہیں تھی۔ یہ چوکی بھارت کی جاسوس تنظیم ''انٹیلی جنس بیورو'' جو سرحدی علاقوں میں اپریشن کرتی تھی' کی قائم کردہ متعدد چوکیوں میں سے ایک تھی۔ یہاں تعینات عملے کو چینی اور تبتی زبانوں پر عبور تھا جو جنوبی تبت میں چینی پیغام رسانی کی مانیٹرنگ کرتا تھا۔

1959ء کے آخری حصے میں مزید دراندازیاں ہوئیں جس کے بعد نیفا کے سرحدی علاقے میں اپریشن کرنے کی ذمہ داری انٹیلی جنس بیورو سے لے کر بھارتی فوج کو دے دی گئی جس کے چوتھے انفنٹری ڈویژن کو پنجاب سے بلا کر آسام تعینات کر دیا گیا اور اسے اس پورے علاقے کی سرحد کے دفاع کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔

نومبر کے شروع میں چینی وزیراعظم چواین لائی نے بھارت اور تبت کے درمیان واقع پوری سرحد کو دونوں طرف ساڑھے بارہ میل کی چوڑائی تک غیر فوجی بنانے کی تجویز دی اور کہا کہ مشرق میں میک موہن لائن کو اور مغرب میں لائن آف ایکچوئل (حقیقی) کنٹرول کو سرحد کے طور پر استعمال کیا جائے۔ بھارت نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ اس طرح وہ مشرق میں قابل دفاع علاقے سے محروم ہو جاتا جبکہ چین کو مغرب میں مزید علاقہ مل جاتا۔ بھارت نے جوابی تجویز دی کہ بھارتی فوجیں چینی دعوے والی سرحد سے اور چینی فوجیں بھارتی دعوے والی سرحد سے پیچھے ہٹ جائیں۔ چین نے اسے غیر منصفانہ قرار دے کر مسترد کر دیا۔

نومبر 1961ء میں بھارتی فوج کے جنرل آفیسر کمانڈنگ (جی سی او) برائے مشرقی کمان لفٹینٹ ایس پی پی تھورات نے سرحد پر اضافی فارورڈ پوسٹوں کی لائن بنانے کی تجویز دی تاکہ وہاں سے کسی دراندازی کی پیشگی خبرداری ہو سکے۔ اس لائن کے عقب میں مضبوط دفاع والی چوکیوں پر مشتمل دوسری لائن بنائی جاتی تھی تاکہ چینی حملے کو پسپا کیا جا سکے۔ ان دونوں کے درمیان ایک اور

کتاب کلب وٹ اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

لائن ہونی تھی جہاں چینی حملے کو روکا جاتا اور جوابی حملے کیے جاتے جن کو مزید جنوب سے کمک ملتی۔

تاہم بھارتی فوج کو نیفا کے علاقے میں سرحد کے دفاع میں کئی بڑے مسئلے درپیش تھے۔ مناسب سڑکوں اور انفراسٹرکچر کی کمی کی وجہ سے ان پوسٹوں کو رسد فضائی راستے سے فراہم کرنا پڑتی جو قابل اعتماد طریقہ نہیں تھا کیونکہ 70 فیصد کھیپیں صحیح جگہ پر نہیں گرتی تھیں۔ اتنے زیادہ بلند علاقے میں روس سے خریدے گئے ہیلی کاپٹر بھی غیر مناسب ثابت ہوئے۔ فوجیوں کے پاس اس بلند علاقے کے لیے مناسب کپڑے اور آلات تھے نہ بلند علاقوں کی لڑائی کے لیے درکار تربیت انہیں دی گئی تھی۔ ان کے پاس موجود چھوٹا اسلحہ دوسری جنگ عظیم کے زمانے کا تھا۔ ٹرانسپورٹ کی کمی کی وجہ سے وہاں ضروری توپ خانہ بھی نہیں جا سکتا تھا۔

جواہر لال نہرو کی طرف سے سرحد پر مزید پوسٹیں قائم کرنے کی منظوری کے بعد ایک چوکی 1962ء کے شروع میں تھگلا کی چٹانی لائن میں دھولا کے مقام پر تعمیر کی گئی جہاں سے لیہہ میں چینی گیریژن نظر آتی تھی۔ 3 ہزار فٹ کی بلندی پر قائم یہ چوکی قریب ترین سڑک سے 6 دن کے فاصلے پر واقع تھی۔ 8 ستمبر کو چین نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے 60 فوجی بھارتی چوکی سے اونچی جگہوں پر تعینات کر دیئے۔

بھارت نے فوراً ہی جواب دیا اور پنجاب رجمنٹ کی 9ویں بٹالین اور 7ویں انفنٹری بریگیڈ کی ایک بٹالین روانہ کر دی جو 15 ستمبر کو دھولا پہنچ گئیں۔ دو روز بعد بریگیڈ کمانڈر کو تھگلا چٹانی لائن کو دوبارہ قبضہ میں لینے کا حکم ملا لیکن اس نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ اس کا دفاع نہیں کیا جا سکے گا۔ 20 ستمبر کو نمکا چو کے پل پر ایک اور مقابلہ ہوا جس میں دونوں فریقوں کا جانی نقصان ہوا۔ لڑائی بڑھی تو 7ویں انفنٹری بریگیڈ کو مزید دو بٹالینوں' پہلی بٹالین 9ویں کو رکھاانفلر اور دوسری بٹالین راجپوت رجمنٹ کی کمک پہنچائی گئی۔ لیکن یہ دونوں یونٹ اپنی تعداد اور اسلحہ کے حوالے سے 16 ہزار فٹ کی بلندی پر لڑنے کے قابل نہیں تھے۔ انہیں ہندوستانی میدانوں کے گرم ماحول میں لڑائی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ پھر ہر فوجی کو صرف 50 گولیاں دی گئی تھیں۔

10 اکتوبر کو جب بھارتی فوجی اپنی چوکی کے اوپر قائم پوزیشنوں سے چینی فوج کو نکالنے کی تیاری کر رہے تھے' چینیوں نے پہلے حملہ کر دیا۔ 5 بجے صبح 800 چینی فوجیوں نے پنجاب رجمنٹ کی دو پلٹنوں پر حملہ کر کے 6 فوجی ہلاک اور 11 زخمی کر دیئے جبکہ 14 کو گرفتار کر لیا۔ ساتویں انفنٹری بریگیڈ نے اپنے فوجیوں کی امداد کے لیے کوئی گولہ باری نہیں کی کیونکہ اس کا توپ خانہ 3 انچ درمیانی مار والی توپوں پر مشتمل تھا۔

اگلے چند دنوں میں بریگیڈ کو چوتھی بٹالین دی گرینڈیئر رجمنٹ کی کمک پہنچائی گئی۔ یہ بھی بلندی کی جنگ کے لیے غیر موزوں اور کم اسلحہ سے لیس تھی۔ اس کے بعد 450 مزید فوجی بھیجے گئے جو

فضا سے گرائی گئی کمک اٹھانے اور اوپر پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔

20 اکتوبر کو چین نے پہلا بڑے پیمانے پر حملہ شروع کر دیا۔ جس کا آغاز 76 ایم ایم اور 120 ایم ایم کے مارٹر گولوں سے ہوا۔ اس کے بعد انفنٹری ڈویژن نے حملہ کیا۔ ایک بریگیڈ نے تسانگ کی طرف پیش قدمی شروع کی جبکہ دوسرے نے بھارتی یونٹوں کی واپسی کے راستے کاٹنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ راجپوت اور گورکھا' دونوں یونٹ محصور ہو گئے اور انہیں آخری آدمی تک لڑنا پڑا۔ صبح نو بجے تک دونوں یونٹوں کا مکمل صفایا ہو چکا تھا۔ اس دوران چینی فوج نے ساتویں انفنٹری بریگیڈ ہیڈ کوارٹر پر بھی قبضہ کر کے اس کے کمانڈر کو گرفتار کر لیا تھا۔

چونکہ پاکستانی خطرے کے باعث بھارت مغربی سرحد سے کوئی ڈویژن نہیں بلا سکتا تھا' اس لیے اس نے دوسرے مقامات سے فوج طلب کی۔ ان مقامات سے بٹالینیں لا کر چوتھے انفنٹری ڈویژن نے دو مضبوط گڑھ بنائے جس کا ہیڈ کوارٹر 65ویں انفنٹری بریگیڈ کے ساتھ دیرانگ دزانگ میں تھا۔ یہ گڑھ ایک دوسرے کے پیچھے واقع بڑی چٹانی لائنوں پر تھے۔ سی لا کی فارورڈ پوزیشن پر 62ویں انفنٹری ڈویژن کے سپاہی تعینات تھے جو پانچ بٹالینوں پر مشتمل تھا۔ جبکہ اس کے 60 میل عقب میں دوسرا گڑھ بومڈلا کے مقام پر تھا جہاں 48ویں بریگیڈ کی تین بٹالینیں تعینات تھیں۔ دونوں گیریژنوں کی مجموعی تعداد 10 سے بارہ ہزار فوجیوں کے درمیان تھی۔

چینی فوج نے 16/ نومبر کو سی لا پر شمالی مغرب اور شمال مشرق سے حملہ کر دیا۔ اگرچہ 62ویں انفنٹری بریگیڈ نے زبردست دفاع کیا اور اس کے کمانڈر نے یہ اصرار کیا کہ وہ اس پر قبضہ برقرار رکھنے کے بارے میں پوری طرح پرامید ہے' چوتھے انفنٹری ڈویژن کے کمانڈر نے اس کی رائے مسترد کر دی اور واپس دیرانگ دزانگ آنے کا حکم دیا۔ تاہم اس وقت تک چینی فوج سی لا کا محاصرہ کر چکی تھی اور بریگیڈ کو زبردست جانی نقصان اٹھا کر بومڈلا کی طرف پسپا ہونا پڑا۔

دو روز بعد بومڈلا میں 48ویں انفنٹری بریگیڈ پر بھی حملہ ہو گیا۔ لڑائی کے دوران اس کے کمانڈر کو 2 کمپنیاں' دو ٹینکوں اور دو توپوں کے ہمراہ دیرانگ دزانگ بھیجنے کا حکم ملا۔ بریگیڈ کے پاس کل چار ٹینک اور چار پہاڑی توپیں تھیں۔ اس کے احتجاج کو نظرانداز کر دیا گیا اور سوا گیارہ بجے صبح یہ دستہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ روانہ ہوا ہی تھا کہ اس پر گھات لگا کر حملہ کر دیا گیا۔ 4 بجے شام تک چینیوں نے بھارتیوں کے کئی سیکٹروں پر قبضہ کر لیا اور بریگیڈ لڑتا ہوا پسپا ہو کر روپا پہنچا اور خود کو دوبارہ منظم کرنے کا فیصلہ کیا جس پر عملدرآمد نہ ہو سکا کیونکہ 2 روز بعد اس کے باقی ماندہ فوجیوں کا روپا کے جنوب میں چاکو کے مقام پر ہونے والی لڑائی میں صفایا ہو گیا۔

اس وقت تک چینی فوج کی سپلائی لائن پوری طرح وسیع ہو چکی تھی اور چین نے 22 نومبر کو یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ یکم نومبر تک اپنی فوج کو جنگ سے پہلے کی

سرحدوں پر واپس لے جائے گا۔ اس دوران شمال مغرب میں لداخ میں چینیوں نے 14670 مربع میل کا علاقہ قبضہ میں لے لیا۔ اس علاقے میں مزید اضافہ اگلے سال اس وقت ہو گیا جب پاکستان نے اپنا ایک ہزار مربع میل رقبہ چین کے حوالے کر دیا۔

جنگ ختم ہوئی تو نیفا کے دفاع میں اعلیٰ سطح پر جو ہڑبونگ اور بدنظمی کا مظاہرہ کیا گیا' اس پر عوام نے سخت تنقید کی۔ یہ طے کیا گیا کہ تبت سے ملحقہ سارے شمالی علاقے کے دفاع کو بہتر بنانے کے لیے بھارت کو تیزی سے فیصلے کرنے ہوں گے۔ ممتاز امریکی سفارتکار ایورل ہریمین کی زیرقیادت ایک مشن پنڈت نہرو کی طرف سے تعاون کی درخواست پر امریکہ سے بھارت پہنچا۔ اس کے ارکان میں مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے لیے سی آئی اے کے سربراہ جیمس کرچ فیلڈ' ڈیسمنڈ فٹز جیرالڈ اور سی آئی اے کی تبتی ٹاسک فورس کے سربراہ جان کینتھ کناؤس شامل تھے۔

اس مشن کے نتیجے میں طے ہوا کہ امریکہ اور برطانیہ بھارت کو 120 ملین ڈالر دیں گے۔ ساتھ ہی سی آئی اے بھارت میں جاسوسی اطلاعات فراہم کرنے کی صلاحیت پیدا کرے گی تاکہ وہ تبت میں چینی طاقت کا اندازہ کرے۔ جس کے بعد وہاں گوریلا آپریشن شروع کیے جائیں۔ کیمپ ہیل میں مزید تبتیوں کو تربیت دی جائے گی اور مستانگ میں گوریلا فورس کو سی آئی اے پھر سے امداد فراہم کرے گی۔

یہ بھی طے ہوا کہ سی آئی اے 14/ نومبر کو انٹیلی جنس بیورو کی طرف سے قائم کی گئی نئی پیراملٹری فورس کو' جس میں صرف تبتی بھرتی کیے جانے تھے' بھی مدد فراہم کرے گی۔ یہ تنظیم بیورو کے سربراہ بی این ملک (Mullik) کا منصوبہ تھا۔ شروع میں اسے اسٹیبلشمنٹ 22 کا نام دیا گیا لیکن بعد میں نام بدل کر سپیشل فرنٹیئر فورس (ایس ایف ایف) رکھ دیا گیا۔ اس کا اڈہ ہمالیہ میں چکراتا کے مقام پر قائم کیا گیا جہاں بڑی تعداد میں تبتی مہاجر مقیم تھے۔ یہ شہر اتر پردیش میں ڈیرہ دون کے کے شمال میں 60 میل اور تبتی سرحد سے 75 میل کے فاصلے پر ہے۔

ایس ایف ایف کی تشکیل کی خبر جلد ہی پھیل گئی اور پورے بھارت سے تبتی اڈ کے ڈیرہ دون اور وہاں سے چکراتی پہنچنے لگے۔ اس فورس کی ابتدائی تعداد 6 ہزار کے لگ بھگ تھی اور اسے ایک ہیڈ کوارٹر ونگ اور چھ بٹالینوں میں منظم کیا گیا۔ ہر بٹالین 20 افراد کی چھ کمپنیوں پر مشتمل تھی۔ جلد ہی سگنلز اور میڈیکل کمپنیاں بھی قائم کر دی گئیں۔ ہر ایک میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ تمام رنگروٹوں کو شروع میں بھارت کی طرف سے چھ ماہ کی فوجی تربیت اور پھر سی آئی اے کے اور بھارتی افسروں کی طرف سے گوریلا جنگ کی تربیت دی جاتی تھی۔ 1964ء سے بعد تک انہیں آگرہ میں پیراشوٹ کی تربیت بھی دی جاتی رہی۔

ایس ایس ایف کو سیاچن گلیشیر سمیت پوری سرحد پر واقع اڈوں میں تعینات کیا گیا۔ اس

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کی ذمہ داری تبت میں جاسوسی اپریشن کرنا اور چین کے ایٹمی تجربات کی مانیٹرنگ کے لیے حساس آلات نصب کرنا تھا۔

ادھر واشنگٹن اور مستانگ میں بابایاشی کی گوریلا فورس کے مستقبل کے بارے میں غور وفکر جاری تھا۔ 1963ء کے وسط میں مستانگ میں اس کے اور سی آئی اے کے نمائندوں کے درمیان ملاقات ہوئی۔ سی آئی اے نے اصرار کیا کہ بابایاشی کے گوریلے اپنا اڈہ نیپال سے تبت منتقل کر دیں۔ بابایاشی نے مؤقف اختیار کیا کہ اس کے پاس ہتھیاروں کی کمی ہے اور اس کی 16 کمپنیوں میں سے صرف 8 مسلح ہیں۔ سی آئی اے نے کہا کہ جب تک گوریلے مستانگ سے چلے نہیں جاتے' ان کے لیے مزید ہتھیاروں کی سپلائی کی منظوری ملنا مشکل ہے۔ بابایاشی نے مسئلہ کا حل یہ پیش کیا کہ چار گوریلا گروپ تبت منتقل ہو جائیں جبکہ اس کے گروپ سمیت 3 گروپ مستانگ ہی میں رہیں۔ یہ مسئلہ بدستور لاینحل رہا کیونکہ گوریلوں نے بعد میں سی آئی اے کو بتایا کہ تبت میں انہیں کوئی موزوں جگہ اڈہ بنانے کے لیے نہیں ملی۔

سی آئی اے ان 133 تبتیوں کے مستقبل پر بھی غور کر رہی تھی جو اس وقت کیمپ ہیل میں تربیت لے رہے تھے۔ ان کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ انہیں مستانگ میں گوریلوں کے ساتھ شامل کرنے کے بجائے تبت کے اندر جاسوسی نیٹ ورک کے لیے استعمال کیا جائے۔

1964ء کے آخر میں سی آئی اے اور بھارتی انٹیلی جنس بیورو نے دہلی میں مشترکہ اپریشن سنٹر قائم کر دیا تاکہ مستانگ کی گوریلا فورس اور 133 تربیت یافتہ تبتیوں کی سرگرمیوں کو مربوط کیا جائے اور ان کو کنٹرول کیا جائے لیکن گوریلا فورس کا کوئی واضح طے شدہ کردار نہیں تھا اور دہلی سے ان پر کنٹرول مشکل تھا۔ وہ اپنے فیصلے خود کرنے کے عادی تھے۔ ان کا واحد مقصد چینیوں کو تبت سے نکالنا تھا اور انہیں بھارت یا امریکہ کے سیاسی مقاصد کے لیے رعایات دینے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اکثر اوقات دہلی کے اپریشن سنٹر کو گوریلا کارروائیوں کا علم ان کی تکمیل کے بعد ہوتا۔

سی آئی اے نے بابایاشی کو قابو سے باہر تصور کر کے اس کی جگہ کسی اور کمانڈر کو لانے کا فیصلہ کیا۔ دلائی لامہ اور اس کے بڑے بھائی گیالوتھونڈپ نے اس کی مخالفت کی۔ گیالوتھونڈپ اب گومپوتاشی کی جگہ تحریک مزاحمت کا سربراہ بن چکا تھا۔ گومپوتاشی نے بابایاشی کی حمایت کی تھی اور گیالو اسے ہٹانا نہیں چاہتا تھا۔ بھارت نے گیالو کے مؤقف کا ساتھ دیا لیکن یہ واضح کر دیا کہ بابایاشی اور اس کے آدمی قابو میں رہیں۔ چنانچہ سی آئی اے بھی اپنے مطالبہ سے پیچھے ہٹ گئی۔ اس دوران بابا یاشی مزید اسلحہ مانگتا رہا جس پر بھارتیوں کی رضامندی سے مئی 1965ء میں اسلحہ کی کھیپ مستانگ کرائی گئی جس میں 250 رائفلیں' 36 برین ایل ایم جی' 42 سٹین گنیں' 576 ایم ایم ریکوائلیس رائفلیں' 75 دستی گنیں' 72 ہزار گولیاں اور ایک ہزار دستی بم شامل تھے۔

تاہم اگلے برس مشترکہ اپریشن سنٹر کو کیمپ ہیل سے تربیت یافتہ کمپنی کے سربراہ کی طرف سے متعدد شکایات ملیں کہ بابایاشی مطلق العنان ہوتا جارہا ہے۔ سنٹر کے افسر لہاسوزیرنگ کو تحقیقات کے لیے بھیجا گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ اپنا کوئی اختیار کسی اور کے حوالے کرنے پر تیار نہیں اور سی آئی اے کے فنڈز مکمل طور پر اس کی تحویل میں ہیں جس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ اسے اپریشنوں سے کم اور دولت جمع کرنے میں زیادہ دلچسپی ہے اور وہ تبتی مہاجروں سے قیمتی نوادرات بھی حاصل کر رہا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلحہ کی تیسری کھیپ ملنے کے باوجود اس کی مزید کوئی کمپنی مسلح نہیں ہوئی۔ تاہم گوریلا فورس میں بہت اچھا ڈسپلن قائم ہے اور اور سپاہی خوب تربیت یافتہ ہیں۔ اس نے ڈپلومیسی کی مہارت استعمال کرتے ہوئے صورتحال کو ٹھنڈا کیا اور بابایاشی اور ان کے کمانڈروں کے درمیان تنازعات حل کرا دیئے۔

اس دوران مشترکہ اپریشن سنٹر کیمپ ہیل کے تربیت یافتہ ایجنٹوں کو تبت بھجوا رہا تھا۔ امریکہ سے بھارت پہنچنے کے بعد انہیں یوپی میں کماؤں کی پہاڑیوں پر واقع چھوٹے کیمپوں میں مختصر عرصہ کے لیے مشکل حالات میں رکھا جاتا جس کے نتیجے میں وہ کیمپ ہیل کے آسائشی ماحول کو بھول جاتے اور دوبارہ تبتی خوراک و رہائش کے عادی ہو جاتے۔ اس کے بعد انہیں انٹیلی جنس بیورو کے افسر سرحد پر لے جاتے۔ ان کی اکثریت مغربی اور وسطی تبت میں داخل کر دی جاتی۔ بعض ٹیموں نے کچھ کامیابی حاصل کی۔ باقیوں کو مقامی آبادی سے تعاون نہیں ملا جو یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ ٹیمیں قابض فوجوں سے انہیں نجات دلوانے میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتیں' ان سے بے تعلق ہو جاتی تھی۔ کئی ٹیمیں محض چند ہفتے گزار کر بھارت واپس آ گئیں۔

انٹیلی جنس ٹیموں کا نقصان بہت کم تھا۔ صرف 5 افراد پکڑے گئے۔ چینیوں نے ان میں سے ایک کو دھوکہ دہی کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی جو ناکام ثابت ہوئی کیونکہ اس ایجنٹ نے ریڈیائی پیغام میں گوریلا نام کے بجائے اپنا اصلی نام لے دیا تھا۔ اپریشن سنٹر نے جوابی دھوکہ دہی کا کھیل کھیلنے کا فیصلہ کیا اور اس ایجنٹ کو ناکارہ معاملات فیڈ کر دیں۔ بعدازاں اس خدشہ پر کہ چینیوں کو سنٹر کے ٹرانسمیٹر کے محل وقوع کا پتہ نہ چل جائے' یہ کھیل ختم کر دیا گیا۔ 1967ء تک واضح ہو گیا کہ اپریشن سے کوئی خاص معلومات نہیں مل رہیں چنانچہ باقی ایجنٹوں کو واپس بلا لیا گیا۔

1968ء میں مستانگ میں پھر مسئلہ پیدا ہو گیا جہاں بابایاشی نے دوبارہ مطلق العنانی شروع کر دی تھی۔ اس نے فنانس یونٹ کو ختم کر دیا اور فنڈز اپنے کنٹرول میں لے لیے۔ اپریشن سنٹر اب اس مسئلے کو مستقلاً حل کرنا چاہتا تھا چنانچہ لہاسوزیرنگ کو دوبارہ مستانگ بھیجا گیا جس نے وہاں جلاوطن تبتی حکومت کے ایک نمائندے پھنٹسوتاشی سے مل کر معلوم کیا کہ بابایاشی اور اس کے حال ہی میں مقرر کردہ ڈپٹی کمانڈر وانگڈو گیاتوتسانگ کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو چکے ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
اردو ون کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

مستانگ کی فورس نے وانگڈو کے تجربے اور معلومات کی افادیت محسوس کی جس کے نتیجے میں ایک تربیتی مرکز کے علاوہ تبت میں ایک زیرزمین تنظیم قائم کی گئی۔ تاہم اب یہ واضح ہو رہا تھا کہ تبت پر چینی قبضہ اتنا مستحکم ہو چکا ہے کہ گوریلا کارروائیوں سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ گوریلوں کی کارروائیوں کا رخ جاسوسی اطلاعات حاصل کرنے کی طرف موڑ دیا گیا اور چھوٹی چھوٹی ٹیمیں تبت روانہ کی جانے لگیں۔ یہ ٹیمیں اپنی اطلاعات نیپال کے اندر موجود پانچ ریڈیو ٹیموں کو پہنچاتی تھیں۔ بعدازاں پورے تبت میں ان کا نیٹ ورک بن گیا۔ بہت سے تبتی بظاہر چینیوں کے مخبر بن گئے لیکن اصل میں وہ متعدد پیغام رسانوں کے ذریعے اطلاعات گوریلوں تک پہنچاتے تھے۔ ان میں یہ اطلاع بھی شامل تھی کہ چینیوں نے اپنا بڑا ایٹمی اڈہ سنکیانگ سے لہاسا کے شمال میں منتقل کر دیا ہے۔

اب باباپاشی اپنے نائب سے ناراض ہوگیا اور دونوں کے تعلقات اتنے خراب ہوئے کہ باباپاشی کو برطرف کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ فروری 1969ء میں اسے جلاوطن تبتی حکومت کے مرکز دھرم شالہ میں ایک تقریب میں شرکت کے لیے بلایا گیا جو تحریک مزاحمت کی دسویں سالگرہ کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔ باباپاشی مستانگ سے روانہ ہوکر دہلی پہنچا اور مشترکہ آپریشن سنٹر میں گیا جہاں اسے گیالو تھونڈوپ اطلاع دی کہ اسے فارغ کر دیا گیا ہے۔ اس پر وہ دھرم شالہ جانے کے بجائے واپس مستانگ چلا گیا جہاں اس کے کچھ حامی لہاسوزیرنگ کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے، جو اس وقت مستانگ آیا ہوا تھا۔ اس نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا اور اپنے 200 وفاداروں کو لے کر بظاہر مستانگ روانہ ہوگیا لیکن اصل میں وہ وہاں سے صرف چند میل مشرق تک مامانگ تک گیا جہاں اس نے اپنا اڈہ قائم کرلیا۔ دونوں گروپوں میں جھگڑا شروع ہوگیا جو نیپالی حکومت کی مداخلت پر ختم ہوا۔ اس نے مستانگ کی گوریلا فورس کی قوت اور وسائل کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ 1969ء کے شروع میں سی آئی اے نے مستانگ فورس کے لیے اپنی حمایت ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جان کینتھ کناؤس نے اپنی کتاب آرفنس آف دی کولڈوار...... امریکہ اینڈ دی تبتین سٹرگل (سرد جنگ کے یتیم...... امریکہ اور تبتی جدوجہد) میں لکھا کہ سی آئی اے میں جو لوگ تبتی مزاحمت کی حمایت کرنے کی وکالت کرتے تھے، جن میں سی آئی اے کے مشرق بعید کے ڈویژن کا سربراہ ڈیسمنڈ فٹزجیرالڈ بھی شامل تھا، اب اہم عہدوں پر فائز نہیں رہے تھے۔ ان کے جانشین ایس ٹی سرکس کی بساط لپیٹنے کے حامی تھے۔ اس کے علاوہ داخلی سیاسی مسائل کے ساتھ ساتھ گوریلوں کو تبت کے اندر اپنا اڈہ قائم کرنے میں بھی ناکامی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ چینیوں پر کوئی موثر حملہ نہیں کر سکتے تھے جن کا تبت پر کنٹرول مکمل ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ چین کے بارے میں جو اب تین سال قبل اگست 1966ء میں ماؤزےتنگ کی طرف سے شروع کیے گئے

کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ثقافتی انقلاب کی گرفت میں تھا، امریکی پالیسی بھی تبدیل ہو رہی تھی اور صدر رچرڈ نکسن کی حکومت نے بیجنگ سے ازسرنو تعلقات استوار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

1800 رکنی گوریلا تنظیم کو توڑنا آسان نسخہ نہیں تھا۔ یہ کام بتدریج کیا جاتا تھا اور ضروری تھا کہ گوریلوں کو اس بارے میں سی آئی اے کے فیصلے کا علم نہ ہونے پائے۔ لہاموزیرنگ کو یہ ذمہ داری دی گئی، جس نے منصوبہ بنایا کہ 1500 گوریلوں کو اگلے تین برسوں کے دوران بھارت اور نیپال میں آباد کیا جائے۔ باقی 300 کو وقتی طور پر امریکہ اور بھارت کی مدد سے برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ بڑی کوشش کر کے انہیں نیپال میں روزگار دلوایا گیا اور پوکھارا اور کھٹمنڈو میں ان کے لیے قالین بننے کی فیکٹریاں بنائی گئیں۔ شروع میں جن لوگوں کو آباد کیا جانا تھا ان میں سے 300 کو ایس ایف ایف میں بھرتی کی پیشکش کی گئی، مگر صرف 120 ایسا کرنے پر آمادہ ہوئے۔

فورس کو توڑنے سے کچھ مسائل بھی پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض مسئلے باباپاشی اور اس کے حامیوں نے پیدا کیے جو جلاوطن تبتی حکومت کے لیے کانٹا بنے ہوئے تھے۔ نیپالی بادشاہ بریندرا کے دورۂ چین کے بعد معاملات بدتر ہوگئے جسے ماؤزےتنگ نے دھمکی دی تھی کہ اگر نیپال نے مستانگ اڈے کو بند نہ کیا تو اس پر حملہ کر دیا جائے گا۔ شاہ بریندرا نے اس پر 1974ء میں 10 ہزار سپاہیوں پر مشتمل پولیس اور فوج مستانگ بھیج دی اور ساتھ ہی گوریلوں کو ہتھیار ڈالنے کے عوض 5 لاکھ ڈالر کی امداد اور زمین کے حقوق ملکیت دینے کی پیشکش کی۔

تاہم نیپالی وزیر داخلہ سے ملاقات میں وانگڈو گیا تو تسانگ نے کہا کہ آبادکاری کے یقینی انتظامات کے بغیر وہ گوریلوں سے ہتھیار نہیں ڈلوا سکتا۔ نیپالی حکومت نے اسے تجاویز دینے کو کہا جس پر اس نے لہاسوزیرنگ سے مدد طلب کی۔ وہ مارچ میں کھٹمنڈو آیا لیکن آتے ہی اسے گرفتار کر کے اور پوکھارا میں گھر پر نظربند کر دیا گیا۔ اس کی آمد کی مخبری باباپاشی نے کی تھی جو خود کو عہدے سے ہٹائے جانے کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد نیپالی حکومت نے اعلان کیا کہ گوریلے 30 جولائی تک ہتھیار ڈال دیں ورنہ انہیں بزور قوت مستانگ سے نکال دیا جائے گا۔ اس دوران میں دھرمشالہ میں یہ رائے تھی کہ اس حکم کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ دلائی لامہ کا برادرنسبتی پھنتسو تاشی دلائی لامہ کے چیف آف سکیورٹی پی ٹی تکلہ کے ہمراہ پیغام لے کر مستانگ پہنچا۔

ان دونوں نے نزدیکی گوریلا اڈے پر وانگڈو اور کھمبا قبائل کے بڑے اجتماع سے ملاقات کی۔ ان کے پاس دلائی لامہ کا ریکارڈ شدہ پیغام تھا جس میں وانگڈو اور اس کے آدمیوں کو ہتھیار ڈالنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ جولائی کے آخر میں اکثریت نے حکم کی تعمیل کی تاہم اب نیپال حکومت آبادکاری کے دعوے سے مکر گئی اور گوریلوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

نیپالی دھوکہ بازی کی خبر وانگڈو تک پہنچی جو 40 افراد کے ہمراہ تبت نیپال سرحد کی طرف

فرار ہوگیا۔ اس کے ساتھ ''چوشی گینگ ڈرگ'' کا اپریشنل ریکارڈ بھی تھا۔ سرحد پہنچنے کے بعد وہ وہاں تعینات جاسوسی کرنے والی ریڈیو ٹیم کے ساتھ مل گیا۔ ریڈیو پر اس نے دہلی میں مشترکہ اپریشن سنٹر پیغام بھیجا جس میں تجویز دی گئی تھی کہ تبت میں آئندہ اپریشنوں کے لیے نئی فورس قائم کی جائے۔ جواب میں صاف انکار کردیا گیا اور اسے دہلی آنے کا حکم دیا گیا۔

اگلے دو ہفتوں میں وانگڈو اور اس کے ساتھیوں نے بھارتی سرحد تک پہنچنے کے لیے جو وہاں سے 200 میل دور تھی، کئی مرتبہ نیپال کی سرحد عبور کی اور پھر واپس آگئے۔ چین اور نیپال، دونوں کی حکومتیں اسے فرار ہونے سے روکنے کا تہیہ کیے ہوئے تھیں اور سرحد کی دونوں طرف اس پر کئی بار حملے کیے گئے۔ ایک رات خوراک سے لدا ہوا ان کا ایک خچر گم ہوگیا۔ وانگڈو نے اس کی تلاش کے لیے دو آدمی بھیجے لیکن ان میں سے ایک نے نیپالیوں کے پاس جا کر خود کو ان کے حوالے کردیا اور وانگڈو کے فرار کے راستے کی مخبری کرکے معافی حاصل کرلی۔ نیپالیوں نے ایک بڑا فوجی دستہ 18 ہزار فٹ بلند درہ ٹنکر بھیجا جس کی طرف وانگڈو اور اس کے ساتھی بڑھ رہے تھے۔ ساتھ ہی بابایاشی کے 40 آدمی بھی ان کے عقب میں روانہ کردیئے۔

وانگڈو اگست کے آخر میں درہ ٹنکر پہنچا جو بھارت نیپال سرحد سے 20 میل دور ہے۔ وہ اور اس کے چار آدمی رستہ تلاش کرنے کے لیے آگے بڑھے ان پر گھات لگا کر حملہ کردیا گیا۔ اس کے باقی آدمی جب اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وانگڈو تنہا مقابلہ کررہا ہے اور اس کے پانچوں ساتھی ہلاک ہوچکے ہیں۔ لڑائی سارا دن جاری رہی اور نیپالیوں کو بھاری جانی نقصان پہنچانے کے بعد وانگڈو کے آدمی چٹانوں میں سے ہوتے ہوئے بھارتی سرحد کی طرف فرار ہوگئے اور چند گھنٹے بعد وہ سرحد عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اگلے روز بابایاشی نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچ کر وانگڈو کی لاش شناخت کرلی۔

وانگڈو کی موت نے تبتیوں کی مزاحمت کا خاتمہ کردیا۔ چین سے تعلقات کی مزید مضبوطی کے لیے نیپال نے اسے تبت میں مستانگ انٹیلی جنس نیٹ ورک کی تفصیلات فراہم کیں جو اسے بابایاشی نے دی تھیں۔ لہاسوزرنگ کو مقدمہ چلائے بغیر 5 سال تک نیپالیوں نے گرفتار رکھا۔ پھر 1979ء میں اس پر اور چھ دوسرے گوریلوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ وکیل صفائی نے ثبوت دیئے کہ تمام گوریلوں نے ڈیڈ لائن سے پہلے ہی ہتھیار ڈال دیئے تھے مگر عدالت نے لہاسوزرنگ اور پانچ گوریلوں کو عمرقید اور چھٹے کو موت کی سزا سنادی۔ 1981ء میں دلائی لامہ کی اپیل پر سب کو رہا کردیا گیا۔

چین اور امریکہ کی صلح، جس کا آغاز 1971ء میں امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کے دورۂ چین سے ہوگیا تھا اور جس کے بعد صدر نکسن نے فروری 1972ء میں چین کا سرکاری دورہ بھی کیا، کے نتیجے میں امریکہ نے اقوام متحدہ میں تبتی کاز کی حمایت ختم کردی۔ سی آئی نے بھی امداد بند کردی۔

1971ء میں نکسن حکومت نے تبتیوں سے نیویارک اپنا دفتر بند کردینے کی درخواست کی۔ جس سے گیال تھونڈپ نے صاف انکار کردیا۔ 1974ء کی گرمیوں میں امریکہ نے دلائی لامہ اور اس کی جلاوطن حکومت کو دی جانے والی مالی امداد بھی بند کردی۔ تبتیوں نے اسے 1959ء میں کیے گئے وعدوں کی آخری خلاف ورزی سمجھا۔ اب امریکہ کو ان کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

ONE URDU FORUM .COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

نواں باب

اومان

1958ء-1976ء

50ء کی دہائی کے آخر میں ملایا کی جنگ جیتتے ہی برطانیہ خلیج فارس کی ریاست اومان کے صحراؤں اور پہاڑوں میں ایک طویل جنگ میں ملوث ہوگیا۔

ایک لاکھ 20 ہزار مربع میل رقبے پر مشتمل خلیج کی سب سے بڑی ریاست اومان جزیرہ نما کے عرب کے جنوب مشرقی کونے میں واقع ہے۔ اپنے جزیرہ نما مسندم کی وجہ سے جو خلیج کے دھانے کے اوپر آبنائے ہرمز کے کنارے واقع ہے' اس کی فوجی اہمیت بھی ہے۔ ملک کے شمال میں الجحر کے پہاڑ ہیں جو خلیج اومان کے متوازی شمال سے مشرق کو پھیلے ہوئے ہیں۔ جبل اخضر کی سطح مرتفع پر ان کی بلندی 10 ہزار فٹ تک ہے۔ ایک وادی ان کو درمیان میں شرقاً غرباً تقسیم کرتی ہے۔ الجحر کے شمال مشرق میں الباطنہ کا ساحلی میدان ہے جس میں دارالحکومت مسقط واقع ہے۔ پہاڑوں کے مشرق میں ریتلے میدان الشرقیوہ اور جنوب مشرق میں راس الحد کے جنوب تک بحیرۂ عرب کے ساحل پر جاالان کا علاقہ ہے۔ جنوب مغرب میں ایک سطح مرتفع پہاڑوں سے اومان کے مرکزی علاقے الجو کی وادیوں تک جاتی ہے جبکہ مغرب میں الظاہرہ کا نیم صحرائی علاقہ اور متحدہ عرب امارات کی سرحد ہے۔

1971ء تک یہ ریاست ٹروشل اومان کہلاتی تھی۔ جن میں ابوظہبی' دبئی' شارجہ' عجمان' ام القوین' راس الخیمہ اور الفجیرہ کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں شامل تھیں جو بعدازاں متحدہ عرب امارات بن گئیں۔ الجو اور الظاہرہ سے پرے ربع الخالی (چوتھائی خالی) کا صحرا واقع ہے جس میں اومان کی اپنے مغربی پڑوسی سعودی عرب سے ملنے والی سرحد گزرتی ہے۔

ملک کا تقریباً تین چوتھائی رقبہ ایک وسیع صحرا ہے جو جنوب مغرب میں ظفار کے پہاڑی علاقے تک چار سو میل کی وسعت میں پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ایک تنگ ساحلی میدان ہے جس میں اس کا صوبائی دارالحکومت سلالہ واقع ہے۔ جس کے گرد کوہ القراء کا پہاڑی سلسلہ' جبل مسیف ہلال کی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

طرح پھیلا ہوا ہے۔ اس کی بلندی 3 سے 4 ہزار فٹ تک ہے۔ اس کے پار ایک ہموار میدان نجد ہے۔ کنکریوں اور پتھروں سے اٹا ہوا یہ میدان جس میں جگہ جگہ ریتلی وادیاں ہیں' شمال کی طرف ایک پتھریلے میدان اور وہاں سے ربع الخالی کے ریتلے صحراؤں اور سعودی عرب تک چلا گیا ہے۔ اس کی واحد آبادی مہرہ خانہ بدوش قبائل ہیں جو اپنے اونٹوں اور بھیڑوں کے ہمراہ اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔

ظفار کے جنوب مغرب میں اومان کا ایک اور ہمسایہ یمن ہے جو 1990ء میں عوامی جمہوریہ یمن اور یمن عرب جمہوریہ یعنی جنوبی اور شمالی یمن کے اتحاد سے قائم ہوا تھا۔ ساحلوں سے پرے اومان کے پاس دو مزید علاقے' مشرق میں جزیرہ مصیرہ اور 25 میل جنوب میں الحلاّنیہ کا جزیرہ ہے جو پانچ جزیروں کے مجموعے خریہ مریہ میں سب سے بڑا ہے۔

یہاں کا موسم عموماً اندرونی علاقوں میں خشک اور گرم جبکہ ساحلی علاقوں میں بہت زیادہ مرطوب ہوتا ہے۔ ظفار میں جنوب مغربی مون سون' جسے مقامی طور پر خریف کہا جاتا ہے' جون سے ستمبر کے آخر تک رہتا ہے۔ جس سے علاقے کا موسم کافی معتدل اور ساحلی میدان زرخیز رہتے ہیں۔

اومان کوئی چار پانچ ہزار سال قبل مصر سے ترک وطن کر کے آنے والوں نے آباد کیا تھا۔ اومانی قبائل کی ابتدا دوسری صدی عیسوی میں جنوبی عرب سے جاالان کے علاقے میں آباد ہونے والے عربوں سے ہوئی۔ اس کے بعد یہ قبائل شمال میں ماذون کے علاقے کی طرف چلے گئے۔

ملک پر عربوں کے غلبے کا آغاز ساتویں صدی میں اسلام کی آمد پر ہوا تاہم قومی وحدت کی شکل اس کے اگلی صدی میں نمودار ہوئی۔ یہ وحدت عبادیوں کے ساتھ آئی جو اسلام کا ایک سخت گیر فرقہ ہے جسے اومان میں خارجیوں نے متعارف کرایا اور اس کا نفاذ نزوہ کے مقام پر عبداللہ بن عبادہ نے ساتویں صدی میں کیا۔ عبادی قرآن کو احکام کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کا قائد امام کہلاتا تھا جسے روحانی اور دنیاوی' دونوں لحاظ سے بطور قائد منتخب کیا جاتا تھا۔ امام کا انتخاب مذہبی اور قبائلی لیڈروں کے درمیان ایک معاہدے کے تحت ہوتا تھا جن میں دو بڑے گروپ غفاری اور حناوی تھے۔

تاہم بتدریج منتخب امامت کی جگہ موروثی خاندانوں نے لے لی۔ اس دوران اومان پر کئی غیرملکی طاقتوں نے جن میں پرتگالی اور ایرانی بھی شامل تھے' حملے کیے۔ پرتگالیوں نے 1507ء میں مسقط پر اور پھر سارے ساحلی علاقے پر قبضہ کرلیا حتیٰ کہ اگلی صدی میں انہیں 'الیایارابہ' خاندان نے ملک سے نکالا جس کا مرکز الجحر کے مغربی پہاڑوں کے شمالی سرے پر قائم قدیم قلعہ روستان تھا۔ یارابیوں نے 1650ء میں مسقط چھین لیا اور ایک طاقتور بحریہ بنا کر ایران اور مشرقی افریقہ کے ساحلوں سے پرتگالیوں نوآبادیوں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اٹھارہویں صدی میں یارابی اقتدار سے محروم ہوگئے جس کے بعد 25 سال تک اومان دو متحارب اماموں کے درمیان جانشینی کی جنگ کا شکار رہا جس میں ایک امام کو غفاری اور دوسرے کو حناوی قبائل کی حمایت حاصل تھی۔ اس جنگ میں حناوی

قبائل کے حمایت یافتہ امام احمد بن سعید کو فتح حاصل ہوئی۔ اس نے ایرانیوں کو شکست دے کر ملک سے نکال دیا' جنہوں نے بادشاہ کی قیادت میں 1737ء میں اومان پر حملہ کیا تھا۔

1749ء میں امام منتخب ہونے کے بعد احمد ابن سعید نے آل بوسعید خاندان کی بنا رکھی جو اس وقت سے اومان پر حکمران چلے آرہا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے نواسے سعید بن سلطان نے' جس نے 56-1806ء کے درمیان اومان پر حکمرانی کی' زنجبار پر بھی قبضہ کرلیا اور اپنا رہائشی محل وہاں لے گیا۔ اس کی وفات پر اس کی سلطنت اس کے دو بیٹوں میں تقسیم ہوگئی۔

انیسویں صدی کے اخیری حصہ میں اس خاندان کی قسمت کو زوال آ گیا اور وہ ختم ہی ہوجاتا اگر برطانیہ عبادی اماموں کے مقابلے میں آل بوسعید کے سلاطین کی مدد نہ کرتا۔ عبادی اماموں کا اندرونِ ملک قبائل پر اثر ورسوخ قائم تھا اور انہوں نے 1895ء اور 1915ء کے درمیان مسقط اور ساحلی شہر مطرہ پر کئی حملے کیے۔ 1920ء میں قبائلی اور سلطان تیمور بن فیصل کے درمیان برطانیہ نے ایک معاہدہ کرادیا جسے السیب کا معاہدہ کہا جاتا ہے۔ برطانویوں کے اومان سے تعلقات سترہویں صدی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے سے چلے آرہے تھے۔ معاہدے میں سلطان کی بالادستی تسلیم کی گئی تھی تاہم قبائل کو ایک حد تک خودمختاری دی گئی تھی جس کے تحت وہ اپنا امام منتخب کرسکتے تھے اور قبائلی علاقہ میں مقامی گورنر یعنی والی نامزد کرسکتے تھے۔ اگرچہ ان علاقوں کی حدبندی کبھی نہیں کی گئی' تاہم امام کے والی اندرونی علاقوں اور سلطان کے گورنر ساحلی علاقوں پر اپنی حاکمیت استعمال کرتے تھے۔

معاہدے کے نتیجے میں اومان میں 30 برس کے لیے امن قائم ہوگیا جو 1954ء میں محمد الخلیلی کی وفات تک قائم رہا۔ وہ 1920ء سے امام چلا آرہا تھا۔ اس کی وفات کے بعد جلد ہی گڑبڑ شروع ہوگئی جس کی بڑی وجہ سعودی عرب تھا جو 1937ء ہی سے اپنی سرحدوں کو ربع الخالی سے آگے اومان' عدن اور ٹروشل اومان تک پھیلانا چاہتا تھا۔ 1952ء میں سعودی عرب نے برائمی کے نخلستان پر قبضہ کرلیا جو ٹروشل اومان کی ریاست ابوظہبی اور اومان کی مشترکہ ملکیت تھا۔ سلطان کے نام پر 8 ہزار قبائلیوں کی فوج امام نے اکٹھی کی جو سعودیوں کو نکالنے کے لیے حرکت میں آئی لیکن برطانیہ نے مداخلت کرکے اسے روک دیا۔ یہ برطانیہ کی سنگین غلطی تھی کیونکہ سعودیوں کو نکال دیا جاتا تو سلطان کے لیے اومانی قبائل کی وفاداری میں اضافہ ہوجاتا۔

تنازع جنیوا کے ٹریبونل میں پیش ہوا جس کے دوران سعودیوں نے مبینہ طور پر بھاری رشوت کی پیشکشیں کیں۔ اس کی اطلاع ٹریبونل کے صدر اور برطانوی مندوب کو ملی جس پر دونوں نے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔ 1955ء تک کوئی تصفیہ نہ ہوسکا اور برطانیہ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ اس کے کچھ ہی عرصے بعد سعودی فوج کو ٹروشل اومان کے سکاؤٹس نے نخلستان سے باہر نکال دیا۔ یہ ایک

کتاب گھر
SCANNED PDF By HAMEEDI ®
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

عرب فوج تھی جسے برطانوی افسر اور این سی او کمان کرتے تھے اور اس کی اپنی گیریژن تھی۔

تاہم سعودی قبائل کو دولت اور ہتھیاروں کے تحائف دے کر اومان میں اپنا اثر ورسوخ پھیلانے میں کامیاب ہوگئے۔ ان کی حوصلہ افزائی نہ صرف روس نے' جو علاقے میں اپنے طویل المیعاد سامراجی عزائم کے لیے کوشاں تھا' کی بلکہ امریکہ نے بھی کی' جس کی دلچسپی کا محور علاقے میں تیل کی دریافت تھی اور جو برطانوی اثر ورسوخ کا خاتمہ چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ' امام محمد الخلیلی کا جانشین غالب بن علی' جو اس عہدے پر منتخب نہیں ہوا تھا بلکہ اسے محض تین قبیلوں نے نامزد کیا تھا' کمزور کردار کا تھا۔ وہ مکمل طور پر سعودیوں کے اثر تھا اور اس پر اس کے بھائی طالب' روستاق کے والی اور اس کے دو ساتھیوں کا بھی غلبہ تھا۔ پہلا بنی ریام قبائل کا لیڈر سلیمان بن ہمیار تھا جو ''جبل الاخضر کا سردار'' کہلاتا تھا۔ جبل اخضر الجبر کی عظیم سطح مرتفع پر مشتمل تھا جس پر صدیوں سے نباھینہ خاندان کا قبضہ چلا آرہا تھا جو سلطان یا امام کے اقتدار کی کوئی پروا نہیں کرتا تھا۔ دوسرا جنوبی صوبے شرقیہ کے صفاوی قبائل کا سردار شیخ صالح بن عیسیٰ تھا۔

نامزدگی کے فوراً بعد غالب نے طالب کے ہمراہ اندرونی علاقے کا دورہ کیا اور اپنی طاقت کے بڑے گڑھ نزوہ اور دوسرے بڑے شہروں اور قصبوں میں گیریژنیں قائم کیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سلطان اور غالب کے درمیان مغربی صحرا میں جبل فہود کے علاقے میں جہاں ایک برطانوی کمپنی تیل نکالنا چاہتی تھی' تیل کی رعایات کے مسئلے پر جھگڑا ہوگیا۔ سلطان کا کہنا تھا کہ السیب کے معاہدے کے تحت تیل کی رعایت پر مذاکرات اور فیصلے کا واحد حق اس کا ہے کیونکہ یہ خارجی مسئلہ ہے۔ غالب کی حوصلہ افزائی سعودی اور امریکی کررہے تھے جن کا کہنا تھا کہ یہ اندرونی معاملہ ہے اس لیے اس پر بات چیت کرنا اس کے دائرہ اختیار میں ہے۔

سلطان نے اس کی پروا کیے بغیر دسمبر 1955ء میں اس معاملے کو بزور قوت حل کیا۔ اس نے مسقط اور اومان فیلڈ فورس کے فوجی نزوہ پر قبضہ کے لیے روانہ کردیے۔ اس کارروائی میں کوئی خون نہیں بہا اور غالب کو معزول کرکے اس کے گھر پر نظربند کردیا گیا۔ جبکہ طالب اور شیخ صالح فرار ہوکر سعودی عرب چلے گئے۔ سلیمان نے سلطان سے وفاداری ظاہر کردی اور جبل الاخضر چلا گیا۔

سعودی عرب جاکر طالب نے جلد ہی اومان میں بغاوت کی تیاری شروع کردی۔ ملک کے وسط میں بغاوت کی قیادت غالب اور خود اس نے کرنی تھی جبکہ جنوب میں شیخ صالح کے بھائی ابراہیم بن عیسیٰ اس کا قائد ہونا تھا۔ 1956ء میں اس نے سعودی عرب میں مزدوروں کے طور پر بھرتی کیے گئے اومانیوں میں سے ایک گوریلا فورس بنائی۔ انہیں سعودی حکام نے چھوٹا اسلحہ چلانے کی تربیت دی۔ بغاوت نے مئی 1957ء میں شروع ہونا تھا۔ طالب اور اس کے گوریلے الباطنہ کے ساحل پر اترے اور وہاں سے پہاڑوں کی طرف جاکر غالب سے جاملے۔ سلطان نے ابراہیم کو جس نے

بغاوت ایک روز قبل ہی شروع کردی تھی' گرفتار کرلیا۔ اس نے سلیمان بن ہمیار کو بھی ورغلا کر جبل اخضر سے مسقط بلا کر گھر پر نظر بند کردیا تاہم سلیمان وہاں سے فرار ہوکر پھر پہاڑوں پر چلا گیا اور غالب اور طالب سے مل کر جنگ کا اعلان کردیا۔

سلطان نے فرق میں واقع اپنے ہیڈکوارٹر سے مسقط اور اومان کی فیلڈ فورس روانہ کردی تاکہ وہ غالب کے گاؤں بلات سیت پر حملہ کرے مگر اس پر راستے ہی میں گھات لگا کر حملہ کردیا گیا اور وہ سخت جانی نقصان اٹھا کر واپس آگئی۔ سلطان نے برطانیہ سے فوجی امداد طلب کی جس نے فوراً ہی پہلی بٹالین دی کیمرونینز (سکاٹش رائفلز) کی کمپنی روانہ کردی۔ ٹروشل اومان سکاؤٹس اور مسقط واومان فیلڈ فورس کی باقی ماندہ فوج سے مل کر اور رائل ایئرفورس کے وینم لڑاکا طیاروں کی مدد سے اس نے نزوہ پر قبضہ کرلیا اور مئی میں سلیمان کے گھر پر اور اس کے بڑے قلعے المناوز پر قبضہ کرلیا جس کے نتیجے میں غالب اور طالب فرار ہوکر جبل اخضر چلے گئے۔

40 سے 50 میل لمبا اور تقریباً 10 میل چوڑا جبل اخضر چونے کے پتھروں سے بنا ہوا ہے جس کی سطح مرتفع 6 ہزار فٹ اور پہاڑی چوٹیاں 10 ہزار فٹ تک بلند ہیں۔ سطح مرتفع کی زمین نہایت زرخیز ہے۔ چوٹی تک جانے کے لیے واحد راستہ تنگ پگڈنڈیاں ہیں جن کے گرد گہری کھائیاں ہیں ان پر قبائلیوں کی نسبتاً کم تعداد آسانی سے قابض رہ سکتی تھی۔ فضائی حملے سے بچاؤ کے لیے غاریں تھیں جن میں سعودی عرب سے سمگل کیا جانے والا اسلحہ بھی چھپایا جاسکتا تھا۔

سطح مرتفع پر خاصی مقدار میں اسلحہ جمع کرنے اور اپنی افرادی طاقت بڑھانے کے بعد باغیوں نے سلطان کے خلاف گوریلا جنگ شروع کردی۔ ان کے گروپ نیچے اترتے' بارودی سرنگیں بچھاتے اور گاڑیوں کے قافلوں پر گھات لگا کر حملے کرتے۔

1958ء کے دوسرے نصف میں سلطان کے دورۂ برطانیہ کے بعد برطانوی حکومت اسے مزید فوجی امداد فراہم کرنے پر راضی ہوگئی۔ مسقط واومان فیلڈ فورس کی باغیوں کے ہاتھوں تباہی کے بعد اومان نے فوج از سرنو مستحکم کی تھی جو فرنٹیئر رجمنٹ (450 فوجی' نزوہ میں تعینات) مسقط رجمنٹ (250 فوجی۔ مسقط اور اس کے نزدیک بیت الفلاج میں تعینات) ایک توپ خانہ (4 توپیں) اور ایک ٹریننگ ڈپو پر مشتمل تھی۔ اس فوج کے تمام افسر برطانوی تھے البتہ چند جونیئر افسر عرب اور پاکستانی تھے۔ باقی سپاہی عرب اور بلوچی تھے۔ بلوچی پاکستان کے ساحلی علاقے گوادر سے بھرتی کیے گئے تھے۔ گوادر پہلے اومان کے پاس تھا پھر 1958ء میں سلطان نے پاکستان کو اس شرط پر فروخت کردیا کہ اسے وہاں فوجی بھرتی کرنے کا اختیار حاصل رہے گا۔

تمام یونٹ ہیڈکوارٹر کی سلطان کی مسلح افواج (ایس اے ایف) کے ماتحت تھے جس کی کمان ایک کرنل کے پاس تھی اور جو بیت الفلاج میں قائم تھا۔ ظفار کا علاقہ 200 سپاہیوں پر مشتمل

® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ایک آزاد یونٹ کی ذمہ داری تھا جس کی کمان ایک برطانوی افسر کے پاس تھی۔ یہ یونٹ عرب اور جبل کے قبائلی افراد پر مشتمل تھا۔ کچھ بلوچی بھی تھے۔ ظفار فورس کے نام سے یہ یونٹ براہِ راست سلطان کی کمان میں تھا۔

اس کے علاوہ بحرین اور عدن سے بھی برطانوی راستے ایس اے ایف کے ساتھ تعینات کیے گئے۔ ان میں ٹروشل اومان سکاؤٹس کے دو یونٹ' جن میں سے ایک عبدی اور دوسرا ذکی میں تعینات تھا' 13 ویں اور 14 ویں رائل حسار کے فیرٹ سکاؤٹس کارز کے دو دستے جو نزوہ میں تعینات تھے' ایک رائل سگنل' ایک رائل میرین تربیتی ٹیم' رائل انجینئر سروے پارٹیاں اور رائل ایئرفورس کے کچھ پائلٹ اور زمینی دستے شامل تھے۔ جو ایس اے ایف کے فضائی بازو کے دو سنگل پائنیر طیاروں کو چلانے کے ذمہ دار تھے۔

وسط 1958ء میں کرنل ڈیوڈ سملی ایس اے ایس کے کمانڈر کا عہدہ سنبھالنے اومان پہنچا۔ وہ دوسری جنگ عظیم کے دور میں "سپیشل ایگزیکٹو" کے لیے یوگوسلاویہ اور تھائی لینڈ میں ذمہ داریاں ادا کرچکا تھا اور جنگ کے بعد سیکرٹ انٹیلی جنس سروس میں شامل ہوگیا تھا۔ جہاں اُسے البانیہ میں کمیونسٹوں کے خلاف سرگرم گوریلوں کو تربیت دینے کی ذمہ داری دی گئی۔

سملی کو جلد اندازہ ہوگیا کہ اس کی فوج جبل اخضر پر قبضہ کرنے اور گوریلوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں' بالخصوص سڑکوں پر بارودی سرنگیں بچھانے' سے نمٹنے کی اہلیت نہیں رکھتی' برطانوی حکومت اسے مزید امداد دینے پر تیار ہوگئی اور اگست میں سملی کو بتایا گیا کہ 22 ایس اے ایس رجمنٹ اس سال کے آخر میں ملائیشیا سے واپس بلائی جارہی ہے۔ جس کے بعد اس کا ایک سکواڈرن اسے دیا جائے گا۔ اس نے دو دستوں کے بجائے فیرٹ سکاؤٹس کارز کا پورا سکواڈرن دینے کی درخواست بھی کی جو منظور کرلی گئی۔

اکتوبر میں جبل اخضر کے علاقے میں باغیوں کے خلاف اپریشن زوروں سے شروع ہوگیا۔ لائف گارڈز کا ڈی سکواڈرن میجر کینتھ ڈیا کر کی زیرِ قیادت ستمبر میں 18/13 ویں رائل حسار کی جگہ لینے پہنچ گیا۔ اور اس کے پانچ میں سے تین دستے اور چاروں فیرٹ سکاؤٹس کا نزوہ' اذکی اور اوابی میں پہاڑ کی ناکہ بندی کے لیے تعینات کردیے گئے۔ ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ کی ایک کمپنی نے حملہ کرکے تنوف کے گاؤں پر قبضہ کرلیا جہاں طالب نے ایک غار میں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کررکھا تھا اور ٹروشل اومان سکاؤٹس کے ایک سکواڈرن نے الجبر کے شمال مغربی کنارے پر واقع بن قوئل کے مقام پر قبضہ کرلیا اور اس تک پہنچنے والے تمام راستے بند کردیے۔ اس دوران ایس اے ایف نے دشمن کی تلاش میں دستے روانہ کیے جبکہ شیکلٹن بمبار اور وینم لڑاکا طیاروں نے سطح مرتفع کے اہداف پر حملے شروع کردیے۔

باغیوں نے جواب میں رات کے وقت توپ خانے کے ساتھ تنوف پر حملے کیے جو شدید لڑائی کے بعد پسپا کر دیئے گئے۔ سملی کے طریقہ کار کی کامیابی کا اندازہ اس وقت ہوا جب غالب نے صلح کی درخواست کی۔ تاہم یہ باغیوں کی طرف سے وقت حاصل کرنے کا ہتھکنڈہ تھا چنانچہ دو ہفتوں کے بعد لڑائی پھر شروع ہوگئی جو طوفانی بارشوں کے باعث پھر رک گئی۔

اکتوبر کے آخر میں 22 ایس اے ایس کا کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل ٹونی ڈینے ڈومنڈ وار آفس کی پلاننگ برانچ کے میجر فرینک کٹسن کے ہمراہ اس بات کا جائزہ لینے اومان پہنچا کہ کیا یہاں کارروائی کرنا ایس اے ایس کے لیے مناسب ہے۔ جبل اخضر اور سطح مرتفع کا زمینی اور فضائی جائزہ لینے کے بعد وہ انگلینڈ پہنچا اور سفارش کی کہ اس کا ایک سکواڈرن حملے میں شریک کیا جانا چاہیے۔

22 ایس اے ایس کا ڈی سکواڈرن میجر جان واٹس کی سرکردگی میں نومبر کے تیسرے ہفتے اومان پہنچا۔ اس نے بیت الفلاج میں اپنا اڈہ قائم کیا۔ اسے چار دن صحراؤں کی گرمی سے مانوس ہونے کے لیے دیئے گئے تھے۔ پانچویں دن وہ نزوہ اور وہاں سے تنوف پہنچا جہاں اس کو تقسیم کر دیا گیا۔

سولھویں اور سترہویں دستے کے 21 اہلکار کیپٹن موئر واکر کی سرکردگی میں جبل اخضر کے شمالی طرف معائنے کے لیے بھیجے گئے۔ ایس اے ایس کے افسر میجر ٹونی ہارٹ اور مسقط رجمنٹ کی ایک بٹالین کے ہمراہ واکر اور اس کے آدمی سطح مرتفع کی طرف جانے والے ایک تنگ راستے پر گامزن ہوئے اور عقبات الظفر نامی ایک مقام پر دشمن کے زیر قبضہ چوٹی سے 3 ہزار گز دور اپنا اڈہ بنایا۔ انہوں نے دشمن کی چوکی پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں کافی نفری موجود تھی جس پر کرنل سملی نے مسقط رجمنٹ سے کمک طلب کر کے سطح مرتفع پر اپنے قدم جمائے۔

اس دوران 18 واں اور 19 واں ٹروپ پہاڑی کے جنوبی سمت موجود رہا جہاں ہزاروں فٹ گہری ڈھلوان تھی۔ اور گشتی دستے بھجوائے گئے جو دن کو پوزیشنوں میں پڑے رہتے اور وہاں سے باغیوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے۔ سخت گرمی کی وجہ سے چٹانوں کو چھوا تک نہیں جا سکتا تھا۔ پانی کی راشن بندی تھی جس کے نتیجے میں واپسی پر دستے ڈی ہائیڈریشن کا شکار ہو چکے تھے۔

26 نومبر کو 19 ویں ٹروپ کے پانچ پانچ رکنی دو دستے پہاڑ پر ایک دوسرے سے 600 گز کے فاصلے پر متعین تھے۔ ایک دستے کے کمانڈر سارجنٹ ایان سمتھ نے ایک باغی کو اپنی طرف آتے دیکھا اور اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے فوراً بعد دستہ بھاری فائرنگ کی زد میں آ گیا۔ دوسرے دستے نے اس کی مدد کرنا چاہی اور اس کا ایک رکن کارپورل ڈیوک جونہی کھڑا ہوا' گولی لگنے سے مارا گیا۔

چار دن بعد 40 باغیوں نے توپ خانے کی مدد سے تنوف میں تعینات ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ اور توپ خانے پر متعین ایس اے ایف کے دستے پر حملہ کر دیا۔ ایک مرحلے پر لگا کہ باغی ایس

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اے ایف کی پوزیشن روند ڈالیں گے لیکن اومانی فوجی رائل میرین کی ٹریننگ ٹیم کے ساتھ اکٹھے ہوگئے حتیٰ کہ انہیں لائف گارڈز کی کمک پہنچ گئی جس نے دشمن کو بھاری نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا۔

30 نومبر کی رات 18 واں اور 19 واں ٹروپ پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا۔ 19 ویں ٹروپ نے کیپٹن پیٹر ڈی لابلیئر کی سرکردگی میں باغیوں کے زیر استعمال متعدد غاروں پر حملہ کرنا تھا۔ تلاش میں 9 گھنٹے لگ گئے اور یکم دسمبر کی صبح ساڑھے پانچ بجے 19 واں ٹروپ فائرنگ کی پوزیشن میں آ گیا۔ پو پھٹتے ہی جب غاروں کے دہانوں سے کچھ باغی نمودار ہوئے تو ٹروپ نے فائر کھول دیا۔ غاروں کے اندر سے دوسرے باغیوں نے جوابی فائرنگ کر دی اور سخت لڑائی چھڑ گئی۔ اس موقع پر رائل ایئر فورس کے وینم لڑاکا طیارے بھی آ گئے اور باغیوں کی ایک توپ کو نشانہ بنایا۔ لڑائی میں دو باغی ہلاک اور تین زخمی ہوگئے۔ ٹروپ فائرنگ کی آڑ میں واپس آ گئے۔

اس رات جبل اخضر کے شمال میں کیپٹن واکر کی فورس کے چھ سپاہیوں پر مشتمل دستے پر 40 مسلح قبائلیوں نے حملہ کر دیا۔ جب یہ قبائلی ان سے 150 گز کے فاصلے کے اندر آ گئے تو سپاہیوں نے ان پر فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں پانچ باغی ہلاک اور چار زخمی ہوگئے جبکہ باقی فرار ہوگئے۔

آئندہ ہفتوں میں کرنل سملی نے سطح مرتفع کے شمالی کنارے پر واقع پوزیشنوں کو کمک فراہم کی۔ 27 دسمبر کو کیپٹن واکر فوجیوں کو لے کر دو جڑواں چوٹیوں کے جائزے کے لیے وہاں پہنچا جن کا کوڈ نام سابرینہ تھا۔ اس روز عصر کے وقت جب فوجی چوٹی پر چڑھ رہے تھے تو باغیوں کی نظر ان پر پڑ گئی اور انہوں نے فائرنگ کر دی جس کے بعد ساری رات لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار ایس اے ایس کے دستے نے 9 باغی ہلاک کر کے دائیں طرف والی چوٹی پر قبضہ کر لیا۔

شمال کی طرف واقع پوزیشنوں کو دسمبر کے آخر میں ٹروشل اومان سکاؤٹس کے دو ٹروپ' ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ کی ایک پلٹن اور لائف گارڈ کا ایک ٹروپ اور 8 مشین گنیں بھیج کر کمک پہنچائی گئی۔

تاہم اب کرنل سملی اور میجر واٹس پر یہ واضح ہوگیا تھا کہ جبل اخضر پر حملے کے لیے ایس اے ایس کا ایک اور سکواڈرن درکار ہوگا۔ ہیڈ فورڈ (انگلینڈ) میں 22 ایس اے ایس کے ہیڈکوارٹر تک یہ درخواست پہنچی جو کرنل ڈرمنڈ نے منظور کر لی اور کہا کہ وہ خود بھی سکواڈرن کے ساتھ آ رہا ہے اور دونوں سکواڈرنوں کی قیادت وہ خود کرے گا۔ دفتر خارجہ اور دفتر جنگ نے فیصلے کی سیاسی منظوری بھی دے دی لیکن شرط لگا دی کہ تمام برطانوی دستے اپریل 1959ء کے پہلے ہفتے میں لازماً اومان سے نکل جائیں۔ اس کی وجہ تھی کہ اقوام متحدہ مشرق وسطیٰ بالخصوص اومان کی صورتحال پر بحث کرنے والی تھی اور برطانیہ نہیں چاہتا تھا کہ اومان میں اس کے فوجیوں کی موجودگی کسی پریشانی کا باعث بنے۔

ڈرمنڈ یکم جنوری 1959ء کو اومان پہنچا اور کرنل سملی کے فوجیوں کے ہمراہ نزوہ میں ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ کے اڈے پر اپنا ہیڈکوارٹر قائم کر لیا۔ 12 جنوری کو میجر جانی کوپر کی قیادت میں

اے سکواڈرن ملائیشیا سے یہاں پہنچا اور پانچ روز بعد اس نے ڈی سکواڈرن کی جگہ لے لی۔ ڈی سکواڈرن کچھ دن آرام کے لیے بیت الفلاج چلا گیا۔ 24 رجنوری کو اے سکواڈرن نے حملہ کر کے سابرینہ کی جڑواں پہاڑی چوٹیوں کے سارے علاقے پر قبضہ کرلیا۔

جبل اخضر پر قبضہ کے لیے دفتر خارجہ کی ڈیڈ لائن میں صرف تین ماہ رہ گئے تھے۔ سملی اور ڈرمنڈ نے فیصلہ کیا کہ حملہ پورے چاند کی راتوں کو کیا جائے جو ہر ماہ کے آخر میں آتی تھیں۔ چنانچہ اپریشن کی تاریخ 25 رجنوری مقرر کی گئی۔

جبل اخضر کے فضائی جائزے سے معلوم ہوا کہ باغیوں کے بڑے اڈے حبیب، صاعق اور شارانجا میں واقع ہیں جو عقبات الظفر کی پوزیشن سے بہت دور تھے اور وہاں چونکہ دشمن کی کافی فوج موجود تھی اس لیے اس سمت سے حملہ نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ ڈرمنڈ نے وادی کماہ جو نزوہ کے شمال میں تھی، کی مشرقی سمت سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا، حملہ کے لیے ڈھلوان پر چڑھنا تھا جو گدھوں کی مدد سے طے کیا جاسکتا تھا۔

حملے کی قیادت اے اور ڈی سکواڈرن نے کرنی تھی۔ باقی تمام یونٹوں کو صرف امداد مہیا کرنی تھی۔ اپریشن کے تین مرحلے تھے۔ پہلے میں، جسے 26 جنوری کی صبح مکمل ہونا تھا، اے سکواڈرن نے ایک پہاڑی بلندی پر قبضہ کرنا تھا جو پہاڑ کے راستے کے ایک تہائی حصے کے بعد واقع تھا۔ اس کا کوڈ نام ونسنٹ تھا۔ اس دوران ڈی سکواڈرن کو ایک نمایاں چوٹی جو پیرامڈ کے نام سے معروف تھی، سطح مرتفع کی سب سے بلند جگہ جو بیئرکین کہلاتی تھی اور اس سے آگے کولن نام کی چوٹی، جہاں سے دشمن کے زیر قبضہ گاؤں حبیب نظر آتا تھا، پر قبضہ کرنا تھا۔ دونوں سکواڈرنوں کے ہمراہ بنی رواحہ قبائل کی بے قاعدہ فوج کے 50 سپاہی تھے۔ اس مرحلے میں چوتھے ٹروپ کو مسقط رجمنٹ کی ایک پلٹن اور ابریئن قبائل کے 200 سپاہیوں کے ہمراہ عقبات الظفر پر توجہ بٹانے والا حملہ کرنا تھا۔ دوسرے مرحلے میں ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ کی سی کمپنی نے ونسنٹ پر اے سکواڈرن کی جگہ لینی تھی جبکہ لائف گارڈز کے دستوں نے پیرامڈ پر ڈی سکواڈرن کی جگہ تعینات ہونا تھا اور ڈی سکواڈرن نے بیرکین چلے جانا تھا۔ تیسرے اور آخری مرحلے میں اے سکواڈرن نے بیرکین جا کر از سر نو منظم ہونا تھا جبکہ ڈی سکواڈرن نے کولن جانا تھا۔

سملی اور ڈرمنڈ کو علم تھا کہ باغی حملے کی توقع کر رہے ہوں گے چنانچہ ضروری تھا کہ انہیں حملے کی اصل سمت کے بارے میں دھوکہ دیا جائے۔ چنانچہ اپریشن سے پہلے جبل اخضر کے علاقے میں توجہ بٹانے والے کئی حملے کیے گئے۔ 8 سے 22 رجنوری تک ڈی سکواڈرن اور اے کمپنی ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ نے تنوف سے کئی حملہ آور دستے روانہ کیے جن کے نتیجے میں ایک بلند پہاڑی پر تعینات گوریلوں کو وہاں سے نکلنا پڑا۔ 18 اور 22 رجنوری کے درمیان اے سکواڈرن نے عقبات الظفر پر

کئی حملے کیے۔ 24 جنوری کی رات اے کمپنی کی تنوف کے نزدیک گوریلوں سے جھڑپ ہوئی جبکہ سی کمپنی نے ازکی سے حملہ کیا۔ آخری دھوکہ دہی کے طور پر سپلائی کے کام کے لیے حاصل کیے جانے والے گدھوں کے مالکان کو نہایت رازداری کے ساتھ بتایا گیا کہ دھوکہ دینے کے لیے حملہ وادی کماہ سے کیا جائے گا جبکہ اصل حملہ تنوف سے نکلنے والے راستے کے ذریعے کیا جائے گا۔ یہ کام اس توقع کے ساتھ کیا گیا کہ گوریلوں تک اس کی اطلاع پہنچ جائے گی۔

25 رجنوری کی رات اے اور ڈی سکواڈرن کئی ٹرکوں کے ذریعے تنوف سے کماہ پہنچے اور وہاں سے پہاڑوں پر چڑھائی شروع کی۔ ہر شخص کے پاس 90 پونڈ وزنی ساز و سامان تھا۔ شمال میں کچھ فاصلے سے فائرنگ کی آوازیں آرہی تھیں جہاں دھوکہ دہی کے لیے ایک حملہ کیا جارہا تھا۔ 4 بجے صبح چڑھائی اس وقت روک دی گئی جب ایک غار سے ایک بھاری مشین گن پوزیشن کی حالت میں ملی، البتہ اس کے عملے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ چڑھائی کی رفتار بہت سست تھی چنانچہ سکواڈرن ڈی کے سپاہیوں نے اپنا بیشتر ساز و سامان ایک تنگ گھاٹی میں چھپا دیا جس کا خفیہ نام ''کازوے'' رکھا گیا جو پیرامڈ اور بیرکین کو ملاتی تھی۔ اس کے بعد چڑھائی کا سفر پھر شروع ہوگیا۔

ٹروپ 16 کو کور فراہم کرنے اور توپ کے عملے سے نمٹنے کے لیے وہیں چھوڑ کر 17، 18 اور 19 واں ٹروپ آگے بڑھے اور اس راستے تک پہنچے جو ایک وسیع وادی کی طرف جاتا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد انہیں فائرنگ اور دستی بم پھٹنے کی آواز آئی جس سے پتہ چلا کہ توپ کا عملہ ٹروپ 16 کے ہاتھوں انجام تک پہنچ گیا ہے۔ اس آواز سے مشرق میں موجود باغی خبردار ہوگئے اور انہوں نے ٹروپ 16 پر فائرنگ کردی مگر مؤثر جوابی کارروائی سے انہیں پسپا کردیا گیا جس کے بعد ٹروپ 16 بھی باقی قافلے سے آملا۔

طویل اور مشکل چڑھائی کے بعد ڈی سکواڈرن سطح مرتفع کے کنارے پہنچ گیا اور میجر واٹس نے تیزی سے وہاں دفاعی حصار قائم کیا۔ صبح ہوگئی تھی اور کچھ ہی دیر بعد ویلیٹا ٹرانسپورٹ طیارے انہیں رسد کی فراہمی کے لیے آپہنچے۔ پھر سطح مرتفع کا جائزہ لینے کے لیے مشن ادھر اُدھر روانہ کیے گئے۔

اس دوران اے سکواڈرن کی راستے میں باغیوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ ایک گولی ایک سپاہی کے تھیلے میں موجود گرنیڈ کو جا لگی جس کے نتیجے میں وہ پھٹ گیا۔ تین سپاہی اس کے پھٹنے سے زخمی ہوئے جن میں سے 2 بعد ازاں ہلاک ہوگئے۔ باغیوں نے سی کمپنی پر بھی فائرنگ اور گولہ باری کی لیکن تنوف سے کی جانے والی جوابی گولہ باری کے بعد وہ پسپا ہوگئے۔

دھوکہ دہی کا منصوبہ اور توجہ ہٹانے والے حملے کامیاب رہے اور بیشتر گوریلے اپنے اڈوں سے نکل کر سطح مرتفع کے اس حصے پر چلے گئے جہاں سے تنوف کا راستہ نظر آتا تھا۔ انہوں نے وادی کے شمال میں عقبات الظفر کے مقام پر بھی اپنی قوت کو مستحکم کیا جہاں میجر کوکس کی فوج نے توجہ بٹانے

ONE URDU FORUM . COM
کتاب گھر کی پیشکش ® SCANNED PDF By HAMEEDI ون اردو کے شکر گزار ہیں

والے حملے کر کے انہیں وہیں مصروف رکھا۔

عصر کے وقت شارائجا کے قصبے پر قبضہ ہوگیا اور جبل اخضر کی لڑائی ختم ہوگئی۔ دوسرے دیہات کی طرح یہاں بھی صرف عورتیں بچے اور بوڑھے ملے۔ تمام جوان افراد اردگرد کی غاروں میں چھپے ہوئے تھے۔ کرنل سملی نے اپنے دستے دیہاتیوں کی طرف روانہ کیے تاکہ انہیں ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کریں۔ باغیوں کے لیڈروں کی تلاش کے لیے بھی فوجی بھیجے گئے۔ انہوں نے اسلحہ کی بھاری مقدار برآمد کی جن میں ایل ایم جی' بھاری مشین گنیں' توپیں' چیک اور پولش ساختہ دستی بم اور امریکی گولہ بارود بھی شامل تھا۔ تمام اسلحہ پر موجود نشانات سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ سعودی عرب نے فراہم کیا ہے۔ بہت سے افراد کو قیدی بنایا گیا جن میں سے ایک نے سلیمان کے ذاتی غار کی نشاندہی کی جو سطح مرتفع کی پہاڑیوں میں واقع تھا۔ اس غار کی تلاشی سے بھاری مقدار میں اسلحہ اور خوراک کے علاوہ خاصی دستاویزات اور ایک ہزار خط ملے جن میں باغیوں کے تنظیمی نیٹ ورک اور ملک بھر میں اس کے حامیوں کے بارے میں تفصیلات درج تھیں۔ ان میں نمایاں افراد' شیوخ' قصباتی سربراہ اور بارودی سرنگیں بچھانے اور اسلحہ سمگل کرنے والے باغیوں کے نام بھی شامل تھے۔

غالب' طالب اور سلیمان اپنے حامیوں کی مختصر تعداد کے ہمراہ فرار ہو کر جنوب میں شرقیہ کے علاقے کی طرف نکل گئے۔ وہاں سے وہ ساحل پر پہنچے اور ایک کشتی میں بیٹھ کر سعودی عرب چلے گئے۔

بغاوت کے خاتمے کے بعد جبل اخضر کے عوام کے دل جیتنے کی مہم سرگرم کی گئی۔ برطانوی فوج نے بمباری اور گولہ باری سے تباہ ہونے والی عمارتوں' ذخیروں اور دوسری سہولیات کی تعمیر و مرمت کی۔ اس عرصہ میں امن وامان رہا تاہم 1959ء کے موسم گرما میں گوریلوں نے پھر سڑکوں پر بارودی سرنگیں بچھانی اور فوجی کیمپوں پر چھپ کر فائرنگ کرنے کی کارروائیاں شروع کر دیں۔

1960ء کی دہائی کے شروع میں ایک اور خطرہ ظفار میں نمودار ہوا جہاں سلطان سید بن تیمور 1958ء میں اپنی جابرانہ حکومت کے خلاف ہونے والی قبائلی بغاوت کے بعد مستقل طور پر منتقل ہوگیا تھا۔

بغاوت 1962ء میں تیل کی تلاش کرنے والی ایک گاڑی کو بارودی سرنگ سے تباہ کرنے اور ایس اے ایف کی گاڑیوں پر اکادکا حملوں سے شروع ہوئی۔ یہ حملے مسلم بن نوفل کی زیرقیادت منحرفین کا ایک گروپ کرتا تھا۔ مسلم بن نوفل نے جون 1965ء میں ظفار لبریشن فرنٹ (ڈی ایل ایف) قائم کی جس کا نعرہ ...... ''ظفار' ظفاریوں کے لیے ہے'' تھا اور وہ سلطان کی حکومت کے خلاف تھا۔ اس تنظیم کا نقطہ نظر قدامت پسند تھا اور وہ روایتی قبائلی نظام کے تحفظ اور اسلام پر عملدرآمد کا حامی تھا۔

1967ء کے آخری حصہ میں مغرب سے واقع برطانوی زیرانتداب ریاست عدن سے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

برطانوی فوج واپس چلی گئی اور وہ آزاد ہو کر عوامی جمہوریہ جنوبی یمن کے نام سے مارکسٹ ملک بن گیا۔ یہاں پہلے ہی پاپولر فرنٹ لبریشن آف دی اکوپائیڈ عرب گلف (پی ایف ایل او اے جی) کے نام سے ایک انقلابی مارکسٹ تنظیم موجود تھی جسے چین اور روس سے مدد ملتی تھی۔ برطانیہ کی واپسی کے بعد اس نے ڈی ایل ایف سے رابطہ کیا اور اتحاد کی تجویز دی۔ اسلحہ اور رقم کی بھاری پیشکش کے بعد ڈی ایل ایف نے تجویز قبول کر لی۔ اومانی سرحد سے بالکل قریب حوف اور الغائدہ کے مقام پر ہیڈ کوارٹر اور اڈہ قائم کیا گیا۔ مختصر مدت میں ہی پاپولر فرنٹ کے انتہاپسندوں نے ڈی ایل ایف کے قدامت پرستوں اور روایت پسندوں کو نکال باہر کیا اور جبل ظفار کے سارے علاقے میں کمیونسٹ طرز پر سیل قائم کر کے عوام میں نشرواشاعت شروع کر دی۔ بچوں کو اغوا کر کے حوف لے جایا جاتا جہاں انہیں کمیونسٹ بنایا جاتا۔ جبکہ بڑوں کو مارکسزم اور گوریلا جنگ کی بھرپور تربیت حاصل کرنے کے لیے سوویت یونین اور چین بھیج دیا جاتا۔ ساتھ ہی گوریلا گروپ بنا دیئے گئے جو دہشت کے ذریعے تنظیم کے فیصلے نافذ کرتے۔ مزاحمت کرنے والوں کو اذیتیں دی جاتیں یا قتل کر دیا جاتا۔ ایک بار پانچ افراد کو چٹان سے نیچے گرا کر اور ایک دوسرے موقع پر ایک شخص اور اس کے بیٹوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

ظفار میں کوہ القرا کا علاقہ جبل سلالہ کے شمال میں واقع میدان سے اندر کی طرف 10 میل کے فاصلے پر واقع ہے جو مغرب میں یمنی سرحد کی طرف ڈیڑھ سو میل تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں نجد کا سپاٹ صحرا ہے۔ اس کے شمالی دائرے کا نام غتن ہے جس کی بلندی 3 سے 4 ہزار فٹ کے درمیان ہے۔ جبل کا بڑا حصہ ایک سطح مرتفع پر مشتمل ہے جو وسط میں 9 میل چوڑی لیکن مشرق اور مغرب میں تنگ ہے۔ سب سے زرخیز وسطی علاقہ ہے جہاں گھاس کے میدان ہیں جو خریف کے موسم میں خوب سرسبز ہو جاتے اور پھر باقی سال خشک رہتے ہیں۔ سطح مرتفع کا سب سے مشرقی علاقہ پتھریلا ہے جہاں نباتات اور پانی کی قلت ہے۔ مغربی علاقہ جنگلوں اور جھاڑیوں پر مشتمل ہے۔ انتہائی مغرب میں جبل کا علاقہ ایک ڈھلان پر ختم ہو جاتا ہے جس کے مشرق میں درّہ کی پہاڑی ہے جو جنوب مشرق میں ساحل اور ضلقوت کی طرف مڑتی ہے۔

جبل کی سطح مرتفع کے وسط سے جنوب کی طرف ہزاروں گز کے رقبے میں پھیلی ہوئی متعدد بڑی وادیاں ہیں۔ ان کے ساتھ مشرق اور مغرب میں چھوٹی وادیاں ہیں جو انہیں دوسری وادیوں میں ملاتی ہیں۔ اس طرح یہ بڑی وادیاں جو گھنی جھاڑیوں اور نباتات سے بھری ہوئی ہیں چھپنے والوں کے لیے بہت موزوں ہیں۔

علاقے کے باسی جو ''جبالی'' (پہاڑوں میں رہنے والے) کہلاتے ہیں' متعدد نیم خانہ بدوش قبائل پر مشتمل ہیں جو ساحلی عربوں سے نسلی طور پر مختلف ہیں۔ ان میں بیت کثیر' بیت معاشنی'

بیت عمر اور بیت فتون شامل ہیں۔ ان کے پیشرو یمن کے پہاڑی لوگ خیال کیے جاتے ہیں۔ یہ جنوبی عرب کی ان بولیوں میں بولتے ہیں جو معیاری عربی بولنے والے آسانی سے سمجھ نہیں پاتے۔ یہ بھیڑ بکریاں چراتے ہیں۔ خریف کے بعد کے مہینوں میں یہ لوگ سطح مرتفع پر اپنے گھروں میں رہتے ہیں جہاں کافی پانی موجود ہوتا ہے۔ جب یہاں پانی ختم ہو جاتا ہے تو یہ وادیوں کو لوٹ جاتے اور غاروں میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔

ظفار کے علاقے میں بے چینی کی ذمہ داری خود سلطان سعید بن تیمور پر تھی۔ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود وہ آمر اور جابر حکمران تھا۔ وہ اپنے ملک کو تجدید اور ترقی کی ''لعنت'' سے بچانا چاہتا تھا اور تعلیم اور جدید طب کو اپنی حکومت کے لیے خطرے کا باعث سمجھتا تھا اس لیے اس نے اپنے عوام کو سکولوں اور جدید طبی سہولیات سے محروم رکھا ہوا تھا۔ اس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں اومانیوں نے اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں جانا شروع کر دیا جہاں وہ تاجر، استاد، ڈاکٹر، سپاہی اور مختلف قسم کے پیشہ ور بن کر زندگی گزارنے لگے۔ ان میں سے بعض لوگ کچھ عرصہ بعد واپس آ گئے جس کے نتیجے میں عوام میں شعور اور بے چینی بڑھ گئی۔

سلطان کے والیوں نے اور قاضیوں نے تمام صوبوں میں شرعی قوانین نافذ کر رکھے تھے۔ قتل اور زنا کی سزا موت تھی۔ شراب نوشی پر کوڑے مارے جاتے تھے اور سگریٹ نوشی پر قید کر دیا جاتا تھا۔ مسقط کے ساحل پر دو بڑے قلعے میرانی اور جلالی واقع ہیں۔ قلعہ جلالی میں جہاں اس وقت مسقط رجمنٹ کے فوجی تعینات تھے، سزا یافتہ قیدی رکھے جاتے تھے۔ انہیں بیڑیاں پہنائی جاتی اور پتھریلے فرش پر سلایا جاتا تھا اور بہت کم غذا دی جاتی تھی۔

ایک شخص جو ترقی کا راستہ روکنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل سے آگاہ تھا، خود سلطان کا بیٹا قابوس بن سعید تھا۔ اس نے نجی طور پر تعلیم حاصل کی۔ اس نے برطانیہ کی رائل ملٹری اکیڈمی سندھرسٹ سے تربیت لینے کے بعد کیمرونیز (سکاٹش رائفلز) میں کمیشن حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے شہری امور سے واقفیت حاصل کی اور حکومتی امور کا مطالعہ کرنے کے بعد اومان آ گیا۔ وطن آتے ہی اسے سلطان نے سلالہ میں گھر پر نظر بند کر دیا۔ سلطان نے خود اپنے باپ کا تختہ الٹا تھا اس لیے اسے ڈر تھا کہ قابوس بھی ایسا ہی کرے گا۔ یہ نظر بند سات برس جاری رہی۔

1970 تک پاپولر فرنٹ کو ظفار میں جبل کے سارے علاقے پر کنٹرول حاصل ہو گیا تھا۔ ایس اے ایف کا عمل دخل صرف دارالحکومت سلالہ کے علاوہ تقی اور مرباط کے شہروں تک محدود تھا۔ صورتحال تیزی سے خراب ہو رہی تھی جس سے برطانیہ کی یہ تشویش بڑھ رہی تھی کہ اومان پر کوئی دشمن حکومت قائم ہو گئی تو وہ خلیج کے دہانے پر بھی کنٹرول حاصل کر لے گی اور مغرب کو تیل کی فراہمی روک دے گی۔ اس کے علاوہ تیل سے مالا مال ٹروشل اومان کی ریاستیں بھی خطرے کی زد میں

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

آ جاتیں۔ برطانوی حکومت کے اس اعلان سے کہ اس کی فوجیں خلیج فارس سے واپس جا رہی ہیں، صورتحال بہتر نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے نتیجے میں روس اور چین نواز بہت سی تنظیموں نے ممکنہ خلا سے فائدہ اٹھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

1970ء کی دہائی کے شروع میں برطانیہ نے صورتحال درست کرنے کے لیے پہلے قدم کے طور پر اخبارات میں یہ افواہیں شائع کرائیں کہ سلطان تخت سے دستبردار ہونے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایس اے ایف کے انٹیلی جنس چیف میجر مالکم ڈینی سن نے بہت سے ممتاز جلاوطن اومانیوں سے رابطے قائم کیے۔ اس نے قابوس کو تجویز دی کہ سلطان کو معزول کرنے کے بعد اسے اپنے بھائی طارق بن تیمور کو وزیراعظم نامزد کر دینا چاہیے۔ بعد میں ڈینی سن بظاہر قابوس کی رضامندی سے دبئی گیا جہاں اس نے طارق اور دوسرے منحرفین کی تائید حاصل کی۔

اس وقت رونما ہونے والے واقعات میں بالواسطہ کردار ادا کرنے والا ایک اور شخص سابق برطانوی فوجی افسر ٹموتھی لینڈن تھا جو سینڈھرسٹ میں قابوس کے ساتھ کیڈٹ تھا اور 1960ء کی دہائی کے وسط میں اومان میں بھی فرائض انجام دے چکا تھا۔ فوج سے فراغت کے بعد اسے ایس آئی ایس نے تربیت دی، جس کے بعد وہ اومان آ گیا جہاں جولائی 1969ء میں اسے ظفار کے علاقے میں تمام فوجی جاسوسی آپریشنوں کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ اگلے بارہ ماہ کے دوران اس نے قابوس، سلالہ کے والی شیخ برائق بن حمود اور سلطان کے سیکرٹری حماد بن حمود البوسعید سے کئی خفیہ ملاقاتیں کیں۔ قابوس اور لینڈن نے جن دوسرے افراد سے بھی حمایت طلب کی ان میں شیل کمپنی کے ذیلی ادارے پٹرولیم ڈویلپمنٹ اومان (پی ڈی او) کا مینجنگ ڈائریکٹر ایف ہیوز بھی شامل تھا۔

12 جون کو شمالی اومان میں ازکی کے نزدیک ایس اے ایف کے ایک کیمپ پر پاپولر فرنٹ نے حملہ کیا۔ اس کے نتیجے میں شیل نے برطانوی حکومت پر کارروائی کے لیے دباؤ ڈالا۔ آٹھ دن بعد برطانیہ میں ایڈورڈ ولسن کی لیبر حکومت الیکشن ہار گئی اور اس کی جگہ ایڈورڈ ہیتھ کی زیر قیادت کنزرویٹو پارٹی نے حکومت قائم کر لی جس نے اومان میں انقلاب کی منظوری دے دی۔ 23 جولائی کو عصر کے وقت ایس اے ایف کے دستوں نے سلالہ میں سلطان کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ ایک آٹھ رکنی دستہ لینڈن اور شیخ برائق بن حمود کی قیادت میں اندر داخل ہوا جس پر وفادار محافظوں نے فائرنگ کر دی۔ شیخ برائق سلطان کے کمرے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا جہاں سلطان نے پستول سے گولی چلا کر اسے زخمی کر دیا۔ اتفاقی گولی لگنے سے سلطان کا پاؤں بھی زخمی ہو گیا۔ آخر سلطان جھک گیا اور قابوس کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ بحرین میں علاج کے بعد اسے لندن لے جایا گیا جہاں وہ 1972ء میں اپنی وفات تک رہا۔

قابوس نے فوراً ہی ملک کو 20ویں صدی میں لے جانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

اومانی رعایا نے اس کے ترقیاتی پروگراموں کا خیر مقدم کیا۔ اس نے گوریلوں کو عام معافی دینے کا اعلان بھی کیا جسے ڈی ایل ایف کے بنیادی ارکان کی کافی تعداد نے قبول کرلیا' لیکن پاپولر فرنٹ کے انتہا پسندوں نے نظرانداز کردیا۔ اس اعلان کے نتیجے میں تنظیم تقسیم ہوگئی۔ پاپولر فرنٹ کے حامیوں نے ظفار کے مشرقی علاقے میں ڈی ایل ایف کو غیر مسلح کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں دونوں گروپوں کی جھنگ چھڑ گئی' جس کے بعد ڈی ایل ایف کے 24 گوریلوں نے جبل کا علاقہ چھوڑ دیا اور ایس اے ایف کے سامنے آکر ہتھیار ڈال دیئے۔

اس موقع پر برطانیہ نے بغاوت کے خلاف سلطان کی مزید مدد کی۔ انقلاب سے قبل 22 ایس اے ایس کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل جانی واٹس اور اس کے اپریشنز آفیسر کیپٹن رے نائٹ انگیل کو اومان بھیجا گیا تھا تاکہ یہ جائزہ لیں کہ ایس اے ایف گوریلوں سے نمٹنے میں کیا مدد دے سکتا ہے۔ انہوں نے سفارش کی کہ وفادار ظفاریوں میں سے ایک فورس قائم کی جائے لیکن اسے سلطان نے مسترد کردیا۔ اس کی دستبرداری کے بعد 22 ایس اے ایف نے تجزیہ کے لیے ایک چار رکنی وفد اومان بھیجا۔ اس کے بعد کیپٹن ٹونی لنگٹن کی قیادت میں ایک پندرہ رکنی ٹیم ستمبر میں برٹش آرمی ٹریننگ ٹیم (بی اے ٹی ٹی) کے ظاہری نام سے اومان پہنچی جس نے مرباط میں اپنا اڈہ قائم کرکے سلالہ کے میدانی علاقے کے دفاع کے لیے منصوبہ سازی شروع کی۔ انہوں نے مرباط اور تقی نامی شہروں میں عوامی تائید بھی حاصل کرنی تھی جس کے لیے انہوں نے وہاں کلینک بنائے اور چھوٹے تعمیراتی منصوبے شروع کیے جن میں واٹر سپلائی کے نظام کو بہتر بنانا بھی شامل تھا۔

یہ اس اپریشن کا آغاز تھا جس کا کوڈ نام ''سٹارم'' رکھا گیا۔ اس کے تحت 22 ایس اے ایف کے کچھ حصے اگلے چھ برس اومان میں تعینات رہتے تھے۔ اپریشن کی بنیاد کرنل واٹس کے تجزیہ پر تھی جس نے پانچ نکاتی منصوبہ تجویز کیا تھا:

1- ایک انٹیلی جنس سیل۔
2- ایک اطلاعاتی ٹیم۔
3- ایک میڈیکل آفیسر۔
4- ایک ویٹرنری آفیسر۔
5- ایس اے ایف کی مدد کے لیے کام کرنے کی خاطر ظفاریوں کی بے قاعدہ فورس کی بھرتی اور تربیت۔

واٹس نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ایس اے ایف گوریلوں کے مقابلے میں مختصر المیعاد مدد ہی فراہم کرسکتی ہے اور آخرکار مقابلہ اومانیوں ہی کو کرنا ہوگا۔ مسئلے کا آخری حل سلطان قابوس اور اس کی حکومت ہی ہسپتالوں' کلینکوں' سکولوں' سڑکوں اور جدید اسلامی معاشرے کے لیے درکار دوسرا

تمام انفراسٹرکچر فراہم کرکے نکال سکتی ہے۔

1970ء کے آخری حصے میں برطانیہ کو شارجہ اور دبئی میں خفیہ رپورٹیں ملیں کہ عراق اومان میں غیر صحت مند دلچسپی لے رہا ہے۔ وہ ملک کے شمال میں گوریلوں کو تربیت دے رہا ہے اور شیحو قبائل سے ان کی بھرتی کررہا ہے جو فوجی اعتبار سے اہم مسندم کے جزیرہ نما میں آباد تھے۔

اس خطرے سے نمٹنے کے لیے 22 ایس اے ایف کو ذمہ داری دی گئی۔ چنانچہ 12 دسمبر 1970ء کو 'بریک فاسٹ' کے نام سے ایک اپریشن شروع کیا گیا جس میں جی سکواڈرن کے تین ٹروپ اور اے اور بی سکواڈرن کے کچھ فوجی شامل تھے۔ انہیں ٹروشل اومان سکاؤٹس کے ایک دستے کے ہمراہ رائل نیوی کے ای جہاز کے ذریعے 'جملہ' نامی مقام پر اتارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سکواڈرن کے پیراشوٹر بھی شارجہ سے لاکر 4 بجے صبح 11 ہزار فٹ کی بلندی سے ایک گہری وادی ''روضہ'' میں اتار دیئے گئے۔ یہ وادی ساحل سے شروع ہوکر اندر کی طرف ایک بڑے گڑھے پر جاکر ختم ہوتی ہے جس کی ڈھلوان دیواریں سات ہزار فٹ بلند ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ فوج کے ساحل پر اترنے کے بعد اگر باغی اندرون ملک فرار ہونے کی کوشش کریں تو ان کا راستہ روکا جائے۔ بدقسمتی سے اترتے ہوئے ایک پیراشوٹ لانس کارپورل پال ریڈی پیراشوٹ کی رسیوں سے الجھ جانے کی وجہ سے سیدھا زمین پر آکر گرا اور مرگیا۔

پیراشوٹ ٹروپ نے نگران چوکیاں قائم کیں۔ گوریلے کہیں نظر نہیں آئے اگرچہ ان کی موجودگی کی علامتیں ملیں۔ کچھ وقت کے بعد ٹروپ نے علاقے کے شیحو قبائل سے رابطہ قائم کرلیا۔ اس دوران باقی سکواڈرن کو معلوم ہوا کہ وہ غلط جگہ اترا ہے۔ وہ نام میں مشابہت کی غلطی کی بنا پر 'جملہ' اتر گئے تھے حالانکہ انہیں کئی میل آگے ''غملہ'' اترنا تھا۔ وہ غملہ پہنچے تو انہیں عراقی ٹریننگ ٹیم کے نشان نظر آئے جو وہاں سے جا چکی تھی۔

اپریشن ختم ہونے پر سکواڈرن جزیرہ نما پر ایک مہینے مقیم رہا اور قبائل کے دل جیتنے کی مہم سر کرتا رہا۔ اپریشن سے علاقے میں فوج کی موجودگی کی ضرورت واضح ہوئی چنانچہ ایس اے ایف کے یونٹ جلد ہی وہاں تعینات کردیئے گئے اور وادی میں ایک ایئرپورٹ کی تعمیر شروع کردی گئی۔

فروری 1971ء میں میجر ٹونی جیپس کی سرکردگی میں ڈی سکواڈرن اومان پہنچا اور کیپٹن لنگسٹن اور اس کی بی اے ٹی ٹی سے چارج لیا' جس نے سلالہ کے شمال مشرق میں کچھ دور ام الغوارف کے مقام پر مرکزی اڈہ بنالیا تھا۔

بعد میں میجر جنرل جیپس نے اپنی کتاب ''ایس اے ایس۔ سیکرٹ وار'' میں لکھا کہ اس کے ذمے اگائے جانے والے پہلے کاموں میں ایک ظفاریوں کے بے قاعدہ دستوں' جنہیں فرقات کہا جاتا تھا' کی بھرتی اور تربیت تھی۔ پہلا فرقات صلاح الدین تھا۔ یہ 32 افراد پر مشتمل تھا اور اس کا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDU FORUM .COM

نام مسلمانوں کے عظیم جنگجو سے منسوب کیا گیا تھا۔ اس کی کمان پاپولر فرنٹ کے ایک سابق گوریلا لیڈر سلیم مبارک کے پاس تھی جو چین میں تربیت حاصل کر چکا تھا۔ فرقات کو مرباط میں تربیت دی گئی۔

23 رفروری کو فرقات کی پہلی آزمائش سدھ کے مقام پر ہوئی جو مرباط سے 20 میل مشرق میں ساحل پر واقع ہے۔ سدھ پر 50 گوریلوں کے ایک گروپ کا قبضہ تھا۔ ٹروپ 17 اور 18 کے ہمراہ یہ عصر کے وقت کشتی کے ذریعے مرباط سے روانہ ہوا اور رات کو خلیج قنقیاری پہنچا جو شہر سے 4 ہزار گز جنوب مغرب میں واقع ہے۔ میجر جیپس کو علم تھا کہ گوریلے سمندر کی طرف سے حملے کی توقع کر رہے ہیں۔ اس نے زمین کی طرف سے حملے کا فیصلہ کیا چنانچہ فوجی دستے نصف شب کو دوسرے راستے سے وادی سدھ پہنچ گئے جو سدھ سے ایک ہزار گز شمال میں واقع ہے۔

اگلے روز صبح سے پہلے فوج نے پوزیشن سنبھال لی۔ فرقات وادی کے دونوں طرف تعینات ہو گئے جبکہ باقی فوج وادی کے اندر چلی گئی۔ ساڑھے چھ بجے فرقات کے 4افراد کا ایک جائزہ مشن شہر میں پہنچا جس کے تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک شخص نے واپس آ کر بتایا کہ شہر میں کوئی گوریلا نہیں ہے۔

جیپس نے فوراً ہی سدھ پر قبضہ کر لیا اور شہر سے باہر کے اونچے میدان پر چوکیاں قائم کر دیں۔ کچھ دیر بعد شہر کی تمام مرد آبادی کو شہر کے سب سے بڑے مکان میں جمع کیا گیا جہاں ان سے سلیم مبارک نے خطاب کیا اور انہیں کمیونزم کی برائیوں اور سلطان کی حکمرانی کی برکتوں سے آگاہ کیا۔

اس روز عصر کے وقت شہر سے کچھ دور 24 گوریلوں کا ایک گروپ دیکھا گیا تاہم اس نے جوابی حملے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

اگلی صبح ایس اے ایس کی ایک انفنٹری کمپنی آ پہنچی جس نے جیپس کی فورس سے شہر کا چارج لے لیا۔ اس دوران سلیم مبارک نے گوریلا فورس کے کمانڈر احمد محمد قرطوب سے رابطہ کیا اور اسے منحرف ہونے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ قرطوب ڈٹا رہا اور جواباً اسے پیشکش کی کہ اگر وہ اور اس کے آدمی پاپولر فرنٹ سے آملیں تو انہیں معافی دے دی جائے گی۔ تاہم اس دوران قرطوب کے پیغام رساں نے غلطی سے گوریلوں کی کمین گاہ کی نشاندہی کر دی۔ فرقات نے فوراً ہی اس کا محاصرہ کر لیا اور اسے سپردگی کے لیے مذاکرات کرنے یا مر جانے کا الٹی میٹم دیا۔ قرطوب نے مذاکرات کا فیصلہ کیا اور اپنے نائب سلیم سید ضرصیر اور پانچ مزید ساتھیوں کے ہمراہ سدھ آ گیا۔ جہاں ان کے سلیم مبارک کے ساتھ دو روز تک مذاکرات ہوتے رہے جس کے بعد وہ اور ضرصیر منحرف ہو گئے۔

28 رفروری کو جب ڈی سکواڈرن وہاں سے روانہ ہوا' وہ دونوں اپنے گروپ کے 36 ارکان سمیت حکومت سے جا ملے تھے۔

اگلا اپریشن مشرقی ظفار میں کیا جانا تھا۔ اس میں 17 اور 18 ٹروپ کے علاوہ فرقات

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

صلاح الدین نے بھی حصہ لینا تھا۔ 6 مارچ کی رات 19 ٹروپ کا ایک دستہ جو ڈی سکواڈرن کے پہاڑی ماہرین پر مشتمل تھا' فرقات کے 6 ارکان کے ہمراہ عقابوں کے نشیمن نامی علاقے کے جائزے پر روانہ ہوئے۔ یہ ایک نیم مدور پہاڑی تھی جو غاروں سے بھری ہوئی تھی اور ایک سطح مرتفع کے گرد واقع تھی۔ اس کا کھلا حصہ ڈھلوان کی طرف تھا۔ دستے کی قیادت کیپٹن پیٹر فلپس کے پاس تھی جس کا کام جبل کے علاقے کی طرف جانے والے ایک دستے کا جائزہ لینا اور یہ دیکھنا تھا کہ گوریلوں نے بلندیوں پر کوئی چوکی تو قائم نہیں کر رکھی۔ اگلے روز صبح تک' اگلی صبح وہ اور اس کے آدمی سطح مرتفع پر پہنچ گئے جہاں وہ شام تک رہے لیکن کسی گوریلے کی موجودگی کا پتہ نہیں چلا جس پر وہ واپس آ گئے۔

دل کے مرض کے باعث سلیم مبارک کی موت ہو گئی تھی جس پر اپریشن ملتوی کر دیا گیا جو 13 رمارچ کو پھر شروع کیا گیا۔ کیپٹن ایان کروفر کی زیر قیادت پوری فوج جس میں سلیم مبارک کے جانشین محمد سعید کی زیر قیادت فرقات صلاح الدین کے 60 سپاہی بھی شامل تھے' ڈھلوان پر چڑھائی کا سفر کرتی ہوئی اگلے روز جبل پہنچی۔ یہاں بھی کسی گوریلے کا نشان نہیں ملا۔ 17 مارچ کی رات فوج مزید مغرب کی طرف روانہ ہوئی اور 18 مارچ کو مطلوبہ مقام تک جا پہنچی جہاں اس نے دفاعی پوزیشن قائم کی۔

صبح تین گوریلے تین سو گز کے فاصلے پر ایک وادی کی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ فرقات کے سپاہیوں کا ایک دستہ ان کے تعاقب پر نکلا اور مختصر لڑائی کے بعد تینوں کو قیدی بنا کر لے آیا۔

فائرنگ کی آواز سن کر علاقے میں موجود دوسرے گوریلے خبردار ہو گئے اور 20 منٹ کے بعد انہوں نے فائرنگ کی۔ اس کے بعد کروکر کی توپ گولوں سمیت ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں لائی گئی جس کے آتے ہی گوریلوں نے ان پر درست نشانے سے گولہ باری شروع کر دی لیکن اس دوران فوجی اس مقام سے ہٹ چکے تھے۔ دو ہفتے بعد اس گوریلے توپچی نے تقی کے مقام پر ہتھیار ڈال دیئے۔ پتہ چلا کہ وہ ٹروشل اومان سکاؤٹس میں افسر رہ چکا تھا اور اس نے برطانیہ سے تربیت حاصل کی تھی)۔ اس وقت تک کروکر کی فوج کو مرباط میں زیر تربیت فرقات صلاح الدین کے مزید 35 سپاہیوں کی کمک حاصل ہو چکی تھی۔ انہیں آتے وقت راستے میں گوریلے ملے جن میں سے چھ جھڑپ کے دوران مارے گئے۔ سطح مرتفع پر پانی کی شدید قلت تھی جس کے باعث بارہ روز کے قیام کے بعد کروکر کی فوج وہاں سے جنوب میں وادی حنا کے اوپر ایک مقام پر منتقل ہو گئی اور وہاں سے مرباط واپس آ گئی۔ اس اپریشن میں کل 9 گوریلے مارے گئے۔

اس دوران میجر ٹونی جیپس مزید دو فرقات بنانے میں مصروف تھا۔ ان میں سے فرقات ''العاصفات'' مہرہ قبائل پر مشتمل تھا جس کی قیادت مسالم قریطاس کے پاس تھی۔ وہ پاپولر فرنٹ سے منحرف ہوا تھا۔

اس دوران مزید فرقات بھی قائم ہو چکے تھے۔ پہلا فرقات 'النصر' تھا جو بیت کثیر کے قبائلیوں نے بنایا تھا۔ اس کی قیادت مسلم بن طفل کے پاس تھی اور اس کا اڈہ مورہ میں تھا' جہاں بی اے ٹی والے اسے تربیت دے رہے تھے۔ ایک اور فرقات خالد بن ولید..... معاشینی قبائل میں سے تیار کیا جا رہا تھا۔ جس کی کمان محمد مسلم احمد کے پاس تھی۔ اس کا اڈہ 'تقی' میں تھا۔ تیسرا فرقات طارق بن زیاد بھی مہرہ قبائل سے تیار کیا گیا اور اس کا اڈہ بھی مورہ میں تھا۔

اس کے ساتھ ہی نفسیاتی جنگ پر بھی توجہ دی جا رہی تھی جس کے لیے 22 ایس اے ایس کے ایک این سی او کارپورل جان رائٹ کی زیر قیادت ایک چھوٹی ٹیم مصروف عمل تھی۔ اس کے پاس نشریاتی آلات اور طباعتی پریس تھا جس کی مدد سے ظفاری قبائل میں نشر و اشاعت کی جاتی تھی..... جبل کے پہاڑی قبائل کو اس وقت مفت ریڈیو دیئے جاتے تھے جب وہ پہاڑوں سے تجارت کے لیے نیچے آتے تھے لیکن جب وہ واپس پہاڑوں پر جاتے تھے تو گوریلے ان سے یہ ریڈیو چھین لیتے تھے۔ اس پر رائٹ نے ریڈیو سیٹوں کی فروخت شروع کر دی' یہ سوچ کر کہ اب قبائلی انہیں آسانی سے گوریلوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ چنانچہ یہ ریڈیو سیٹ پہاڑوں پر پہنچ گئے اور خبروں کے بلیٹن سنے جانے لگے۔

ریڈیو نشریات کے علاوہ ٹیم ایک ہفتہ وار اخبار بھی مرتب کرتی تھی۔ سلالہ' مرباط اور تقی کے مقامات پر نوٹس بورڈوں کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ ان کے ذریعے حکومت کے ترقیاتی کاموں کو اجاگر کیا گیا۔

مرباط' تقی' اور سدھ کے مقامات پر ایس اے ایس کی سول ایکشن ٹیمیں بھی لوگوں کو طبی سہولیات فراہم کر رہی تھیں' اپریل میں فرقات صلاح الدین میں ایک قبائلی جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ بیت عمر اور بیت معاشینی کے قبائلیوں کے دھڑے نے احمد محمد قرطوب کی قیادت میں محمد سعید کے خلاف بغاوت کر دی جس کا تعلق بہت غتون سے تھا۔ میجر جیپس اور سارجنٹ کول کی زبردست کوششوں کے باوجود صلح نہیں ہوئی اور فرقات کے 68 میں سے 40 ارکان الگ ہو کر دوسرے فرقات یونٹوں سے جا ملے۔

مئی میں جبل پر نصب ایک گن پر قبضہ کے لیے جو تقی' پر گولہ باری کر رہی تھی اور جس کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک اور کئی زخمی ہو گئے تھے' آپریشن کیا گیا۔ طیارے کے ذریعے بمباری بے فائدہ رہی تھی کیونکہ گن کا محل وقوع معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ گولہ باری جبل آرام نامی پہاڑی سے ہو رہی تھی جو 7 ہزار گز لمبی ہے۔ مغرب سے اس پر چڑھائی کے دو راستہ دریافت کیے گئے اور ایس اے ایس کے دو گروپوں' فرقات صلاح الدین' فرقات خالد بن ولید اور مسقط رجمنٹ کی ایک بٹالین نے آپریشن شروع کیا۔ جبل آرام کی چوٹی پر قبضے کے لیے ایس اے ایف کی بٹالین کو ذمہ داری دی گئی۔ پیش قدمی کے دوران میجر جیپس اور اس کے آدمی دشمن کے ایک چھوٹے سے گروہ کی فائرنگ کی زد میں آ گئے۔ تاہم ایس اے ایس کی ایک مشین گن سے اس گروپ کو پسپا کر دیا گیا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ایس اے ایف سی گشتی دستہ جائزہ لینے کے لیے جبل آرام پہنچا اور اسے خالی پایا۔ بجائے اس پر قبضہ کرنے کے دستہ اطلاع دینے کے لیے لوٹ آیا۔ جب اس پر قبضہ کے لیے لفٹیننٹ کرنل مکین بریمنز اور اس کے فوجی روانہ ہوئے تو ان پر گوریلوں نے فائرنگ کر دی جو دستے کی واپسی کے فوراً بعد ہی چوٹی پر قابض ہو گئے تھے۔ ایک فوجی ہلاک اور تین زخمی ہو گئے تاہم انہوں نے چوٹی پر قبضہ کر لیا جس کے بعد جیپس اور اس کے فوجی بھی ان سے آ ملے۔

اس کے بعد فرقات کو وہاں چھوڑ کر ایس اے ایس کے دونوں ٹروپ مغرب میں گھنی جھاڑیوں کے علاقے کی صفائی کے لیے روانہ ہوئے لیکن ان پر گوریلوں نے فائرنگ کر دی۔ مختصر سی لڑائی کے بعد دشمن پسپا ہو گیا۔ دوسری طرف ایس اے ایف کی کمپنی پر بھی فائرنگ کر دی گئی۔ اس کے بعد فوجی جبل کی جنوبی ڈھلوان کی طرف بڑھے جہاں اس گن کا سراغ مل گیا جو گولہ باری کر رہی تھی۔

اگلی رات میجر جیپس نے گوریلوں کے متوقع جوابی حملے کو روکنے کے لیے اقدام کیا اور مختلف مقامات پر حملے کے لیے کمین گاہیں قائم کر دیں۔ سب سے پہلی جھڑپ اس وقت ہوئی جب ایک فرقات گھات لگانے کے لیے شمال کی طرف بڑھ رہا تھا۔ متعدد گوریلے ہلاک ہو گئے اور باقی فرار ہو گئے لیکن اس دوران ہی وادی میں چھپے گوریلوں نے فرقات پر فائرنگ کر کے اس کے کمانڈر کو ہلاک کر دیا۔ گوریلوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر ان کی پیش قدمی روک دی گئی۔

صبح کے وقت ایس اے ایس اور فرقات کی مشترکہ فوج ایک نزدیکی گاؤں کو صاف کرنے کے لیے روانہ ہوئی۔ وہاں مختصر جھڑپ کے بعد پندرہ گوریلے فرار ہوتے ہوئے نظر آئے۔ دوپہر کے بعد ساری فوج وہاں سے واپس لوٹ آئی اور میدانی علاقے میں پہنچ کر تقی' کی طرف روانہ ہوئی۔

یہ ڈی سکواڈرن کا آخری آپریشن تھا۔ اس کی جگہ مئی میں بی سکواڈرن نے لے لی جس کی کمان میجر رچرڈ پائری کے پاس تھی۔ اس وقت چھ فرقات قائم ہو گئے تھے یا ہو رہے تھے جن کے نام یہ ہیں: صلاح الدین' العاصفات' النصر' خالد بن ولید' طارق بنی زیاد اور جمال عبدالناصر۔

جون سے ستمبر تک' فصل خریف کے دوران بی سکواڈرن نے فرقات کو تربیت دے کر اکتوبر میں شروع ہونے والے آپریشن جیگوار کے لیے تیار کیا۔ یہ بڑا آپریشن تھا جس میں بی اور جی سکواڈرن کے علاوہ پانچ فرقات خالد بن ولید' العاصفات' صلاح الدین' جمال عبدالناصر اور العمری نے' جن کی کل نفری 300 تھی' حصہ لینا تھا۔ انہیں ایس اے ایف کی دو کمپنیوں' ایک پائنیر پلٹن اور بلوچ بے قاعدہ پلٹن کی کمک بھی حاصل تھی۔ ایس او اے ایف کے ہیلی کاپٹروں اور سٹرانگ ماسٹر طیاروں کی مدد بھی شامل تھی۔ ساری فوج کی قیادت ایس اے ایس کے کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل جانی واٹس کے پاس تھی۔

آپریشن سے دو ہفتے پہلے دھوکہ دہی کی ایک کارروائی کی گئی جس کا مقصد گوریلوں کو یہ

تاثر دینا تھا کہ وادی دربات میں ان کے ہیڈکوارٹر پر حملہ جنوب سے کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے فوج کا کچھ حصہ ''عقابوں کے نشیمن'' کے مشرق سے پہاڑ پر چڑھ کر مغرب کی طرف بڑھا۔ اس سے گوریلوں کو توجہ اپنے جنوب کی طرف مبذول ہوگئی جبکہ اپریشن جگوار کی فوج نجد سے شمال کی طرف پہنچ گئی۔

اپریشن کا مقصد ایس اے ایف کی چھوڑی ہوئی لیمن نامی ہوائی پٹی پر قبضہ کرنا تھا جو جبجات سے چار میل مشرق میں غتن کے مقام پر واقع تھی۔ 29/ستمبر کو عصر کے وقت بی اور جی سکواڈرن کے فوجیوں کی اکثریت فرقات اور بلوچ پلٹن کے ہمراہ ایک متروک تیل کے کنوئیں پر واقع ہوائی پٹی 'مڈوے' پر اتار لی گئی۔ جو جبل کے شمال میں 55 میل دور واقع تھی۔ اڑھائی سو کی تعداد میں ان فوجیوں کو پیدل چلنا تھا جبکہ اس میں حصہ لینے والی باقی فوج ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ہوائی پٹی پر قبضہ کے بعد آنی تھی۔ 30/ستمبر کو مذکورہ فوجی وادی کے دھانے تک پہنچ گئے۔ یکم اور دو اکتوبر کی رات ایک طویل اور مشکل چڑھائی شروع ہوئی۔ فوج ایک کھلے ہموار میدان محاصائر پہنچی جہاں کچھ دیر قیام کے بعد چوٹی کی طرف لا انتہا چڑھائی دوبارہ شروع ہوئی۔ سخت گرمی، نمی، دشوار گذار علاقے اور پانی کی قلت نے اپنی قیمت وصول کی اور جب فوج نے ہوائی پٹی پہنچ کر اس پر قبضہ کیا تو اس کی تعداد آدھی رہ چکی تھی۔ بعد میں جہازوں اور ہیلی کاپٹروں سے ایس اے ایف کی دو کمپنیاں بھی پہنچ گئیں۔ فرقات والے بھی آ گئے۔ اس وقت وہاں دشمن کی کوئی سرگرمی نظر نہیں آ رہی تھی لیکن دوپہر کے وقت 30 گوریلوں نے دفاعی دائرے کے مغرب میں جائزہ لینے کے لیے حملہ کیا۔

ہوائی پٹی جہازوں کی بکثرت آمدورفت کے باعث بری طرح ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔

چنانچہ اگلے روز لیفٹیننٹ کرنل واٹس نے اڈے کو وہاں سے مغرب میں 7 ہزار گز کے فاصلے پر جبجات کے مقام پر منتقل کرنے کا فیصلہ کیا جس کا رن وے زیادہ مضبوط تھا۔ 4/اکتوبر کو ایک مختصر جھڑپ کے بعد جبجات پر قبضہ کر لیا گیا اور اگلے 72 گھنٹوں کے اندر وہاں طیاروں کے ذریعے رسد کی فراہمی ہونے لگی۔

وہاں مضبوط اڈہ قائم کرنے کے بعد واٹس نے فوج کے دو گروپ بنائے۔ مشرقی گروپ کے ساتھ فرقات الناصفات اور مغربی گروپ کے ساتھ فرقات خالد بن ولید اور صلاح الدین تھے۔ اس کے بعد وادی دربات کے مشرقی اور مغربی اطراف میں دشمن کے زیر قبضہ علاقوں پر دو طرفہ حملہ شروع کر دیا گیا۔ اگلے پانچ روز سخت لڑائی ہوتی رہی جس کے بعد دونوں گروپوں نے علاقے پر بتدریج قبضہ کر لیا۔ ان کے تین سپاہی زخمی ہوئے جن میں سے ایک سارجنٹ سیٹومور بعدازاں مر گیا۔ 5/اکتوبر کی سہ پہر گوریلوں نے زبردست جوابی حملہ کیا جسے پسپا کر دیا گیا۔ 9/اکتوبر تک گوریلے وہاں سے نکل کر وادیوں کو چلے گئے۔

12/اکتوبر تک ایک اور اڈہ 'وائٹ سٹی' دشمن کے علاقے میں ساڑھے پندرہ میل اندر قائم کیا گیا۔ وادی دربات میں 200 گوریلوں کی موجودگی کی اطلاع پر 20/اکتوبر کو کیپٹن براڈرک کی زیر قیادت ایک مضبوط دستہ روانہ کیا گیا۔ جس نے مختصر مقابلے کے بعد شحیت نامی قصبے پر قبضہ کر لیا۔ 2 گوریلے پیغام رساں مارے گئے جن سے قیمتی معلومات پر مبنی دستاویزات ملیں۔

کچھ عرصہ بعد واٹس نے اپنا ہیڈکوارٹر جبجات سے وائٹ سٹی منتقل کر دیا۔ اس وقت تک یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ یمن سے آنے والی گوریلوں کی سپلائی لائن توڑنی ہوگی۔ چنانچہ لیوپورڈ لائن کے نام سے تین چوکیاں قائم کی گئیں جہاں سے ایس اے ایس اور فرقات گشتی دستے روانہ کرتے تھے۔ سب سے شمالی چوکی غتن کے شمال میں تھی۔ تینوں چوکیوں کے گرد خاردار تار نصب اور بارودی سرنگیں بچھی تھیں۔ اگرچہ ان چوکیوں سے سپلائی لائن توڑی نہیں جا سکی لیکن اس میں رکاوٹ ضرور پڑی جس کا ثبوت یہ تھا کہ گوریلوں نے کئی بار تینوں چوکیوں پر زبردست گولہ باری کی۔

اس دوران اس بات پر زیادہ توجہ دی گئی کہ جبل میں مستقل انتظامی موجودگی قائم ہو جو مقامی آبادی کو حکومت سے تعاون پر آمادہ کرے۔ ''وائٹ سٹی'' میں مستقل عمارتوں کی تعمیر اور پانی کے کنوئیں کھودنے کے پروگرام پر جلد ہی عمل درآمد شروع ہو گیا۔ فرقات اپنے اہلخانہ اور مویشیوں کے ہمراہ وائٹ سٹی منتقل ہو گئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ حکومت ان کے مویشی خرید لے۔ 27/اکتوبر کو حالت یہ ہوگئی کہ فرقات نے اس وقت تک کوئی اپریشن کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ ان کے مویشی خریدے نہیں جاتے۔ فرقات الناصفات کے 45 ارکان نے تو اسلحہ پھینک کر استعفے دے دیئے۔ اس موقع پر ظفار کے والی شیخ برائق بن حمد نے مداخلت کی اور مویشی فروخت کرانے کا حکم دیا۔

اس دوران دشمن متحرک رہا۔ نومبر کے وسط میں وادی ارضت کے شمال میں لڑائی چھڑ گئی جو وادی دربات کے مغرب میں واقع تھی۔ یہاں شمالی گروپ (جسے کرنل واٹس نے بی اے ٹی ٹی سے بنایا تھا) فرقات صلاح الدین اور ایس اے ایس کی ایک کمپنی کا قبضہ تھا۔ جبکہ مغربی گروپ نے وائٹ سٹی کے مغرب میں پانی کے ایک چشمے پر قبضہ کر رکھا تھا۔ دونوں گروپوں اور لیوپورڈ لائن پر دشمن نے گولہ باری شروع کر دی جس کے نتیجے میں مغربی گروپ کو چشمہ چھوڑ کر وائٹ سٹی کی طرف پسپا ہونا پڑا۔

28/نومبر کو فرقات کی بھیڑ بکریاں سلالہ پہنچا دی گئیں جس کے بعد 'تارس' کے نام سے اپریشن شروع کیا گیا جس کا مقصد ان 500 بھیڑ بکریوں کو جبل سے ہنکا کر 'تقی' اور وہاں سے سلالہ پہنچانا تھا۔ اپریشن میں ایک جیٹ فائٹر طیارے اور ایک توپ نے حصہ لیا جو فوجی تاریخ میں ایک منفرد واقع تھا' جو کسی مزاحیہ فلم سے مشابہ تھا۔ اگلے دن بھیڑوں کا یہ گلہ بکتر بند گاڑیوں کے جلو میں سلالہ پہنچا۔

اس گلے کی نقل وحرکت سے یہ خیال باطل ہوگیا کہ جبل پر گوریلوں کا کنٹرول ہے ساتھ

کتاب گھر کی پیشکش ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

ہی فرقات' بالخصوص فرقات الناصفات کے مسائل بھی حل ہو گئے۔ الناصفات نے اس سے قبل اصرار کیا تھا کہ اسے 20/ اکتوبر سے شروع ہونے والے رمضان میں روزے رکھنے دیئے جائیں۔ اگرچہ اومان کے قاضی اور سلطان نے فتویٰ دیا تھا کہ وہ چونکہ جہاد میں حصہ لے رہے ہیں اس لیے ان پر روزے رکھنا واجب نہیں۔

1971ء کے آخر میں جبل کا مشرقی علاقہ ایس اے ایف' فرقات اور اے سکواڈرن کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ اے سکواڈرن سال کے آخر میں بی اور جی سکواڈورن کی جگہ لینے کے لیے پہنچا تھا جو برطانیہ چلے گئے۔ اس طرح ظفار کا ساحلی میدان بھی حکومتی قبضے میں آ چکا تھا۔ اور وہاں رفاہی کام شروع ہو چکے تھے۔

اے سکواڈرن نے جبال کے مشرقی حصہ میں چار ماہ گذارے۔ 1972ء کے موسم بہار میں ایس اے ایف نے سمبا کے کوڈ نام سے ایک بڑا اپریشن کیا۔ جس میں لیفٹیننٹ کرنل نائجل نائر کی زیر قیادت ڈیزرٹ رجمنٹ نے یمنی سرحد کے ساتھ جنوب مغربی ظفار میں سرفیت کے مقام پر اڈہ قائم کیا۔ جو گوریلوں کے ایک سپلائی روٹ کے اوپر واقع تھا۔ یہ اڈہ تین سال تک گوریلوں کے لیے ناسور بنا رہا جن کو سپلائی روٹ مزید جنوب کی طرف لے جانا پڑا۔

1972ء کے موسم بہار میں بی سکواڈرن واپس آ گیا جسے جبل اور ساحلی میدان میں تعینات کیا گیا۔ جولائی کے آخر میں بی سکواڈرن کی جگہ جی سکواڈرن نے لے لی۔ پچھلے عرصے میں حکومتی فوجوں کی کامیابی نے پاپولر فرنٹ کو بڑی جوابی کارروائی پر مجبور کیا جس کا مقصد مقامی آبادی میں اپنے لیے ختم ہوتی ہوئی حمایت کو بحال کرنا تھا۔ اس دوران گوریلوں اور بی سکواڈرن میں کئی جھڑپیں ہوئیں۔ گوریلے مرباط پر حملے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ 17/ جولائی کو انہوں نے شہر سے باہر میدان میں اپنے کچھ سپاہی بھیجے تا کہ گیریژن انہیں دیکھ کر تعاقب کرے۔ ان کی چال کامیاب رہی' فرقات العمری کا بڑا حصہ احمد محمد قرطوب کی قیادت میں تعاقب کے لیے روانہ کیا گیا۔ شہر کے دفاع کے لیے باقی ماندہ فرقات' 8 رکنی بی اے ٹی ٹی اور فوج کا ایک دستہ رہ گیا۔

19/ جولائی کو صبح سویرے 250 گوریلے میدان میں داخل ہو گئے اور جبل علی کی فوجی چوکی پر حملہ کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ خاموشی سے چوکی پر قبضہ کر لیں گے لیکن چوکی سے جوابی فائرنگ کی گئی جس پر انہیں خدشہ ہوا کہ ان کی موجودگی خطرناک ہو سکتی ہے۔ کچھ ہی دیر بعد ان کے توپ خانے نے گولہ باری شروع کر دی۔

جبل علی کی لڑائی کا مرباط میں موجود فوجیوں کو کچھ پتہ نہ چلا۔ انہیں اس وقت علم ہوا جب ایک گولہ دفاعی باڑ کے قریب آ کر گرا۔ کیپٹن مائک اور اس کے آدمی فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ کارپورل باب بینسن نے واحد توپ کو متحرک کیا۔ اس دوران بی اے ٹی ٹی ہاؤس اور فوجی قلعہ گولہ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

باری کی زد میں آ چکا تھا۔ اس دوران بی اے ٹی ٹی کے سگنلر نے ام الخواف میں بی سکواڈرن کے ہیڈکوارٹر سے ریڈیائی رابطہ کر لیا تھا۔ دشمن باڑ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ادھر سے توپ نے گولہ باری شروع کر دی اور بھاری مشین گنوں نے بھی فائرنگ کا آغاز کر دیا۔ گوریلوں کو نقصان پہنچا مگر وہ حملہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ فرقات العمری کے باقی ماندہ سپاہی بھی لڑائی میں کود پڑے۔ قلعے سے اومانی توپچی نمودار ہوا لیکن گولی لگنے سے مر گیا۔ اس کے بعد توپ سے گولہ چلانے والے سپاہی ٹکاسیسے کو بھی گولی لگ گئی تاہم شدید زخمی ہونے کے باوجود اس نے اپنی بندوق سے فائرنگ کرنی شروع کر دی۔ کارپورل لابالابا یہ دیکھ کر کہ توپ کا گولہ بارود ختم ہو گیا ہے' چھوٹی توپ کی طرف بڑھا مگر گولی لگنے سے موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔

توپ خاموش ہو چکی تھی اور ریڈیائی رابطہ بھی ٹوٹ گیا تھا چنانچہ کیپٹن مائیک کیلیے نے کارپورل باب کو بی اے ٹی ٹی ہاؤس کی کمان دے کر خود سپاہی ٹامی ٹوین کے ہمراہ قلعے کی طرف بڑھے مگر آدھے راستہ پر ہی دشمن نے انہیں دیکھ لیا اور ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ تاہم دونوں توپ کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر کیلیے نے گولہ بارود کے بنکر میں چھلانگ لگا دی جبکہ ٹوبن لابالابا میں زندگی کے آثار تلاش کرنے لگا۔ اس دوران سپاہی ٹکاسیسے نے فائرنگ جاری رکھی۔ کچھ ہی سیکنڈ بعد ٹوبن گولی لگنے سے شدید زخمی ہو گیا۔ اس دوران گوریلے باڑ توڑ کر توپ کے نزدیک آ چکے تھے۔ انہوں نے توپ اور گولہ بارود کے بنکر پر کئی دستی بم پھینکے تاہم ان میں سے کوئی بھی نہ پھٹ سکا۔

اس اثنا میں ایس اے ایف کا ایک ہیلی کاپٹر بی اے ٹی ٹی کے پیغام پر زخمیوں کو نکالنے کے لیے وہاں پہنچ گیا۔ کارپورل راجر کولنز لینڈنگ زون کی طرف لپکا تا کہ وہاں 5 دھویں کا بم چلا کر اس کے محفوظ ہونے کا اشارہ دے سکے لیکن اسی لمحے ہیلی کاپٹر اور لینڈنگ زون دونوں پر شدید فائرنگ شروع ہو گئی اور کارپورل کو واپس آنا پڑا۔

توپ کے نزدیک موجود کیپٹن کیلیے نے دشمن کو نزدیک آتے دیکھ کر ریڈیو کے ذریعے کارپورل باب کو امدادی فائرنگ کا پیغام دیا۔ اسی دوران بی اے ٹی ٹی ہاؤس میں لانس کارپورل آسٹن وہاں موجود توپ کو فائرنگ کی پوزیشن میں لے آیا تھا۔ گولہ باری سے دشمن کو کیپٹن کی توپ سے پیچھے ہٹنا پڑا۔

سپاہی پیٹ ویلس فضائی امداد کے لیے پہلے ہی دو ریڈیائی پیغامات بھیج چکا تھا چنانچہ چند منٹ بعد دو سٹرائیک ماسٹر طیارے وہاں آ پہنچے۔ اور گوریلوں پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے راستے میں وادی میں موجود گوریلوں کے ایک گروپ پر 500 پونڈ وزنی بم گرائے تھے۔ اب ایک طیارے کی دم فائرنگ کی زد میں آ گئی' جو سلالہ کی طرف واپس اڑ گیا۔ دوسرا طیارہ بھی بمباری کر کے واپس چلا گیا۔

ام الغوارف میں اس حملے کی خبر پہنچی تو امدادی اپریشن کیا گیا۔ خوش قسمتی سے جی

سکواڈرن کی 23 رکنی پارٹی جو سکواڈرن کمانڈر میجر الاسٹیئر موریسن، سارجنٹ میجر اور 21 جونیئر افسروں اور سپاہیوں پر مشتمل تھی، اب بھی ام الغوارف میں موجود تھی جبکہ باقی سکواڈرن مختلف مقامات پر تعینات تھے۔ امدادی جماعت کو جب مذکورہ مقابلے کی خبر پہنچی تو وہ اسلحہ سے لیس ہو کر سلالہ میں ایس او اے ایف کے اڈے پر پہنچی جہاں بی سکواڈرن کا کماندار میجر رچرڈ پائری پہلے ہی ایک مشترکہ اپریشن سنٹر قائم کر چکا تھا۔ میجر موریسن اپنے آدمیوں کے ہمراہ ہیلی کاپٹروں پر سوار ہو کر مرباط کے جنوب مشرق میں 35 سو گز اور ساحل پر ایک لینڈنگ زون پہنچے اور سوا نو بجے صبح وہاں اتر گئے۔ ٹھیک اسی لمحے قلعے پر دوسرا فضائی حملہ ہو رہا تھا۔ ایک طیارے نے قلعے کے علاقے میں دشمن پر حملے کیے تو دوسرے نے جبل علی پر موجود گوریلوں کو راکٹوں اور گولوں سے نشانہ بنایا۔ پھر یہ طیارہ بھی قلعے پر حملے میں جا کر شریک ہو گیا جہاں سے دشمن اب پسپا ہو رہا تھا۔

اس دوران چھ افراد نے لینڈنگ زون پر قبضہ جمایا اور میجر موریسن باقی 16 افراد کے ہمراہ مرباط روانہ ہو گیا۔ راستے میں انہوں نے تین گوریلے ہلاک کیے۔ وادی میں انہوں نے مزید 3 گوریلے مارے اور 2 زخمی کیے۔ اس کے بعد ان پر چٹانوں میں چھپے چھ گوریلوں نے حملہ کر دیا۔ جوابی فائرنگ سے وہ سب مارے گئے۔ اسی اثنا میں ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ کی ایک پلٹن بھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے آ پہنچی۔ بالآخر میجر موریسن اور اس کی ٹیم بی اے ٹی ٹی ہاؤس پہنچ گئی۔ وہاں سارا علاقہ زخمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور جگہ جگہ خون اور گوشت کے لوتھڑے پڑے ہوئے تھے۔

کیپٹن کیلے قلعے میں موجود زخمیوں کو نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے علم ہوا کہ وہاں موجود واحد گاڑی ایک لینڈ روور تھی جو گولیوں سے چھلنی ہو کر ناکارہ ہو چکی تھی۔ اس موقع پر جی سکواڈرن کے سپاہی آ پہنچے اور ایک ہیلی کاپٹر بھی جس نے مرنے اور زخمی ہونے والوں کو نکالا۔ بی اے ٹی ٹی کا صرف ایک آدمی کارپورل لابالابا ہلاک ہوا تھا۔ تین افراد شدید زخمی تھے جن میں سے بعد ازاں سپاہی ٹوبن زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔

دشمن پسپا ہو رہا تھا اور اپنے پیچھے 38 لاشیں اور کافی اسلحہ چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بہت سے زخمی بعد ازاں ہلاک ہو گئے اور اس طرح مرنے والوں کی کل تعداد سو کے قریب تھی۔

کیپٹن کیلے کو خدشہ تھا کہ فرار ہوتے ہوئے دشمن کا فرقات العمری سے آمنا سامنا ہو گا۔ یہ خدشہ صحیح تھا۔ جبل علی سے پرے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ فوراً ہی ایک دستے کی معیت میں جبل پہنچا جہاں اسے فرقات کے سپاہی ملے۔ معرکے میں ان کے متعدد فوجی ہلاک ہو گئے تھے۔

مرباط کی جنگ ظفار کی جنگ میں ایک اہم موڑ تھی۔ تین گرفتار قیدیوں سے تفتیش کے دوران معلوم ہوا کہ پاپولر فرنٹ کا منصوبہ شہر پر چند گھنٹوں کے لیے قبضہ کرنا تھا جس میں انہوں نے ولی اور بعض ایک مقامی لیڈروں کو پھانسی دینی تھی اور عوام سے خطاب کے بعد فرار ہو جانا تھا۔ ان کا

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

مقصد ظفار کے عوام کو حکومت سے تعاون ختم کرنے کے لیے ہراساں کرنا تھا۔ پاپولر فرنٹ نے اس ناکامی کے بعد اپنی حاکمیت کی دوبارہ بحالی کے لیے دہشت کے ہتھکنڈے اختیار کیے مگر ان کا الٹا نقصان ہوا اور آنے والے مہینوں میں بہت سے گوریلوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

سال کے آخر میں گوریلوں نے سلالہ میں ایس او اے ایف کے اڈے پر راکٹ داغا جس سے 10 افراد زخمی ہوئے۔ اس کے جواب میں اس علاقے کے سامنے جہاں سے راکٹ داغا گیا تھا، چار مضبوط چوکیاں قائم کر دی گئیں۔ دشمن نے ان پر بار بار حملے کیے لیکن وہ اڈے پر دوبارہ حملے کے قابل نہ ہو سکا۔ ان چوکیوں کی تعمیر سے ذرا پہلے رائل انجینئرز اور اردنی فوج نے ''ہان بیم لائن'' کے نام سے ایک اور رکاوٹ تعمیر کی تھی۔ یہ لائن ساحل پر مغسیل کے مقام پر اندرون ملک 40 میل تک پھیل ہوئی تھی اور اس پر ہر دو ہزار گز کے فاصلے پر مستحکم چوکیاں قائم کی گئی تھیں۔ جو آپس میں خاردار باڑ اور بارودی سرنگوں سے جڑی ہوئی تھیں۔ ہر ایک پر ایس اے ایف کے یونٹ اور فرقات النصر کے سپاہی تعینات تھے۔ لائن کے شمالی سرے پر ایس اے ایس بی اے ٹی ٹی متعین تھی۔ 1973ء کے شروع میں شاہ ایران نے سپشیل فورس بٹالین گوریلوں کے خلاف جنگ میں سلطان کی مدد کے لیے بھیجی۔ گوریلوں کی تنظیم کا نام اب پاپولر فرنٹ فار دی لبریشن آف اومان (پی ایف ایل او) رکھ دیا گیا تھا۔

ایک ایس اے ایس بی ٹی ٹی اور فرقات سلالہ کے شمال میں قائرون حیریتی کے مقام پر مڈوے روڈ پر تعینات تھی۔ اس طرح کے دوسرے دستے حجائف، زیک، مدینہ الحق، جبجاب اور طاوی اطائر کے مقام پر تعینات تھے۔ 1974ء کے شروع میں فرقات کی تعداد 16 اور ان کے سپاہیوں کی تعداد ایک ہزار ہو چکی تھی۔ اے ایس ایس نے فرقات فورسز کا ہیڈ کوارٹر بھی قائم کر دیا تھا۔ اس سال کے شروع میں اے سکواڈرن نے جی سکواڈرن کی جگہ لی۔ اسی عرصہ میں 22 ایس اے ایس کا ایک اور رکن گوریلوں سے جھڑپ میں مارا گیا۔

12/اپریل کو چوتھے ٹروپ کے 8 سپاہی اور فرقات العمری کے سپاہی کیپٹن سائمن کارتھ ویٹ کی قیادت میں طاوی اطائر کے علاقے میں ایک وادی کی تلاشی لے رہے تھے۔ جہاں بعد میں ایس اے ایس کے ایک یونٹ کو اطائر کی پہاڑی پر حملہ کرنا تھا۔ ٹروپ کے 5 ارکان وادی کے سرے پر رہے جبکہ باقی فورس فرقات کے کماندار احمد محمد قرطوب کی قیادت میں وادی کے اندر داخل ہو گئی۔ اور غاروں کی تلاشی لینے کے مقصد سے آگے بڑھی۔ اچانک ان کا سامنا ایک گوریلا گروپ سے ہو گیا اور لڑائی چھڑ گئی جس میں قرطوب اور اس کے دو ساتھی زخمی ہو گئے۔ کیپٹن کارتھ ویٹ یہ دیکھ کر آگے بڑھا اور رائفل سے فائرنگ شروع کر دی لیکن گوریلوں نے گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ قرطوب اور اس کے دونوں ساتھی محمد اور سالم بھی مارے گئے۔

1974ء کے دوسرے حصہ میں پاپولر فرنٹ کو ایس اے ایس کے ظفاری بریگیڈ بی اے ٹی ٹی اور فرقات کی طرف سے سخت دباؤ کا سامنا کرنا پڑا جو جبل کے مشرقی اور وسطی علاقوں میں چھائے ہوئے تھے۔ ہیمر لائن کے نام سے جبل خاطات میں ایک اور رکاوٹ تعمیر کی جا چکی تھی۔ یہ لائن 1972ء کے وسط میں ختم کر دی جانے والی لیوپورڈ لائن کے ساتھ ساتھ ہی تعمیر کی گئی تھی۔ ایرانی سپیشل فورسز کی بٹالین میں مزید 12 سو سپاہیوں اور توپ خانے کی کمک شامل ہو چکی تھی جسے مڈوے روڈ پر واقع اڈوں میں تعینات کر دیا گیا تھا۔ نومبر میں ساری ایرانی فوج کو فضائی راستے سے نجد میں مانستان' نامی ہوائی پٹی پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس ہوائی پٹی کو تیزی سے ایک بڑے اڈے میں تبدیل کیا جا رہا تھا جہاں سی 130 طیارے اتر سکیں اور دونوں ایرانی بٹالینیں مقیم ہو سکیں۔

2/دسمبر کو ایرانی فورسز نے ایک اور دفاعی رکاوٹ ''دماوند لائن'' کے نام سے تعمیر کرنی شروع کی۔ یہ مانستان کے جنوب مغرب میں 13 میل کے فاصلے پر عراقی نام کے مقام سے جنوب میں ایورسٹ نامی اڈے تک اور وہاں سے تین میل دور دشمن کے زیر قبضہ قصبہ راخیوت تک تعمیر کی جانی تھی۔ ایک ایرانی بٹالین نے مانستان سے عراقی اور وہاں سے ایورسٹ تک اور دوسری بٹالین نے مانستان سے 15 میل جنوب مشرق میں گن لائنز نامی اڈے تک جانا تھا جہاں سے اسے شیر یشطی کے غاروں کی طرف پیش قدمی کر کے ان پر قبضہ کرنا تھا۔ ان غاروں میں گوریلوں کے اسلحہ و ساز و سامان کے ذخائر تھے۔ وہاں سے دونوں بٹالینوں نے جنوب میں راخیوت جا کر اس پر قبضہ کرنا تھا جس پر 1969ء سے باغیوں کا قبضہ چلا آ رہا تھا جو اسے مغربی ظفار میں اپنے بنیادی امدادی اڈے کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔

اپریشن 2/دسمبر کو شروع ہوا۔ دونوں بٹالینوں نے اپنے ابتدائی اہداف ایورسٹ اور گن لائنز پر کسی مزاحمت کے بغیر قبضہ کر لیا۔ تاہم اگلی رات گوریلے گن لائنز کے مقام پر دونوں بٹالینوں کے درمیان واقع وادی میں گھس آئے اور فائر کھول دیا۔ تاریکی کی وجہ سے دونوں ایرانی کمپنیوں نے ایک دوسرے پر فائرنگ شروع کر دی تاہم کوئی نقصان نہیں ہوا اور گوریلے کچھ دیر بعد واپس چلے گئے۔ 5/دسمبر کو گن لائنز کی بٹالین نے ایک کمپنی وہاں سے دو میل جنوب میں واقع ایک پہاڑی' پوائنٹ 880 پر قبضہ کے لیے روانہ کی' 190 سپاہوں پر مشتمل اس کمپنی کے ساتھ فرقات کا ایک دستہ بھی تھا جس کی قیادت ایس اے ایف کا لیزان افسر میجر جانی براڈل سمتھ کر رہا تھا۔ صبح کے وقت چوٹی پر قبضہ کرنے کے بعد کمپنی فائرنگ کی زد میں آ گئی۔ کچھ ہی دیر بعد قابض دستوں کے جنوب مغربی حصے پر گوریلوں نے حملہ کر دیا اور تمام سپاہی ہلاک کرنے کے بعد ان کا اسلحہ لے کر فرار ہو گئے۔ اگلی صبح انہوں نے اس مقام پر دوبارہ حملہ کیا مگر انہیں پسپا کر دیا گیا۔

اس صورتحال کے پیش نظر ایرانی بٹالین نے مزید جنوب کی طرف پیش قدمی سے انکار کر

دیا چنانچہ اسے حکم دیا گیا کہ وہ ایورسٹ سے راخیات کو جانے والی دوسری بٹالین سے جا ملے۔ اس کام میں دو ہفتے لگ گئے اور راخیات کی طرف پیش قدمی 25/دسمبر سے پہلے شروع نہیں ہو سکی۔ پیش قدمی کے دوران گوریلوں کے حملے میں فرقات کا سارجنٹ میجر ہلاک ہو گیا۔ براڈل سمتھ اس کی لاش لینے گیا تو وہ بھی مارا گیا۔ ایرانی فوج کا بھی نقصان ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود اپریشن جاری رہا اور 5/جنوری کو ایرانیوں نے راخیات پر قبضہ کر کے دماوند لائن کرنی شروع کر دی۔

اس دوران شیری شطی کے غاروں پر قبضہ کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی تھی جو وادی شیری شطی کے سرے پر واقع تھے۔ رسائی کے لیے دو راستے تھے۔ ایک اوپر سے ان کی طرف آتا تھا اور دوسرا ایک ڈھلوان کے نیچے سے ہو کر جاتا تھا۔

'ضرب' کے کوڈ نام سے غاروں پر قبضہ کا اپریشن تین مرحلوں میں طے ہوتا تھا۔ اپریشن میں ایس اے ایس کی بٹالین' جبل رجمنٹ' ڈیزرٹ رجمنٹ کی کمپنی' بی سکواڈرن اور فرقات طارق بن زیاد اور سدران مہرہ کے علاوہ جی سکواڈرن کے کچھ افراد نے بھی حصہ لینا تھا۔ 3/جنوری 1975ء کی شام تک تمام فوج مانستان میں جمع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد دیفا پر قبضہ کیا گیا اور اگلی صبح ذاخر کی طرف پیش قدمی کی تمام تیاری مکمل تھی۔ پیش قدمی کی قیادت کرنے والی فوج فرقات کے بڑے دستے اور چھٹے اور آٹھویں ٹروپ پر مشتمل تھی جس کی قیادت بی سکواڈرن کے کمانڈر میجر اینڈر یوٹرز کے پاس تھی۔ جی سکواڈرن کے فوجی ساتویں اور نویں ٹروپ کے ہمراہ چار چار کی ٹیموں میں منقسم کر دیئے گئے تھے۔

فوج ابھی جھاڑی دار علاقے میں نہیں پہنچی تھی کہ گوریلوں نے ان پر فائرنگ کر دی۔ فرقات نے ایس اے ایف اور ایس او اے ایف کی گولہ باری اور بمباری کی آڑ مہیا ہوئے بغیر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ تاہم باقی فوج اس کی پروا کیے بغیر آگے بڑھتی رہی اور لڑتے بھڑتے جھاڑیوں سے ہوتی ہوئی ساڑھے تین بجے شام پوائنٹ 980 تک پہنچ گئی۔ اپریشن کا تیسرا مرحلہ اگلی صبح تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا لیکن عصر کے وقت بریگیڈیر جان ایکیے ہرسٹ نے حکم دیا کہ دفاعی حدود میں توسیع کی جائے اور پوائنٹ 980 کے جنوب میں دو میل کے فاصلے پر واقع پہاڑی کو رات کے دوران قبضہ میں لیا جائے۔

اس شام گوریلوں کے ایک گروپ نے حملہ کر کے تین سپاہی زخمی کر دیئے۔ لڑائی میں تین گوریلے ہلاک ہوئے۔ رات کے وقت مذکورہ پہاڑی پر قبضہ کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ نامعلوم وجوہات کی بنا پر جبل رجمنٹ کا کمانڈنگ افسر اس پورے اپریشن میں شریک نہیں ہوا تھا۔ ایکیے ہرسٹ نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسے طلب کیا اور اسے کمان سے ہٹا کر آرمرڈ کار سکواڈرن کے کمانڈر میجر پیٹرک بروک کو اس کی جگہ متعین کر دیا۔

اگلی صبح غاروں کی طرف پیش قدمی شروع ہوئی۔ کمپنی نمبر 1 پوائنٹ 980 کے اڈے پر

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

رہی جبکہ دوسری، تیسری اور ریڈ کمپنی آگے روانہ ہوئیں۔ دوسری اور ریڈ کمپنی نے شمال مشرق کو جا کر مشرق کی طرف مڑنا تھا اور وادی سے ہوتے ہوئے جنوب مشرق میں جا کر ایک پہاڑی پر پوزیشن بنانا تھی۔ تیسری کمپنی کو وادی کے مغربی طرف رہتے ہوئے پوزیشن قائم کرنا تھی۔ غاروں پر حملے کا کام بی سکواڈرن اور فرقات کے سپرد کیا گیا۔

11 بجے دن جبل رجمنٹ کا ٹیکٹیکل ہیڈکوارٹر اور بی سکواڈرن کے دو ٹروپ اور فرقات بھی ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک ریڈ کمپنی کو میجر راجر کنگ کی قیادت میں وادی عبور کر لینا تھی لیکن وہ فرقات کے گائیڈوں کے پیچھے چلتے ہوئے بہت دور نکل گئی۔ گھنی جھاڑیوں سے راستہ تلاش کرنا مشکل تھا۔ میجر کنگ کو یقین تھا کہ وہ جلد وادی عبور کر لے گا لیکن وہ غلط موڑ مڑتے ہوئے آخر کار اس مقام پر جا نکلا جہاں تیسری کمپنی کو پہنچنا تھا۔ چنانچہ ریڈ کمپنی کو اسی مقام پر تعینات کر دیا گیا۔ دوسری کمپنی کو حکم ملا کہ وہ وادی اور کھلا علاقہ عبور کر جائے۔

دوسری کمپنی کا قائم مقام کمانڈر کیپٹن نائجل لورنگ وادی عبور کرنے سے قبل چار سپاہیوں کے ہمراہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے 200 فٹ چوڑا کھلا علاقہ نظر آتا تھا۔ کارپورل ولی ولیمز نے سختی سے اسے عبور کرنے سے روکا لیکن لورنگ احکام کی تعمیل پر مجبور تھا۔ اس سے کچھ پہلے ریڈ کمپنی کے نائب کمانڈر کیپٹن ڈیوڈ مورس اپنی پلٹن کو کھلے علاقے سے اوپر ایک چٹان پر تعینات کر چکا تھا۔ کیپٹن لورنگ کمپنی کی پہلی پلٹن کو لے کر کھلے میدان کے نصف میں پہنچا ہی تھا کہ اس پر ایک گوریلے نے فائرنگ کر دی۔ فوجی زمین پر لیٹ گئے اور فضائی امداد طلب کی لیکن جب جہاز وہاں پہنچا تو اس نے غلطی سے اس جگہ فائرنگ کر دی جس پر ریڈ کمپنی قابض تھی اور نتیجتاً دو سپاہی زخمی ہو گئے۔

فضائی حملے کے بعد دوسری کمپنی نے پیش قدمی جاری رکھی۔ کھلے علاقے کے پرلی طرف کیپٹن لورنگ، اس کا ریڈیو آپریٹر اور این سی او ایک چھوٹے سے ٹیلے پر پہنچ چکے تھے۔ جیسے ہی وہ ریڈ کمپنی کی نظروں سے اوجھل ہوئے، 200 گوریلوں کے گروپ نے حملہ کر دیا اور کمپنی کو بھاری جانی نقصان پہنچایا۔

شمال میں ایک چٹان پر کیپٹن میسن دوسری کمپنی کے جوانوں کو گولیاں کھا کر گرتے دیکھ رہا تھا وہ قریب چٹانوں طرف دوڑا جہاں اسے کارپورل ولیم کی ٹیم کے سپاہی ملے۔ یہ لوگ وہاں سے نکل کر ریڈ کمپنی کے علاقے میں موجود دوسری کمپنی کے سپاہیوں سے جا ملے وہاں انہیں سارجنٹ جم ملا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ان پر حملہ ہو گیا۔

میسن نے فاسفورس والا بم چلایا اور اس کے دھوئیں کی آڑ میں کھلے علاقے کے پرلی طرف 200 گز دور واقع ایک بڑی چٹان کی طرف دوڑا۔ وہاں اسے دوسری کمپنی کے ہیڈکوارٹر کے کچھ سپاہی مردہ اور زخمی حالت میں ملے۔ وہاں کیپٹن ایان میکلوکس کی نعش ملی قریب ہی اس کا ریڈیو

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

آپریٹر بری طرح زخمی پڑا ہوا تھا۔

اگلے دو گھنٹے میسن تلاش کرتا رہا کہ ہیڈکوارٹر پلٹن میں سے کوئی زندہ بچا بھی ہے یا نہیں۔

وہاں اسے دوسری کمپنی کے دو سپاہی ملے۔ تینوں نے سارے علاقے کی تلاشی لی اور 11 مزید زندہ افراد انہیں ملے۔ وہ انہیں چٹان کی طرف لے گئے۔ یہاں آ کر پتہ چلا کہ ایان میکلوکس ابھی زندہ ہے۔ انہوں نے ریڈیو پر توپ خانے کی مدد اور سٹریچر بھجوانے کا پیغام دیا اور آدھے گھنٹے بعد دشمن کی پوزیشنوں پر گولہ باری شروع ہو گئی جس کے بعد انہوں نے بچ جانے والوں کو ریڈ کمپنی کی مرکزی پوزیشن اور اس کی پلٹن کے درمیان واقع چھوٹی سی وادی میں پہنچانا شروع کیا۔ اس دوران گوریلوں نے پلٹن پر بھی حملہ کیا مگر متعدد لاشیں چھوڑ کر انہیں پسپا ہونا پڑا۔

اس دوران میسن کی اپیل پر ایس او اے ایف نے سٹرائیک ماسٹر طیارے روانہ کر دیئے تھے جنہوں نے گوریلوں کی پوزیشنوں پر بمباری شروع کر دی۔ دوسری طرف دیفا سے ایس اے ایف کا توپ خانہ بھی گوریلوں پر مسلسل گولہ باری کر رہا تھا۔ بمباری اور گولہ باری سے علاقے کی خشک گھاس اور جھاڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

اچانک میسن اور اس کے دو سپاہیوں پر ایک درجن گوریلوں نے حملہ کر دیا۔ شدید لڑائی چھڑ گئی جس کے بعد گوریلے متعدد لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے اس کے بعد میسن کیپٹن لورنگ کی تلاش میں نکلا اور وادی کی ڈھلان پر اس کی لاش مل گئی۔

30 منٹ بعد میسن کی طرف سے مدد کی اپیل پر تیسری کمپنی کا نائب کمانڈر کیپٹن مائکل شیلپے اپنی پلٹن کے ساتھ سٹریچر لے کر آیا تا کہ لاشوں اور زخمیوں کو وہاں سے نکالا جائے۔ دشمن مسلسل فائرنگ کر رہا تھا چنانچہ بی سکواڈرن کے توپ خانے سے رابطہ کیا گیا۔ جس نے دشمن کی پوزیشنوں پر تباہ کن گولہ باری شروع کر دی۔ اس کی آڑ میں انخلا مکمل کیا گیا۔

ایس اے ایف اور بی سکواڈرن کی موثر گولہ باری جاری تھی۔ اس دوران تینوں کمپنیوں اور بی سکواڈرن نے شام ساڑھے پانچ بجے علاقے سے نکلنا شروع کر دیا۔ اس موقع پر وادی سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ جوابی گولہ باری کے بعد دشمن کی توپیں خاموش ہو گئیں۔

ساری فوج پوائنٹ 980 پر واپس آ گئی۔ لڑائی میں ایس اے ایف کے 13 سپاہی ہلاک اور 22 زخمی ہوئے تھے۔ بارہ سپاہیوں کی لاشیں دشمن کی مسلسل فائرنگ کی وجہ سے اٹھائی نہیں جا سکیں یہ کام کئی ماہ بعد کیا گیا۔ پاپولر فرنٹ کے مرنے والوں کی تعداد کا اندازہ 34 کے قریب تھا۔

اگلی صبح بریگیڈیر جان اکیلے ہرسٹ 22 ایس اے ایس کے کمانڈنگ آفیسر لفٹیننٹ کرنل ٹونی جیپس کے ہمراہ ہیلی کاپٹر سے وہاں آ پہنچا۔ ان کے بعد مزید ہیلی کاپٹر رسد اور اسلحہ و گولہ بارود لے کر آئے۔

اسکے ہرسٹ نے فیصلہ کیا کہ جبل رجمنٹ کو مزید نقصان سے بچایا جائے۔ اس موقع پر ایک فوجی نے تجویز دی کہ غاروں پر سامنے سے حملے کے بجائے بھاری گولہ باری کی جائے تاکہ گوریلے وہاں سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ تجویز منظور کر لی گئی اور پہلے قدم پر نزدیکی چوٹی ''ستون ہنج'' پر قبضہ کر کے دو توپیں وہاں نصب کی گئیں۔ ساتھ ہی ایس اے ایف کے بلڈوزروں نے اس چوکی تک راستہ ہموار کیا جس سے گذر کر صلاح الدین بکتر بند دستہ ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں سے غاروں پر گولہ باری کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ گولہ باری کے نتیجے میں گوریلے وہاں سے نکل گئے لیکن غاروں سے سامان کی برآمدگی ایک سال کے بعد ہو سکی۔

اس کے بعد ذاخر کے گوریلوں کو وہاں سے بھگایا گیا۔ وہاں سے بڑی مقدار میں اسلحہ بھی برآمد ہوا۔ 19 رجنوری کو ساری فوج اس علاقے سے نکل گئی۔

اگلے مہینوں کے دوران جنگ بتدریج مغرب کو منتقل ہوتی گئی اور ایس اے ایس نے اپنے اڈے ایس اے ایف کے حوالے کر دیئے۔ جون کے آخر میں اے سکواڈرن نے کارپورل ویلی پوٹر کی بغاوت میں چار رکنی بی اے ٹی ٹی کی ٹیم انحلانیہ کے جزیرے میں متعین کی جو اومانی ساحل سے پرے واقع پانچ خریہ مریہ جزائر میں سے ایک ہے۔ ٹیم کا مقصد مقامی آبادی کو بھی سہولتوں کی فراہمی اور وہاں کی ہوائی پٹی کو بہتر بنانا تھا۔ اسے مقامی آبادی کے معیار زندگی کی بہتری کے لیے سفارشات بھی تیار کرنی تھیں۔ یہ کام چند ہفتوں میں کر لیا گیا اور اومانی حکومت نے اس کی سفارشات پر مکانات، کمیونٹی سنٹر، کلینک اور ریڈیو مواصلات کی چوکی تعمیر کر دی۔ پانی کے نئے کنوئیں بھی کھودے گئے۔

ستمبر میں ڈی سکواڈرن کے 16 ٹروپ کی ایک بی اے ٹی ٹی جبل کے مغربی علاقے میں فرقات کا اڈہ بنانے کے لیے تعینات کی گئی۔ اس کا مقصد ایس اے ایف کے ایک بڑے اپریشن ''ہدف'' سے گوریلوں کی توجہ ہٹانے کے لیے کاروائی کرنا بھی تھا۔ اس اپریشن کے تحت فیورکس نامی مقام سے جو سرفیت کے مشرق میں واقع تھا، جنوب میں ساحل پر واقع ضلقوت نامی مقام تک ایک دفاعی رکاوٹ تعمیر کی جانی تھی۔ توجہ ہٹانے کے لیے تین اپریشن 'بدری' واحد بدری اور کھوف' کیے جانے تھے جن کا مقصد گن لائنز پر ایک نئی پوزیشن تعمیر کر کے گوریلوں کو یہ باور کرنا تھا کہ غاروں پر ایک اور حملہ کیا جانے والا ہے۔

بدری کے تحت 14 راگست کو ناردرن فرنٹیئر رجمنٹ کی ایک کمپنی، بی اے ٹی ٹی اور اس کے فرقات، بکتر بند سکواڈرن کے ایک دستہ اور توپ خانے کے ایک دستے نے حملہ کر کے گن لائنز اور دیفا پر قبضہ کر لیا۔ واحد بدری کے تحت ایس اے ایف کی ایک کمپنی نے بیت ہندوب کے نزدیک ایک پہاڑی پر قبضہ کیا۔

17 راگست کو دشمن نے گن لائنز اور دیفا پر راکٹ باری شروع کر دی جو تین ہفتے جاری رہی۔ وسط ستمبر میں 16 ٹروپ کے کمانڈر کیپٹن سیڈرک ڈینٹن نے ڈی سکواڈرن کے کمانڈر سے راکٹ باری کی پوزیشن پر حملے کی اجازت مانگی جو مل گئی۔ جس پر ایک فارورڈ دستہ متعین کر کے ٹروپ 16 19 رستمبر کو دیفا سے جنوب مغرب میں ذاخر کی طرف روانہ ہوا جہاں ممکنہ طور پر راکٹ باری کی پوزیشن واقع تھی۔

مشکل سفر طے کر کے ٹروپ ذاخر کے مغرب میں ایک وادی کے سر پر پہنچ گیا۔ سارجنٹ راجر سلاٹ فورڈ، ٹروپ کے چھ سپاہی اور دو فرقات گائیڈ پہاڑی پر مزید آگے بڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں سے وہ وادی کو دیکھ سکتے تھے۔ صبح کے وقت سلاٹ فورڈ اور اس کا دستہ 200 گز شمال مشرق کی طرف ایک ایسی جگہ پہنچا جو وادی کے پہلو میں زیادہ بہتر مقام پر واقع تھا۔ اس موقع پر کارپورل ڈینی ویکس ایک گائیڈ کے ساتھ ذاخر کے مشہور درخت (ایک بہت بڑا درخت جس کے ساتھ یہ علاقہ منسوب تھا) کی تلاش میں نکلا۔ وادی عبور کرنے کے انہیں وہاں سے چار پانچ آدمیوں کے حال ہی میں گذرنے کے نشان ملے جو شمال کی طرف جا رہے تھے۔ ویکس مزید آگے بڑھا تو اسے ذاخر کا درخت نظر آ گیا۔ واپسی پر اس نے سارجنٹ سلاٹ فورڈ کو اطلاع دی جس نے ریڈیو پر کیپٹن ڈینٹن سے رابطہ کیا۔

اس مرحلے پر سلاٹ فورڈ نے 70 گز کے فاصلے پر کسی کو وادی کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اس نے ڈینٹن کو ریڈیو پر خبردار کیا ہی تھا کہ تین گوریلے نمودار ہوئے لیکن ایک فوجی نے فائرنگ کر کے تینوں کو ہلاک کر دیا۔ تاہم اس موقع پر ایک گوریلے نے بھی گولی چلا دی جو لانس کارپورل جیئر ڈائی سال کو جا لگی وہ شدید زخمی ہوا اور بعدازاں مر گیا۔

سلاٹ فورڈ اور اس کا دستہ کیپٹن ڈینٹن سے جا ملنے کے لیے آگے بڑھتا رہا۔ وادی میں سے گذرتے ہوئے اس پر عقب سے فائرنگ کی گئی اور لانس اور کارپورل ٹونی فلیمنگ گولی لگنے سے زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد لڑائی چھڑ گئی۔ اسی دوران ڈینٹن کی اپیل پر گوریلوں کی پوزیشنوں پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ اسی لمحے مغرب سے انفنٹری نمودار ہوئی اور سلاٹ فورڈ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ لیکن وہ دراصل گوریلے تھے جنہوں نے سلاٹ فورڈ پر فوراً ہی فائرنگ کر دی۔ اسے تین گولیاں لگیں۔ اس کے ناکارہ ہونے پر کارپورل ویکس نے کمان سنبھال لی جبکہ دشمن مسلسل فائرنگ کر رہا تھا۔

عین اسی وقت جب یہ محسوس ہو رہا تھا کہ دستہ مغلوب ہو جائے گا' گوریلے واپس جانا شروع ہو گئے۔ انہیں بھاری جانی نقصان پہنچا تھا۔ بعدازاں ساری فوج وہاں سے نکل آئی۔

اس کے بعد مہم کا آخری مرحلہ شروع ہوا۔ پاپولر فرنٹ کو قائل کر دیا گیا کہ ایس اے ایف

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے اردو ون کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

کا بڑا حملہ شمال مشرق سے ہوگا۔ چنانچہ گوریلے وادی صیق کے دونوں اطراف متعین ہو گئے۔ وادی اتنی چوڑی تھی کہ ایک طرف سے دوسری طرف فوج کی فوری تعیناتی ممکن نہیں تھی۔ ایس اے ایف جس طرف حملہ کرتی اس طرف کے گوریلوں کو ان کے مقابلے میں لایا جا سکتا تھا۔ ان کے سامنے دو راستہ تھے۔ ساری فوج ایک ہی طرف متعین کر دیں یا دونوں طرف برابر برابر فوج لگا دیں۔ انہوں نے موخر الذکر کا انتخاب کیا۔

اس دوران توجہ ہٹانے کے لیے دو مزید اپریشن کیے گئے۔ 13-14/اکتوبر کی رات ایس اے این کے انجینئرز نے برفیت میں سمبا کے اڈے سے جنوب کو جانے والے تین راستوں سے بارودی سرنگیں صاف کر دیں۔ 14/کی رات مسقط رجمنٹ کی ایک کمپنی وادی سرفیت پہنچ گئی جہاں اس نے 15/اکتوبر کی صبح کیپٹن نامی سطح مرتفع پر ایک پوزیشن قبضے میں لے لی۔ دشمن کافی عرصہ سے اس علاقے پر گولہ باری کرتا رہا تھا جو اب بھی جاری تھی اس کا جواب سمبا پر نصب توپوں نے دیا۔ 16/اکتوبر کو طیاروں نے بھی بمباری کی۔ یہ بمباری ایس او اے ایف نے ان ہاکر' ہنٹر لڑاکا' بمبار طیاروں سے کی گئی جو اردن کے شاہ حسین نے اومان کو تحفے میں دیئے تھے۔ بمباری سے حوف اور جادیب میں واقع پاپولر فرنٹ کے دونوں ہیڈ کوارٹروں کو شدید نقصان پہنچا۔

اس دوران ایرانی ٹاسک فورس نے راخیات سے مغرب کی طرف پیش قدمی کی اور شیری شطی کے غاروں کو جانے والے راستوں کے اوپر واقع ایک پہاڑی پر قبضہ کی کوشش کی۔ اس کے حملے سے قبل ایرانی بحریہ کے بحری جہازوں نے شدید گولہ باری کی۔ اس حملے سے گوریلوں کو مزید یقین ہو گیا کہ غاروں پر حملہ ہونے والا ہے۔ وہ ایرانی فورس سے بری طرح نبرد آزما ہو گئے۔

26/اکتوبر کی صبح مغربی جبل سے پاپولر فرنٹ کو نکالنے کے لیے آخری اپریشن شروع ہوا۔ توپ خانے کی امدادی گولہ باری کے سائے میں فرنٹیئر فورس کی پیشرو کمپنی ذاخر کی طرف بڑھی جہاں گوریلوں کی ایک پارٹی بارودی سرنگیں بچھاتی دیکھی گئی۔ اسے گولہ باری کر کے بھگا دیا گیا۔ علاقے پر قبضہ کے بعد باقی بٹالین ''فیورئس'' کی طرف روانہ ہوئی۔

اس کے بعد فرنٹیئر فورس کی ایک کمپنی جنوب میں پوائنٹ الفا' کی طرف روانہ ہوئی جو وادی صیق کی جنوبی طرف ایک بڑی چٹان تھی۔ ایک پہاڑی کو عبور کرنے کے بعد ان پر مذکورہ چٹان سے شدید گولہ باری شروع ہو گئی۔ انہوں نے بی اے ٹی ٹی سے امدادی گولہ باری کی درخواست کی جس کے شروع ہونے پر گوریلے وہاں سے نکل گئے اور کمپنی چٹان پر قابض ہو گئی۔

'ہدف' کا دوسرا روز اگلے مرحلے کی تیاری میں گذرا۔ اس دوران دشمن ''فیورئس'' پر گولہ باری کرتا رہا۔ تیسرے روز صبح کو اپریشن پھر شروع ہوا اور پوائنٹ 980 اور ستون بنچ پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد ایک کمپنی غاروں کے اوپر واقع چوٹی کی طرف بڑھی لیکن آدھے راستہ میں گولہ باری کی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

زد میں آ گئی۔ ایس او اے ایف کے ہنٹر طیاروں نے اس مقام پر بمباری کی جہاں سے گولہ باری ہو رہی تھی۔ ایک طیارے نے نچلی پرواز کی تو اس پر گوریلوں نے میزائل سے اس پر حملہ کیا تاہم وہ بچ نکلا۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد شیری شطی غاروں پر قبضہ ہو گیا۔ تلاشی لینے پر وہاں سے بڑی مقدار میں اسلحہ' گولہ بارود' کپڑے' خوراک اور دوائیں ملیں۔ بعض غاروں میں بارودی سرنگیں نصب تھیں۔ ایک سرنگ پھٹنے سے ایس اے ایف کا افسر شدید زخمی ہو گیا۔

اپریشن کے آخری مرحلے میں فرنٹیئر فورس کی میجر مائیکل ڈیکن کی کمپنی کو درے کی پہاڑی کے آخر میں واقع ایک بڑی چوٹی پر لینڈنگ زون حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ کمپنی رات کے وقت روانہ ہوئی اور صبح سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا۔ صبح کو وہاں مزید فوج روانہ کی گئی جس کے بعد فرنٹیئر فورس نے درے کی پہاڑی کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف پیش قدمی کی اور یکم دسمبر کو ضلقوت کے اوپر واقع ایک چوٹی پر قبضہ کر لیا اس وقت تک گوریلے علاقے سے جا چکے تھے۔

اپنا اسلحہ اور ساز وسامان چھوڑ کر جبل کے مغربی علاقے میں موجود باقی ماندہ گوریلے رات کو یمنی سرحد کی طرف نکل گئے۔ 10 روز بعد سرکاری طور پر جنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ تاہم یمنی فوج اور پاپولر فرنٹ کی طرف سے سمبا پر گولہ باری کا سلسلہ جاری رہا جو اگلے برس 30/اپریل کو بند ہوا۔

تاہم مشرقی جبل میں گوریلوں کے بعض گروپ اب بھی خطرے کا باعث تھے۔ فروری 1976 میں ایس اے ایس یہاں لوٹ آئی اور فرقات کے تعاون سے علاقے میں امن کے لیے ایس اے ایف کی مدد شروع کر دی۔ اس دوران ظفار میں ترقیاتی کام بھی جاری تھے اور ستمبر تک کئی سکول اور انتظامی یونٹ قائم ہو چکے تھے۔ پانی کی فراہمی مزید بہتر ہو گئی تھی اس کا اثر گوریلوں پر بھی پڑا اور اس عرصہ میں ہتھیار ڈالنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔

ستمبر میں اپریشن 'سٹارم' اختتام پذیر ہو گیا۔ اور ایس اے ایس کا آخری سکواڈرن بھی ظفار سے برطانیہ روانہ ہو گیا۔ ان کے پیچھے فرقات رہ گئے جن کے ارکان کی تعداد 2500 تھی۔ انہیں ہیڈ کوارٹر فرقات' کے حوالے کر دیا گیا۔ جس نے متعدد فرقات لیزان افسر بھرتی کیے جو ماضی کی طرح کام کرتے رہے۔ چھ سال پر حاوی تنازعے میں 22 ایس اے ایس اور بی اے ٹی ٹی دستوں کے 12 سپاہی ہلاک ہوئے۔

❁ ❁ ❁

دسواں باب

ویت نام، کمبوڈیا اور لاؤس

1954ء۔1971ء

1954ء میں ہند چینی کی پہلی جنگ کے اختتام پر ویت نام دو حصوں میں تقسیم تھا۔ شمالی کمیونسٹ حصہ ہوچی منہ کی زیر قیادت نوتشکیل شدہ ڈیموکریٹک ری پبلک آف ویت نام پر مشتمل تھا جبکہ جنوبی حصہ پر فرانسیسی کٹھ پتلی وزیراعظم، سابق شہنشاہ باؤ ڈائی کی حکومت تھی۔ 17 ویں متوازی خط کے ساتھ ساتھ 14 میل چوڑا غیر فوجی علاقہ قائم کیا گیا تھا کینیڈا، پولینڈ اور بھارت کے نمائندوں پر مشتمل انٹرنیشنل کنٹرول کمیشن (آئی سی سی) کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ دونوں فریق جنیوا معاہدوں پر عمل کر رہے ہیں۔

شمال سے 9 لاکھ مہاجر، جن میں اکثریت کٹر کمیونسٹ مخالف کیتھولکوں کی تھی، جنوب میں آ کر آباد ہوئے تھے جبکہ ایک لاکھ ویت نام فوجی جنوب سے شمال چلے گئے تھے جہاں انہیں نوتشکیل شدہ پیپلز آرمی آف ویت نام کے 324 ویں اور 325 ویں ڈویژن میں ضم کر لیا گیا تھا۔ اس دوران 10 ہزار کمیونسٹ جنوب میں "سلیپرز" کے طور پر ہی مقیم رہے جو ضرورت پڑنے پر متحرک ہو سکتے تھے۔ 6 ہزار گوریلوں کے لیے کافی اسلحہ بھی جنوب کے علاقوں میں چھپا دیا گیا تھا۔

24 اکتوبر کو صدر آئزن ہاور نے نگوڈنہ ڈائم کو اطلاع دی کہ امریکہ اب اسے فرانس کی وساطت کے بجائے براہ راست فوجی امداد دے گا۔ چھ ماہ بعد، 10 مئی 1955ء کو جنوبی ویت نام نے امریکہ سے فوجی امداد کی رسمی درخواست کر دی اور 20 جولائی کو جنیوا کنونشن کے تحت ہونے والے کل ویت نام انتخابات میں اس بنیاد پر حصہ لینے سے انکار کر دیا کہ کمیونسٹ شمال میں یہ ممکن نہیں ہے۔ 23 اکتوبر کو قومی ریفرنڈم ہوا جس کے نتیجے میں باؤ ڈائی کی حکومت ختم ہو گئی اور نگوڈنہ ڈائم کی قیادت میں جمہوریہ ویت نام قائم ہو گئی۔ 25 ستمبر کو کمبوڈیا نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔

28 اپریل 1956ء کو یو ایس ملٹری اسسٹنس ایڈوائزری گروپ (ایم اے اے جی) نے لفٹیننٹ جنرل او ڈینیل کی قیادت میں نوتشکیل شدہ "آرمی آف دی ری پبلک آف ویت نام"

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

(اے آر وی این) کو تربیت دینے کی ذمہ داری سنبھالی اور فرانسیسی فوج ملک سے نکلنا شروع ہو گئی۔ جون 1957ء میں فرانس کا آخری دستہ بھی ملک سے چلا گیا اور ستمبر میں جنوبی ویت نام کے پہلے جمہوری الیکشن ہوئے جن میں ڈائم صدر منتخب ہو گیا۔

جنیوا کنونشنوں کے تحت ایڈوائزری گروپ (ایم اے اے جی) کو 342 افراد تک محدود کر دیا گیا تھا لیکن فرانسیسی فوج کی واپسی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے لاجسٹک مسائل کی وجہ سے یہ تعداد بڑھا کر 300 کرنے کی اجازت دے دی گئی جسے اب "ٹمپریری ایکوپمنٹ ریکوری مشن" (ٹی ای آر ایم) کا نام دیا گیا۔ امریکہ نے اسے ملک میں مزید فوج اور جاسوسی عملہ بھیجنے کے لیے استعمال کیا۔ موخر الذکر میں ایک سی آئی اے یونٹ شامل تھا جسے سائیگون ملٹری مشن (ایس ایم ایم) کا نام دیا گیا۔ اس کا قیام امریکی سفارت خانے میں تھا اور اس کی کمان امریکی ایئر فورس کے کرنل ایڈورڈ لانس ڈیل کے پاس تھی۔ یہ یونٹ مئی 1954ء میں ڈین بین پھو کے زوال کے فوراً بعد ویت نام کے خلاف نیم فوجی اور نفسیاتی جنگ میں تعاون کے لیے نمودار ہوا تھا۔ تاہم یہ فرانسیسیوں کی روانگی سے پہلے ہی شمال میں خفیہ اپریشنوں کے لیے ٹیمیں بنانے میں مصروف تھا۔ ان اپریشنوں میں سبوتاژ، قتل اور دوسری زیر زمین کارروائیاں شامل تھیں۔

یہ ٹیمیں سی آئی اے کی اپنی ایئر لائن، سول ایئر ٹرانسپورٹ (سی اے ٹی) کے تعاون سے شمالی ویت نام میں داخل کی جاتی تھیں۔ جسے شمال سے مہاجروں کو جنوب میں لانے کا کام دیا گیا تھا۔ مہاجروں کو لانے لیجانے کے پھیروں کی آڑ میں اسلحہ اور دوسرا دھماکہ خیز مواد شمال پہنچایا جاتا تھا۔ ہنوئی میں یہ اسلحہ ایس ایم ایم کی ٹیم وصول کرتی تھی جو ایڈوائزری گروپ کے تحفظ میں کام کرتی تھی، اور جس کا کمانڈر میجر باب تھا۔ یہ میجر دوسری جنگ عظیم میں او ایس ایس میں کام کر چکا تھا اور یہاں وہ بظاہر مہاجرین کے انخلا میں رابطے کا کام کر رہا تھا۔ تاہم اس کا حقیقی مشن بی آئی این ایچ کے نام سے ایک خفیہ تنظیم کا قیام تھا جسے شمالی ویت نام کے سڑکوں اور ریلوں کے نظام پر حملے کرنے تھے۔ ایک اور ٹیم ایچ اے کیو کے نام سے اور میجر فریڈ ایلین کی قیادت میں شمالی ویت نام کے جنوبی حصے میں مزاحمتی تحریک کے قیام کے مشن پر تھی۔

فروری 1956ء میں ایس ایم ایم نے اے آر وی این (جنوبی ویت نامی فوج) کا غیر روایتی جنگ کا پہلا یونٹ 'فرسٹ آبزرویشن گروپ' قائم کیا۔ اس کے ارکان کی تعداد 300 تھی۔ اسے پندرہ پندرہ ارکان کی ٹیموں میں شمالی ویت نام کے اندر داخل ہو کر کارروائیاں کرنی تھیں۔ غیر فوجی علاقے کے راستے شمالی ویت نام کے حملے کی صورت میں اس کا کردار پیچھے رہ کر مزاحمتی گروپ بنانا اور شمالی ویت نامی فوج کی سپلائی کو متاثر کرنا تھا۔

اس دوران لاؤس میں جہاں جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 7 ہزار ویت نامی

فوجی چھپے ہوئے تھے۔ کمیونسٹ ملک کی بگڑتی ہوئی سیاسی صورتحال کا فائدہ اٹھا کر اقتدار پر قبضہ کی کوشش میں مصروف تھے۔ 1957ء کے دوران کمیونسٹ پاتھٹ لاؤ' کے گوریلوں اور شمالی ویت نام کے فوجیوں نے ''چی پون'' کے اہم شہر پر قبضہ کرلیا جو وسطی جنوبی ویت نام اور میکانگ ڈیلٹا کو جانے والے راستوں کے سنگم پر واقع تھا۔

اس قبضے سے کمیونسٹوں کو پورے مرکزی علاقے پر کنٹرول حاصل ہوگیا اور وہ پوری سرحد پر دراندازی کرنے کے قابل ہوگئے۔

جنیوا معاہدوں کے تحت امریکہ لاؤس میں بڑی تعداد میں ایم اے اے جی کے فوجی نہیں رکھ سکتا تھا چنانچہ 1958ء میں سی آئی اے نے پروگرام ایویلوایشن آفس (پی ای او) کی بنیاد رکھی جو پاتھٹ اور شمالی ویت نامی فوج کے خلاف خفیہ کارروائیوں کے لیے آڑ تھا۔ اس کے ابتدائی فرائض میں مونٹا گنارڈ قبائل سے اچھے تعلقات قائم بھی شامل تھا جو لاؤس سے ملحقہ سرحد کے پہاڑوں میں آباد ہیں۔ شروع میں قبائل مشکوک رہے۔ انہیں یاد تھا کہ کس طرح فرانسیسیوں نے انہیں چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد کمیونسٹوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ خاص طور پر ہمونگ قبائل اور ان کے سربراہ وانگ پاؤ نے سی آئی اے سے ضمانت مانگی کہ ان کا انجام بھی ویسا ہی نہیں ہوگا۔ امریکہ نے فوراً یہ ضمانت دے دی۔

جولائی 1959ء میں امریکی سپیشل فورسز کے 107 اہلکار لیفٹیننٹ کرنل آرتھر سائمنز کی زیرقیادت پی ای او کی آڑ میں لاؤس پہنچے تاکہ لاؤس کی رائل آرمی کو سی آئی اے کے اپریشن ''وائٹ سٹار'' کے تحت غیر روایتی جنگ کی تربیت دی جائے۔ اس کا اصل مشن بعدازاں تبدیل ہوگیا اور اگلے بارہ ماہ کے دوران وائٹ سٹار کے تحت 9 ہزار ہمونگ قبائل کو تربیت دے کر پاتھت اور شمالی ویت نام کے خلاف نبرد آزما کردیا گیا۔ بالآخر سی آئی اے کی اس ہمونگ فوج کے ارکان کی تعداد 40 ہزار سے بھی بڑھ گئی۔ انہیں رسد اور امدادی سامان ایئر امریکہ فراہم کرتی تھی جو اب سی اے ٹی کا نیا نام تھا۔

جنوبی ویت نام میں 60-1959ء کے دوران ویٹ منہ کے ارکان تیزی سے نمودار ہونے لگے۔ 1959ء میں کمیونسٹوں نے ایک خفیہ یونٹ '559واں ٹرانسپورٹ اینڈ سپورٹ گروپ' جنرل وو بام کی سرکردگی میں روانہ کیا تاکہ لاؤس کے راستے جنوبی ویت نام یہ ایک بڑے حملے کی تیاری کرے۔ شمالی ویت نام کی انٹیلی جنس سروس' ٹرنہ سات کے تعاون سے اس گروپ نے بڑی تعداد میں کمیونسٹوں کو تربیت فراہم کی اور اگلے 5 برسوں کے دوران تقریباً 44 ہزار کمیونسٹ غیر فوجی علاقہ عبور کرکے ان راستوں کے نیٹ ورک سے گزرتے ہوئے جنوبی ویت نام میں داخل ہوئے جو بعد میں ''ہوچی منہ کے راستے'' کے نام سے معروف ہوا۔

اس وسیع پیمانے پر دراندازی کے علاوہ ٹرنہ سات نے جنوبی ویت نام کے بہت سے

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE-URDU-FORUM.COM

سرکاری افسر قتل بھی کیے اور نومبر 1960ء میں فوج کے تیسرے ایئر بارن بریگیڈ نے صدر ڈائم کی حکومت کا تختہ الٹنے کی ناکام کوشش بھی کی۔

1960ء کے شروع میں بریگیڈیئر جنرل ایڈورڈ لانس ڈیل پھر نمودار ہوا جس نے جنوبی ویت نام کی ابتر صورتحال سے مایوس ہوکر امریکی امداد میں اضافے کی تجویز دی۔ صدر جان ایف کینیڈی نے یہ تجویز قبول کرلی اور جنوبی ویت نامی فوج کی قوت بڑھانے کے منصوبوں کی منظوری دے دی۔ امریکی سپیشل فورسز کے چارسو اضافی اہلکار ویت نام بھیجے گئے تاکہ وہ کمیونسٹوں کے حلقۂ اثر سے آزاد کرا کے جانے والے علاقوں کے استحکام اور مقامی آبادی کو خود حفاظتی نظام بنانے میں مدد کے لیے ''سویلین ریگولر ڈیفنس پروگرام'' پر عمل کرائیں۔ ستمبر 1961ء میں پانچویں سپیشل فورسز گروپ (ایئر بارن) کو بھی اس مقصد کے لیے متحرک کردیا گیا۔

اس معاملے میں کینیڈی کے جوش وخروش کے نتیجے میں ویت نام میں سی آئی اے کے خفیہ اپریشنوں میں بھی اضافہ ہوگیا۔ جو سائیگون میں اس کے سٹیشن چیف ولیم کولبی کی سرکردگی میں انجام دیئے جاتے تھے۔ اسے اجازت تھی کہ وہ سپیشل فورسز اور امریکی بحریہ کے 'سیل' (سمندر' فضا اور زمین میں کام کرنے والے) اہلکاروں کو خفیہ اپریشنوں میں شامل کیے جانے والے ویت نامیوں کی تربیت اور مشاورت کے لیے استعمال کرے۔ نہاترانگ کے ساحل سے یہ اہلکار ''کمبائنڈ ایریا سٹڈیز'' (سی اے ایس) کے ظاہری نام سے جنوبی ویت نامی فوج کے پہلے ریزروئیشن گروپ کو طویل فاصلے تک دراندازی کی تربیت دیتے رہے۔ 1961ء اور 1962ء کے دوران اس گروپ نے لاؤس میں 41 اپریشن کیے اور شمالی ویت نامیوں کی دراندازی کے راستوں کا جائزہ لیا مگر زیادہ احتیاطی تدابیر اپنانے کی وجہ سے اسے جاسوسی معلومات حاصل کرنے میں کوئی خاص کامیابی نہیں مل سکی۔

سیل اہلکاروں نے ''سی کمانڈوز'' کے نام سے ایک گروپ بھی بنایا جس کا مقصد ساحلوں پر چھاپے مارنا تھا لیکن کئی چھاپوں کے بعد انہیں شمالی ویت نام کی مسلح گن بوٹس کا سامنا کرنا ہوا جس کے بعد سی آئی اے نے انہیں عام کشتیوں کے بجائے حملہ آور جہاز فراہم کیے۔ جلد ہی ان جہازوں نے ویت نامی گن بوٹس پر غلبہ حاصل کرلیا۔

سی آئی اے نے خفیہ کارروائیوں کے لیے ایک خفیہ فضائی بازو بھی تشکیل دیا۔ یہ ویت نامی ایئرفورس کے ایک سکواڈرن میں سے بنایا گیا تھا جس کی کمان کرنل نگویان کاؤ کی کے پاس تھی۔ اسے قوم پرست چین کے پائلٹوں نے تربیت دی جو سی آئی اے کی طرف سے چین میں خفیہ کارروائیاں کرنے کے ماہر تھے۔ شمالی ویت نام اور لاؤس میں فضائی اپریشنوں کی منصوبہ بندی کی ذمہ داری امریکی ایئرفورس کے 1045ویں اپریشنل ایویلوایشن اینڈ ٹریننگ گروپ (وائی ٹی جی) کے سپرد تھی جو سارے وسطی اور جنوب مشرقی ایشیا میں سی آئی اے کے خفیہ اپریشنوں کو مدد فراہم کرنے

والا یونٹ تھا۔ تبت میں اپریشن 'بارنم' میں مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ اس یونٹ نے شمالی ویت نام اور لاؤس میں بھی سی آئی اے کے اپریشنوں میں فضائی مدد فراہم کی۔ یہاں بھی ان اپریشنوں کی ذمہ داری میجر لارنس روپکا کو دی گئی جو لاؤس کے راستے سے شمالی ویت نام میں پروازیں کرتا تھا۔

شمالی ویت نام میں چار ایجنٹوں پر مشتمل اتاری جانے والی پہلی ٹیم کو سائیگون سے 25 میل شمال مشرق میں واقع کیمپ لانگ تھنہہ میں تربیت دی گئی۔ 'اٹلس' کے خفیہ نام سے یہ ٹیم مارچ میں تھائی لینڈ پہنچائی گئی جہاں سے اسے ہیلی کاپٹر کے ذریعے لاؤس کے اندر سرحد کے قریب اتارا گیا۔ لیکن جب ٹیم اتری تو شمالی ویت نامی فوج لینڈنگ زون کا پہلے ہی محاصرہ کیے ہوئے تھی۔ اس نے ٹیم کے 2 ارکان ہلاک کر دیئے اور 2 پکڑ لیے۔ تین ماہ بعد ان دونوں پر ہنوئی میں مقدمہ چلا۔

مئی میں ایک دوسری ٹیم شمالی ویت نام کے مغرب میں صوبہ سون لا میں اتاری گئی۔ کاسٹر کے کوڈ نام والی اس ٹیم میں ویت نامی فوج کی انفنٹری کے چار سارجنٹ شامل تھے، جن کا اسی صوبے سے تعلق تھا۔ چند ہی روز بعد سی آئی اے کو پتہ مل گیا کہ ٹیم گرفتار کر لی گئی ہے اور اب شمالی ویت نامیوں کے دباؤ پر ریڈیائی پیغامات بھیج رہی ہے۔ یہ ریڈیائی رابطہ جولائی 63ء تک برقرار رہا پھر کٹ گیا۔ اس دوران دو مزید ٹیمیں ایکو اور ڈیڈو بھی اتاری گئی تھیں۔ ایکو 2 جون کو ساحلی صوبے کورنگ منہ کے ضلع لام تراچ میں اتاری گئی لیکن اترتے ہی اس کے تینوں ارکان گرفتار کر لیے گئے تھے اور ان کے ریڈیو شمالی ویت نام والوں نے دھوکہ دہی کے اپریشن میں استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ سی آئی اے نے ایکو کے ساتھ اگست 62ء تک ریڈیائی رابطہ قائم رکھا۔

ڈیڈو بھی جون 1961ء میں اتاری گئی۔ اس کے چاروں ارکان صوبہ لائی چاؤ میں اترنے کے کچھ دیر بعد اس وقت گرفتار کر لیے گئے جب ایک رکن نے اپنے گھر رابطہ کیا۔ شمالی ویت نام والوں نے اس ٹیم کو بھی دھوکہ دہی کے لیے استعمال کیا اور ان سے ریڈیائی پیغامات دلواتے رہے یہاں تک کہ سی آئی اے نے یہ رابطہ ختم کر دیا۔

1962ء میں مزید ٹیمیں اتاری گئیں۔ پہلی ٹیم ٹارزن کے نام سے اتاری گئی جس کے ساتھ سی آئی اے کا ریڈیائی رابطہ جون 1963ء تک رہا۔ 20/فروری کو یوروپا نامی ٹیم لاؤس سے ملحقہ سرحد کے اندر اتاری گئی جو دو روز بعد پکڑ لی گئی۔ 16/اپریل کو 4 رکنی ''ریمس'' ڈین بین پھیو کے نزدیکی علاقے میں اتاری گئی۔ 12/اگست کو اس میں مزید 2 افراد کا اضافہ ہو گیا۔

1963ء کے آخر تک کل 26 ٹیمیں اور ایک اکیلا ایجنٹ اتارا چکا تھا۔ شمالی ویت نامیوں نے تقریباً سب کو گرفتار کر لیا جن میں سے تین کو وہ فریبی پیغام رسانی کے لیے استعمال کرتے رہے جس کا سی آئی اے کو علم تھا۔ سی آئی اے نے خود اپنے فریبی پروگرام کے تحت ان سے رابطہ برقرار رکھا۔

18/ماہ قبل اپریل میں کینیڈی حکومت کی ایک تباہی کا سامنا کرنا پڑا تھا جب سی آئی اے

کی حمایت سے کاسترو مخالف جلاوطنوں نے ''بے آف پگز'' پر ناکام حملہ کیا۔ منصوبے کی ناکامی کی تحقیقات کے لیے جنرل میکس ویل ٹیلر کی زیر قیادت کمیشن قائم کیا گیا جس نے قرار دیا کہ اپریشن اتنا پھیل گیا تھا کہ سی آئی اے کی گرفت سے باہر نکل گیا تھا۔ کمیشن نے سفارش کی کہ سی آئی اے کے زیر انتظام جاری دوسرے منصوبوں پر بھی نظر ثانی کی جائے۔ اس نے مزید سفارش کی کہ جو اپریشن انٹیلی جنس کے کردار سے باہر نکل چکے ہیں انہیں امریکی فوج کے سپرد کیا جائے۔ تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کے نتیجے میں سی آئی اے جنوبی ویت نام کا اپریشن 18/ماہ کے اندر اندر امریکی فوج کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ اس کام کے لیے جو طریقہ اختیار کیا گیا اسے ''سوچ بیک'' کا نام دیا گیا جسے 1963ء کے آخر میں مکمل ہونا تھا لیکن دو بڑے واقعات یعنی یکم نومبر کو جنوبی ویت نام کے صدر نگوڈنہہ ڈائم کا تختہ الٹے جانے اور دوسرے اس کے تین ہفتے بعد صدر کینیڈی کے 'قتل' کی بنا پر اسے ملتوی کر دیا گیا۔

جنوب میں کمیونسٹوں کی دراندازی میں مسلسل اضافے کے نتیجے میں امریکہ نے شمالی ویت نام کے خلاف خفیہ اپریشن تیز کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دسمبر میں سی آئی اے اور محکمہ دفاع نے اپریشنل پلان 34 اے کے نام سے ایک منصوبہ تیار کیا جو منظوری کے لیے جوائنٹ چیفس آف سٹاف کو پیش کیا گیا۔ 21/دسمبر 1963ء کو امریکی وزیر دفاع رابرٹ میکنا مارا نے صدر لنڈن بی جانسن کو اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ 16 جنوری 1964ء کو محکمہ دفاع نے ہدایت کی کہ منصوبے کی ذمہ داری امریکی فوج کی اسسٹنس کمانڈ ویت نام (ایم اے سی وی) کے سپرد دی جائے جس کی کمان جنرل پال ہارکنز کے پاس تھی۔ تین دن بعد محکمہ خارجہ، محکمہ دفاع اور سی آئی اے کی منظوری سے منصوبے کا آغاز کر دیا گیا۔

24/جنوری 1964 کو ایم اے سی وی نے ویت نام میں سی آئی اے کی خفیہ کارروائیاں سنبھالنے کے لیے ایک خصوصی یونٹ سپیشل اپریشنز گروپ کے نام سے قائم کیا۔ اس میں امریکہ کی تینوں افواج کے ارکان شامل تھے۔ چند ماہ بعد اس کا نام تبدیل کر کے ''سٹڈیز اینڈ آبزرویشن گروپ'' (ایس او جی) رکھ دیا گیا۔ عملاً یہ یونٹ ایم اے سی وی کی کمان میں نہیں تھا بلکہ براہ راست واشنگٹن میں جائنٹ چیفس آف سٹاف کو رپورٹ کرتا تھا۔ سائیگون میں ایس او جی سے باہر صرف 5 افراد اس کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات رکھتے تھے یعنی جنوبی ویت نام میں امریکی فوج کا کمانڈر انچیف' اس کا چیف آف سٹاف' اس کا انٹیلی جنس آفیسر' امریکی ایرفورس کی ساتویں ایرفورس کا کمانڈر اور امریکی افواج کا کمانڈر۔

ایم اے سی وی۔ ایس او جی کا سربراہ کرنل کلائیڈ آر۔ رسل کو مقرر کیا گیا۔ سائیگون کے شمال مشرق میں کیمپ لانگ تھنہ پر قائم سی آئی اے کا اڈہ سنبھالنے کے بعد اس نے اپنے یونٹ کے چار حصے کیے۔ پہلا ایربارن اپریشنز گروپ تھا جس کا سربراہ شروع میں لیفٹیننٹ کرنل ایڈورڈ پارٹین کو بنایا گیا۔

ONEURDUFORUM.COM
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI

ایس او جی کی فضائی امداد کا منصوبہ اس کی ایئر سٹڈیز برانچ نے تیار کیا تھا۔ فضائی اپریشن' جن کا کوڈ نام 'مُدرف' تھا' ایرسٹڈیز گروپ کی ذمہ داری تھی جو طیارے فراہم کرتا تھا۔ اس کی کمان میں 20 واں گرین ہارنیٹس سپیشل اپریشنز سکواڈرن' وی این اے ایف کا 219 واں ہیلی کاپٹر سکواڈرن اور فرسٹ فلائیٹ یونٹ تھے جن کے پاس ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر' گن شپ' کنگ بی ہیلی کاپٹر اور سی 123 طیارے تھے۔ فرسٹ فلائیٹ یونٹ کے طیارے چینی قوم پرست پائلٹ اڑاتے تھے جو ری پبلک آف چائنا (تائیوان) کے 34 ویں سکواڈرن میں خدمات انجام دے چکے تھے۔ یہ نہایت خفیہ یونٹ تھا جو چین کی مرکزی سرزمین پر سی آئی اے کی طرف سے اپریشن کرتا تھا۔

سمندر کے ذریعے کیے جانے والے اپریشن' جن کا کوڈ نام ''پلومین'' تھا' میری ٹائم اپریشنز گروپ کی ذمہ داری تھے۔ نفسیاتی جنگ 'ہیومی ڈور' کے کوڈ نام سے سائیکولوجیکل اپریشنز گروپ نے مختلف ریڈیو ٹرانسمیٹرز کے ذریعے لڑی تھی جن کے ذریعے سخت اور ہلکا پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا۔ ان میں سے بعض ریڈیو ٹرانسمیٹروں نے ظاہر کرنا تھا کہ وہ شمالی ویت نام کے اندر ہیں۔

نقل وحمل کی امداد ایس او جی کے لاجسٹک ڈویژن نے فراہم کرنی تھی جو امداد کے لیے امریکی فوج کی کاؤنٹر انسرجنسی سپورٹ آفس اور سی آئی اے کے نہایت خفیہ فار ایسٹ لاجسٹکس اڈے واقع اوکیناوا سے رجوع کر سکتا تھا۔

کیمپ لانگ تھنہ کے علاوہ' ایس او جی کو سی آئی اے سے 20 زیر تربیت ایجنٹ بھی ورثے میں ملے۔ اس وقت تک شمالی ویت نام میں داخل کی جانے والی ٹیموں کی تعداد 20 سے زائد ہو چکی تھی۔ ان میں سے بیل' ایزی' ریمس اور ٹربلن اور ایک واحد ایجنٹ ایرس بچ نکلا تھا۔ زیر تربیت ایجنٹوں میں سے چند ایک ہی معیار کے مطابق تھے۔ مشکوک ایجنٹوں کو مختلف ٹیموں کی شکل دے کر شمالی ویت نام اتار دیا گیا جہاں سب پکڑ لیے گئے اور اس طرح ان سے نجات حاصل کر لی گئی۔ باقی چند ایک کو بچ جانے والی ٹیموں میں شامل کرنے کے لیے روانہ کر دیا گیا۔

ایس او جی کی تشکیل کے تین ہفتے بعد میری ٹائم اپریشنز گروپ نے اپنا پہلا مشن شروع کر دیا۔ 16 / فروری کو گروپ کے نیول ایڈوائزری ڈیٹیچمنٹ (این اے ڈی) کی تین کشتیوں نے ایک پل کو اڑانے کے لیے سمندری کمانڈوز کو ساحل پر اتارنے کی کوشش کی مگر شمالی ویت نامی ساحلی توپ خانے کی شدید بمباری نے مشن ناکام بنا دیا۔ چند دن بعد ایک اور اپریشن ناکامی سے دوچار ہو گیا اور اس میں 8 سمندری کمانڈو مارے گئے۔

تاہم 30 / جولائی کو این اے ڈی کی پانچ کشتیوں نے ہے پھونگ کے قریب دشمن کے ساحلی راڈار پر حملہ کیا۔ 2 / اگست کو شمالی ویت نام نے امریکی تباہ کن جہاز میڈوکس پر خلیج ٹونکن میں موٹر تارپیڈو کشتیوں سے جوابی حملہ کیا۔ اگلے روز این اے ڈی کی کشتیوں نے ایک ساحلی راڈار پر

SCANNED PDF By HAMEEDI ®
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

ایک اور حملہ کیا۔ 4 / اگست کو امریکہ کی اس دھمکی کے باوجود کہ اس کے جنگی جہازوں پر مزید حملہ کیا گیا تو سنگین نتائج برآمد ہوں گے' شمالی ویت نام کی تارپیڈو کشتیوں نے امریکی جہاز ٹرنر جوائے پر حملہ کر دیا۔ 5 / اگست کو امریکی بحریہ کے ساتویں بیڑے کے ایک جہاز نے دشمن کی تارپیڈو کشتیوں کے اڈے پر جوابی حملہ کیا۔ دو روز بعد امریکی کانگرس نے ''خلیج ٹونکن قرارداد'' منظور کر کے امریکی فوج پر حملوں کو پسپا کرنے کے لیے صدر کی طرف سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی توثیق کر دی۔

اپریل میں سائیگون کے دورے کے موقع پر وزیر دفاع رابرٹ میکنامارا نے مطالبہ کیا کہ جنوبی ویت نام کی فوج کو کھے سنہ کے مغرب میں جاسوسی مشن کرنے چاہئیں۔ اس نے تسلیم کیا کہ ویت نامی امریکی تعاون کے بغیر یہ کام نہیں کر سکتے اس لیے اس نے سپیشل فورسز کے اہلکاروں کو ان کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ اس اپریشن کا کوڈ نام ''لیپنگ لینا'' رکھا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ یہ اپریشن ایک ماہ کے اندر اندر شروع ہو جانا چاہیے لیکن پہلی جاسوس ٹیم 24 / جون تک روانہ نہیں ہو سکی۔ اس کے اگلے ہفتہ پانچ مزید ٹیمیں' جن میں سے ہر ایک آٹھ ویت نامیوں پر مشتمل تھی' لاؤس میں اتاری گئیں لیکن 48 / آدمیوں میں سے صرف 4 بچ کر واپس آ سکے باقی مارے گئے یا پکڑے گئے۔ جو بچ نکلے وہ ''ہوچی منہ راستے'' کو دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ سڑکوں اور پگ ڈنڈیوں کا ایک نیٹ ورک ہے جو اس طرح کیموفلاج کیا گیا ہے کہ فضا سے نظر نہیں آتا اور ان پر ٹرکوں کے قافلے اور فوجی بڑی تعداد میں بے خوف وخطر حرکت کرتے پھرتے ہیں۔

1965ء کے شروع میں تصاویر سے معلوم ہوا کہ ہوچی منہ کا راستہ توسیع پذیر ہے۔ ایر امریکہ کے ایک پائلٹ نے شمالی ویت نام اور لاؤس کے درمیان درہ موگیا پر سے ایک نو تعمیر شدہ سڑک کی تصویریں لی تھیں۔ 8 / مارچ کو ایس او جی کو طویل انتظار کے بعد اجازت مل گئی کہ وہ سپیشل فورسز کے اہلکاروں کو ہوچی منہ کے راستے کی جاسوسی کے لیے تعینات کر دے۔

اس موقع پر کرنل کلائیڈ رسل نے ایم اے سی وی' ایس او جی کی سربراہی کرنل ڈونالڈ بلیک برن کے سپرد کر دی جو غیر روایتی جنگ کی دنیا میں اجنبی نہیں تھا۔ اس نے دوسری جنگ عظیم کے دوران فلپائن پر جاپانی قبضہ کے بعد باٹان سے فرار ہو کر شمالی لوزان کے پہاڑوں میں 20 ہزار سپاہیوں پر مشتمل مزاحمتی فوج قائم کی تھی۔ اس فوج کی پانچ میں سے ایک رجمنٹ ان ''ایگوریٹ'' قبائلیوں پر مشتمل تھی' جو سروں کے شکاری کہلاتے تھے۔ بلیک برن کے سروں کے شکاری کے نام سے ان گوریلوں نے امریکی فوج کے لیے خدمات سرانجام دیں۔

بلیک برن کی کمان میں ایس او جی کا پہلا بڑا اپریشن ''شائننگ براس'' تھا جس کے تحت سپیشل فورسز کے اہلکاروں کی قیادت میں کرائے کے افراد پر مشتمل ٹیموں نے لاؤس میں جاسوسی کے فرائض انجام دیئے۔ یہ مشن ایس او جی کے ایک نئے یونٹ ''گراؤنڈ سٹڈیز گروپ'' نے کرنل آرتھر

سائمنز کی سرکردگی میں سرانجام دیا۔ پانچ ٹیموں کی قیادت کے لیے 16 رضا کار اوکیناوا میں پہلے سپیشل فورسز گروپ (ایربارن) سے بھرتی کیے گئے۔ تربیت کے بعد انہیں جنوبی ویت نام لایا گیا جہاں لونگ قبائلیوں کی ٹیمیں ان کے سپرد کی گئیں' یہ قبائلی زبردست جنگجو تھے اور سی آئی اے کے تحت خفیہ اپریشنوں میں مثالی خدمات انجام دے چکے تھے۔ ٹیم کے ہر امریکی رکن کا کوڈ نام تھا جو اس کی حیثیت کو واضح کرتا تھا مثلاً کمانڈر کو ون زیرو' اس کے نائب کو ون ون اور ٹیم کے ریڈیو آپریٹر کو ون ٹو کے نام دیئے گئے۔ ریڈیو پر استعمال کرنے کے لیے ایک کوڈ نام دیا گیا جبکہ ٹیم کا اجتماعی نام کسی ایک امریکی ریاست کے نام پر تھا۔

اپریشن کے پہلے مرحلے کا ہدف جنوبی لاؤس تھا جہاں ٹیموں نے شمالی ویت نامی فوج کے اڈوں اور اجتماعات کا سراغ لگانا تھا تاکہ فضائیہ ان پر بمباری کرے' دوسرے مرحلے میں ''ہیچٹ فورسز'' کے نام سے متحرک حملہ آور کمپنیاں قائم کی جاتی تھیں۔ جنہوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اتر کر شمالی ویت نامی فوج کی سپلائی لائن پر ''مارو اور بھاگ جاؤ'' کے اصول پر حملے کرنے تھے۔ تیسرا مرحلہ بڑی تعداد میں پہاڑی قبائل کی بھرتی اور ان کے بے قاعدہ دستوں کی تشکیل کا تھا۔ تاہم لاؤس میں امریکی سفیر ولیم سلیوان نے اس منصوبے کی مخالفت کی اور کہا کہ اپریشن لاؤس اور جنوبی ویت نام کی سرحد سے ملحقہ علاقے میں محدود رہنے چاہئیں اور ہیلی کاپٹروں کا استعمال صرف ہنگامی انخلا کے لیے کیا جائے۔

کرنل سائمنز نے اس دوران ڈانانگ میں قائم بہت بڑے امریکی اڈے پر لیفٹیننٹ کرنل رے کال کی کمان میں ''شائننگ براس'' کا کمانڈ اینڈ کنٹرول سنٹر قائم کر دیا تھا۔ اس کے بعد ڈانانگ سے 60 میل دور جنوب مغرب میں تھام ڈک کے متروکہ امریکی اڈے پر فارورڈ آپریٹنگ بیس قائم کی گئی جہاں ٹیموں کی رہائش اور ہیلی کاپٹروں کے لیے ایندھن بھرنے کی سہولیات بھی مہیا تھیں۔ اس بیس کی کمان لیفٹیننٹ کرنل چارلی نارٹن کے پاس تھی جبکہ یہاں سے اپریشن میجر لیری تھارن کی زیر نگرانی کیے جانے تھے۔ وہ فن لینڈ کا تھا جس نے 1940ء میں سوویت یونین کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ ایک کارروائی میں اس نے اپنے گوریلا گروپ کے ہمراہ گھات لگا کر حملہ کر کے 300 روسی فوجی اپنا ایک بھی فوجی مروائے بغیر ہلاک کر دیئے تھے۔ پھر وہ جرمنوں سے جا ملا۔ جنگ کے بعد وہ فن لینڈ واپس آیا تو روسیوں کو مطلوب ہونے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا' لیکن فرار ہو کر امریکہ پہنچ گیا جہاں او ایس ایس کے ایک سابق سربراہ کی مدد سے اسے امریکی شہریت مل گئی۔ اس کے بعد وہ امریکی فوج اور پھر سپیشل اپریشنز میں شامل ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ 77ویں سپیشل فورسز میں شامل ہو گیا کھام ڈک میں تھارن کا نائب میجر سلی فونٹین ایک برطانوی تھا جو کوریا کی جنگ میں امریکی فوج میں شامل ہوا۔

پہلا شائننگ براس اپریشن 18/اکتوبر 1965ء کی شام کو شروع کیا گیا۔ جاسوس ٹیم آئیوا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

اپنے ون زیرو ماسٹر سارجنٹ چارلس پیٹری کی قیادت میں کھام ڈک سے دو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے سرحد کے قریب لینڈنگ زون پر اتری۔ ایک تیسرا ہیلی کاپٹر بھی ان کے پیچھے آیا تاکہ دشمن کے حملے کی صورت میں عملے کا انخلا ممکن ہو سکے۔ امدادی گولہ باری اور فضائی کور کا انتظام بھی تھا۔ دونوں ہیلی کاپٹر ٹیم کو اتار کر واپس چلے گئے۔ تیسرا ہیلی کاپٹر بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا لیکن لاپتہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا اور میجر لاری تھارن سمیت عملے کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

ٹیم اپنے ہدف کی طرف روانہ ہوئی تو موسم بہت خراب ہو گیا۔ اس کی منزل لاؤس کی شاہراہ 165 تھی۔ یہاں وہ علاقہ تھا جس کے بارے میں خیال تھا کہ شمالی ویت نامی فوجی وہاں سے ڈانانگ پر گولہ اور راکٹ باری کرتے ہیں۔ اس علاقے کا کوڈ نام ٹارگٹ 1 رکھا گیا۔ وہاں پہنچنے پر پیٹری اور اس کے آدمیوں کو معلوم ہوا کہ یہ علاقہ دشمن کی سرگرمیوں کا گڑھ ہے اور یہاں شمالی ویت نامی فوج کے متعدد کیمپ اور راستے ہیں۔ اپریشن کے تیسرے روز انہیں گاڑیوں کے انجنوں کی آواز آئی۔ وہ تحقیقات کے لیے نکلے تو ان کا سامنا شمالی ویت نامی فوج کے ایک دستے سے ہو گیا۔ جھڑپ میں پیٹری کا ایک سپاہی مارا گیا اور پارٹی علاقے سے پسپا ہو گئی موسم خراب تھا۔ دو روز بعد وہ فضائی امداد کی درخواست کے لیے رابطہ کر سکے جس کے بعد انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے واں سے نکالا گیا۔

کھام ڈک پہنچنے کے بعد پیٹری نے علاقے میں ان اہداف پر بمباری کرائی جو انہوں نے وہاں دریافت کیے تھے۔ ان میں کئی بڑے اسلحہ ڈپو بھی تھے۔

2/نومبر کی شام جائزہ ٹیم ''الاسکا'' ماسٹر سارجنٹ ڈک وارن کی قیادت میں سرحد پار اتاری گئی۔ اس کا ہدف شمالی ویت نامی فوج کے اکٹھ والا وہ علاقہ تھا جو جنوبی ویت نام پر حملے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ یہاں ہاتھی ڈباؤ گھاس تھی۔ چوتھے روز ٹیم کا مقابلہ دشمن سے ہو گیا جس میں دشمن کے سپاہی مارے گئے۔ ٹیم وہاں سے فرار ہوئی تو دشمن نے اس کا تعاقب کیا۔ وارن اپنی ٹیم کو ایک اونچی پہاڑی پر لے گیا اور وہاں سے ریڈیو کے ذریعے فارورڈ ایئر کنٹرولر (ایف اے سی) کے ساتھ رابطہ کیا۔ دشمن نے اس دوران پہاڑی کا محاصرہ کر کے گھاس کو آگ لگا دی تھی۔ جلد ہی ایف 105 تھنڈر چیف لڑاکا بمبار طیارے مدد کو آ پہنچے' انہوں نے دشمن پر بمباری کی اور اس دوران ٹیم کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں سے نکال لیا گیا۔ واپسی کے بعد وارن ایف اے سی کے ایک طیارے کے ذریعے دوبارہ اس علاقے میں گیا اور وہاں ایک پل اور کئی عمارتوں پر بمباری کرائی۔

اس کے بعد اس طرح کی کارروائیاں روز کا معمول ہو گئیں۔ ٹیمیں اتاری جاتیں' اہداف تلاش کیے جاتے اور ضرورت پڑنے پر ریڈیائی رابطہ کر کے فضائی امداد طلب کی جاتی۔

11/دسمبر 1965ء کو امریکی ایئر فورس نے پہلی بار لاؤس میں بمباری کی۔ 24 بی 52 سٹریٹو فورٹریس طیاروں نے 'آئیوا' ٹیم کے جائزہ شدہ علاقے پر حملہ کیا۔ اس وقت تک اپریشن

شائننگ براس لاؤس میں مزید جنوب کی طرف منتقل ہوگیا تھا۔ یہ علاقہ جنوبی ویت نام کے وسطی بلند علاقے سے ملحق تھا۔ اپریشن ڈاک ٹو کے ایرپورٹ سے کیا گیا۔ اس کے تحت شاہراہ 110 پر شمالی ویت نامی فوج کے کیمپوں اور راستوں کا سراغ لگایا گیا۔ اپریشن کی پہلی دونوں ٹیموں کنساس اور ایڈاہو کا دشمن سے سامنا ہوا۔ دوسری ٹیم سے مقابلے میں ایک ننگ قبائلی ہلاک اور ایک امریکی زخمی ہوگیا۔

دسمبر کے اختتام تک ''شائننگ براس'' کے تحت 8 اپریشن کیے گئے ان میں چھ ٹیمیں شمالی ویت نامی فوج کے اڈوں اور راستوں کے بارے میں معلومات لے کر لوٹیں۔ ان معلومات سے لاؤس میں شمالی ویت نامی فوج کے نقل وحمل کے نظام کی صحیح تصویر بنانے میں مدد ملی۔ ہوچی منہ کا راستہ ان بڑی سڑکوں کا ایک نیٹ ورک تھا جو روس کے فراہم کردہ ٹرکوں کے استعمال کے لیے بنائی گئیں تھیں۔ یہ ٹرک بری طرح کیموفلاج کیے ہوئے ہوتے تھے اور ابر آلود راتوں میں تقریباً سو سو کے قافلوں میں چلتے جس کی وجہ سے فضا سے انہیں دیکھنا یا ان پر حملہ کرنا عملاً ناممکن ہو جاتا تھا۔ ان سڑکوں سے چھوٹے چھوٹے راستے بھی نکلتے تھے جن پر شمالی ویت نامی فوج کے قلی سامان اٹھا کر پیدا یا ہیوی ڈیوٹی سائیکلوں پر سفر کرتے تھے۔ تمام راستے ٹہنیاں جوڑ جوڑ کر کیموفلاج کیے گئے تھے اور قافلے درختوں کے درمیان واقع خالی جگہوں سے رخ بدلتے ہوئے گذرتے تھے۔ مقررہ فاصلوں پر فوج کے کیمپ اور ٹرانسپورٹ پارک واقع تھے جن کا ایس او جی کی جائزہ ٹیموں نے سراغ لگایا۔

امریکی انٹیلی جنس کے پاس معلومات کی کمی کا یہ حال تھا کہ ایس او جی کی ابتدائی رپورٹوں کا یقین ہی نہیں کیا گیا۔ ایک بار جب کسی قافلے کے گزرنے کی رپورٹ ملی تو اس پر یقین اس وقت آیا جس چند روز بعد ایک طیارے نے اس کی تصاویر کھینچیں۔

1966ء کے شروع میں ایس او جی پر لاؤس میں عائد پابندیاں سفیر سلیوان نے نرم کر دیں جو اس بات پر رضامند ہوگیا تھا کہ لاؤس کی ساری 200 میل لمبی سرحد پر 20 میل کی گہرائی میں اپریشن کیے جائیں۔ اس نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے داخلے کی اجازت بھی دے دی۔ چنانچہ ایس او جی کی جائزہ ٹیموں کی تعداد 5 سے بڑھ کر 20 ہوگئی۔ ان کے لیے افرادی قوت کی فراہمی کے لیے ایس او جی نے مونٹا گنارڈ قبائل سے رجوع کیا۔ کرنل سائمنز نے ان کے مختلف قبائل مثلاً رہیڈ' جارائی' سیدانگ اور برو سے بھرتی کی ذمہ داری میجر سلی فونٹین کو دی۔

کرنل ڈونالڈ بلیک برن نے ایس او جی کے لیے تین مرحلوں پر مشتمل پروگرام تیار کیا۔ پہلا مرحلہ شمالی ویت نامی فوج کے اہداف کا محل وقوع تلاش کرنے' دوسرا مرحلہ حملہ آور ٹیموں کو داخل کرنے اور تیسرا مرحلہ ہوچی منہ کے راستے پر خوف وہراس پھیلانے کے لیے مقامی دستوں کی تنظیم پر مشتمل تھا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش
ONE URDU FORUM .COM
اردو کے شکر گزار ہیں

جولائی تک لاؤس میں 38 جائزہ مشن مکمل کیے گئے۔ اس موقع پر غیر فوجی علاقے اور اس کے مغرب میں لاؤس کے اندر شاہراہ 9 پر اپریشنوں کے لیے کھے سنہہ پر سپیشل فورسز کے اڈے پر بعض ٹیمیں متعین کی گئیں۔

کھے سنہہ سے اپریشنوں کے آغاز کے چند ہفتے بعد ایس او جی کو پہلے بڑے نقصانات اٹھانا پڑے پہلا نقصان ایچ 34 کنگ بی ہیلی کاپٹر کا تھا جس کی دم پر اپریشن کے دوران کھل کر لٹکنے لگی اور اس کے نتیجے میں ہیلی کاپٹر فضا ہی میں ٹوٹ گیا اور اس پر سوار تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔

تین ہفتہ بعد سارجنٹ میجر ہیری ڈی وہیلن کی قیادت میں ایک ٹیم کھے سنہہ کے مغرب میں اتاری گئی۔ اپریشن کے تیسرے روز وہ پانی کے لیے دریا کے قریب رکے۔ ٹیم کا کپتان' بہار جنٹ ڈیلم لاز اور ریڈیو آپریٹر پانی بھرنے دریا پر گئے لیکن وہاں دشمن گھات لگائے بیٹھا تھا جس نے ان پر گولی چلا دی جس پر وہ دریا میں کود گئے۔ باقی تو دھارے کی طرف تیرنے لگے جبکہ میجر وہیلن فائرنگ سے بچنے کے لیے دھارے کے الٹ رخ پر چل پڑا۔ اور ایک جگہ کنارے پر موجود آڑ میں چھپ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے اپنے ساتھیوں کی چیخ وپکار سنائی دی جو پکڑ لیے گئے تھے۔ دشمن نے ان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور ان کا اسلحہ ریڈیو اور دیگر سامان لے کر فرار ہوگئے۔ وہیلن راست پڑنے تک وہیں چھپا رہا۔ بعد میں اس نے ریڈیو کے ذریعے رابطہ کر کے مدد طلب کی جس پر اسے ہیلی کاپٹر بھیج کر وہاں سے نکال لیا گیا۔

ستمبر 1966ء میں ایس او جی کو ایک اضافی کردار دیا گیا۔ سال کے شروع میں گرائے جانے والے جہازوں کے عملے کی تلاش کے مسئلے پر توجہ دی گئی تھی۔ یہ کام ایس اے ایف کے متعلقہ شعبے کو دیا گیا مگر وہ ناکام رہا۔ امریکی ایئرفورس کی پیسفک ایئرفورس کے کمانڈر کرنل ہیری ایڈر ہالٹ کو مسئلے کا حل تلاش کرنے کو کہا۔

16 ستمبر 1966ء کو ایس او جی کا ایک نیا شعبہ او پی ایس 80 بنایا گیا اور ایڈر ہالٹ کو اس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اس کا کام کارروائیوں کے دوران لاپتہ ہونے والے امریکی اہلکاروں کی تلاش' شمالی ویت نام کے جنگی قیدی کیمپوں کی شناخت اور اس کے بعد براہ راست کاروائی یا کمیونسٹ حکام کو رشوت دے کر بازیابی کی کوشش کرنا تھا۔ چونکہ اس کام میں کئی تنظیموں سے رابطہ کرنا پڑتا تھا اس لیے او پی ایس 80 کو ایم اے سی وی جوائنٹ پرسانل ریکوری سنٹر (جے پی آر سی) کا ظاہری نام دیا گیا۔ جبکہ اس کے اپریشنوں کا نام ''برائٹ لائٹ'' رکھا گیا۔

پہلا اپریشن اگلے ماہ 12 اکتوبر کو ایک اے-1 سکائی ریڈر طیارے کو گرائے جانے کے بعد شروع ہوا۔ پائلٹ ڈین ووڈ طیارے سے باہر کود جانے میں کامیاب ہوگیا تھا جس کے بعد وہ ایک جنگل میں چھپ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی پوزیشن سے چھوٹی سی [illegible] سے درہ موئی گیا اور

ہوچی منہ کے راستے نکلنے والی شاہراہوں کے درمیان ہے۔

وہ وہاں سے دور نکل گیا اور اگلے دن ریڈیو کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اسے نکالنے کے لیے نیوی کا ایک ہیلی کاپٹر پہنچا جس کی حفاظت کے لیے دو ہوائی جہاز بھی ساتھ تھے۔ ہیلی کاپٹر سے جو رسیاں لٹکائی گئیں وہ درختوں سے الجھ گئیں اور آخر کار اس کا تیل ختم ہونے لگا جس پر ہیلی کاپٹر کو ایندھن بھرنے کے لیے ساحل سے پرے کھڑے بحری جہاز کی طرف لوٹنا پڑا۔ شام ہونے کی وجہ سے اپریشن اگلے روز تک ملتوی کرایا گیا۔

3/اکتوبر کو کولوریڈو ٹیم سارجنٹ ٹیڈ براؤن کی قیادت میں کھے سنہہ کے قریب غیر فوجی علاقے کے مغربی سرے پر اتاری گئی۔ اس دوران اریزونا ٹیم بھی اسی علاقے کے گردونواح میں اتاری گئی۔ ہیلی کاپٹر جونہی اس ٹیم کو اتار کر اڑا۔ ٹیم پر چاروں طرف سے حملہ ہو گیا۔ یہ غلطی سے شمالی ویت نام کی ایک پوزیشن کے عین درمیان اتر گئی تھی۔ اسے وہاں سے نکالنے کی کوشش زبردست فائرنگ کی وجہ سے ناکام ہو گئی۔ سات ہیلی کاپٹر اس مقصد کے لیے آئے جن میں سے چھ فائرنگ کی زد میں آ گئے۔ آخر ٹیم کے ون۔ زیرو ماسٹر سارجنٹ ایکوریا نے ریڈیو کے ذریعے پیغام دیا کہ انہیں نکالنے کے بجائے علاقے پر فضائی حملہ کیا جائے۔ چند ہی منٹ بعد اے۔1 سکائی ریڈر طیاروں نے علاقے پر زبردست بمباری کی۔

حیرت انگیز طور پر ٹیم کے بعض ارکان بمباری سے بچ نکلے۔ تین دن بعد ایک مونٹا گنارڈ قبائلی نکالا گیا جس نے بتایا کہ وہ اور ٹیم کا سگنلر سارجنٹ ریڈی ولیمز کس طرح بچ نکلے جبکہ ٹیم کا ون زیرو سارجنٹ ایکوریا اور ون سارجنٹ جم جونز مارے گئے۔ ولیمز کو گولی لگی تھی۔ دونوں ایک غار میں چھپے رہے۔ مونٹا گنارڈ مدد لینے کے لیے غار سے باہر نکل کر روانہ ہوا تو دشمن نے ولیمز کو پکڑ لیا اور بعد میں پھانسی دے دی۔

اس دوران کولوریڈو ٹیم کو خاصی کامیابی ملی۔ اس نے شمالی ویت نامی فوج کے متعدد کیمپوں کا سراغ لگانے کے علاوہ ٹیلی فون تار پر ٹیپ بھی لگائے اور کئی کیسٹیں ریکارڈ کرنے کے بعد لوٹ آئی۔

1966ء کے دوران شمالی ویت نام نے سختی سے اس بات کی تردید کی کہ اس کی فوج جنوبی ویت نام میں موجود ہے۔ تاہم 'آئیوا' ٹیم نے ثابت کر دیا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اسے شاہراہ 110 ای کے پاس تعینات کیا گیا تھا اور اس نے شمالی ویت نامی فوج کے متعدد دستے وہاں آتے ہوئے دیکھے۔

ٹیم کے کپتان ماسٹر سارجنٹ ڈک دو روز بعد میجر جنرل کل برن اور ماسٹر سارجنٹ بلی والاشیں نکالنے کے لیے وہاں بھیجے گئے۔ سارجنٹ لاز کی نعش تو نہیں ملی لیکن ریڈیو آپریٹر ڈونلڈ سین کی نعش اس حالت میں ملی کہ اس میں چھپا کر بم نصب کر دیا گیا تھا۔

ایس او جی اور اس کے آپریشنوں کے گرد ایسی سخت سیکورٹی تھی کہ اپریشنوں کے دوران

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

مرنے والوں کے اہل خانہ کبھی یہ بات جان نہیں پاتے تھے کہ وہ لوگ کہاں اور کن حالات میں مارے گئے۔ اسی طرح ایس او جی کی جاسوسی معلومات کی تقسیم کے موقع پر بھی اسی طرح کی راز داری برتی جاتی اور بالعموم ان معلومات کا ذریعہ ایک جعلی لاؤسی گوریلا گروپ کو قرار دیا جاتا۔

1966ء کے آخر میں ایس او جی کو تیسری یو ایس میرین ایمفیبیئن فورس کے لیے جاسوسی امداد فراہم کرنے کی ہدایت دی گئی۔ یہ فورس شمالی ویت نامی فوج کے دو ڈویژنوں کو غیر فوجی علاقے میں پرے دھکیلنے کے اپریشن میں مصروف تھا۔ میرین نے غیر فوجی علاقے کے جنوب میں کون تھین کے مقام پر پوزیشنیں سنبھال لیں جہاں ان پر دشمن کے دو ڈویژنوں نے مسلسل گولہ باری کی مگر ان کے محل وقوع کا علم نہ ہو سکا۔

کھے سنہہ کے گرد میرین کی مدد کے لیے ایس او جی کے پہلے اپریشن موسم خزاں میں شروع ہوئے۔ ٹیموں کے پاس دشمن کی ٹیلی فون گفتگو ٹیپ کرنے کے آلات تھے جن کی موجودگی اس لحاظ سے خطرناک تھی کہ دشمن کو اس سے ان کے محل وقوع کا علم ہو سکتا تھا۔ اسی طرح دشمن کے پاس مانیٹرنگ کے لیے الیکٹرانک آلات تھے جن سے ٹیپ کیے جانے کا بھی پتہ چل سکتا تھا۔ ابتدائی مشن ناکام ہو گئے کیونکہ پہلی تین ٹیمیں دشمن کی بھاری تعداد کی موجودگی کے باعث تین دن سے بھی کم عرصہ تک تعینات رہ سکیں۔ 8/ستمبر کو ایک ٹیم پر حملہ ہوا جس میں ایک امریکی این سی او اور دو ننگ قبائلی ہلاک ہو گئے۔

لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے مزید کوشش نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ شمالی ویت نامی فوج طیارہ شکن توپیں لاتے ہوئے دیکھی گئی جس کا مطلب تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر کی آمد پر اسے مار گرائے گی چنانچہ یہ کام 'آئیوا' ٹیم کو دیا گیا۔ 14/اکتوبر کی رات 14 رکنی ٹیم کو امریکی طیارہ بردار جہاز انٹریپٹو پر سوار کیا گیا۔ 16/اکتوبر کی صبح موسم ٹھیک ہوا تو دو ہیلی کاپٹر شمالی ویت نام کے ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک ہیلی کاپٹر میں ٹیم سوار تھی دوسرا شمالی ویت نام کو دھوکہ دینے کے لیے تھا۔

توقع کے مطابق ساحل کے قریب پہنچنے پر دونوں ہیلی کاپٹر طیارہ شکن توپوں کی زبردست گولہ باری کی زد میں آ گئے۔ تاہم پائلٹوں کی مہارت سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا اور ٹیم کو وڈز کی پوزیشن سے 800 گز دور آئیوا ٹیم میڈوز کی قیادت میں اتار دی گئی۔ اس کے بعد اس نے پہاڑی کی طرف پیش قدمی شروع کی لیکن اسی اثناء میں انہیں اطلاع ملی کہ وڈز کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

اس موقع پر ٹیم ایک بڑے راستے پر پہنچ چکی تھی۔ میڈوز نے وہاں گھات لگانے کا فیصلہ کیا۔ کچھ ہی دیر بعد شمالی ویت نامی فوج کا ایک افسر تین سپاہیوں کے ہمراہ نمودار ہوا۔ میڈوز نے تینوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد ٹیم وہاں سے نکل گئی۔ جب ہیلی کاپٹر انہیں لے کر بحری جہاز کی طرف روانہ ہوتو اس پر زبردست گولہ باری ہونے لگی۔ چنانچہ وہ جہاز کے قریب اترنے پر مجبور ہو گیا۔ لیفٹیننٹ ڈین ووڈز چھ سال قید رہا۔

اکتوبر میں ایس او جی نے دوسرا لیکن کافی بڑا ''برائٹ لائٹ'' آپریشن کیا۔ چند ہفتے قبل ویٹ کانگ کے ایک منحرف گوریلے نے ایک اطلاع دی تھی۔ ویت کانگ جنوبی ویت نام کی گوریلا تنظیم ویت نام کانگ سان کا عوامی نام تھا۔ جسے جنوبی ویت نام میں کمیونسٹ جماعت نیشنل لبریشن فرنٹ نے اپنے فوجی بازو کے طور پر 1960ء میں قائم کیا تھا۔ اس کا مرکزی حصہ ویٹ منہ کے سابق ارکان پر مشتمل تھا جس میں بعدازاں وہ 2ہزار شمالی ویت نامی فوجی شامل کر لیے گئے تھے جو گزشتہ شمالی ویت نام سے جنوبی ویت نام میں داخل ہوئے تھے۔ منحرف نے بتایا تھا کہ گزشتہ جون میں گرائے جانے والے امریکی ایئرفورس کے سی 123 طیارے کا پائلٹ کارل ای جیکسن میکانگ ڈیلٹا کے ایک جنگی قیدی کیمپ میں قید ہے۔ یہ جگہ جنوبی ویت نام کے سب سے جنوبی کونے سے 90 میل شمال میں واقع تھی۔

''کرمسن ٹائڈ'' کے نام سے کیپٹن فرینک جیکس کی زیر قیادت ایس او جی کی ایک فورس نے' جو ننگ قبائل کی تین پلٹنوں پر مشتمل تھی' آپریشن کیا فرینک چیکوسلواکیہ کی مزاحمتی تحریک کا رکن تھا لیکن 1948ء میں کمیونسٹوں کے قبضہ کے بعد فرار ہو کر امریکہ آ گیا تھا۔

18/اکتوبر کو مذکورہ فورس کو ٹیم کے اڈے سے ساک ترانگ لے جایا گیا وہاں انہیں 12 ہیلی کاپٹروں میں منتقل کر دیا گیا۔ فرینک اس آپریشن سے مطمئن نہیں تھا۔ اسے آپریشن کے بارے میں تفصیلی بریفنگ نہیں دی گئی تھی اور محض یہ بتایا گیا تھا کہ کیمپ کا دفاع نہایت معمولی ہے اور ساری کارروائی 20 منٹ مکمل ہو جائے گی۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو معمول سے دگنا گولہ بارود ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔

ساک ترانگ سے پرواز کے 20 منٹ بعد پیشرو ہیلی کاپٹر جس میں سارجنٹ چارلی ویسلز اپنی پلٹن کی قیادت کر رہا تھا' لینڈنگ زون پہنچا۔ زون سب ہیلی کاپٹروں کے اترنے کے لیے بہت چھوٹا تھا جس پر اس نے اپنی پلٹن کو کیمپ کے کنارے پر واقع نہر کے دوسرے کنارے اتارا۔ ساتھ ہی کیپٹن جیک اور دو دوسری پلٹنیں لینڈنگ زون پر اتر گئیں۔ اچانک پوری فوج پر زبردست فائرنگ شروع ہو گئی۔ سارجنٹ فریڈ لیوس کا ہیلی کاپٹر فائرنگ کا نشانہ بن کر گر گیا اور لیوس ہلاک ہو گیا۔ فورس مفلوج ہو کر رہ گئی۔ ریڈیائی رابطہ کرنے پر اے۔1 سکائی ریڈر طیاروں کے بجائے ایف 100 سپر سیبر طیارے پہنچے اور اندھا دھند بمباری شروع کر دی جس سے فورس کے متعدد سپاہی مارے گئے۔ سکائی ریڈر شام کو پہنچے مگر اس وقت بہت لیٹ ہو چکی تھی۔

لڑائی رات بھر جاری رہی اور اگلی صبح جیک اور اس کے آدمی لڑتے بھڑتے نہر کے پار تیسری پلٹن سے جا ملے۔ وہاں انہیں سارجنٹ لیوس' اس کے ننگ سپاہیوں' سارجنٹ ویسل اور اس کے سپاہیوں کی نعش ملیں' بعد میں پتہ چلا کہ ان کا مقابلہ شمالی ویت نام کے ایک ہزار سپاہیوں سے ہوا

تھا جن کے پاس توپیں اور بھاری مشین گنیں تھیں۔

ایک ہفتہ بعد برائٹ لائٹ کو پہلی کامیابی ملی۔ شمالی ویت نام میں ایک ایف 105 تھنڈر بولٹ طیارہ گرا لیا گیا اور اس کے پائلٹ کو باہر کودتے ہوئے دیکھا گیا۔ پائلٹ کی بازیابی کے لیے ایس او جی نے کیپٹن فرینک سائس کو ذمہ داری تفویض کی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ آپریشن کا علاقہ 70 میل دور اور ہوچی منہ کے راستے کے پار واقع ہے جو ایس او جی کے یو ایچ۔1 ہیلی کاپٹر کی مار سے باہر ہے۔ چنانچہ ایک اضافی ہیلی کاپٹر میں تیل کے ڈرم اور دستی پمپ رکھا گیا۔ شام کے وقت سائس اور اس کی ٹیم ڈاک ٹو سے آپریشن کے علاقے کی طرف روانہ ہوئی۔ جب ہیلی کاپٹر وہاں پہنچے تو شام ہو رہی تھی۔ دشمن کے فوجی وہاں سے صرف 100 گز کے فاصلے پر موجود تھے۔ ٹیم پائلٹ کو لے کر کسی حادثے کے بغیر واپس آ گئی۔

جنگ کے باقی سارے دور میں اس طرح کے آپریشن جاری رہے۔ یہ ایس او جی کے باقی تمام آپریشنوں سے زیادہ خطرناک تھے کیونکہ یہ ان علاقوں میں کیے جاتے تھے جہاں دشمن کے بہت زیادہ فوجی موجود ہوتے تھے اور طیارہ شکن توپیں بھی نصب ہوتی تھیں۔ بعض اوقات میزائل اور 21 لڑاکا طیارے بھی موجود ہوتے تھے۔ کئی آپریشن ناکام بھی ہوتے۔

اپریل 1964ء کے بعد ایس او جی نے آپریشن ''ٹمبرورک'' کے تحت شمالی ویت نام میں ایجنٹ داخل کرنے بھی شروع کر دیئے۔ ایک کے سوا باقی تمام مشن ایئر سٹڈیز گروپ نے انجام دیئے۔ ٹیموں کو فرسٹ فلائٹ کے سی 123 طیاروں کے ذریعے اتارا جاتا۔ اس سال دسمبر تک 12 ٹیمیں اتاری گئیں۔ ان میں سے پانچ کو شمالی ویت نامیوں نے گرفتار کر لیا۔ ایک ٹیم 14/نومبر کو اس وقت ماری گئی جب اسے لے جانے والا طیارہ ڈانانگ کے ''بندر'' نامی پہاڑ پر گر کر تباہ ہو گیا۔

1965ء کے دوران کم ٹیمیں اتاری گئیں۔ ہارس نامی ٹیم کے 9 افراد مئی میں اتارے گئے تا کہ وہ اگست 63 وار میں اتاری گئی ٹیم ''ایزی'' میں شامل ہو جائیں۔ جولائی 64 میں بھی اس ٹیم کو کمک روانہ کی گئی تھی۔ ستمبر میں ڈاگ نامی ٹیم کے مزید 9 ارکان اس کی کمک کے لیے اتارے گئے۔ دو ماہ بعد نومبر میں دو مزید ٹیمیں بھیجی گئیں۔ ٹوربلین نامی ٹیم میں اضافے کے لیے 8 رکنی ٹیم ''ورس'' بھیجی گئی جس کے 2 ارکان اترتے ہوئے مارے گئے۔ اسی ماہ 10 رکنی ٹیم رومیو داخل کی گئی۔

1966ء میں 5 ٹیمیں اتاری گئیں۔ پہلی ٹیم مارچ میں اتری جس کا ایک رکن اترتے ہوئے ہلاک ہو گیا۔ 1967ء میں پانچ ٹیمیں اور ایک تنہا ایجنٹ شمالی ویت نام میں داخل کیا گیا۔ 26/جنوری کو گیارہ رکنی ٹیم ''ہیڈلے'' ہیلی کاپٹر کے ذریعے اتاری گئی لیکن نیچے اترتے ہی گرفتار ہو گئی۔ ان میں سے آخری ٹیم ''ریڈ ڈریگن'' تھی جس نے ریڈیائی رابطہ کیا تو یہ شک پیدا ہوا کہ وہ دشمن کے قابو میں آ چکی ہے۔ اکثر ٹیموں کے بارے میں یہ بداعتمادی رہی کہ وہ گرفتاری کے بعد شمالی ویت

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

نامیوں کے دباؤ کے تحت کام کر رہی ہیں۔ تاہم ان سے ریڈیو رابطہ ایس او جی کے اپنے دھوکہ دہی کے منصوبے کے تحت 1969 تک برقرار رکھا گیا۔

دسمبر 1966ء میں ایس او جی کے ایرسٹڈیز گروپ اور برائٹ لائٹ کی صلاحیتوں میں امریکی ایرفورس کے 90ویں سپیشل اپریشنز سکواڈرن (ایس او ایس) کی آمد سے اضافہ ہوگیا۔ اب تک یہ سکواڈرن تائیوان میں چنگ چوان کے فضائی اڈے پر مقیم تھا۔ اس کے پاس سی 130 ہرکولیس طیارے تھے۔ جن میں جدید ترین الیکٹرانک اور انفراریڈ آلات نصب تھے۔ ان میں ایسا نظام بھی نصب تھا جسے نیچے لٹکا کر کسی گرائے گئے طیارے کے عملے کو اٹھایا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ نظام صرف ان مقامات پر کامیاب تھا جہاں دشمن کی فوج موجود نہ ہو' جبکہ شمالی ویت نام اور لاؤس میں ایسا ہوتا ہی نہیں تھا۔ ایس او ایس نے ایسے پائلٹوں کو اٹھانے کے کئی اپریشن کیے جو تمام ناکام رہے۔

مارچ 1967ء میں ''شائننگ براس'' کا نام بدل کر ''پریری فائر'' رکھ دیا گیا۔ کیونکہ پہلا کوڈ نام فاش ہو چکا تھا۔ اسی سال جنوری میں امریکی کمانڈر انچیف برائے ویت جنرل ولیم ویسٹ مورلینڈ نے تجویز دی تھی کہ اپریشن کے دائرے میں توسیع کرتے ہوئے لاؤس کے کافی اندر جا کر بھی لوگ اتارے جائیں۔ امریکی سفیر ہنری کابوٹ لاج نے اس کے سیاسی نتائج کا جائزہ لینے کا وعدہ کیا مگر اس سے پہلے ہی اس کی جگہ ایلس ورتھ بنکر کو لگا دیا گیا اور اس طرح یہ تجویز ختم ہوگئی۔

جولائی 1967ء کے وسط میں معلوم ہوا کہ لاؤس میں بھی 'پریری فائر' ٹیموں کی تلاش کے لیے شمالی ویت نامی فوج خصوصی دستے استعمال کر رہی ہے۔ ماسٹر سارجنٹ سام المندریز کی زیر قیادت ایک ٹیم ہیو کے 60 میل مغرب میں ایک سڑک کا جائزہ لے رہی تھی کہ شمالی ویت نامی دستے نے اچانک حملہ کر کے المندریز اور اس کے دن۔ٹو ماسٹر سارجنٹ ہیری براؤن کو ہلاک کر دیا تاہم ٹیم کا ون۔ون سارجنٹ رابرٹ سلیورن ٹیم کے 5 ننگ ارکان سمیت فرار ہو کر محفوظ مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

المندریز پر حملہ کرنے والے فوجی شمالی ویت نام کے 305 ویں ایربارن بریگیڈ کے سابق ارکان تھے' جو 1965ء میں بنایا گیا تھا لیکن 19/مارچ 1967ء کو اسے توڑ کر اس سے نیا 305واں سیپر ڈویژن بنایا گیا۔

اس کے ارکان شمالی ویت نام کی ایلیٹ فوج کے سپاہی تھے۔ روس سے تربیت یافتہ ان فوجیوں کے پاس باقیوں سے زیادہ جدید اسلحہ تھا اور سیاسی طور پر یہ زیادہ قابل اعتماد تھے۔ بریگیڈ کے توڑے جانے کے بعد سے اس کے نصف سابق ارکان سیپر بن گئے جن کو جنوبی ویت نام میں دراندازی اور اہداف تباہ کرنے کی تربیت دی گئی۔ باقی نصف ارکان کی ایک خصوصی رجمنٹ بنائی گئی جو تین بٹالینوں پر مشتمل تھی۔ اسے ایس او جی کی درانداز ٹیموں کا سراغ لگانے اور ان کا صفایا کرنے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کی تربیت دی گئی۔ ہر بٹالین کا اپنا علاقہ کار تھا اور اپنے کھوجی تھے جن کے پاس کھوجی کتے بھی تھے۔

ان رجمنٹوں نے ایس او جی کی ٹیموں کا جینا دشوار کر دیا ایک حملے میں انہوں نے ٹیم کے تینوں امریکی ارکان ہلاک کر دیئے۔ دوسرے حملے میں ساری ٹیم لاپتہ ہوگئی۔

''مین'' نام ٹیم مناؤ سارجنٹ ڈیوڈ بیکر کی قیادت میں ایک شمالی ویت نامی اڈے کے علاقے میں جاسوسی مشن پر تھی کہ اسے احساس ہوا کہ اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ اس نے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود بیکر اور اس کے آدمی دشمن کے کھوجیوں کو غچہ دینے میں ناکام رہے۔ کھوجیوں سے دشمن کے فوجی بھی آ ملے۔ کچھ وقت بعد بیکر کو احساس ہوا کہ دشمن انہیں دراصل مشرق کی طرف دھکیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تاکہ وہ ایک ڈھلوان میں پھنس جائیں یا انہیں کھلے میدان میں آنا پڑے۔

تیسرے دن صبح کو دشمن نے انہیں پھر مشرق کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔ اب تنگ آ کر بیکر نے دشمن پر حملے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ وقت بعد اس نے جھاڑیوں کی ایک قطار گھات کے لیے منتخب کی۔ دشمن تعاقب کرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ کچھ دیر بعد دشمن کے 9 فوجی نمودار ہوئے اور ان کی گھات سے 10 فٹ کے فاصلے پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ ان کے بغور مشاہدے سے ٹیم کو اندازہ ہوا کہ یہ دشمن کی کمپنی کا کمانڈ دستہ ہے جس میں کمانڈر' اس کے تین پلٹن کمانڈر اور دو چینی مشیر شامل ہیں۔ وہ ان کو 40 منٹ تک دیکھتے رہے جس کے بعد ایک آہٹ پر وہ لوگ ٹیم کی موجودگی سے باخبر ہو گئے اور حملہ کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مین نے پہلے فائرنگ کر دی اور ان سب کو فوراً ہی ہلاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت سے دشمن کی صفوں میں اتنی پریشانی پھیلی کہ مین کو دور نکل جانے کا موقع مل گیا جس کے بعد انہیں وہاں سے نکال لیا گیا۔

کرنل جان سن گلاوب کی آمد کے بعد ایس او جی میں 1966ء کے بعد کئی تبدیلیاں ہوئیں۔ اس کی نفری میں اضافہ ہوگیا۔ امریکی اہلکاروں کی تعداد بڑھ کر اڑھائی ہزار اور ویت نامی مقامی اہلکاروں کی تعداد 7 ہزار تک جا پہنچی۔ کئی متحرک حملہ آور کمپنیاں جن کو ہیچٹ فورسز کہا جاتا تھا بنائی گئیں۔ بالعموم ایک کمپنی میں 4 سپیشل فورسز اہلکار اور 120 مقامی فوجی شامل ہوتے تھے۔

ایک بڑی تبدیلی نے گراؤنڈ سٹڈیز گروپ کی تنظیم کو متاثر کیا۔ 1966ء تک ایس او ایس کے اپریشن ڈانانگ کے کمانڈ اینڈ کنٹرول سے کنٹرول کیے جاتے تھے اور ٹیمیں کونٹم' کھے سنہہ ڈانانگ اور پھوبائی کے فارورڈ اڈوں سے روانہ کی جاتی تھیں۔ سن گلاوب نے گروپ کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ڈانانگ میں شمالی کمانڈ اینڈ کنٹرول جس کے تحت شمالی ویت نام اور لاؤس تھے' کونٹم میں وسطی کمانڈ اینڈ کنٹرول جس کے تحت جنوبی ویت نام' لاؤس اور کمبوڈیا کی مشترکہ سرحدوں والا علاقہ تھا۔ بان می تھاوٹ میں جنوبی کمانڈ اینڈ کنٹرول جس کے تحت کمبوڈیا تھا۔

شمالی ویت نام والے 1960ء کی دہائی کے شروع سے نام نہاد غیر جانبدار کمبوڈیا کے اندر واقع پناہ گاہوں سے اپریشن کر رہے تھے۔ انہوں نے وہاں سہانوک راستہ قائم کر رکھا تھا جو کمبوڈیا کی بندرگاہ سہانوک ول (بعد ازاں کمپونگ سوم) سے شمال اور مشرق میں جنوبی ویت نام کی طرف جانے والی گزرگاہوں کا ایک نیٹ ورک تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس پر بھی ہوچی منہ کے راستے کی طرح وے سٹیشن' آرام کے لیے علاقے اور سپلائی ڈپو قائم کر دیئے گئے۔ اس دوران کمبوڈیا والے شمالی ویت نام کو سالانہ ڈیڑھ لاکھ ٹن چاول فراہم کرتے رہے اور چینی اسلحہ سہانوک ول سے گزرنے کی اجازت دیتے رہے۔ 1965ء میں کمبوڈیا کے وزیراعظم پرنس نارڈم سہانوک کی طرف سے امریکہ کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جانے کے بعد شمالی ویت نام نے کمبوڈیا میں اپنی پناہ گاہوں سے جنوبی ویت نام میں دراندازیاں بڑھا دیں۔ 1966ء تک اندازاً ایک ہزار ٹن چینی اسلحہ سہانوک ول کے راستے کمبوڈیا میں شمالی ویت نام کے فوجی ڈپوؤں تک پہنچا۔

ہنوئی سے سہانوک کے تعلقات اوپر نیچے ہوتے رہتے تھے اور 1963ء کے بعد سے ویٹ کانگ اور کمبوڈیا کی فوجوں کے درمیان تصادم کے کئی واقعات رونما ہوئے جن میں کئی سو کمبوڈیائی ہلاک یا زخمی ہوئے۔ 1966ء میں اس نے سرعام تسلیم کیا کہ شمالی ویت نامی فوج اور ویت کانگ نے سرحد کے ساتھ ساتھ اڈے قائم کر رکھے ہیں۔ اس وقت تک جانسن کی حکومت' جو چاہتی تھی کہ کمبوڈیا کا حکمران کمیونسٹوں سے دور ہو جائے' اس مسئلے پر اس کے ساتھ محاذ آرائی سے گریز اور اس بات کو نظرانداز کرتی آ رہی تھی کہ ویت نام اور ویٹ کانگ کے کمبوڈیا کے اندر سے کارروائیاں کرنے کے شواہد بڑھتے جا رہے ہیں۔ تاہم 1967ء کے شروع میں جنرل ولیم ویسٹ مورلینڈ اور کمانڈر انچیف برائے بحرالکاہل کی طرف سے کی جانے والی درخواستوں پر ایس او جی کو اجازت دے دی گئی کہ وہ کمبوڈیا کے اندر 'ڈینیل بون' کے نام سے جائزہ اپریشن کرے۔

تاہم اس بارے میں وزارت خارجہ نے کئی حدود مقرر کر رکھی تھیں۔ اپریشن کو مکمل طور پر قابل تردید انداز میں کیا جانا تھا۔ مشکل میں پھنس جانے والی جائزہ ٹیموں کے لیے فضائی مدد صرف گن شپ ہیلی کاپٹر کے ذریعے جا سکتی تھی۔ گولی صرف دفاع کے چلائی جا سکتی تھی۔ لڑائی کے دوران صرف جنگلی سبز کپڑے پہنے جا سکتے تھے۔ اسلحہ پر غیر ملکی نشانات ہونے تھے اور ایک وقت میں دو یا تین سے زیادہ افراد کو جنگی قیدی نہیں بنایا جا سکتا تھا۔

کمبوڈیا کے جس علاقے پر شمالی ویت نامیوں کا زیادہ قبضہ تھا' وہ ملک کے شمال مشرق کا تھا۔ یہ صوبہ رتنا کری کا شمالی علاقہ تھا جو جنوبی لاؤس' اور شمالی ویت نام کے درمیان واقع تھا۔ شمال مشرق میں جنوبی ویت نامی شہر پلیکو کے بالمقابل' ہائی وے 19 کے اردگرد 50 میل لمبا ایک علاقہ ''ویسٹ لینڈ'' کے نام سے واقع ہے۔ اس بے آب و گیاہ علاقے میں امریکی فوج کام نہیں کر سکتی تھی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش
اردو کے لئے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

مگر شمالی ویت نامی فوج اور ویت کانگ جنوب میں دراندازی کے لیے یہاں سے گزرتے تھے۔ جنوب مشرق میں سائیگون اور نام پنہہ کے درمیان پیرٹس بیک (طوطے کی چونچ) نامی علاقہ ہے جس کے شمال میں کمبوڈیا اور جنوبی ویت نام کی سرحد گھنے جنگل سے گزرتی ہے۔ شمال مشرق میں ''ڈاگس فیس'' نامی علاقہ ہے جو گھوم کر واپس ویت نام میں آ کر اس علاقے سے مل جاتا ہے جسے ''فش ہک'' کہتے ہیں۔ پیرٹس بیک کے جنوب میں سرحد مغرب کی طرف دریائے میکانگ کو عبور کر جاتی ہے۔ شمالی ویت نام اور ویت کانگ کی فوجوں کی بڑی پناہ گاہیں میکانگ' پیرٹس بیک اور فش ہک کے سرحدی علاقوں میں اور چھوٹی پناہ گاہیں شمال مشرق میں سرحد کے ساتھ ساتھ کمبوڈیا اور لاؤس کے اندر واقع تھیں۔

ابتدائی ڈینیل بون اپریشن کمبوڈیا کے انتہائی شمال مشرقی علاقے میں کیے گئے' جو جنوب ویت نام کے وسطی بلند علاقوں سے ملحق ہے۔ پہلا اپریشن تو کامیاب رہا لیکن دوسری ٹیم جو 15/جون 1967ء کے روز لاؤس کی سرحد کے اندر اتاری گئی' اسے شمالی ویت نامی فوج نے روک لیا اور اس کی فائرنگ سے سارجنٹ بن سنوڈن ہلاک ہو گیا جبکہ ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا۔ ایک ہیلی کاپٹر کو نقصان پہنچا۔

اگلے مہینوں میں 'ڈینیل بون' کی ٹیموں نے شمالی ویت نامی فوج کی سڑکوں' راستوں' کیمپوں اور سپلائی ڈپوؤں کا تفصیل سے جائزہ لیا اور کمبوڈیا کے سرحدی علاقوں میں اس کے فوجی انفراسٹرکچر کی تصویر مرتب کر لی۔ ایک مقبوضہ علاقے فش ہک میں ویٹ کانگ کے ہیڈکوارٹر واقع تھے۔ 1967ء میں جنکشن سٹی کے نام سے ایک اپریشن اس پر قبضہ کرنے اور علاقے میں ویٹ کانگ کے دوسرے اڈے تباہ کرنے کے لیے شروع کیا گیا۔ اس میں امریکہ کی 22 اور جنوبی ویت نام کی 4 بٹالینیں شریک تھیں۔ اس اپریشن کے نتیجے میں 27 سو ویت کانگ ہلاک ہوئے اور بھاری مقدار میں اسلحہ' خوراک اور دستاویزات ہاتھ آئیں تاہم بڑی تعداد میں ویت کانگ فرار کر کمبوڈیا پہنچ گئے۔

1967ء کے موسم خزاں میں ایس او جی کی ٹیمیں کمبوڈیا کے نہایت شمال مشرقی سرحدی علاقے میں جمع ہو رہی تھیں۔ سرحد کے مشرق میں جنوبی ویت نام کے 5 میل اندر ڈاک ٹو کے مقام پر امریکی فوجیں شمالی ویت نامی فوج کی طرف سے لڑی جانے والی تین توجہ ہٹاؤ جنگوں میں سے ایک میں بری طرح مصروف تھیں۔ باقی دو لڑائیاں سانگ بی اور لوک نہہ میں ہو رہی تھیں۔ متعدد ڈینیل بون ٹیمیں سرحد پار اس مقصد کے لیے بھیجی گئیں کہ شمالی ویت نامی فوج کو ملنے والی کمک کے بارے میں معلوم کیا جا سکے اور اس سڑک کا سراغ لگایا جا سکے جو شمالی ویت نامی فوج کا ایک بڑا سپلائی روٹ تھی۔ سارجنٹ لودل سٹیونس کی قیادت میں ایک ٹیم نے مشن کے تیسرے روز یہ سڑک دریافت کر لی اور اسی رات انہوں نے اس سڑک سے روسی ٹرک جو راشن سے لدے ہوئے تھے' جاتے ہوئے دیکھے۔ صبح کے وقت یہ ٹرک واپس لوٹے جس کے بعد سڑک پر درخت ڈال کر اسے پھر سے کیموفلاج

کر دیا گیا۔ انہوں نے سڑک کی تصاویر بنائیں اور واپسی پر ان کا سامنا چار شمالی ویت نامی فوجیوں سے ہوگیا۔ انہوں نے فائرنگ کر کے چاروں کو ہلاک کر دیا۔

اپریشن کے دوران ایس او جی کا جانی نقصان بھی ہوا۔ ایک اپریشن سے واپسی پر جب ٹیم کے کمانڈر سارجنٹ چارلی وائٹ کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اٹھایا جا رہا تھا تو وہ نیچے جا گرا اور پھر اس کا سراغ نہیں ملا۔ چند ماہ بعد ایک ٹیم ''ہیمر'' جو لیفٹیننٹ ہیری روسکے کی زیر قیادت ''فش ہک'' کے علاقے میں جاسوسی کر رہی تھی' کا تین شمالی ویت نامی فوجیوں سے ٹکراؤ ہوگیا۔ فائرنگ میں کروسکے مارا گیا۔

اس دوران سائیکلوجیکل اپریشن گروپ بھی جھوٹے پروپیگنڈے اور دیگر ''گندے ہتھکنڈوں'' کے ذریعے ایک فریبی جنگ لڑ رہا تھا۔ ایس او جی کا یہ سب سے خفیہ ادارہ تھا جس میں 150 اہلکار تھے۔ ان میں متعدد سی آئی ڈی کے افسر تھے۔ صرف 1967ء میں اس کا بجٹ 3.7 ملین ڈالر تھا۔

اس کا سب سے بڑا منصوبہ ڈانانگ کے قریب جنوبی ویت نامی ساحل سے پرے ''کولا ذ جام'' جزیرے میں ماہی گیروں کی ایک جعلی بستی قائم کرنا تھا۔ شمالی ویت نامی ساحلوں پر مچھلیاں پکڑتے ہوئے ماہی گیروں کو گرفتار کر لیا جاتا اور ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر یہاں لایا جاتا۔ اپریشن میں حصہ لینے والوں نے اس جزیرے کو ''پیراڈائز آئی لینڈ'' کا نام دے رکھا تھا۔ یہاں ان کا خوب عزت و احترام سے استقبال ہوتا اور انہیں بتایا جاتا کہ وہ شمالی ویت نام کے اس علاقے میں ہیں جسے ''سیکرڈ سورڈ آف پیٹریاٹک لیگ'' (ایس ایس پی ایل) نے آزاد کرایا ہے اور اب یہاں اسی کا قبضہ ہے اگلے دو ہفتوں تک انہیں خوب اچھی غذا کھلائی جاتی اور ایس ایس پی ایل اور اس کے مقبوضہ دیگر ساحلی اور پہاڑی علاقوں کے بارے میں ''معلومات'' فراہم کی جاتیں۔ انہوں نے انہیں ریڈیو سگنل پہچاننے کا طریقہ سکھایا اور یہ بھی بتایا کہ ریڈیو ٹرانسسٹر پر انہیں جو احکامات دیئے جائیں گے وہ کس طرح سنے جائیں۔ اس کے بعد دوبارہ ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر شمالی ویت نام کے ساحلوں پر چھوڑ دیا گیا۔

یہ سب کچھ جعلسازی تھی جس کا ہدف شمالی ویت نامی انٹیلی جنس تھی۔ اس کے افسروں نے خفیہ ریڈیو سٹیشن کی طرف سے اپنے غیر موجود ایجنٹوں کے لیے نشر کیے جانے والے پیغامات بھی سننا تھے۔ اسی دوران ایئر سٹڈیز گروپ کے فرسٹ فلائٹ کے طیاروں نے غیر موجود مزاحمتی گروپ کی طرف سے دو ورقے بھی گرائے۔

دوسرے نفسیاتی اپریشنوں میں ''پوائزن پین'' بھی شامل تھا۔ جس کے تحت سمندر پار سے ایسے خط بھیجے جاتے جن میں شمالی ویت نامی افسروں کو غداری اور جاسوسی کا مرتکب قرار دیا جاتا۔ بعض اوقات ان خطوں میں ایسی مائیکرو ڈاٹ ہدایات ہوتیں جن سے معصوم ترین کارروائی بھی مشکوک نظر

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلیکشن وڈ اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

آنے لگتی۔ بعض اوقات کسی خاص افسر کے ٹائپ رائٹر سے مشابہہ ٹائپ رائٹر حاصل کر کے اس کے ذریعے خط ٹائپ کیے جاتے اور انہیں ڈاک سے ارسال کیا جاتا۔

ایک اور اپریشن کے تحت شمالی ویت نامی دستاویزات کی جعل سازی سے مکمل نقل کی جاتی۔ حتیٰ کہ ان پر دستخط بھی اصلی سے مشابہہ ہوتے۔ یہ دستاویزات سی آئی اے دشمن کے ترسیلی نظام میں تقسیم کر دی جاتیں جس سے دشمن کی صفوں میں الجھاؤ پیدا ہوتا اور اسی آئی اے کو اپنی کارگزاری کا موقع مل جاتا۔

ایس او جی کے پاس جنوبی ویت نام میں متعدد خفیہ ریڈیو سٹیشن تھے۔ ان میں سے ایک ایسا تھا جو خود کو شمالی ویت نام کے اندر ظاہر کرتا۔ بعض ریڈیو سٹیشن شمالی ویت نام کے ساحل کے ساتھ ساتھ پرواز کرنے والے ایک امریکی ہوائی جہاز پر قائم تھے۔ شمالی ویت نامی اس کا محل وقوع تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ یہ ریڈیو سٹیشن ان بے شمار ریڈیو سیٹوں کے ذریعے نشریات کرتے جو طیاروں کے ذریعے نیچے گرائے گئے یا کشتیوں کے ذریعے سمندر میں پھیلائے گئے تھے۔ ان ریڈیو سیٹوں کو ''پی نٹ'' کا نام دیا گیا تھا۔ یہ ریڈیو اس انداز میں بنائے گئے تھے کہ ایس او جی کا جعلی ''ریڈیو ہنوئی'' تو واضح طور پر سنا جاتا جبکہ اصلی ریڈیو ہنوئی کی نشریات مدہم پڑ جاتیں۔

ایک اور خطرناک کام ''ایلڈسٹ سن'' کے نام سے کیا گیا۔ اس کے تحت چینی ساختہ گولہ بارود اور گولیوں میں اس طرح تبدیلی کر کے انہیں تیار کیا گیا کہ ہتھیار چلاتے ہی وہ اس کے اندر پھٹ جائیں۔ یہ گولیاں مردہ شمالی ویت نامی فوجیوں کے جسموں میں بھی رکھ دی جاتیں۔ بعض اوقات یہ گولہ بارود ''مناسب'' مقامات پر چھوڑ دیا جاتا۔ اس طرح یہ نقصان دہ اسلحہ شمالی ویت نامی فوج اور ویت کانگ کے پاس پہنچ جاتا۔

جون 1968ء میں اس جعلی اسلحہ کی کارگزاری کی شہادت سامنے آئی جب متعدد شمالی ویت نامی سپاہیوں کی لاشیں پھٹی ہوئی رائفلوں کے ساتھ ملیں۔ اسی طرح ایک جنگ سے شمالی ویت نام کی ایک پھٹی ہوئی توپ کے ساتھ پڑے ہوئے سپاہیوں کی لاشیں بھی ملیں۔ اس کے ساتھ ہی سی آئی اے نے شمالی ویت نام کی جعلی دستاویزات تیار کر کے شمالی ویت نامی فوج اور ویت کانگ تک پہنچائیں جن میں کہا گیا تھا کہ چین سے جو اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کیا جا رہا ہے اس کا معیار خراب ہے۔ شمالی ویت نامیوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا جس کا اندازہ ان کی ریڈیائی مواصلات سے ہوا۔

اس نفسیاتی جنگ سے شمالی ویت نام فوج اور ویت کانگ کے کمانڈ سٹرکچر کو خاصا نقصان پہنچا۔ حتیٰ کہ مئی 1968ء میں شمالی ویت نام نے پیرس میں امن مذاکرات کے لیے یہ شرط لگائی کہ امریکہ یہ نفسیاتی جنگ ختم کرے۔

اس دوران اپریل 1968ء میں ایس او جی کے طویل مدت والے ایجنٹوں کے پروگرام پر

نظر ثانی کی گئی جو کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ ان ایجنٹوں کی بیشتر ٹیمیں گرفتار ہو چکی تھیں اور بعض کو یقیناً شمالی ویت نام والوں نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ شمالی ویت نام کے ایک فوجی نے گرفتاری کے بعد بتایا کہ 1962ء میں اتاری جانے والی ایک ٹیم اب شمالی ویت نام کے دباؤ کے تحت کام کر رہی ہے۔ اس نے اس ٹیم کا نام ''ریمس'' بتایا۔ چند ہفتے بعد شمالی ویت نام نے ریمس کی گرفتاری کا اعلان کر کے ایس او جی کی طرف سے اسے دھوکہ دے کر استعمال کرنے کا پروگرام ناکام بنا دیا۔ اس سے یہ شبہ بھی پیدا ہوا کہ ایس او جی کے ہیڈکوارٹر میں جنوبی ویت نامی اہلکاروں میں سے کوئی شمالی ویت نام کا ایجنٹ ہے۔

اگست میں ویت نامیوں نے انکشاف کیا کہ انہوں نے مزید تین ٹیموں کو گرفتار کیا ہے۔ دراصل یہ ٹیمیں اتارے جانے کے فوراً بعد ہی پکڑی گئی تھیں اور ان کے کنٹرول میں تھیں۔ ایس او جی نے باقی ماندہ ٹیموں سے رابطہ برقرار رکھ کر انتقامی کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک ایسی ٹیم کو فینٹم طیاروں کے ذریعے رسد کی فراہمی کا انتظار تھا۔ لیکن جہازوں کے ذریعے وہاں بم گرائے گئے جس کے نتیجے میں خود کو ٹیم کا رکن ظاہر کرتے ہوئے وہاں موجود شمالی ویت نامی فوجی ہلاک ہو گئے۔ بعض دوسرے مواقع پر ایسے ریڈیو سیٹ گرائے گئے جن کے اندر بم نصب تھے۔ ایسے کنستر بھی گرائے گئے جن میں راشن کی بجائے بارود تھا۔

تاہم مختصر وقت کے لیے بھیجے جانے والے ایجنٹ شمالی ویت نامیوں کی سرایت سے محفوظ رہے۔ ان میں سٹراٹا (شارٹ ٹرم روڈ واچ اینڈ ٹارگٹ اکوزیشن) پروگرام کے تحت جو ایجنٹ بھیجے گئے ان کا مقصد شمالی ویت نام سے ہوچی منہ کے راستے تک آنے والی سڑکوں کی نگرانی تھا۔ یہ ایجنٹ شمالی ویت نامی سپاہیوں کے روپ میں ہوتے تھے۔ انہیں جزوی کامیابی ملی کیونکہ سڑکوں تک رسائی بہت مشکل تھی تاہم وہ پروپگنڈہ پرمبنی دو ورقے پھیلانے میں کامیاب رہے۔ تیرہ ماہ کے دوران اس قسم کے 26 اپریشن کیے گئے۔ 14 ٹیموں کے ذریعے 102 ایجنٹ بھیجے گئے جن میں سے 26 مارے گئے۔

اسی طرح کا اپریشن ''ارتھ انجلز'' کے نام سے کیا گیا۔ اس کے تحت ایک درجن ٹیمیں بھیجی گئیں۔ ہر ٹیم میں شمالی ویت نامی فوج کے دو یا تین سابق سپاہی شامل ہوتے تھے۔ انہیں لاؤس اور کمبوڈیا میں دشمن کے سپلائی راستوں کی جاسوسی کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ یہ شمالی ویت نامی فوج کے قاصدوں کے روپ میں فوجیوں سے گھل مل جاتے۔ ہر مشن ایک ہفتے اندر رہتا پھر اسے نکال لیا جاتا۔ سٹراٹا کی طرح ارتھ انجلز بھی شمالی ویت نامیوں کی سرایت سے محفوظ رہے۔

نومبر 1968ء کے شروع میں امریکہ کے انتخابات کے موقع پر جن کے نتیجے میں اگلے سال جنوری میں رچرڈ نکسن ملک کا صدر بن گیا' ایس او جی کو شمالی ویت نام میں ایجنٹ بھیجنے کا پروگرام ختم کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اس نے ارجنسی' بورڈن اور اوڈلز کے نام سے تین فریب دینے والے اپریشنوں کے ذریعے جعلی نیٹ ورک چلانے پر توجہ دی۔ یہ تینوں دھوکہ دہی کے بڑے پروگرام

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

''فورے'' کا حصہ تھے۔

ارجنسی کے تحت رقم' پیغامات اور دوسرے شواہد بھیج کر شمالی ویت نامیوں کو یہ باور کرایا گیا کہ ایس او جی کے زبردست نیٹ ورک موجود ہیں جن کا انہیں علم نہیں۔

بورڈن کے تحت شمالی ویت نام کے جنگی قیدیوں کو استعمال کیا گیا۔ انہیں ایس او جی کے غیر موجود نیٹ ورکس کے بارے میں غلط معلومات ''فیڈ'' کی جاتیں اور انہیں بظاہر اپنا ایجنٹ بنا کر شمالی ویت نام اتار دیا جاتا۔ ان سے پہلے طیاروں کے ذریعے ایسے پیراشوٹ گرائے جاتے جن میں افراد کے بجائے برف کے ٹکڑے ہوئے چنانچہ یہ پیراشوٹ اگلے روز بھی درختوں پر لٹک رہے ہوتے اور شمالی ویت نامی فوج ان خیالی ایجنٹوں کی گرفتاری پر کافی وقت صرف کرتی رہ جاتی۔ ان میں سے بعض قیدی لاؤس میں اتار دیئے جاتے۔ ان کی لاعلمی میں ان کے ساز وسامان میں الیکٹرانک آلات جاسوسی کے لیے چھپا دیئے جاتے۔ چنانچہ جب یہ شمالی ویت نامی فوج کے کسی ہیڈکوارٹر میں جاتے تو اس کے محل وقوع کا علم ہو جاتا اور امریکی فضائیہ اس پر بمباری کر دیتی۔

اوڈلز کے تحت شمالی ویت نامیوں کو یہ باور کرایا جاتا کہ شمالی ویت نام میں مزید نیٹ ورک موجود ہیں۔ ان خیالی نیٹ ورکس کو ریڈیو پیغامات ارسال کیے جاتے اور سپلائی بھیجی جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ شمالی ویت نامی انٹیلی جنس ان کی تلاش میں خاصا وقت اور رقم ضائع کر دیتی۔

1968ء کے وسط میں کرنل جان سن گلاوب ایم اے سی وی' ایس او جی کے سربراہ کے عہدے سے فارغ ہو گیا اور اس کی جگہ کرنل سٹیو کیوانا نے جس نے جنوبی ویت نام میں ایس او جی کے اپریشن کم کر کے سرحد پار اپریشنوں کی تعداد زیادہ کر دی۔

1966ء میں سن گلاوب نے ہیچٹ فورسز قائم کی تھیں۔ امریکی سفیر نے ان پر پابندی لگائی تھی کہ اس کے اپریشنوں میں پلٹن سے زیادہ فوجی نہیں ہوں گے تاہم 1969ء میں یہ پابندی ختم ہوگئی اور ایس او جی کو اجازت مل گئی کہ وہ بحرالکاہل کے لیے کمانڈر انچیف کی رضامندی سے کمپنی کے حجم کی ہیچٹ فورس تعینات کر سکتا ہے۔

ایس او جی نے کونٹم' ڈانانگ اور بان می تھواٹ کے مقامات پر ایسی چار کمپنیاں قائم کر دیں۔ ان کی تعیناتی کے لیے بڑا مسئلہ ہیلی کاپٹروں کی قلت کا تھا۔ ہیچٹ فورس کے ہر اپریشن کے لیے 12 ہیلی کاپٹر درکار تھے۔ تاہم اس مسئلے کے باوجود ہیچٹ فورس کے اپریشنوں سے شمالی ویت نامی ج کو ہوچی منہ راستے کے دفاع کے لیے زیادہ نفری تعینات کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ 69ء میں ایک اندازے کے مطابق اس نفری کی تعداد 70 ہزار تھی۔ اس کے مقابلے میں اس راستے پر ایس او جی کے کل 50 سپاہی تھے۔

جون 1967ء میں ایک ہیچٹ اپریشن لاؤس میں ''آسکر ایٹ'' نامی ہدف کے خلاف

کیا گیا۔ یہ جنوبی ویت نام کے اندر آشو کی وادی سے 25 میل شمال مغرب میں ایک علاقہ تھا جہاں شاہراہ 922 شاہراہ 92 سے الگ ہوتی ہے۔ اس پہاڑی علاقے میں خیال تھا کہ یہاں شمالی ویت نامی فوج کے 559 ویں ٹرانسپورٹیشن اینڈ سپورٹ گروپ کا ہیڈکوارٹر واقع ہے۔ امریکی ایئرفورس کی انٹیلی جنس کو بھی یہ معلوم ہوا تھا کہ شمالی ویت نام سے باہر اس کی فوج کا سب سے بڑا اسلحہ ڈپو یہیں ہے۔

لینڈنگ زون جنگلات سے اٹی پہاڑیوں کے درمیان ایک پیالہ نما جگہ میں واقع تھا۔ ان پہاڑوں پر طیارہ شکن توپیں اور انفنٹری تعینات تھی اور بنکر قائم تھے۔ صبح کے وقت پہلے بی 52 طیاروں نے پورے علاقے میں زبردست بمباری کی اور ایک ہزار بم گرائے۔ شمالی ویت نامی فوجی بنکروں سے نکل کر تیل کے ڈرم بھڑکتی ہوئی آگ سے دور لے جانے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھے گئے۔

بمباری ختم ہوتے ہی فورس کی کمپنی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اتاری گئی۔ لیکن اترتے ہی شمالی ویت نامیوں نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ کمپنی نے شدید دفاعی جنگ شروع کردی اور فضائی مدد طلب کی جس پر اے۔ ون سکائی ریڈرز اور ہیلی کاپٹر وہاں پہنچے لیکن انہیں شمالی ویت نامیوں کی طیارہ شکن توپوں کی شدید گولہ باری کا سامنا کرنا پڑا۔

لڑائی سارا دن اور ساری رات جاری رہی۔ اگلے روز صبح کے وقت بمبار طیارے آ پہنچے۔ انہوں نے کلسٹر بم برسائے۔ کمپنی کو نکالنے کے لیے ہیلی کاپٹر بھی پہنچے جن میں سے 4 کو دشمن نے مار گرایا۔ اس معرکے میں 23 امریکی لاپتہ ہوئے جن میں سے 6 کو بعدازاں مردہ قرار دے دیا گیا۔ بچی کھچی کمپنی کو نکال لیا گیا۔ ایک تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کا پائلٹ سارجنٹ چارلس ولکلو زخمی حالت میں گرفتار کیا گیا۔ اگلی صبح وہ بے ہوشی ختم ہونے پر اٹھا تو اس نے دیکھا کہ دو روسی مشیر اسے گھور رہے ہیں۔ چوتھے روز وہ شدید زخمی ہونے کے باوجود تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو علاقے سے باہر گھسیٹ لانے میں کامیاب ہوگیا۔ دشمن کو اگلے روز اس کے فرار کا علم ہوا لیکن وہ اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہا۔ ریڈیائی پیغام ملنے پر اسے فضائی مدد بھیج کر وہاں سے نکال لیا گیا۔ اس کا نام مردہ قرار دیئے جانے والوں میں شامل تھا۔

1969ء کے شروع میں ایک خاص طور پر دلیرانہ اپریشن ''سپنڈوز'' کے نام سے لاؤس میں کیا گیا جس کا مقصد جنوبی ویت نام میں لاؤس اور کمبوڈیا کی سرحد سے تین میل اندر سپیشل فورسز کے ایک اڈے پر شمالی ویت نامی فوج کے حملے کو ناکام بنانا تھا۔ ''بین ہیت'' میں واقع اس اڈے کی حفاظت پر سپیشل فورسز کے 12 اہلکار اور 1500 مونٹا گنارڈ تعینات تھے۔ ان کے مقابلے میں شمالی ویت نام کی دو رجمنٹیں تھیں جو اڈے پر مسلسل گولہ باری کر رہی تھیں۔ اڈے کو جانے والی واحد سڑک کٹ چکی تھی اور کثیر تعداد میں طیارہ شکن توپوں نے فضائی راستے سے سپلائی کو خطرناک بنا دیا تھا۔

3/ مارچ کی شام دشمن نے 10 ٹینکوں کے ساتھ حملہ کر دیا جسے ناکام بنا دیا گیا لیکن اس

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کے بعد دشمن کے مزید فوجی آتے ہوئے نظر آئے۔

4/ مارچ کو ہیچٹ فورس کی کمپنی اے کیپٹن بابی ایونز کی قیادت میں کونٹم سے داخل کی گئی جس نے فوراً ہی شاہراہ سے 300 گز اوپر اڈہ بنالیا۔ اس کا مشن شاہراہ 110 کو بند کرنا تھا تاکہ دشمن کو کمک نہ پہنچ سکے۔ تاہم دشمن نے فوراً ہی گولہ باری شروع کر دی لیکن مضبوط بنکروں کی وجہ سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔ رات کو دشمن نے پوزیشن کے پیچھے سے قافلے گزارنے کی کوشش کی جس پر طیاروں اور ہیلی کاپٹروں سے بمباری کر دی گئی۔ رات کو حملے کی بھی ایک ناکام کوشش کی گئی۔ اگلی رات دشمن نے پھر ایک قافلہ گزارنے کی کوشش کی جسے گولہ باری سے روک دیا گیا۔

کمپنی اے 6 دن تک اپنی پوزیشن پر جمی رہی۔ اس نے دشمن کے 6 ٹرک تباہ کیے۔ اپریشن کامیاب رہا اور دشمن کا لاجسٹک نظام شدید طور پر متاثر ہوا۔

1969ء میں کمبوڈیا کی بندرگاہ سہانوک ول مشرقی یورپ سے شمالی ویت نام کو اسلحے کی سپلائی کی بڑی گزرگاہ بن چکا تھا۔ بندرگاہ سے اسلحہ کی کھیپیں شمالی ویت نامی انٹیلی جنس سروس ترہنہ سات کی زیر ملکیت بڑے بڑے ٹرکوں کے ذریعے نام پنہ سے باہر ایک ڈپو پر لائی جاتیں۔ وہاں سے قافلے شاہراہ 7 سے فش ہک کے علاقے میں جاتے اور اسلحہ شمالی ویت نامی فوج کے 5 ویں اور 7 ویں ڈویژن اور ویت کانگ کے 9 ویں ڈویژن کے ٹرانسپورٹ یونٹ کے حوالے کیا جاتا۔ یہاں کئی اڈے تھے جن میں سب سے بڑا کمبوڈیا کی سرحد سے صرف تین میل اندر واقع تھا۔

امریکی انٹیلی جنس ذرائع نے اپنی حکومت کو کمبوڈیا کی اس نام نہاد غیر جانبداری کی کئی شہادتیں فراہم کیں۔ رچرڈ نکسن کو جو جنوری 1969ء میں صدر بنا تھا اور شمالی کوریا سے امن مذاکرات میں مصروف تھا' یہ شواہد دکھائے گئے اور فروری 1969ء میں کمبوڈیا کے اندر شمالی ویت نام کی پناہ گاہوں پر بی 52 طیاروں کے ذریعے بمباری کا منصوبہ بنایا گیا۔ مارچ میں صدر نکسن نے شمالی ویت نام کو دو مرتبہ انتباہ کیا کہ مسئلے کا پرامن حل نکالنے کی کوشش کے دوران اگر امریکی فوج پر حملے کیے گئے تو جوابی کارروائی کی جائے گی۔ شمالی ویت نام نے یہ انتباہ نظرانداز کر دیئے اور سائیگون پر راکٹوں سے حملہ کر دیا۔ تین دن کے بعد بی 52 سٹراٹ فورٹرلیس طیاروں نے فش ہک کے علاقے میں شمالی ویت نامی اڈوں پر بمباری کر دی جس کے نتیجے میں گولہ بارود کے کئی ذخیرے تباہ ہو گئے۔

ایک ماہ بعد کمبوڈیا کے شہر میموٹ سے 14 میل جنوب مشرق میں شمالی ویت نامی اڈے پر بمباری کا فیصلہ کیا گیا۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ایک فوج علاقے میں داخل کی جائے جو بمباری کے فوراً بعد زمینی حملہ بھی کر دے۔ یہ ذمہ داری سی سی ایس کی 100 رکنی ہیچٹ فورس کمپنی کو دی گئی جو مونٹا گنارڈ پر مشتمل تھا۔ اس وقت تک اپریشن ڈینیل بون کو ''سالم ہاؤس'' کا نیا نام دے دیا گیا تھا کیونکہ اول الذکر کے حوالے سے نیوز ویک نے ایک رپورٹ چھاپ کر اس کا راز فاش کر دیا تھا۔

24/اپریل 1969ء کو کمپنی کو 4 ہیلی کاپٹروں کے ذریعے علاقے میں اتارا گیا۔ بمباری ختم ہونے کے چند منٹ بعد ہی یہ ہیلی کاپٹر لینڈنگ زون پہنچ گئے تھے۔ لیکن معاً بعد ان پر ہر طرف سے زبردست فائرنگ شروع ہوگئی۔ ہیچٹ کے فوجی بمباری سے پڑنے والے گڑھوں میں چھپ کر جواب دینے لگے۔ سب سے پہلے سپیشل فورسز کا سارجنٹ ارنسٹ گولی لگنے سے ہلاک ہوا' اس کے بعد کیپٹن جیمز کاہل شدید زخمی ہوگیا۔ اس دوران گن شپ ہیلی کاپٹر سے امدادی راکٹ باری ہونے لگی۔ اس موقع پر کمپنی کی دوسری پلٹن کا کمانڈر فرسٹ لیفٹیننٹ گریگ ہیریگن بھی ہلاک ہوگیا۔ اس موقع پر فوجیوں کو نکالنے کے لیے ایک ہیلی کاپٹر آیا لیکن زبردست فائرنگ کی وجہ سے اترنے میں ناکام رہا۔ اس طرح کی مزید کوششیں بھی ناکام ہوگئیں اور لڑائی ہوتی رہی جس میں ہیچٹ فورس کا نقصان بڑھتا رہا۔ اچانک رائل آسٹریلین ایئرفورس کا ایک کینبرا بمبار طیارہ وہاں پہنچ گیا۔ یہ طیارہ پھان رنگ کے اڈے پر مقیم تھا اور ایمرجنسی ریڈیو کال سن کر کمبوڈیا کی سرحد عبور کرنے کی اجازت لیے بغیر ہی وہاں آ گیا تھا۔ اس کی بمباری مؤثر ثابت ہوئی اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے باقی ماندہ کمپنی کو وہاں سے نکالنے کا موقع مل گیا۔ اس آپریشن میں سارجنٹ جیری شراٹور لاپتہ ہوگیا جسے بعدازاں مردہ قرار دے دیا گیا۔

ہیچٹ فورس کا لاؤس میں سب سے کامیاب آپریشن 70ء کے آخری حصہ میں ہوا۔ سی آئی اے نے ''ہانربیل ڈریگن'' کے نام سے ایک آپریشن جو ملک کے جنوب میں ایک مقام پر دوبارہ قبضہ کے لیے کیا جارہا تھا' مدد طلب کی۔ شمالی ویت نامی فوج زبردست مزاحمت کر رہی تھی اور آپریشن میں شریک ہمونگ بے قاعدہ دستوں کا شدید جانی نقصان ہو رہا تھا۔ اگر یہ آپریشن ناکام ہو جاتا تو جنوبی لاؤس میں کمیونسٹوں کا غلبہ کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

سی آئی اے نے ایس او جی سے علاقے میں شمالی ویت نامی فوج کے ایک عقبی اڈے جو چاوانے میں واقع تھا' ہیچٹ فورس کی ایک کمپنی بھیجنے کے کہا۔ یہ مقام لاؤس میں اس حد سے 20 میل آگے تھا جسے پار کرنے کی ایس او جی کو اجازت نہیں تھی لیکن اس آپریشن کے لیے لاؤس میں امریکی سفیر نے یہ پابندی اٹھالی۔

'ٹیل ونڈ' کے نام سے یہ آپریشن ہیچٹ فورس کی کمپنی بی کو دیا گیا جو کونٹم میں مقیم تھی۔

11/ستمبر کو کیپٹن یوجین مکارلے کی زیرقیادت سپیشل فورسز کے 15 اہلکاروں اور 110 مونٹا گنارڈ بے قاعدہ سپاہیوں پر مشتمل کمپنی تین ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ڈاک ٹو پہنچی۔ وہاں ایندھن بھرنے کے بعد ہیلی کاپٹر دوبارہ اڑے اور سرحد کے متوازی 50 میل تک سفر کرنے کے بعد مغرب میں چاوانے کی طرف مڑ گئے جب وہ بولوونس کی سطح مرتفع تک پہنچے تو شدید گولہ باری کی زد میں آ گئے۔ ایک سپاہی زخمی ہوگیا۔ تاہم تینوں ہیلی کاپٹر متعینہ لینڈنگ زون پہنچ گئے اور کمپنی کو وہاں اتار دیا۔ جو شمال مغرب کو چل پڑی۔ کچھ ہی دیر بعد انہیں ٹیلی فون کی گھنٹیاں سنائی دیں۔ وہ اس طرف بڑھے تو

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش
وَن اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

دیکھا کہ وہاں شمالی ویت نامی فوج کا ایک بڑا سپلائی مرکز واقع ہے جس میں راکٹوں سے بھرے ہوئے بنکر ہیں۔ انہیں دھماکوں سے اڑا دیا گیا۔ آگے چل کر ان کی ایک شمالی ویت نامی پلٹن سے جھڑپ ہوگئی جس میں ان کے کئی سپاہی زخمی ہو گئے۔ انہیں ہیلی کاپٹر سے نکالا گیا جس کے بعد کمپنی مغرب کی طرف بدستور بڑھتی رہی اور اس کے اوپر اے سی 130 سپیکٹر ہیلی کاپٹر اس کی مدد کے لیے منڈلاتے رہے۔

12 ستمبر کو جنگل کے ایک کنارے میں واقع ایک شگاف سے انہیں 12 ٹرکوں اور بڑی تعداد میں شمالی ویت نامی سپاہیوں کا ایک قافلہ وہاں سے نصف میل دور شاہراہ 165 پر جاتا نظر آیا۔ ان کے اطلاع دینے پر اے-1 سکائی ریڈرز طیاروں نے وہاں پہنچ کر بمباری کر دی جس سے ٹرک تباہ ہوگئے اور دشمن کے فوجی ہر طرف کو بھاگ نکلے۔

اب تک کمپنی کے 20 کے قریب سپاہی زخمی ہو چکے تھے جن کو طبی امداد کے لیے وہاں سے نکالنا ضروری تھا۔ اس مقصد کے لیے ایک سی سٹالین وہاں پہنچا جس پر دشمن نے فائرنگ کر دی اور ایک گولہ پھٹے بغیر اس کی ٹنکی سے جا ٹکرایا جس سے ٹنکی میں سوراخ ہوگیا۔ جہاز وہاں سے تو نکل گیا لیکن پانچ میل دور جا کر اسے اترنا پڑا۔ اس کے بعد ایک دوسرا ہیلی کاپٹر لینڈنگ زون اترا لیکن اسے بھی دشمن کی شدید فائرنگ کی وجہ سے نکلنا پڑا۔ گولیاں لگنے سے وہ بری طرح متاثر ہوا تھا اور پانچ منٹ بعد اسے بھی لینڈنگ کرنا پڑی۔

اب کمپنی نے شاہراہ 165 کے اوپر چٹانوں پر مورچے بنا لیے۔ اس رات ان پر کئی حملے ہوئے جو پسپا کر دیئے گئے۔ 13/ستمبر کو وہ پھر پیش قدمی کر رہے تھے اور تین گھنٹے بعد انہیں بنکروں کا ایک کمپلیکس ملا۔ اس پر پہلے ہوائی جہازوں سے بمباری کرائی گئی پھر کمپنی نے زمینی حملے شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں بنکروں پر قابض شمالی ویت نامی بٹالین وہاں سے پسپا ہوگئی۔ بنکروں کی تلاشی سے بڑی مقدار میں دستاویزات بھی ملیں۔ اس کے بعد کمپنی نے واپسی کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے فضائی امداد طلب کی اور ایک لینڈنگ زون کی طرف بڑھے اور آخری لمحے پر دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے لینڈنگ زون کا رخ کرلیا۔ دشمن پر' جو اس وقت ان کے اوپر پہاڑوں پر موجود تھا' بمباری ہو رہی تھی۔ آخر ساری ٹیم ہیلی کاپٹروں کے ذریعے وہاں سے نکال لی گئی۔

آپریشن بے حد کامیاب رہا اگرچہ تین مونٹا گنارڈ ہلاک اور 33 زخمی ہوئے تھے جبکہ ان کے ساتھ 16 امریکی بھی زخمی ہوئے تھے۔ اس نے شمالی ویت نامی فوج کے لاجسٹکل کمانڈ سٹرکچر کو شدید نقصان پہنچانے کے علاوہ اس کے 400 فوجی بھی ہلاک کر دیئے تھے اور بڑی مقدار میں گولہ بارود بھی اڑا دیا تھا۔ نیز جو دستاویزات ملی تھیں ان سے نہایت قیمتی معلومات حاصل ہوئیں۔ ان میں شمالی ویت نامی فوج کو ملنے والے اسلحہ کے بارے میں تفصیل تھی نیز 400 صفحات پر مشتمل ایک ایسی

دستاویز بھی ملی جس میں شمالی ویت نام کے 559 ویں ٹرانسپورٹیشن اینڈ سپورٹ گروپ کے بارے میں تفصیلی معلومات درج تھیں۔

اس کے بعد امریکہ کی پالیسی میں ''ویت نامائزیشن'' کا عنصر بڑھنے لگا جس کے تحت اپریشنوں کی ذمہ داری بتدریج جنوبی ویت نامی فوج کو منتقل ہونے لگی۔ امریکی حکومت نے ہدایت کر دی کہ اب ہیچٹ فورس لاؤس میں کوئی اپریشن نہیں کرے گی۔

ایس اور جی کو اپنے پورے دورانیہ میں جو بڑے مسائل درپیش آئے ان میں سے ایک اس کے اپریشنوں کے بارے میں دشمن کو پتہ چل جانا تھا۔ چنانچہ شبہ ہوا کہ جنوبی ویت نامی فوج میں اعلیٰ سطح پر دشمن کے جاسوس موجود ہیں۔ اس شبہ کو تقویت 1970ء کے آغاز میں ملی جب ہنوئی سے شمالی ویت نامی فوج کو بھیجا گیا۔ ایک ریڈیو پیغام پکڑا گیا' جس میں ایس او جی کی تعیناتی اور اہداف کی تفصیل بتائی گئی تھی۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے ایس اور جی نے جنوبی ویت نامی فوج کو غلط معلومات ''فیڈ'' کرنا شروع کر دی لیکن اس کا زیادہ فائدہ نہیں ہوا کیونکہ جب کوئی ٹیم تعینات کر دی جاتی تھی تو جاسوس کے لیے فضائی حملوں کی رپورٹ کا مطالعہ بڑی آسان بات تھی۔ چنانچہ ایس او جی نے متبادل ترکیب پر غور شروع کر دیا۔

29 اپریل 1970ء کو 12 ہزار جنوبی ویت نامی فوجی امریکی مشیروں کے ہمراہ کمبوڈیا کی سرحد عبور کر کے ''پیرٹس بیک'' کے علاقے پر حملہ آور ہوئے۔ دو روز بعد' یکم مئی کو امریکی فوج نے بھی کمبوڈیا میں پیش قدمی کی۔ اس کا ہدف شمالی ویت نامی فوج اور ویت کانگ کی پناہ گاہیں تھیں۔ پہلے امریکی کیولری ڈویژن کے ایئربارن یونٹوں گیارہویں آرمرڈ کیولری رجمنٹ اور جنوبی ویت نامی فوج کے تیسرے ایئربارن بریگیڈ نے ''فش ہک'' پر حملہ کیا جہاں دشمن کی 7 ہزار فوج موجود تھی۔ پلیکو کے جنوب مغرب میں چوتھے امریکی انفنٹری ڈویژن کے یونٹوں نے شمالی ویت نامی فوج کے ایک جدید ہسپتال کا سراغ لگایا اور وہاں موجود 500 ٹن چاول پر بھی قبضہ کر لیا۔ 7 مئی کو کمبوڈیا میں شمالی ویت نامی فوج کا سب سے بڑا اڈہ بھی امریکی فوج کے قبضہ میں آ گیا۔ وہاں سے 1484 ہتھیار' 15 لاکھ گولیاں' بارودی سرنگوں کے 22 ڈبے اور 30 ٹن چاول ہاتھ لگا۔ 8 مئی کو ایک اسلحہ ڈپو پر قبضہ ہوا۔ ایک اور بڑا سپلائی ڈپو جو شاہراہ 14 پر واقع تھا' بھی قبضہ میں آ گیا۔

اس دوران بی 52 طیاروں نے شمالی ویت نامیوں کی تلاش جاری رکھی۔ کچھ ہفتہ قبل انہیں ایک علاقے کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ وہاں ان کا اڈہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس علاقے سے فرار کے راستے پر اور پھر میموٹ کے شمال مغرب میں واقع کیمپ پر بمباری کی جس کے نتیجے میں دشمن کے 101 افراد مارے گئے۔

کمبوڈیا پر حملے کی سارے امریکہ میں سخت مخالفت ہوئی اور آخر نکسن حکومت کو وہاں سے

فوج کی واپسی کا حکم دینا پڑا۔ چنانچہ وہاں سے آخری فوجی 30 جون کو نکل آئے۔ اس علاقے میں جو مہم کی گئی اس کے نتیجے میں 23 ہزار اسالٹ رائفلیں اور سب مشین گنیں' 25 سو مشین گنیں اور مارٹر توپیں' 62 ہزار دستی بم' 15 لاکھ گولیاں' ایک لاکھ تینتالیس ہزار مارٹر بم اور راکٹ' 79 ہزار ٹن چاول ہاتھ آیا۔ اس کے علاوہ 435 گاڑیاں تباہ کی گئیں یا قبضہ میں لی گئیں۔ امریکہ اور جنوبی ویت نام کے 1084 فوجی ہلاک' 5749 زخمی اور 13 لاپتہ ہوئے۔ شمالی ویت نام اور ویت کانگ کے 11349 فوجی ہلاک اور 2328 گرفتار ہوئے۔

تاہم دشمن کے فوجیوں کی اکثریت فرار ہو کر اس 80 میل کی حد سے پرے چلی گئی تھی جو کمبوڈیا میں امریکی فوج کے اپریشن کے لیے مقرر کی گئی تھی۔ اس نے مزید اندر جا کر اور جنوبی لاؤس میں نئے اڈے بنا لیے۔

جون 1970ء میں کرنل جان سیڈلر کرنل سٹیو کیوانا کی جگہ ایم اے سی وی: ایس او جی کا سربراہ بن گیا۔ وہ 1958ء میں ایچ اے ایل کیو (ہائی آلٹی چیوڈ لو اوپننگ) کی تربیت اور فری فال پیرا شوٹر کے طور پر مہارت حاصل کر چکا تھا۔

کمان سنبھالنے اور ایس او جی کو درپیش آپریشنل خطرات کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے ٹیمیں بھیجنے کے لیے ایچ اے ایل او کا طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ فلوریڈا کے نام سے ایک چھ رکنی ٹیم تشکیل دی گئی جس میں سٹاف سارجنٹ کلف نیومین' سارجنٹ سیمی ہرنانڈیز اور میلون ہل' جنوبی ویت نامی فوج کا ایک افسر اور دو مونٹا گنارڈ شامل تھے اور اسے ایچ اے ایل کیو کی تربیت حاصل کرنے کے لیے اوکیناوا بھیج دیا گیا۔ واپسی پر نومبر میں اس کا امتحان لیا گیا جس کے بعد اسے آپریشنل قرار دے دیا گیا۔

ٹیم 28 نومبر کی رات ایک بلیک برڈ طیارے سے ایک متبادل ڈراپ زون پر اتاری گئی جس کی حفاظت کا سخت انتظام تھا۔ اگلے چار روز ٹیم نے ٹیلی فون کی تار کی تلاش میں صرف کیے۔ پانچویں دن ٹیم کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں سے نکال کر مشرقی تھائی لینڈ میں ناکھون فانوم کے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں سے وہ جنوبی ویت نام آ گئی۔ یہ دنیا کا پہلا ایچ اے ایل کیو اپریشن تھا۔

1971ء میں چار امریکیوں کو اس کی تربیت دی گئی جس نے مئی میں اشاؤ کی وادی اور کھے سنہہ کے درمیانی علاقے میں آپریشن کیا۔ اترتے ہوئے ایک آدمی زخمی اس وقت ہو گیا جب اس کی جیب میں پڑی ہوئی بارودی سرنگ پھٹ گئی۔ ایک دوسرا آدمی اترنے کے دوران زخمی ہوا۔ دونوں کو وہاں سے نکال لیا گیا جبکہ باقیوں نے جاسوسی مشن مکمل کیا اور پانچویں روز لوٹ آئے۔

ایک تیسری ٹیم' جس کے چاروں رکن' بھی امریکی تھے' تربیت حاصل کرنے کے بعد لاؤسی سرحد کے قریب ڈانانگ سے 60 میل جنوب مغرب میں واقع علاقے میں اتاری گئی۔ جہاں اطلاع

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کے مطابق شمالی ویت نام کی کافی فوج موجود تھی۔ 22/جون کی رات ٹیم کے چاروں ارکان اترتے وقت بکھر گئے۔ سارجنٹ باتھ اور سارجنٹ سٹرولہن اترتے وقت زخمی ہو گئے۔ علاقے میں شمالی ویت نام کی فوج موجود تھی۔ جلد ہی ٹیم کو نکالنے کے لیے 'برائٹ لائٹ' اپریشن کیا گیا۔ سٹرولہن نے آنے والے ہیلی کاپٹر کو دھوئیں کا بم پھینک کر اپنی پوزیشن کے بارے میں بتایا۔ ہیلی کاپٹر صرف سارجنٹ جیسی کیمپ بیل اور میجر بلی واکو لے کر جا سکے کیونکہ اس وقت شام ہو گئی تھی۔ اگلی سہ پہر وہ باقی دونوں کو لینے آئے تو باتھ انہیں مل گیا لیکن سٹرولہن کا کوئی سراغ نہیں ملا' اسے شمالی ویت نامی فوج نے گرفتار کر لیا تھا۔

چوتھا ایچ اے ایل کیو اپریشن سب سے کامیاب تھا۔ کیپٹن جم سٹورٹر کی قیادت میں ایک چار رکنی ٹیم ستمبر کے شروع میں پلیکو کے شمال مغرب میں 'پلی ٹراپ' کی وادی میں اتاری گئی۔ اگلے چار روز ٹیم نے وادی کی چھان بین کی اور پانچویں دن اسے نکال لیا گیا۔

آخری ایچ اے ایل کیو اپریشن ایک ماہ بعد ہوا۔ ایک چار رکنی ٹیم پلیکو سے 25 میل جنوب مغرب میں کمبوڈیا کی سرحد کے اندر ایا ڈانگ وادی میں اتاری گئی۔ اگلے روز اس کا سامنا شمالی ویت نام کے ایک سکواڈ سے ہوا جسے اس نے فائرنگ کر کے ختم کر دیا۔ دو گھنٹے بعد ٹیم وہاں سے نکال لی گئی۔

کمبوڈیا پر حملے کے بعد امریکہ نے جنوبی ویت نام سے اپنی فوج کی واپسی تیز کر دی تھی اور وہ صرف بڑے شہروں کے دفاع تک محدود ہو گئی تھی۔ امریکی فوج وسطی بلند علاقے' غیر فوجی علاقے اور جنوبی ویت نام کی سرحد سے ملحقہ علاقوں سے نکلی تو اس کی پوزیشنوں پر جنوبی ویت نامی فوج آ گئی لیکن وہ شمالی ویت نامیوں کی پیش قدمی روکنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی جو جلد ہی ان علاقوں میں داخل ہو گئی اور اپنی مواصلاتی سپلائی لائنوں کو لاؤس سے ویت نام تک توسیع دے دی۔

21/جنوری 1971 کو پانچویں سپیشل فورسز گروپ (ایربارن) نے جنوبی ویت نام سے نکلنے سے ذرا پہلے اپنا آخری اڈہ بھی جنوبی ویت نام کی سپیشل فورسز کے حوالے کر دیا۔ اس کی روانگی کے بعد ایس او جی کے سی سی این اور سی سی کو بالترتیب ٹاسک فورس ایڈوائزری ایلمنٹ اور ٹاسک فورس 2 ایڈوائزری ایلمنٹ کے نام دے دیئے گئے۔ یہ دونوں یونٹ امریکی سپیشل فورسز کے ان سپاہیوں کو جو اب بھی ایس او جی کے تحت کام کر رہے تھے' تحفظ فراہم کر رہے تھے۔

ایس او جی فروری تک لاؤس میں ٹیمیں بھیجتا رہا۔ تاہم 6/فروری کو ایس او جی کے سربراہ کو لاؤس میں تمام اپریشن ختم کرنے کا حکم ملا اور اس کے بجائے اسے سرگرمیوں کے لیے لاؤسی سرحد اور غیر فوجی علاقے کے ساتھ واقع چھ میل گہری پٹی الاٹ کر دی گئی۔ اس دوران این اے ڈی ایک بار پھر متحرک ہوا اور 19/فروری کو اس کی چار کشتیوں نے شمالی ویت نام کے ایک حملہ آور جہاز کو تباہ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کر دیا جبکہ دو کشتیوں کو نقصان پہنچایا۔

ایس او جی کے اپریشن 1971ء کے موسم خزاں تک جاری رہے۔ آخری اپریشن دسمبر 1971ء میں اشاؤ کی وادی میں ہوا جہاں اس کی ٹیم نے دشمن کے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کا سراغ لگا کر فضائی حملے کے ذریعے انہیں تباہ کروا دیا۔

مارچ 1972ء میں ایم اے سی وی سٹڈیز اینڈ آبزرویشن گروپ کو توڑ دیا گیا۔ اس کے مشن اس لحاظ سے بہت کامیاب رہے کہ ان کی وجہ سے بڑی تعداد میں شمالی ویت نامی فوج جنوبی ویت نام میں آپریشن کرنے کے بجائے لاؤس اور کمبوڈیا میں دفاعی کارروائیوں تک محدود رہی۔ ایک اندازے کے مطابق اس کے ہر ایک اہلکار نے اوسطاً 600 شمالی ویت نامی فوجیوں کو عضو معطل بنا کر رکھ دیا۔ اس کے ہیچٹ دستوں نے دشمن کا بھاری مقدار میں اسلحہ اور سپلائی تباہ کر کے جنوب ویت نام میں آپریشن کرنے کی اس کی صلاحیت ختم کر دی۔ اس کے علاوہ ایس او جی نے خود اور فضائی کمک کے ذریعے لاؤس اور کمبوڈیا میں ہزاروں شمالی ویت نامی فوجی ہلاک کر دیئے جنہیں جنوبی ویت نام میں آ کر امریکی اور جنوبی ویت نامی فوج کے خلاف صف آرا ہونا تھا۔ اس کی نفسیاتی جنگ بھی مؤثر رہی۔ جس کی وجہ سے شمالی ویت نامی فوج کو کافی وسائل اس کے توڑ پر صرف کرنا پڑے۔ تاہم اس کے طویل مدتی ایجنٹوں کا پروگرام زیادہ کامیاب نہیں ہوا جس میں شمالی ویت نامی شروع ہی سے سرایت کر گئے تھے۔ اس طرح ایس او جی کے جاسوس ٹیموں کا معاملہ ہے جن کی مخبری سائیگون میں بیٹھے ایک یا اس سے زیادہ افراد کرتے رہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ بھیجی جانے والی ٹیمیں شمالی ویت نامیوں کے دباؤ کے زیر اثر کام کر رہی ہیں تو ایس او جی نے ان سے رابطہ برقرار رکھا اور اپنے دھوکہ دہی کے پروگرام کے تحت انہیں استعمال کرنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ویت نامی انٹیلی جنس خیالی ایجنٹوں کو ڈھونڈتی رہ جاتی۔

1973ء میں امریکہ نے پہلی بار یہ بات تسلیم کی کہ اس کے فوجی لاؤس اور کمبوڈیا کے اپریشنوں میں 1965ء سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ سرکاری طور پر ان کی تعداد 81 بتائی گئی لیکن حقیقت میں ایس او جی کے 300 سے زائد اہلکار ہلاک ہوئے تھے۔

گیارہواں باب

افغانستان

1979ء-2001ء

24دسمبر 1979ء کی رات افغانستان کے دارالحکومت کابل سے باہر ہوائی اڈے پر بہت بڑی تعداد میں سوویت یونین کے جہاز اترنے شروع ہو گئے۔ 40 میل شمال میں بگرام کے فوجی ہوائی اڈے پر 105 ویں گارڈز ایئر بارن ڈویژن کے پیراٹروپر اتر رہے تھے جن میں 103 اور 104ویں ڈویژن کی دو رجمنٹیں بھی شامل تھیں۔ اسی طرح کے مناظر جنوبی شہر جلال آباد اور مغربی شہر شنداد میں بھی دہرائے جا رہے تھے۔ 27/دسمبر کی صبح تک 5 ہزار فوجی کابل کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔ اسی دوران دو موٹرائزڈ رائفلز ڈویژن' 357واں اور 66واں' ترکمانستان کی سرحد پر کشکا کے مقام سے جنوب میں ہرات کی طرف اور وہاں سے شنداد' فرح اور قندھار بڑھے اور ان سب شہروں پر قابض ہو گئے۔ عین اسی وقت 360 واں ڈویژن ازبکستان سے افغانستان داخل ہوا اور ترمذ کی سرحد عبور کرتا ہوا مزار شریف اور وہاں سے درہ سالانگ کی سرنگ سے ہوتا ہوا 26/دسمبر کی صبح کابل پہنچا۔ مشرق میں 201 ویں اور 16ویں موٹر رائفل ڈویژن نے قندز' بدخشاں اور بغلان پر قبضہ کر لیا۔ ہیڈ کوارٹرز کی 40ویں فوج کے جنرل ولاڈلین ایم میخلیوف' جو ترکمان ملٹری ڈسٹرکٹ کا فرسٹ ڈپٹی تھا' بگرام پہنچ کر افغانستان میں تمام سوویت فوجوں کی کمان سنبھال لی۔

27/دسمبر کی شام پیراٹروپر کابل ایئر پورٹ سے کابل شہر میں داخل ہونے اور دارالحکومت کے ٹیلی فون ایکسچینج' وزارت داخلہ اور ریڈیو سٹیشن پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے پورے شہر میں وزارتوں اور دیگر اہم تنصیبات پر پوزیشنیں سنبھال لیں۔

صدر حفیظ اللہ امین کی قلعہ بند رہائش گاہ' دارالامان محل میں افغان فوجی یونٹوں اور سوویت سپیشل فورسز کے دستوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ سوویت دستوں کے آگے کے جی بی کے دستے تھے جن کی قیادت کے جی بی کے سپیشل ٹاسک سکول کا کمانڈنٹ کرنل بویارینوف کر رہا تھا۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

سوویت دستوں کی قیادت وزارت داخلہ کی فوج کا میجر جنرل وکٹر پاپوٹن کر رہا تھا۔ ان دستوں نے محل پر قبضہ جبکہ کے جی بی کی ٹیم نے حفیظ اللہ امین کو قتل کرنا تھا۔ جب یہ دستے محل کی طرف بڑھے تو اس کے افغان سنتری نے انہیں گزرنے کی اجازت دینے سے انکار کیا اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ محل پہنچ کر آگے جانے والی اے پی سی (بکتر بند گاڑی) نے دروازہ توڑ کر اندر گھسنے کی کوشش کی مگر جام ہو گئی۔ پیراٹروپر بٹالین نے فوراً ہی علاقے کے چاروں طرف سے بند کر دیا اور محل کے باہر تعینات سارے محافظوں کا صفایا کر دیا۔

اس کے بعد کے جی بی ٹیم کی قیادت میں فوج نے عمارت پر دھاوا بول دیا۔ محل کے اندر کا نقشہ کے جی بی کے ایک افسر لیفٹیننٹ کرنل میخائل طالبوف انہیں فراہم کر چکا تھا۔ وسط ایشیا کی نسل کا طالبوف کے جی بی کے فرسٹ چیف (فارن انٹیلی جنس) ڈائریکٹوریٹ' جو قتل کی وارداتوں سمیت ''ڈائریکٹ ایکشن'' اپریشنوں کا ذمہ دار تھا' کے ذیلی ایس ڈائریکٹوریٹ کے ایک ڈویژن ایٹتھ ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ستمبر میں ایک باورچی کے روپ میں محل کے اندر داخل ہوا تھا تاکہ امین کو زہر دے کر ہلاک کر سکے۔ اس نے دو مرتبہ یہ کوشش کی لیکن ناکام رہا جس کے بعد اس نے محل کے اندر کی تفصیلات اور امین کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات اکٹھا کر کے بھجوانا شروع کیں۔

بویارینوف اور اس کے دستے جب محل میں داخل ہوئے تو انہیں عمارت کے اندر تعینات محافظوں کی طرف سے زبردست مزاحمت کا سامنا ہوا۔ اس میں ان کے کافی آدمی مرے لیکن وہ پہلی منزل کی سیڑھیوں تک پہنچ گئے جہاں امین کی محافظ ٹیم' جو کے جی بی کی ہی تربیت یافتہ تھی' نے شدید مزاحمت کی' بویارینوف اس خدشے سے کہ اس کے دستے پسپا نہ ہو جائیں' مزید کمک طلب کرنے کے لیے پلٹا لیکن وہ یہ بات بھول گیا کہ اس نے پیراٹروپرز کو حکم دے رکھا ہے کہ محل سے نکلنے والے ہر شخص کو گولی مار دی جائے۔ چنانچہ جیسے ہی وہ محل سے باہر نکلا' اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

بالآخر شدید لڑائی کے بعد جس میں میجر جنرل وکٹر پاپوٹن بھی مارا گیا' محل پر قبضہ ہو گیا۔ جس کے فوراً بعد حفیظ اللہ امین کو پکڑ کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ اس کے تمام اہل خانہ اور عملہ کے تمام افراد بھی مار دیئے گئے۔

اس رات سوا نو بجے کابل کے شہریوں نے پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان (پی ڈی پی اے) کے پرچم دھڑے کے لیڈر ببرک کارمل کی تقریر سنی جسے تاشقند سے' جہاں وہ جلاوطن تھا' کابل لایا گیا تھا۔ ریڈیو کابل سے نشر کی جانے والی اپنی تقریر میں اس نے اعلان کیا کہ حفیظ اللہ امین کو ایک انقلابی عدالت نے مقدمہ چلا کر موت کی سزا دی ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے ملک کا انتظام سنبھال لیا ہے اور سوویت یونین نے فوجی امداد فراہم کرنے کے لیے اس کی درخواست قبول کر لی ہے۔

اس دوران سوویت افواج کو افغان فوج کی مزاحمت کا سامنا تھا۔ کابل کے نزدیک

تعینات آٹھویں ڈویژن نے سخت مزاحمت کی۔ اس طرح قندھار میں تعینات 15 ویں ڈویژن نے بھی شدید مزاحمت کی' ہرات اور جلال آباد میں بھی شدید اور طویل جنگیں ہوئیں۔ دوسرے علاقوں میں سوویت فوجوں نے افغان فوجوں کو حرکت میں آنے سے پہلے ہی غیر مسلح کر دیا اور اس سے پہلے کہ افغان فضائیہ کے طیارے کوئی جوابی کارروائی کر سکتے' تمام ایئر پورٹس پر بھی قبضہ کر لیا۔ کابل میں بھی تین روز تک لڑائی لڑی گئی۔ اگرچہ اس ساری ابتدائی مزاحمت کو کچلنے میں کئی ہفتے لگ گئے' مارچ 1980ء کے شروع میں سوویت فوج نے کابل اور دوسرے بڑے صوبائی شہروں پر مضبوط کنٹرول قائم کر لیا اور اپنی کٹھ پتلی حکومت بنا دی۔ اس وقت روسیوں کو اس بات کا ذرا علم نہیں تھا کہ ابھی تو وہ جنگ کی شروعات میں داخل ہوئے ہیں جو 9 برس تک جاری رہے گی۔

افغانستان جس کے شمال میں ترکمانستان' ازبکستان اور تاجکستان ہیں' جنوب مشرق میں پاکستان اور مغرب میں ایران ہے' جنوبی وسط ایشیا کا ایک لینڈ لاکڈ (چاروں طرف سے خشکی میں محصور) ملک ہے۔ شمال میں جنوب تک 600 میل اور مشرق سے مغرب تک 800 میل تک پھیلا ہوا یہ ملک تین علاقوں پر مشتمل ہے۔ شمالی میدان: جو ملک کا بڑا زرعی علاقہ ہے اور جس کی شمالی سرحد کا بیشتر حصہ دریائے ''آمو دریا'' بناتا ہے۔ وسطی پہاڑی علاقہ جس میں ہندوکش شامل ہے' ہمالیہ کی مغربی شاخ ہے اور جنوب مغربی سطح مرتفع: جو صحرائی اور نیم صحرائی علاقے پر مشتمل ہے جس میں ریگستان نامی صحرا بھی شامل ہے۔ وسطی پہاڑی علاقے کے شمال مشرق سے 715 میل لمبا دریائے ہلمند جنوب مغربی سطح مرتفع میں سے ہوتا ہوا نیچے کی طرف بہتا ہے۔

افغانستان کی نصف سے زیادہ آبادی پشتون ہے جو زیادہ تر جنوبی اور مشرقی حصے میں آباد ہے۔ باقی میں تاجک ہیں جو شمال مشرق اور مغرب میں رہتے ہیں' ازبک ہیں جو ہندوکش کے شمالی علاقے میں زیادہ تر کاشتکاری کرتے ہیں اور ہزارہ ہیں جو خانہ بدوش ہیں اور وسطی پہاڑی علاقے میں رہتے ہیں۔ 80 فیصد سے زیادہ آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے اور زیادہ تر دریاؤں کے کنارے آباد ہے۔ باقی پانچواں حصہ خانہ بدوش ہے۔ مشرق میں دارالحکومت کابل کے علاوہ بڑے شہری مراکز میں ہرات' قندھار' مزار شریف' جلال آباد اور قندوز شامل ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر گولائی میں گھومتی ہوئی شاہراہ پر واقع ہیں جو کابل سے جنوب مغرب میں قندھار اور وہاں سے شمال مشرق میں ہرات جاتی ہے اور وہاں سے مڑ کر شمال مشرق میں مزار شریف سے ہوتی ہوئی پھر جنوب کو مڑ کر کابل آ جاتی ہے۔

افغانستان شروع میں ایرانی سلطنت کا حصہ تھا۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں سکندر اعظم نے اسے فتح کیا۔ اس کے بعد یہ شمالی بھارت کی موریہ سلطنت کا حصہ بن گیا دوسری صدی قبل مسیح میں یہ کشن شہنشاہ کنشک کی سلطنت میں شامل ہوا۔ 1219ء میں چنگیز خاں کے مغلوں نے اس پر حملہ کیا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

جن کی حکومت اس کی سلطنت کے زوال تک قائم رہی۔ اس کے بعد افغانستان مختلف آزاد ریاستوں میں بٹ گیا حتیٰ کہ آٹھویں صدی میں بھارت کی مغل سلطنت نے اسے اپنے اندر ضم کر لیا۔ اٹھارہویں صدی کے شروع میں ایرانی بادشاہ نادر شاہ نے اسے مغلوں سے چھین لیا۔ اس کے بعد اس کے جانشین احمد شاہ نے اسے ایک قوم کے طور پر متحد کیا۔ 1772ء میں اس کی موت کے بعد قبائلی تنازعات اور برطانیہ اور روس کی نوآبادیاتی چالوں نے افغانستان میں دوبارہ انتشار برپا کر دیا۔ روس کی کوشش تھی کہ شمالی افغانستان کو اپنے اندر ضم کر لے۔

انیسویں صدی میں برطانوی افغانستان کو فتح کرنے کی کوششوں میں ناکام رہے' لیکن بلوچستان اور پشتون علاقوں کے بیشتر حصے کو' جو اس وقت افغانستان میں شامل تھا' مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ 1893ء میں برطانویوں نے ڈیورنڈ لائن کے نام سے ایک سرحد بنائی جس نے افغان علاقے کی حدود متعین کیں۔

پہلی عالمی جنگ کے دوران افغانستان شاہ حبیب اللہ خاں' جو اپنے باپ عبدالرحمٰن خاں کا جانشین تھا' کے تحت غیر جانبدار رہا اور اس نے جنگ میں جرمنی اور اس کے اتحادیوں کا ساتھ دینے کے دباؤ کو مسترد کر دیا لیکن 1919ء میں حبیب اللہ خان کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا تیسرا بیٹا امان اللہ خاں بادشاہ بنا جس نے فوراً ہی برطانیہ کے خلاف جنگ چھیڑ دی ایک مہینہ تک جاری رہنے والی اس نامکمل جنگ کے نتیجے میں افغانستان نے اپنے خارجہ امور خود چلانے کا حق حاصل کر لیا۔ اس کے بعد امان اللہ خاں نے سوویت یونین کی بالشویک حکومت کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا جس کے نتیجے میں دونوں ممالک کے درمیان 70 برس تک دوستانہ تعلقات قائم رہے۔

اگلے دس برسوں کے دوران امان اللہ خاں نے متعدد اصلاحات کیں عورتوں کے لیے نقاب اوڑھنے کے رواج کے خاتمے اور مخلوط تعلیم والے سکولوں کے قیام سے قدامت پسند قبائل اور مذہبی رہنما مشتعل ہو گئے۔ نومبر 1928ء میں ایک تاجک بچہ سقہ کی قیادت میں بغاوت پھوٹ پڑی اور دو ماہ بعد امان اللہ نے اپنے بڑے بھائی عنایت اللہ کے حق میں دستبردار ہو کر اٹلی میں جلاوطنی اختیار کر لی۔ تاہم تخت پر بچہ سقہ نے قبضہ کر لیا اور حبیب اللہ دوم کے نام سے اپنی تاجپوشی کر لی۔ لیکن دس ماہ بعد ہی محمد نادر خاں نے اسے قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور نادر شاہ کے نام سے حکومت کرنے لگا۔ 1931ء میں اس نے ملک کے مذہبی رہنماؤں کو مطمئن کرنے کے لیے نیا آئین بنایا۔

نومبر 1933ء میں نادر شاہ بھی قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے ظاہر شاہ نے لی۔

اگلے 20 سال کا عرصہ افغانستان میں داخلی ترقی اور خارجی تعلقات کی توسیع کا زمانہ تھا۔ 1953ء میں شاہ کے بھتیجے لیفٹیننٹ جنرل محمد داؤد خاں نے حکومت پر قبضہ کر لیا جو جنگجو قسم کا پشتون قوم پرست تھا اور آزاد ریاست پشتونستان کے قیام کا حامی تھا جو ان پشتون علاقوں پر مشتمل ہوتی جو برطانویوں

نے 1947ء میں تقسیم ہند کے موقع پر پاکستان کو دیئے تھے۔

داؤد نے اقتصادی اور فوجی امداد کے لیے سوویت یونین سے رجوع کیا اور 1965ء کے بعد سے سوویت یونین والوں نے جو 1917ء کے بالشویک انقلاب کے بعد سے ہی افغانستان کے حریص رہے تھے' افغان فوج اور فضائیہ کو تربیت دینا شروع کر دی۔ اس کے بعد بڑے انفراسٹرکچرز کی تعمیر شروع ہوئی جن میں تاجک افغان سرحد سے کابل تک آنے والی شاہراہ اور آمو دریا کے ساتھ بندرگاہ کی تعمیر کے منصوبے بھی شامل تھے۔ اس دوران داؤد نے دور رس اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سیاسی طور پر جابرانہ نظام حکومت بھی قائم رکھا جس میں اپوزیشن کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ تاہم اس کے زوال کا باعث پشتونستان کا مسئلہ بنا جس کی وہ شدومد سے وکالت کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں پاکستان نے اگست 1961ء میں سرحد بند کر دی جس کی وجہ سے افغانستان تجارتی اور ٹرانزٹ راستوں کے لیے سوویت یونین پر انحصار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ داؤد نے مارچ 1963ء میں استعفیٰ دے دیا اور دو ماہ بعد سرحد دوبارہ کھل گئی۔

اس وقت تک سوویت یونین افغان افواج میں اپنا اثر ورسوخ بڑھا چکا تھا۔ یہ کام سوویت جنرل سٹاف کا مرکزی انٹیلی جنس ڈائریکٹوریٹ ''گلاف نوئے راز ویدی وائل نوئے اپراولینیئے'' (جی آر یو) کی نگرانی میں ہو رہا تھا جس نے ستمبر 1964ء میں افغان فوج کے سوویت تربیت یافتہ افراد کو ایک زیرزمین تنظیم' آرمڈ فورسز ریولیوشنری آرگنائزشن' میں شریک ہونے پر راغب کیا۔ اس دوران ظاہر شاہ نے نیا آئین نافذ کیا جس کے بعد ملک کے پہلے آزادانہ الیکشن اگست 1965ء میں ہوئے جس میں بڑی تعداد میں جماعتوں نے شرکت کی۔ ان میں اسلامی بنیاد پرستوں سے لے کر انتہائی بائیں بازو کی جماعتیں بھی شامل تھیں جنہوں نے مقننہ کے دونوں ایوانوں' ایوان عوام اور ایوان بزرگان کے لیے نمائندے کھڑے کیے۔ الیکشن کے دوران سوویت یونین والوں نے افغانستان کے دو کمیونسٹ دھڑوں' پرچم اور خلق کو اختلافات دور کر کے متحد ہونے کی ترغیب دی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے تیسرے گروپ' نو تشکیل شدہ پی ڈی پی اے کو بھی مدد فراہم کی جس نے کابل سے قومی اسمبلی کی پانچ میں سے تین سیٹیں جیت لیں۔

سیاسی صورتحال تیزی سے محاذ آرائی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ظاہر شاہ نے ستمبر 1965ء سے لے کر دسمبر 1972ء کے عرصے میں یکے بعد دیگرے پانچ وزرائے اعظم نامزد کیے۔ سیاسی جماعتوں اور بلدیاتی وصوبائی کونسلوں کا انتظام چلانے کے لیے ایکٹ نافذ کرنے سے اس کے انکار کے باعث سیاسی عمل منجمد ہو گیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے اندر پشتون اور بلوچ قبائل پر پاکستانی مظالم کے خلاف کوئی ردعمل ظاہر نہ کرنے کے باعث اور افغانستان کے زمانہ قحط میں ایران کو دریائے ہلمند تک رسائی دینے کے نہایت ناپسندیدہ فیصلے کی وجہ سے اس کی عوامی مقبولیت تحلیل ہو رہی تھی۔ ان

کتاب گھر کی پیشکش

® SCANNED PDF By HAMEEDI

ون اردو کے شکر گزار ہیں

ONE URDU FORUM . COM

حالات میں جولائی 1973ء میں ایک پرامن انقلاب کے ذریعے اس کا تختہ الٹ دیا گیا اور سردار داؤد نے پرچم پارٹی اور فوج میں بائیں بازو کے افسروں کی حمایت سے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

داؤد نے 1964ء کا آئین منسوخ کر دیا۔ افغانستان کو عوامی جمہوریہ قرار دے کر خود کو وزیراعظم اور جمہوریہ کی مرکزی کمیٹی کا چیرمین مقرر کر لیا اور ببرک کارمل کی زیرقیادت پرچم پارٹی' جس نے ایسا کرنے کے لیے سوویت رضامندی حاصل کر لی تھی' کے ساتھ مخلوط حکومت قائم کر لی۔ خلق پارٹی جس کی قیادت نور محمد ترہ کی اور حفیظ اللہ امین کر رہے تھے' نے داؤد کی پالیسیوں کو بہت زیادہ قدامت پسند قرار دے کر مسترد کرتے ہوئے اس کی حکومت کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

افغانستان سے باہر ببرک کارمل اور پرچم پارٹی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے' بالخصوص ایران میں بے چینی پیدا ہوئی' جس نے 1974ء میں امریکہ کی مدد سے افغانستان کو مغرب نواز اقتصادی اور فوجی بلاک میں شامل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس بلاک میں پاکستان' بھارت اور خلیج کی ریاستیں بھی شامل ہوتیں۔ اس کے تحت افغانستان کو 40 ملین ڈالر قرضے کی پیشکش کی گئی جو 2 ارب ڈالر کے دس سالہ اقتصادی پیکیج کا ابتدائی حصہ تھا۔ منصوبے کا مقصد' جس میں افغانستان کو خلیج کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے سڑکوں اور ریلوں کا ایک نیٹ ورک بھی شامل تھا' ایران کو افغانستان کی امداد فراہم کرنے والے بڑے ملک کی حیثیت سے سوویت یونین کی جگہ دلوانا تھا۔

سی آئی اے اور شاہ کی انٹیلی جنس سروس ساواک' پاکستان بھارت چین اور مشرق وسطیٰ کی دیگر ایجنسیوں کے ہمراہ افغانستان میں کے جے بی کے خلاف متحرک تھیں۔ اس کے علاوہ سی آئی اے اور ساواک ستمبر اور دسمبر 1973ء اور جون 74ء میں اسلامی بنیاد پرست گروپوں کی طرف سے داؤد کا تختہ الٹنے کی کوششوں میں بھی ملوث تھیں۔

ایران اور امریکہ کی ان کوششوں کے نتیجے میں داؤد مزید دائیں طرف' ایران کے زیرقیادت مغرب نواز بلاک کے قریب آ گیا۔ جولائی 1974ء میں اس نے فوج سے 200 سوویت تربیت یافتہ افسر نکال دیئے اور اگلے برس اپنے کمیونسٹ وزیر داخلہ کی جگہ ایک کٹر کمیونسٹ مخالف جنرل قادر نورستانی کو مقرر کر دیا۔ اکتوبر 1975ء میں اس نے مزید 40 سوویت تربیت یافتہ افسر برطرف کر دیئے اور سوویت یونین پر انحصار میں کمی کے لیے بھارت' مصر اور امریکہ میں تربیت کے حصول کے لیے انتظامات کیے۔

نومبر میں داؤد نے آزاد پشتونستان کے قیام کے لیے اپنی پالیسیوں میں اعتدال پیدا کرنا شروع کیا اور اعلان کیا کہ افغانستان اب پاکستان کے خلاف سرگرم عمل 10 ہزار کے لگ بھگ پشتون اور بلوچ گوریلوں کو مزید پناہ فراہم نہیں کرے گا۔ اس نے پاکستان سے فرار ہونے والے پشتون مہاجروں کو افغانستان داخل ہونے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا اس کے فوراً بعد اس نے پرچم

سے تعلقات توڑنے کا اعلان کیا اور اپنی سیاسی جماعت 'قومی انقلابی محاذ' قائم کر لی۔ اس کی وجہ سے سوویت یونین کو مایوسی ہوئی جس نے اگلے 18 ماہ کے دوران پرچم اور خلق پر اختلافات بھلا کر متحد ہونے کے لیے دباؤ بڑھا دیا۔

اگرچہ مئی 1977ء میں سوویت یونین نے دونوں دھڑوں کو ضم ہونے پر آمادہ کر لیا لیکن دوسرے اختلافات سے قطع نظر ایک اور بنیادی اختلاف یہ تھا کہ پرچم دھڑے میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جن کا تعلق شہری اپر کلاس سے تھا جن کا پشتون قبائلی معاملات سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ان میں فارسی اثرات بہت زیادہ تھے۔ ان کی اکثریت فارسی کی افغانی شکل 'دری' بولتی تھی۔ خلق دھڑے کے ارکان کا تعلق دیہی علاقوں کی لوئر مڈل کلاس سے تھا جو افغانستان میں پشتون غلبہ اور پاکستان سے ان علاقوں کی واپسی چاہتے تھے جو برطانیہ نے 1947ء میں اسے دیئے تھے۔

1977ء کے دوران داؤد نے سوویت یونین سے تعلقات منقطع کرنے کی رفتار تیز کر دی۔ فروری میں کمیونسٹوں کے خلاف مہم تیز ہوگئی اور دو ماہ بعد ماسکو کے سرکاری دورہ کے دوران داؤد کی سوویت وزیراعظم لیونڈ برزنیف سے تو تو میں میں ہوگئی جس نے افغانستان میں کام کرنے والے متعدد نیٹو ماہرین کو نکالنے کا مطالبہ کیا تھا۔ داؤد نے جواب میں کہا کہ اس کے ہم وطن سوویت یونین کو اپنے معاملات میں مداخلت کی کبھی اجازت نہیں دیں گے۔ وطن واپسی پر داؤد نے بھارت' مصر اور امریکہ بھجوائے جانے والے افسروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا اور ترکی میں بھی فضائی افسروں کی تربیت کا پروگرام شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے ہائیڈرالک منصوبوں کی تعمیر کے لیے سعودی عرب سے 500 ملین ڈالر کی امداد کے لیے مذاکرات شروع کر دیئے۔ ساتھ ہی چین اور کویت سے بھی امدادی معاہدے کر لیے۔

ان واقعات اور ایران' مصر' ترکی اور سعودی عرب سے داؤد کے بڑھتے ہوئے تعلقات کو سوویت یونین اور افغانستان کے کمیونسٹوں نے تشویش کی نظر سے دیکھا۔ اس کے علاوہ پشتون قوم پرستوں کو تیزی سے یقین ہونے لگا کہ داؤد پاکستان پر تمام علاقائی دعوؤں سے دستبردار ہونے والا ہے تاکہ امریکہ اور ایران سے مزید امداد حاصل کر سکے۔ درحقیقت پاکستان کے فوجی حکمران جنرل ضیاء الحق نے یہ واضح کر دیا تھا کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان صلح اس شرط پر ہوگی کہ افغانستان' پشتونستان اور بلوچستان کے مسئلے اٹھانا بند کر دے اور ڈیورنڈ لائن کو تسلیم کر لے۔ مارچ 1978ء میں اسلام آباد میں ضیاء الحق کے ساتھ ملاقات میں دونوں فریق سمجھوتے پر راضی دکھائی دیئے۔ داؤد نے کہا کہ وہ ان شرطوں کو اس صورت میں قبول کرنے کے لیے تیار ہے کہ پاکستان پشتون اور بلوچ علاقوں کو کسی حد تک خودمختاری دے دے۔

پشتون قوم پرستوں کو اس وقت یہ شبہ پیدا ہوا کہ داؤد پاکستان سے کسی سمجھوتے پر پہنچنے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلب کے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

والا ہے جب داؤد نے وطن واپسی پر پشتون اور بلوچ قبائلی لیڈروں کو ایک ملاقات میں یہ بتایا کہ ان کے دس ہزار باغیوں کی فوج کو 30 اپریل تک افغانستان سے نکل جانا چاہیے۔ پاکستان سے سمجھوتے کی افواہ مسلح افواج میں تیزی سے پھیل گئی اور کمیونسٹوں نے موقع سے فوری فائدہ اٹھایا۔ داؤد نے خود کو تیزی سے تنہا ہوتا ہوا محسوس کیا۔ اس کی طاقت کا منبع پولیس اور فوج کے سینئر افسروں میں سے کچھ سخت گیر کمیونسٹ مخالف وفاداروں تک محدود ہو گیا تھا جنہوں نے تمام با اختیار عہدوں سے کمیونسٹوں کے صفائے کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ اس کے نتیجے میں 17/اپریل کو پرچم کا ایک سینئر رکن میر اکبر خیبر قتل کر دیا گیا جس سے بے چینی کی لہر پیدا ہوئی۔ اس پر 25/اپریل کو نور محمد ترہ کی' ببرک کارمل اور پانچ دوسرے سینئر کمیونسٹ گرفتار کر لیے گئے۔

تاہم حفیظ اللہ امین کو صرف گھر پر نظر بند رکھا گیا جس نے داؤد کو برطرف کرنے کا منصوبہ جو اس سے پہلے خلق نے تیار کیا تھا' باہر سمگل کر دیا۔ منصوبے کی نقول فضائیہ اور فوج کے افسروں میں تقسیم کر دی گئیں اور 27/اپریل کو بغاوت ہوگئی۔ اس کی قیادت فوج کے چوتھے ڈویژن نے کی تھی۔ جس نے ساتویں اور آٹھویں ڈویژن کی ابتدائی مزاحمت کے باوجود حفیظ اللہ امین اور دوسرے کمیونسٹ لیڈروں کو رہا کرا لیا۔ فوج کے مزید یونٹ باغیوں سے مل گئے۔ فضائیہ کے افسر بھی بغاوت میں ملوث تھے لیکن اس کے طیارے سہ پہر کے بعد حرکت میں آئے۔ بگرام ایئرپورٹ سے اڑنے والے ان چھ طیاروں نے صدارتی محل پر حملہ کر دیا۔ دن ختم ہونے تک امین کا کنٹرول قائم ہو چکا تھا اور تین روز کے بعد اس نے اعلان کیا کہ نئی حکومت' جمہوریہ افغانستان کی انقلابی کونسل' قائم ہو چکی ہے۔ اس دوران داؤد اور اس کی بیشتر اہل خانہ موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

نور محمد ترہ کی اور ببرک کارمل کو صدر اور نائب صدر مقرر کیا گیا جبکہ امین نے اول نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ کا عہدہ سنبھالا۔ میجر اسلم وطن یار' جس نے چوتھے ڈویژن کے ڈپٹی کمانڈر کی حیثیت سے بغاوت کی قیادت کی تھی' نائب وزیراعظم بنا جبکہ فضائیہ کا سربراہ کرنل عبدالقادر وزیر دفاع بنا دیا گیا۔

جلد ہی امین اپنے سابق ساتھیوں کے ساتھ جو اب اس کے حریف بن چکے تھے' اقتدار کی رسہ کشی میں الجھ گیا۔ جون کے آخر میں کارمل اور پرچم کے چھ دوسرے لیڈر سفارت کار بنا کر ملک سے باہر بھیج دیئے گئے۔ اگست میں عبدالقادر کو امین کے خلاف بغاوت کی سازش کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ جبکہ کارمل کو جو پراگ (چیکوسلاواکیہ) میں سفیر تھا۔ وہاں سے واپس طلب کر لیا گیا۔ لیکن طلبی کا حکم اس نے مانا نہ اس کے چھ دوسرے سفارت کار ساتھیوں نے۔ وہ گرفتاری یا جبری وطن واپسی سے بچنے کے لیے غائب ہو گئے۔ اس دوران اسلم وطن یار جو وزیر دفاع بننے کی کوشش میں مصروف تھا' کی تنزلی کر کے اسے مواصلات کا وزیر بنا دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی امین نے کئی اصلاحات شروع کیں جو محروم عوام کے فائدے میں ہونے کے باوجود ناقص منصوبہ بندی سے تیار کی گئی تھیں۔ زمین کی ملکیت اور خواتین کی حیثیت سے متعلقہ اصلاحات کی ان عناصر نے، جن کے مفادات پر زک پڑتی تھی اور قدامت پرست طبقے نے جن میں ملا بھی شامل تھے، سختی سے مخالفت کی۔ تاہم امین نے ان اصلاحات کا بزور نفاذ کیا اور جہاں ضرورت پڑی، اپنی خفیہ پولیس جس کی کمان اس کے بھتیجے کے پاس تھی اور مصنوعی عدالتوں سے بھی کام لیا۔ تاہم جلد ہی اس کے مخالفین کو بیرون ملک اسلامی بنیاد پرست اداروں کی مدد ملنی شروع ہو گئی جن میں سے بعض نے پاکستان سے مسلح افراد کے گروپ بھی بھجوانا شروع کر دیئے۔

سوویت یونین کو امین کی حکمرانی سے پریشانی بڑھتی جا رہی تھی جس کا یہ مطالبہ کہ وہ اپنے مخالفوں سے شراکت اقتدار کرے، نظرانداز کر دیا گیا تھا۔ اب اس کی مخالفت کئی محاذوں پر ہو رہی تھی اور فروری 1979ء میں پشتون مخالف تاجکوں کے ایک گروپ نے جو ستم ملی نامی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا، امریکی سفیر اڈولف ڈبس کو اغوا کر لیا اور اس کی رہائی کے بدلے اپنے لیڈر بدرالدین باہس کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا۔ افغان حکومت نے اغوا کنندگان کے ساتھ مذاکرات سے انکار کر دیا اور اس ہوٹل میں پولیس بھیج دی جس میں انہوں نے سفیر کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ پولیس کے حملے میں سفیر اور اغوا کنندگان، دونوں مارے گئے۔

ڈبس کی موت کے بعد امین نے کہا کہ ستم ملی کی قیادت کا پرچم سے قریبی تعلق ہے جو خود کابل میں کے جی بی سے منسلک ہے اور اغوا کا مقصد امریکہ سے اس کی حکومت کے تعلقات کو خراب کرنا ہے۔ 1980ء میں شائع کی جانے والی امریکی محکمہ خارجہ کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ پولیس کے ساتھ چار روسی مشیر تھے، جن میں سے تین اس پولیس ٹیم کے ساتھ گئے جس نے ہوٹل میں چھاپہ مارا تھا۔ ان میں سے ایک عمارت کے گرد موجود فائرنگ کرنے والوں کے ساتھ تھا جس کی ہدایت پر گولی چلائی گئی۔

مارچ میں مغربی شہر ہرات میں حکومتی فوجوں اور باغیوں میں جنگ چھڑ گئی۔ اس موقع پر 17 واں ڈویژن بھی منحرف ہو کر باغیوں سے جا ملا۔ دو ہفتے کی جنگ کے بعد بغاوت پر قابو پایا جا سکا۔ اس دوران 3 ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ ان میں 90 سوویت مشیر اور ان کے اہل خانہ بھی تھے جن کو ان کے گھروں میں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بغاوت کی قیادت کرنے والے افغانوں کو اسلحہ اور تربیت آیت اللہ خمینی کی حکومت نے دی تھی جس نے پچھلے ماہ ایران کے اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ مقامی آبادی جس کی اکثریت شیعہ ہے، کے بڑے حصہ نے بھی باغیوں کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد 23/ جون کو کابل میں افغان فوجیوں نے بغاوت کر دی اور 6/ اگست کو ایک اور بغاوت ہوئی جس میں ایک افغان یونٹ نے کابل کے قلعہ بالا حصار پر قبضہ کی کوشش کی۔

کتاب گھر کی پیشکش
ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اس دوران امین اور ترہ کی نے سوویت یونین سے کہا کہ وہ پے در پے ہونے والی بغاوتوں پر قابو پانے کے لیے فوج بھیجے۔ سوویت یونین نے انکار کر دیا۔ تاہم اس نے فوجی مشن اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کی شکل میں مدد فراہم کی جو اگلے ماہ افغانستان پہنچ گئے۔ ابتر ہوتی ہوئی صورتحال اور باغی فوجوں کی بڑھتی ہوئی قوت، جنہیں اب سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات اور چین سے بھی مدد ملنا شروع ہو گئی تھی، سے پریشان ہو کر سوویت یونین نے امین کو تجویز دی کہ وہ ببرک کارمل سے مل کر حکومت بنائے جو چیک حکومت کی سیاسی پناہ میں پراگ ہی میں رہائش پذیر تھا۔ امین نے ناراضگی کے ساتھ یہ تجویز مسترد کر دی جو پہلے ہی ترہ کی کے ساتھ الجھا ہوا تھا جس نے اسلم وطن یار کو وزیر دفاع اور ایک اور خلقی شیر جان مزدور یار کو وزیر داخلہ بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ ترہ کی نے امین کے بھتیجے اسد اللہ امین کو خفیہ پولیس کی سربراہی سے ہٹا کر اس کی جگہ بھی ایک خلقی اسد اللہ سروری کو لگا دیا تھا جس سے امین مزید مشتعل تھا۔

سوویت یونین نے ایک متبادل منصوبہ تیار کیا کہ ترہ کی صدر رہے، کارمل وزیر اعظم بن جائے اور امین کو سفیر بنا کر باہر بھیج دیا جائے۔ ستمبر 1979ء میں دورۂ ماسکو کے دوران ترہ کی اس منصوبے پر راضی ہو گیا لیکن اس نے ایک اور زیر عمل منصوبے کو افشا نہیں کیا جس کے تحت وطن واپسی پر اس کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ آنے والے امین کو راستے ہی میں قتل کر دیا جانا تھا۔ تاہم ترہ کی کی ماسکو سے روانگی سے کچھ دیر قبل ایک مخبر نے اس منصوبے کی اطلاع کے جی بی کو دے دی جس پر روسیوں نے، جو یہ سمجھتے تھے کہ خونریزی سے افغانستان غیر مستحکم ہوگا، ترہ کی کو اس سے روک دیا۔

اس کے بعد امین اور ترہ کی کے درمیان تعلقات خراب تر ہوتے چلے گئے۔ ہر ایک دوسرے سے استعفیٰ کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اس دوران اسد اللہ سروری نے امین کو 14/ ستمبر کو قتل کرنے کی سازش تیار کی لیکن وہ ناکام ہو گئی۔ امین نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے اقتدار اپنے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے تمام حریفوں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا تاہم انہیں گرفتار کرنے کی کوشش ناکام ہو گئی کیونکہ ان سب نے پہلے ہی کے جی بی کے ایک ایجنٹ کے گھر پناہ لے لی تھی۔

10/ اکتوبر کو ریڈیو کابل نے اعلان کیا کہ ترہ کی شدید علالت کے بعد انتقال کر گیا ہے۔ تاہم سوویت یونین والوں کو بعد میں پتہ چلا کہ اسے 17/ ستمبر کو امین کے تین افراد نے قتل کر دیا تھا۔ اس پر ماسکو میں اضطراب پھیلا جہاں یہ شبہ بڑھتا جا رہا تھا کہ امین امداد کے لیے امریکہ سے جا ملے گا۔ وطن یار، سروری، مزدور یار اور ایک ممتاز خلقی رکن سید گلاب زئی جو کابل میں کے جی بی کی حفاظت میں تھے، کے جی بی کو امریکہ سے امین کے بڑھتے ہوئے تعلقات کے شواہد فراہم کر رہے تھے۔ ان شبہات کو مزید تقویت ببرک کارمل اور اس کے چھ ساتھی سفارت کاروں نے دی جو ماسکو میں اکٹھے ہو گئے تھے اور سوویت حکومت کو پورے زور و شور سے باور کرا رہے تھے کہ امین مغرب سے رجوع

کرنے والا ہے۔ بظاہر یہ وہی وقت تھا جب دارالامان میں کے جی بی کے ایجنٹ لیفٹیننٹ کرنل طالبوف کو امین کے قتل کی ہدایت کی گئی لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہو گیا تھا۔

سوویت یونین والوں میں کچھ لوگ افغانستان میں فوجی مداخلت کے حامی تھے اور دوسرے اس کے سختی سے مخالف تھے۔ حامیوں میں سوویت صدر برزنیف اور دیگر بااثر افراد مثلاً وزیر دفاع دیمیتری استینوف اور کے جی بی کے بیرونی جاسوسی کے شعبے کا ڈائریکٹر وکٹر خرچکوف شامل تھے۔ مخالفوں میں وزیراعظم الیکسی کوسیجن، وزیر خارجہ آندرے گرومیکو اور کے جی بی کا سربراہ یوری آندروپوف شامل تھے۔

سوویت یونین کو کئی امور پر تشویش تھی۔ ایک تشویش اس امکان پر تھی کہ امین امریکہ کو الیکٹرانک انٹیلی جنس مانیٹرنگ سٹیشن قائم کرنے کی اجازت دے سکتا ہے تاکہ ان دو سٹیشنوں کا ازالہ ہو سکے جو ایران میں فروری میں آنے والے اسلامی انقلاب کے باعث ضائع ہو گئے تھے۔ یہ سٹیشن سوویت ریڈیائی نشریات اور بیکونور کے میزائل اینڈ سپیس سنٹر کی پیمائشی نشریات کی جاسوسی کرتے تھے۔ بیکونور کا یہ خلائی اڈہ قازقستان کے جنوبی وسطی علاقے میں سیر دریا کے کنارے واقع تھا۔ ایک اور امکان یہ تھا کہ تہران میں امریکی سفارتخانے پر قبضے اور اہلکاروں کو یرغمال بنائے جانے کے واقع کے بعد امریکہ ایران میں براہ راست فوجی کارروائی کر سکتا ہے۔

وزارت دفاع اور سوویت جنرل سٹاف کے کئی سینئر افسر اس مسئلے پر منقسم تھے۔ مداخلت کی سختی سے مخالفت کرنے والوں میں چیف آف جنرل سٹاف مارشل نکولائی اوگارکوف، فرسٹ ڈپٹی چیف آف سٹاف مارشل سرجی اخرومی یاف اور کارپیتھین ملٹری ڈسٹرکٹ کا کمانڈر جنرل ویلنٹن وریننکوف شامل تھے۔ کچھ دوسرے محدود تعداد میں فوج بھیجنے کے حامی تھے۔ جو کابل اور دوسرے بڑے شہروں میں مقیم رہے اور کسی لڑائی میں شریک نہ ہو۔

1979ء کا اختتام آ رہا تھا اور صورتحال سوویت یونین اور امریکہ کے بگڑتے ہوئے تعلقات سے مزید خراب ہو چکی تھی۔ اگرچہ دونوں ممالک کے درمیان 18/جون کو ویانا میں سالٹ دوئم (ایٹمی ہتھیاروں کی تخفیف کا معاہدہ جس کے تحت دونوں میں سے کوئی بھی ملک 24 سو سے زائد ہتھیار نہیں رکھے گا) پر دستخط ہو چکے تھے۔ یہ دستخط صدر لیونڈ برزنیف اور صدر جمی کارٹر نے کیے تھے۔ لیکن یہ تاثر کہ "دیتانت" ختم ہو رہا ہے، اس وقت تقویت پکڑ گیا جب امریکی سینٹ کی مسلح افواج کی کمیٹی نے 30/نومبر کو سالٹ دوئم مسترد کر دیا، اس کے علاوہ امریکہ یہ طے کر چکا تھا کہ وہ درمیانی مار کے بیلسٹک میزائل یورپ میں نصب کرے گا۔ 12/دسمبر کی شام سوویت پولٹ بیورو کا اجلاس ہوا جس میں افغانستان میں فوج داخل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ دو ہفتہ بعد حملہ ہو گیا۔

جیسا کہ ایک صحافی جان کے کولی نے اپنی کتاب "ان ہولی وارز ... افغانستان، امریکہ

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

انٹرنیشنل ٹیررازم" میں بتایا ہے، چھ ماہ قبل ہی، 3/جولائی کو صدر کارٹر افغانستان میں تحریک مزاحمت کو سی آئی اے کے ذریعے خفیہ مدد کی فراہمی کی منظوری دے چکا تھا۔ اس اقدام کا سب سے بڑا حامی امریکی قومی سلامتی کا مشیر زبگنیف برزنسکی تھا جو سمجھتا تھا کہ یہ سوویت یونین کو ایک طویل المیعاد تنازعے میں الجھانے، جس کے نتیجے میں وہ بالآخر ختم ہو جائے گا اور سرد جنگ کو ختم کرنے کا ایک موقع ہے۔ اس نے صدر کو لکھا تھا: "اب ہم سوویت یونین کو اس کی اپنی ویت نام کی جنگ دے سکتے ہیں"۔ کئی برس بعد اس نے لکھا کہ خفیہ اپریشن عمدہ تجویز تھی۔ اس کا مقصد روس کو افغان پھندے میں پھنسانا تھا۔

صحافی سلیگ ہیریسن نے اپنی کتاب "آؤٹ آف افغانستان انسائڈ سٹوری آف سوویت ودڈرال" (ڈیگو کارڈ ویز اس کتاب کا شریک مصنف تھا) میں لکھا کہ امریکی وزیر خارجہ سائرس وانس نے اگرچہ برززنسکی کی پالیسی کی مخالفت نہیں کی لیکن اسے شدید تحفظات تھے اور وہ سمجھتا تھا کہ چونکہ افغانستان پر قبضہ ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے اس لیے واپسی کے لیے اس سے مذاکرات کرنے چاہئیں۔ اس کی تجویز تھی کہ دونوں ملک معاہدہ کریں کہ وہ ایران یا پاکستان میں فوج بھیجیں گے نہ فوجی اڈے بنائیں گے۔ اس سے جنوبی ایشیا میں امریکی عزائم کے بارے میں روس کے خدشات دور ہوں گے اور اسے افغانستان سے واپسی کی بنیاد مل جائے گی۔ فروری کے شروع میں صدر کارٹر کی تائید سے اس نے سوویت وزیر خارجہ گرومیکو کو خط لکھا جس میں اس اصول کی بنیاد پر مذاکرات کی تجویز دی گئی تھی کہ اگر دونوں طرف سے تحمل اور علاقے کے ممالک کی آزادی اور علاقائی سلامتی کا احترام ہو تو ہمارے متعلقہ مفادات سے محاذ آرائی پیدا نہیں ہو گی۔ گرومیکو کا جواب مثبت تھا اور وانس نے کارٹر سے ملاقات کا انتظام کرنے کی منظوری دینے کو کہا۔ برززنسکی نے اس کی سختی سے مخالفت کی اور کارٹر کو اپنا ہم نوا بنا لیا، جس نے وانس کو کہا کہ وہ اپنی پیشرفت روک دے۔

سی آئی اے کے اعلیٰ افسروں میں بھی سنگین خدشات پائے جاتے تھے۔ ان میں ڈائریکٹر آف سنٹرل انٹیلی جنس (ڈی سی آئی) ایڈمرل سٹانس فیلڈ ٹرنر بھی شامل تھا۔ ٹرنر نے اس بات پر غور و خوض کیا کہ کیا امریکہ کے جغرافی سیاسی مفادات کے لیے دوسرے افراد کی جانوں کو استعمال کرنا جائز ہے۔ اسے اس بات پر بھی تشویش تھی کہ سی آئی اے کے فراہم کردہ اسلحہ کو سوویت یونین کی فوجوں کے خلاف استعمال کیا جائے گا اور اس امریکی پالیسی پر بھی کہ آخری افغان تک جنگ لڑی جائے گی۔ تاہم اس نے اپنے ضمیر کو سلا دیا اور آپریشن کی منظوری دے دی۔

امریکی منصوبے کا مرکز پاکستان تھا۔ جس کے ساتھ امریکہ کے اتحادی تعلقات سرد جنگ کے شروع ہی سے قائم ہو چکے تھے۔ 1950ء کی دہائی کے آغاز میں پاکستان سوویت یونین کے خلاف امریکہ کے الیکٹرانک انٹیلی جنس مانیٹرنگ (ایلنٹ) اور سگنل انٹیلی جنس (سگنٹ) اپریشنوں کا اہم

الگ بن چکا تھا۔ مئی 1954ء میں اس نے امریکہ کے ساتھ ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ جس کے تحت امریکہ نے پاکستان کو اس کی انٹیلی جنس سہولیات کے مسلسل استعمال کے عوض فوجی امداد فراہم کرنی تھی۔ اس سال ستمبر میں امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور فلپائن کے ہمراہ پاکستان کے ساؤتھ ایسٹ ایشین ٹریٹی آرگنائزیشن (سیٹو) کا رکن بن گیا جو کمیونسٹوں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ 1955ء میں پاکستان، برطانیہ، ترکی اور ایران کے ساتھ ''مڈل ایسٹ ٹریٹی آرگنائزیشن کا رکن بن گیا جس کا نام بعد میں بدل کر سنٹرل ٹریٹی آرگنائزیشن (سینٹو) رکھ دیا گیا جس کا مقصد تیل پیدا کرنے والے اس علاقے میں سوویت توسیع پسندی کے خطرے کا مقابلہ کرنا تھا۔

1950ء کی دہائی کے بیشتر عرصہ میں پاکستان کے سیاسی حالات بحرانی رہے حتیٰ کہ اکتوبر 1958ء میں ملک کے صدر سکندر مرزا نے تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی، آئین منسوخ کر دیا اور جنرل محمد ایوب کی سرکردگی میں ملک پر مارشل لا نافذ کر دیا۔ ایوب خان اس حکومت کا وزیراعظم تھا اور اس کی کابینہ تین سنیئر فوجی افسروں اور آٹھ سویلینز پر مشتمل تھی۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ایوب خان نے سکندر مرزا کی بھی چھٹی کرا دی اور خود ملک کا صدر، کمانڈر انچیف اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بن گیا۔ مارشل لا 1962ء کے وسط تک جاری رہا جس کے بعد نئے آئین کے تحت صدارتی طرز حکومت رائج کیا گیا۔ جنوری 1965ء میں ایوب خان نے نیا مینڈیٹ حاصل کیا لیکن اس سال کشمیر کے مسئلے پر پاکستان کی بھارت سے ایک مختصر اور بے نتیجہ جنگ ہوئی جس کی وجہ سے امریکی امداد معطل ہوگئی اور داخلی انتشار کے بعد ملک پر ایمرجنسی نافذ کر دی گئی جو چار سال جاری رہی۔ اس عرصہ میں حکومت کی مخالفت بڑھتی رہی۔

مارچ 1969ء میں، جب اس پر استعفیٰ دینے کے لیے دباؤ کافی بڑھ گیا تھا، ایوب خاں نے اقتدار کمانڈر انچیف جنرل محمد یحییٰ خاں کے سپرد کر دیا۔ ملک پر ایک بار پھر مارشل لا لگ گیا تاہم نومبر میں یحییٰ خاں۔ نے اعلان کیا کہ اگلے سال دسمبر میں الیکشن کرائے جائیں گے۔ یہ الیکشن اپنے وقت پر ہوئے جو مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی اور مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے جیت لیے۔

بھٹو نے عوامی لیگ کے ساتھ مل کر حکومت بنانے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں الیکشن کالعدم ہو گئے۔ اس پر مشرقی پاکستان میں فسادات شروع ہو گئے جو بڑھ کر بھرپور خانہ جنگی میں بدل گئے۔ پاکستان کی فوج کے یونٹ بغاوت پر قابو پانے کے لیے تعینات کیے گئے۔ ان کے مظالم سے 10 لاکھ افراد بھارت کو ہجرت کر گئے۔ بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔ جنگ میں پاکستان کو بھارت کے ہاتھوں بہت بری مار پڑی اور مشرقی پاکستان الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ اس شرمناک شکست پر دسمبر میں یحییٰ مستعفی ہو گیا اور اس کی جگہ اس کے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو نے لے لی۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلب ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

1973ء میں نئے آئین کے نفاذ کے بعد، جس میں صدارت کا عہدہ کافی حد تک نمائشی تھا، بھٹو وزیراعظم بن گیا جبکہ اس نے داخلہ، دفاع اور خارجہ امور کی وزارتیں بھی اپنے پاس رکھیں۔ اگلے چار برسوں کے دوران اس نے اسلامی سوشلزم کی پالیسیاں اپنائیں جن سے کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس کی حکمرانی تیزی سے آمرانہ ہوتی گئی۔ حکومت پر تنقید کو دبا دیا جاتا۔ مخالفوں کو جیل میں ڈال دیا جاتا اور پشتونوں اور بلوچوں کے خلاف جابرانہ اقدام کیے جاتے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پاکستان کو طاقتور ملک بنانے کی کوششیں بھی شروع کر دیں اور 1974ء میں بھارت کے پہلے ایٹمی دھماکے کے بعد ایٹمی ہتھیار بنانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے سیاست اور داخلی امور میں فوج کی مداخلت کم کرنے کے لیے اقدامات بھی کیے۔ سینئر افسر ہٹا دیئے اور کمان کا نظام تبدیل کر کے کمانڈر انچیف کا عہدہ ختم کر دیا۔ اس کی وجہ سے اور بلوچستان میں قبائلی بغاوت کچلنے کے لیے دستے تعینات کرنے کے اس کے مطالبے سے فوج ناراض ہوگئی۔ اس دوران اس نے سوویت یونین اور چین سے دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کے لیے پیش رفت کی اور خود کو مغرب اور امریکہ سے دور شروع کر دیا۔

جنوری 1977ء میں بھٹو نے دو ماہ کے اندر اندر انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ نو سیاسی جماعتوں نے پاکستان نیشنل الائنس (پی این اے) کے نام سے اتحاد بنا لیا۔ پرتشدد انتخابات میں بھٹو اور پیپلز پارٹی کو بھرپور فتح حاصل ہوئی لیکن فراڈ اور جعلی ووٹنگ کے الزامات سامنے آئے۔ کراچی اور دوسرے شہروں میں شدید بے چینی پھیلی، بھٹو نے مارشل لا لگا دیا اور تشدد سے نمٹنے کے لیے فوج طلب کر لی۔ اس نے پی این اے کو مراعات کی پیشکش کر کے رام کرنا چاہا لیکن اس نے نئے انتخابات سے کم کوئی چیز بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

جولائی میں فوج نے جو ملک بھر میں بڑھتی ہوئی ہنگامہ آرائی سے پریشان تھی، جنرل محمد ضیاء الحق کی قیادت میں انقلاب برپا کر کے بھٹو کو اقتدار سے نکال دیا۔ اسے جیل بھیج دیا گیا اور 1974ء میں ایک سیاسی مخالف کے قتل کی کوشش کے الزام میں اس پر مقدمہ چلا کر سزائے موت سنا دی گئی۔ اگلے سال اپریل میں اسے پھانسی دے دی گئی۔

ضیاء الحق ایک پرجوش مسلمان تھا جس نے جرائم کی اسلامی سزائیں نافذ کر دیں۔ اسے 1947ء میں قیام پاکستان کے بعد سے ملکی سیاست میں مرکزی کردار ادا کرنے والی دو اسلامی تحریکوں، مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کی حمایت حاصل تھی۔ ایک سال بعد اس نے مسلم لیگ اور دوسری مذہبی جماعتوں کے ارکان پر مشتمل کابینہ بنائی اور ستمبر 1978ء میں صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔ ضیاء الحق کی حکومت بننے سے داخلی اور خارجی امور سمیت پاکستان کے بیشتر معاملات پر فوج کا کنٹرول پھر بحال ہو گیا اور سیاسی جماعتوں کی حوصلہ شکنی ہوئی جس کے نتیجے میں مسلم لیگ اور جماعت اسلامی نے ضیا کی

حمایت واپس لے لی۔

اس کے نتیجے میں ضیاء الحق تنہا ہوگیا۔ امریکہ اور کارٹر حکومت سے بگڑتے ہوئے تعلقات سے یہ صورتحال مزید خراب ہوگئی۔ کارٹر حکومت کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام سے تشویش تھی جس کی وجہ سے اس نے پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد روک رکھی تھی۔ تاہم 1979ء کے آغاز میں افغانستان کی ابتر ہوتی ہوئی صورتحال امریکہ کے لیے بڑھتی ہوئی دلچسپی کا باعث بن گئی۔ صحافی پیٹر نائس وینڈ نے 2 رفروری کے واشنگٹن پوسٹ میں لکھا کہ پاکستان اس وقت افغان حکومت کے مخالف گوریلوں کی مستعدی سے مدد کر رہا تھا اور انہیں پاکستان آرمی کے سابق اڈوں میں رہائش فراہم کر رہا تھا۔ جب ضیاء الحق سے رابطہ کر کے کہا گیا کہ افغانستان سے سوویت یونین کو نکالنے کے لیے پاکستان فرنٹ لائن کردار ادا کرے تو اس نے امریکہ سے تعلقات کی بہتری کے لیے فوراً ہی موقع سے فائدہ اٹھایا اور امریکہ کی مسلسل امداد کو یقینی بنالیا۔

صدر کارٹر کی طرف سے افغان مزاحمت کو امداد کی خفیہ فراہمی کی منظوری دیئے جانے کے بعد کے مہینوں میں سی آئی اے نے اپنے خفیہ بازو ڈائریکٹوریٹ آف اپریشنز (ڈی ڈی او) کے تحت کیے جانے والے اپریشنوں کی تفصیلات مرتب کیں۔ ڈی ڈی او 1960ء کی دہائی میں کیوبا' ویت نام لاؤس' کمبوڈیا' انگولا اور تبت سمیت کئی ممالک میں خفیہ اپریشن کر چکا تھا۔ کیوبا اور بے آف پگز میں آپریشن کی تباہ کن ناکامی سے سی آئی اے کی ناپسندیدہ شہرت ہوئی۔ اسی طرح برما میں قوم پرست چینی افواج جو افیم تیار کرتی تھی' کے ساتھ اشتراک کی خبریں فاش ہونے سے بھی سی آئی اے کی شہرت متاثر ہوئی تھی۔ چنانچہ طے کیا گیا کہ افغانوں کے ساتھ سی آئی اے کا کوئی اہلکار ملوث نہیں ہوگا۔ منصوبہ یہ تھا کہ مسلمان انتہاپسندوں کی فوج کو سوویت قابض فوجوں کے خلاف ایک طویل اور مہنگی جنگ کے لیے تربیت دی جائے۔ سی آئی اے کو تنازع میں براہ راست ملوث ہونے کے الزام سے بچانے کے لیے فیصلہ کیا گیا کہ امریکہ پاکستانی فوج کے افسروں اور سپاہیوں کو تربیت دے گا جو آگے چل کر افغان گوریلوں کو' جو خود کو مجاہدین کہلاتے تھے' تربیت اور ہدایات دیں گے۔

اس تربیت کے فراہمی کے لیے ڈی ڈی او نے امریکی فوج کو سپیشل آپریشنز فورسز' بالخصوص 5 ویں سپیشل فورسز گروپ (ائیر بارن) کے ارکان اور امریکی بحریہ کی سی ائیر اینڈ لینڈ ٹیموں (سیلز) کی خدمات حاصل کرنا تھیں۔ یہ ارکان زیادہ تر ویت نام' لاؤس' کمبوڈیا اور دیگر مقامات پر خفیہ کارروائیوں کے ماہر تھے۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد افسروں اور اہلکاروں کو پاکستان واپس بھجوایا جانا تھا جہاں انہیں آئی ایس آئی میں شامل کر دیا جاتا۔

آئی ایس آئی 1971ء میں ڈائریکٹوریٹ آف انٹیلی جنس بیورو کی جگہ قائم ہوئی تھی۔ اس کا ہیڈ کوارٹر اسلام آباد میں تھا اور اس کے فرائض محض پاکستانی افواج کی ملٹری انٹیلی جنس سروسز کی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

طرف سے جاسوسی اطلاعات اکٹھے کرنے کے کام میں رابطہ کاری تک ہی محدود نہیں تھے جیسا کہ اس کے نام ظاہر ہوتا ہے بلکہ غیر ملکی اور ملکی جاسوسی بھی اس کے فرائض میں شامل تھی۔ بعض رپورٹوں کے مطابق اس کے چھ شعبے تھے:

- جوائنٹ انٹیلی جنس (جے آئی ایکس) اس ادارے کا کام جاسوسی اندازے اور خطرات کے تخمینے تیار کرنا اور آئی ایس آئی کے یونٹوں کو انتظامی امداد فراہم کرنا ہے۔
- جوائنٹ انٹیلی جنس بیورو (جے آئی بی)۔ یہ سیاسی جاسوسی کرتا ہے اور اس کے تین حصے ہیں جن میں سے ایک کی ذمہ داری بھارت کے خلاف اپریشن کرنا ہے۔
- جوائنٹ کاؤنٹر انٹیلی جنس بیورو (جی آئی بی)۔ یہ شعبہ مشرق وسطیٰ' جنوبی ایشیا اور چین میں جاسوسی کرتا ہے اور بیرون ممالک میں پاکستان سفارت کاروں پر نظر رکھتا ہے۔
- جوائنٹ انٹیلی جنس نارتھ (جے آئی این)۔ یہ جموں اور کشمیر میں خفیہ اپریشن کرتا ہے۔
- جوائنٹ انٹیلی جنس مسکیلینس (جے آئی ایم) یہ سمندر پار جاسوسی کرتا ہے۔
- جوائنٹ سگنلز انٹیلی جنس بیورو (جے ایس آئی بی)۔ یہ ''سگنٹ'' اپریشن کرتا ہے جس کے لیے اس نے بھارتی سرحد کے ساتھ ساتھ سٹیشنوں کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے اور اس کے علاوہ یہ کشمیر کے مسلمان جنگجوؤں کو ریڈیو مواصلات کی مدد فراہم کرتا ہے۔

جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا' آئی ایس آئی کچھ عرصہ کے لیے افغانستان کے حکومت مخالف گوریلوں کو اسلحہ اور تربیت فراہم کرتی رہی تھی۔ سوویت حملے کے فوراً بعد جنرل ضیاء الحق نے لیفٹیننٹ جنرل اختر عبدالرحمن کو آئی ایس آئی کا نیا ڈائریکٹر جنرل مقرر کر دیا۔ جب ضیاء الحق نے سوویت خطرے سے نمٹنے کے لیے اس سے رائے مانگی تو اس نے تجویز دی کہ پاکستان افغان مزاحمتی تحریک کو ہر ممکن مدد فراہم کرے۔ اس سے نہ صرف پاکستان بلکہ اسلام کا دفاع بھی ہوگا۔ سی آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل کی طرح اختر عبدالرحمن نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ طویل گوریلا جنگ سوویت یونین کا ویت نام بن جائے گی۔ اس کی رائے تھی کہ پاکستان مجاہدین کو صرف اسلحہ اور ساز و سامان ہی نہیں بلکہ تربیت' اپریشنل جاسوسی اور رہنمائی بھی فراہم کرے اور اس مقصد کے لیے صوبہ سرحد میں اڈے قائم کیے جائیں جہاں نہ صرف انہیں تربیت دی جائے بلکہ وہ ان اڈوں سے افغانستان میں کارروائیاں بھی کریں۔

ضیا نے ان تجاویز کی منظوری دے دی اور اختر عبدالرحمن نے فوراً ہی یہ کام آئی ایس آئی کے افغان بیورو کے سپرد کر دیا جس کی ذمہ داری تھی کہ وہ مجاہدین کے اپریشنوں میں رابطہ کاری کرے اور انہیں لاجسٹک مدد فراہم کرے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر اوجھڑی کیمپ میں تھا جو راولپنڈی کے شمالی مضافات میں پاکستانی فوج کا ایک بڑا اڈہ ہے۔ اونچی اونچی دیواروں سے محصور اور 80 ایکڑ رقبے

مشتمل اس کیمپ میں دفاتر، اسلحہ اور سازوسامان کا ایک بڑا گودام، گیراج جس میں 300 ٹرک اور دیگر گاڑیاں ہیں، 500 افراد کے لیے رہائشی سہولیات اور تربیتی علاقہ واقع ہے۔

بیورو کے 1983ء سے 1988ء کے عرصہ کے دوران کمانڈر بریگیڈیر یوسف نے اپنی کتاب (بیئر ٹریپ) میں لکھا ہے کہ بیورو کے تین ذیلی یونٹ تھے: o اپریشن برانچ اپریشنل جاسوسی، منصوبہ بندی، اہداف کے انتخاب اور مجاہدین کے گروپوں کو ذمہ داریوں کی تفویض کی ذمہ دار تھی۔ o لاجسٹک برانچ اسلحہ اور سازوسامان کے حصول اور مجاہدین میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کی ذمہ دار تھی۔ o نفسیاتی جنگ کی برانچ، اس کے صوبہ سرحد میں تین ریڈیو سٹیشن تھے۔ بیورو کے پاس پشاور اور کوئٹہ اور دیگر شہروں میں فارورڈ اڈے بھی تھے۔ آئی ایس آئی کا ایک اور یونٹ جو افغان بیورو سے الگ تھا۔ سی آئی اے کے فراہم کردہ فنڈ سے خوراک اور کپڑے خرید کر مجاہدین کو فراہم کرتا تھا۔

افغان تحریک مزاحمت کا جو سات بڑے سیاسی گروپوں پر مشتمل تھی، سب سے بڑا اڈہ پشاور تھا۔ ان میں سے ایک کے سوا باقی سب سنی گروپ تھے جو 1978ء میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد وجود میں آئے تھے۔ سات میں سے چار گروپ بنیاد پرست تھے۔ پہلا گروپ حزب اسلامی کا تھا۔ زیادہ تر پشتونوں پر مشتمل اس گروپ کی قیادت گلبدین حکمت یار کے پاس تھی جو امریکہ اور مغرب کا سخت مخالف تھا۔ اس کی بنیاد 1968ء میں رکھی گئی لیکن 1979ء میں مولوی یونس خالص نے اس سے الگ ہوکر اپنا گروپ قائم کرلیا، جس میں مشرقی افغانستان کے قبائل شامل تھے۔ حکمت یار کا گروپ زیادہ بڑا اور زیادہ بنیاد پرست تھا جو افغانستان کو یک جماعتی اسلامی ریاست بنانا چاہتا تھا اور زرعی اصلاحات اور تمام صنعتوں کو قومیانے کا بھی حامی تھا۔ یہ باقی عالم اسلام کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کرنے کا حامی تھا اور اس کے فوجیوں کی تعداد 15 سے 20 ہزار کے درمیان تھی جن میں سے 4 ہزار ہمہ وقتی گوریلے تھے۔ حکمت یار کا علاقہ کار زیادہ تر ملک کا جنوب مشرقی حصہ تھا لیکن ننگر ہار، قندز، کنڑ، لغمان اور بغلان میں بھی اس کی کافی سرگرمیاں تھیں۔

خالص کا گروپ بھی زیادہ تر پشتون تھا اور اسلامی مملکت کے قیام کا حامی تھا تاہم یہ زیادہ لبرل اور مغرب سے تعلقات کا موید تھا۔ اس کے فوجیوں کی تعداد بھی 15 سے 20 ہزار کے درمیان تھی، جن میں سے ساڑھے تین ہزار ہمہ وقتی گوریلے تھے۔ اس کا سب سے اہم علاقائی کمانڈر جلال الدین حقانی تھا۔ خالص کا علاقہ کار مشرق میں ننگر ہار، پاکتیا، پکتیکا اور کنڑ صوبوں کے علاوہ جلال آباد کا شہر تھا۔

تیسرا گروپ جو غیر پشتون تھا اور تمام کا تمام بدخشاں اور پنج شیر وادی کے تاجکوں پر مشتمل تھا، جمعیت اسلامی تھا جس کی قیادت برہان الدین ربانی کے پاس تھی۔ وہ افغانستان کے ایک سرکاری تعلیمی ادارے میں اسلامی قانون کا پروفیسر رہا تھا اور ایک معتدل مسلمان تھا۔ مغرب کے بارے میں

کتاب کلب ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اس کا مؤقف بھی نرم تھا۔ اس گروپ کی زیادہ تر قیادت پیشہ ور اور تعلیم یافتہ طبقے سے تھی۔ سیاسی اور فوجی اعتبار سے یہ گروپ خاصا منظم تھا۔ اس کے سپاہیوں کی تعداد 60 ہزار تھی جن میں سے 12 سے 15 ہزار تک ہمہ وقتی گوریلے تھے۔ اس کی فوجی قیادت احمد شاہ مسعود کے پاس تھی۔ اور اس کا علاقہ کار زیادہ تر پنج شیر وادی پر مشتمل تھا تاہم یہ بدخشاں، بغلان، قندز، بلخ اور سمنگان نیز کابل، ہرات، فاریاب، جوز جان اور فرح میں بھی سرگرم تھا۔

چوتھا بنیاد پرست دھڑا 'اتحاد اسلامی' تھا۔ جسے سعودی عرب کی حمایت حاصل تھی۔ کئی سو انتہا پسندوں پر مشتمل اس دھڑے کی قیادت عبدالرسول سیاف کے پاس تھی۔ شروع میں یہ کئی جماعتوں کا اتحاد تھا بعدازاں اس کے کئی ٹکڑے ہوگئے جن میں سے ایک عبدالرسول سیاف کی قیادت میں رہا۔ اس کے سپاہیوں کی تعداد 6 سے 15 ہزار کے درمیان تھی اور اس کی سرگرمیاں زیادہ تر ننگر ہار، پاکتیا، پروان اور کابل میں تھیں۔

باقی تین دھڑے معتدل اور روایت پسند سمجھے جاتے تھے اور 1978ء کے کمیونسٹ انقلاب کے بعد پشاور میں قائم کیے گئے تھے۔ ان میں پہلا دھڑا محاذ ملی اسلامی تھا جو 1979ء میں قائم ہوا۔ اس کی قیادت پیر گیلانی کے پاس تھی اور یہ جلاوطن بادشاہ ظاہر شاہ کو آئینی بادشاہ بنانے کا حامی تھا۔ اس کے گوریلوں کی تعداد 15 ہزار کے قریب تھی جن میں 2 ہزار ہمہ وقتی تھے۔ یہ زیادہ تر پشتون دھڑا تھا۔

دوسرا اعتدال پسند گروپ جبہ نجات ملی تھا جس کا مرکز ملک کا جنوبی حصہ تھا۔ اسے 1978ء میں ایک روحانی رہنما صبغت اللہ مجددی نے قائم کیا تھا۔ یہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جمہوری نظام قائم کرنے کا حامی تھا اور اس کی سوچ مغرب نواز تھی۔ اس کے فوجیوں کی تعداد 8 سے 15 ہزار کے درمیان تھی جو صوبہ کنڑ اور قندھار کے شہر میں سرگرم تھے۔

اعتدال پسند گروپوں میں سب سے بڑا حرکت انقلاب اسلامی کا تھا جو 1978ء میں مولوی محمد نبی محمدی (سابق رکن افغان پارلیمینٹ) نے قائم کیا تھا۔ اس میں پشتون اور ازبک شامل تھے۔ یہ گروپ جمہوری نظام اور دوسرے ممالک کے حوالے سے غیر جانبداری کا حامی تھا۔ اس کے فوجیوں کی تعداد 30 ہزار کے قریب تھی جو لوگر، غزنی، فرح، ہرات اور کابل کے علاوہ پاکتیا، ہلمند اور قندھار میں بھی سرگرم تھے۔

ان کے علاوہ، متعدد چھوٹے شیعہ گروپ بھی تھے جن میں سے بعض کے ایران سے تعلقات تھے۔ ان میں سے پہلا گروپ حزب اللہ تھا جو افغانستان کا ایران سے اتحاد چاہتا تھا۔ اس کی کل تعداد 45 سو تھی اور مغربی افغانستان میں سرگرم تھا۔ ایران سے اتحاد کا حامی ایک اور گروپ سپاہ پاسداران محسن رضا کی قیادت میں سرگرم تھا۔ اسے ایران کی حمایت حاصل تھی اور اس کے ارکان کی

تعداد 3 سے 8 ہزار تھی جو ہرات، ہلمند، جوز جان اور بامیان میں سرگرم تھے۔

تیسرا شیعہ گروپ ''شوریٰ'' تھا جس کی قیادت سید علی بہشتی کر رہا تھا۔ اس کا مطالبہ تھا کہ افغانستان کے وسطی مغربی حصہ ''ہزارہ'' کو خودمختاری دی جائے۔ اپنے چار سے آٹھ ہزار ارکان کے ساتھ یہ بلخ، بغلان، بامیان اور غزنی میں سرگرم تھا۔ چوتھا گروپ حرکت اسلامی کا تھا یہ بھی افغانستان کو بنیاد پرست اسلامی ملک بنانا چاہتا تھا۔ شیخ محسنی کی زیر قیادت اس کے پاس 12 ہزار گوریلے تھے اور یہ بدخشاں، بلخ، جوز جان اور فاریاب میں سرگرم تھا۔

ساتوں بڑے گروپوں میں تعاون کی فضا بہت کم تھی، ان کی قبائلی وابستگیاں، اسلامی کٹڑپن کے مختلف درجے اور مختلف سماجی پس منظر ان کے درمیان دیرینہ اختلافات کا باعث تھے۔ تاہم مئی 1985ء میں ان ساتوں گروپوں نے ایک اتحاد قائم کرلیا جو جنگ کے اختتام تک قائم رہا۔

ساتوں جماعتوں کے درمیان اندرونی اختلافات بھی تھے اور ان کے ہیڈکوارٹرز اور فیلڈ کمانڈروں، جن کا اثر ورسوخ بہت زیادہ تھا، کے درمیان تعلقات بھی بہتر نہیں تھے۔

1980ء کے آغاز میں افغان جنگ کے لیے عالمی سطح پر بھرتی کے لیے ایک تنظیم ''مکتبہ الخدمت المجاہدین'' کے نام سے قائم کی گئی۔ یہ تنظیم سعودی شہری اسامہ بن لادن نے قائم کی تھی جو ایک بڑے تعمیراتی ادارے کے مالک کا بیٹا تھا۔ اسامہ کو سعودی عرب کے شاہی خاندان کا تعاون حاصل تھا۔ تنظیم کے قیام میں اس کی مدد اردن یونیورسٹی میں شرعی قانون کے پروفیسر فلسطینی نژاد شیخ عبداللہ عزام نے بھی کی۔ مکتبہ کے دفاتر پوری دنیا میں قائم کیے گئے جبکہ اسامہ بن لادن نے سوڈان میں بھی کئی کیمپ بنائے۔ رضا کاروں کو یمن کے راستے پاکستان بھیجنے سے پہلے ان کیمپوں میں بھیجا جاتا۔ اس کے علاوہ اسامہ مجاہدین کے لیے دنیا بھر سے چندہ اکٹھا کرنے والا سب سے بڑا ذریعہ بھی بن گیا۔ بھرتیوں کا کام امریکہ میں بھی ہو رہا تھا۔ وہاں یہ کام متعدد مسلمان ادارے کر رہے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں الکفاہ افغان ریفیوجی سنٹر، المعروف الجہاد سنٹر بروکلین، نیویارک تھا۔ رابطہ عالم اسلامی اور تبلیغی جماعت جیسی تنظیمیں ان کی مالی مدد کرتی تھیں۔

ایک اور تنظیم جو رضا کار بھرتی کر رہی تھی، تبلیغی جماعت تھی، جس نے 1980ء کی دہائی کے وسط کے بعد سے شمالی افریقہ اور یورپ سے بھرتیاں کیں۔ اس تنظیم کا بانی ایک مبلغ مولانا محمد الیاس تھا اور اس کا مرکز پاکستان میں جبکہ شاخیں اور تعلیمی ادارے دنیا بھر میں تھے۔ ''ان ہولی وارز'' کے مصنف جان کولی کے مطابق اس نے بھرتی کا آپریشن تیونس سے شروع کیا اور وہاں کے تعلیمی اداروں سے 160 رضا کار چھ ہفتوں کے مذہبی مطالعے کے لیے پاکستان بھیجے۔ اس مطالعے کے مکمل ہونے کے بعد ان کی ملاقات آئی ایس آئی کے افسروں سے کرائی گئی جنہوں نے ان میں سے 70 کو منتخب کرکے آئی ایس آئی کے خفیہ کیمپوں میں تربیت کے لیے بھیج دیا۔ الجزائر میں جہاں سنگین

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

داخلی بے چینی کی فضا تھی، تبلیغی جماعت نے مسلح افواج کے تین ہزار بھگوڑوں کو بھرتی کیا۔ یورپ میں اس کی مدد اخوان المسلمون جیسی انتہاپسند تنظیموں نے کی جس کی شاخیں پورے فرانس اور جرمنی میں پھیلی ہوئی تھیں۔

1980ء میں افغان مزاحمت کو متحد کرنے کی کوشش کی گئی۔ جنوری اور فروری میں کابل ہائیکورٹ کے ایک سابق جج محمد عمر ببرک زئی کی قیادت میں پشتون قبائلی سرداروں کے متعدد اجلاس ہوئے اور 11 مئی کو پشاور کے مضافات میں ایک فوجی جرگہ بلایا گیا جس میں افغانستان کے تمام صوبوں، پشتون اور غیر پشتون قبائل کی نمائندگی کرنے والے 916 مندوبین نے شرکت کی۔

اب تک پاکستانیوں، بالخصوص آئی ایس آئی اور سات جماعتی اتحاد نے واحد مزاحمتی تحریک کے مطالبے پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی۔ اس فوجی جرگے نے جو افغانستان کے تمام قبائل اور نسلی گروہوں کی نمائندگی کر رہا تھا، فوجی اور سیاسی کمانڈ بنانے کا مطالبہ کرکے، جس سے بعد ازاں جلاوطن حکومت کے قیام کی راہ ہموار ہوسکتی تھی، خطرے کی گھنٹی بجادی۔ جرگے نے 100 ارکان پر مشتمل قومی کمیشن بھی قائم کردیا جن میں سے 51 سیٹیں صوبائی بنیادوں پر منتخب نمائندوں اور باقی 49 پاکستانی علاقے میں قائم سات جماعتی اتحاد کے لیے مختص کردیں۔ اس نے مزید مطالبہ کیا کہ مزاحمتی تحریک کے تمام کمانڈروں کا انتخاب قبائلی سردار کریں۔ اس نے سوویت فوجوں کی واپسی کے بعد افغانستان کو وفاق بنانے کا مطالبہ بھی کیا جس میں تمام قبائل اور علاقوں کو خودمختاری دی جائے۔ جرگے نے تمام بنیاد پرست نظریات کو مسترد کرتے ہوئے غیر فرقہ وارانہ اسلامی ریاست بنانے کا مطالبہ کیا جس کی خارجہ پالیسی غیر جانبدار ہو۔

اس پر پاکستان میں خاصی تشویش پیدا ہوئی، جو اس جرگے کو سات جماعتی اتحاد کے لیے خطرہ سمجھ رہا تھا۔ پاکستان چاہتا تھا کہ سات جماعتی اتحاد کے ذریعے تحریک مزاحمت منتشر ہی رہے اور اس طرح پشتونستان کا مسئلہ سیاسی ایجنڈے پر نہ آسکے۔ چنانچہ آئی ایس آئی کو اس جرگے میں اختلاف و انتشار پیدا کرکے اسے تباہ کرنے کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ اس دوران اس نے تین روایت پسند گروپوں کو اسلحہ اور فنڈ کی فراہمی روک دینے کی دھمکی دے دی۔ جس پر یہ تینوں جرگے سے الگ ہوگئیں۔ 1980ء کے آخر میں یہ جرگہ تقریباً ختم ہوگیا۔ اس کے نتیجے میں تحریک مزاحمت پوری جنگ کے دوران کسی مناسب مربوط حکمت عملی پر عمل نہ کرسکی اور نہ کابل میں کمیونسٹ حکومت کا کوئی مؤثر سیاسی متبادل فراہم کرسکی۔

جنوری 1980ء میں برزنسکی نے پاکستان آکر جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کی۔ ضیا نے اصرار کیا کہ مجاہدین کو اسلحہ اور فنڈز کی تمام تر فراہمی پاکستان کے ذریعے ہونی چاہیے۔ اس نے تین مزید شرطیں بھی لگائیں۔ پہلی یہ کہ فنڈز دینے والے تمام ممالک مکمل رازداری برتیں اور ایسی کوئی

رپورٹ اخبار میں چھپے تو اس کی سختی سے تردید کریں۔ دوسری یہ کہ تمام امدادی کھیپیں تیز ترین ذرائع سے پاکستان پہنچائی جائیں اور تیسری یہ کہ ہر ہفتے صرف دو کھیپیں بھیجی جائیں۔ امریکہ کے لیے یہ مطالبات موزوں تھے کیونکہ وہ بھی چاہتا تھا کہ اپریشن میں اس کے ملوث ہونے کے تمام شواہد خفیہ رہیں۔ مجاہدین کے لیے اسلحہ کی پہلی کھیپ 10 رجنوری کو پاکستان پہنچی۔

برزنسکی اس کے بعد مصر پہنچا اور صدر انور السادات سے درخواست کی کہ وہ اپنے دخائر سے سوویت ساختہ اسلحہ مجاہدین کو فراہم کرے۔ سادات مان گیا اور چند ہفتے بعد ایک امریکی ٹرانسپورٹ طیارے نے کیناس اور اسوان کے مصری اڈوں تک اسلحہ کی کھیپیں حاصل کرنے کے لیے پروازیں شروع کر دیں۔ یہ اسلحہ طیاروں کے ذریعے پاکستان بھیج دیا جاتا۔ یہ اسلحہ آئی ایس آئی وصول کرتی اور اوجھڑی کیمپ بھیج دیتی جہاں سے اسے مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا۔ روسی اسلحہ ناقص معیار کا تھا۔ چنانچہ 1980ء میں مصر نے 1975ء کے دوران تعمیر کیے گئے کارخانوں کو متحرک کیا اور وہاں سوویت قسم کے چھوٹے اسلحے اور بعض زمین سے زمین تک اور زمین سے فضا میں مار کرنے والے بعض میزائلوں کی مقامی تیاری شروع کر دی۔ ''عرب آرگنائزیشن فار انڈسٹریلائزیشن'' کے نام سے یہ سعودی عرب' مصر' متحدہ عرب امارات اور قطر کا مشترکہ منصوبہ تھا جنہوں نے اس میں 1.04 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی تھی۔ جولائی 1979ء میں یہ منصوبہ بند ہو گیا کیونکہ اسرائیل سے مصر کی بڑھتی ہوئی مصالحت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سعودی عرب' متحدہ عرب امارات اور قطر اس سے نکل گئے تھے۔ اس کے بعد امریکی سرمایہ کاری اور فنی امداد سے یہ منصوبہ پھر شروع ہوا اور 1980ء کے اختتام تک یہاں سوویت اسلحہ کی نقل پھر تیار ہونے لگی۔

مجاہدین کے لیے زمین سے فضا میں مار کرنے والے ایک ایسے میزائل کی ضرورت تھی جو ایک آدمی اٹھا کر لے جا اور چلا سکے تا کہ سوویت اور افغان فضائیہ کے طیاروں بالخصوص ہیلی کاپٹروں کو نشانہ بنایا جا سکے۔ ''سقر'' کے پلانٹ میں تیار ہونے والے ہتھیاروں میں کندھے پر رکھ کر چلایا جانے والا گریل سام ۔7۔ انفرارڈ گائیڈڈ میزائل بھی شامل تھا تاہم یہ اور اسی طرح کا چینی ساختہ میزائل نسبتاً غیر مؤثر ثابت ہوا کیونکہ تمام شرائط پوری کرنے کے باوجود بھی یہ دس نشانوں میں سے صرف ایک مرتبہ ہدف پر لگتا تھا۔ سی آئی اے نے اس کا جو متبادل سوچا وہ امریکی ساختہ انفرارڈ۔ گائیڈڈ میزائل ''ریڈ آئی'' تھا جو امریکی فوج 1960ء کی دہائی سے استعمال کرتی چلی آ رہی تھی۔ چنانچہ کئی درجن یہ میزائل پاکستان بھجوائے گئے جہاں 1980ء کے آخر میں تجربہ کرنے پر یہ بری طرح ناکام ثابت ہوئے۔

اسی سال کے شروع میں امریکہ کے مختلف فوجی اڈوں پر جن میں فورٹ براگ' شمالی کیرولینا اور جان ایف کینڈی کے اڈے بھی شامل تھے' پاکستانی فوجی اہلکاروں کی تربیت شروع ہو چکی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

تھی۔ ان میں فورٹ اے پی ہل اور کیمپ پکیٹ کے اڈے بھی شامل تھے جہاں دراندازی اور پھر دراندازی کے بعد واپسی کی تربیت دی جاتی تھی۔ ورجینیا میں ولیمز برگ کے قریب سی آئی اے کا اڈہ کیمپ پیئری بھی تربیت گاہ تھا۔ یہاں خفیہ اپریشنوں کے طریقے سکھائے جاتے تھے۔

منتخب پاکستانی افسروں اور اہلکاروں کو' جن میں سے بعض پاکستانی فوج کی سپیشل فورسز سپیشل سروس گروپ (ایس ایس جی) سے تعلق رکھتے تھے' اسلحہ' دھماکہ خیز مواد' تخریب کاری' سبوتاژ' ریڈیو مواصلات' طبی امداد' گوریلا جنگ اور دشمن کے کمانڈروں اور لیڈروں کے قتل کی بھرپور تربیت دی گئی۔ کیمپ پیئری میں انہیں جاسوسی اطلاعات اکٹھی کرنے' دیکھ بھال' جوابی جاسوسی' رپورٹ نویسی' ایجنٹوں اور قاصدوں کی بھرتی اور دیگر جاسوسی فنون کی خصوصی تربیت دی گئی۔

سوویت مخالف اتحاد کے لیے پاکستان اور مصر کی حمایت حاصل کر لینے کے بعد کارٹر انتظامیہ نے چین کا رخ کیا۔ 1971ء سے' جب امریکی قومی سلامتی کے مشیر ہنری کسنجر نے چین کا خفیہ دورہ کیا تھا' جس کے نتیجے میں صدر نکسن کے فروری 1972ء میں سرکاری دورۂ چین کا راستہ ہموار ہوا تھا' امریکہ اور چین کے درمیان بتدریج مفاہمت ہو رہی تھی۔ 4رجنوری 1980ء کو امریکی وزیر دفاع ہیرلڈ براؤن چینی وزیر اعظم ڈینگ زیاؤ پنگ اور اعلیٰ حکومتی شخصیات سے ملاقاتوں کے لیے پیکنگ پہنچا۔ اس کا مقصد سوویت یونین کے خلاف تعاون حاصل کرنا تھا۔ اس کے عوض چین کو پسندیدہ ترین ملک کا درجہ دینے اور ایرو سپیس اور مواصلاتی ٹیکنالوجی کی فراہمی' جو بظاہر سول مقاصد کے لیے ہوتی مگر آسانی سے فوجی استعمال میں لائی جا سکتی تھی' کی پیشکش کی جانی تھی۔ ڈینگ اور چینی قیادت نے براؤن کی تجاویز قبول کر لیں اور مجاہدین کو اسلحہ کی فراہمی کے لیے تیار ہو گئی۔ چینی اسلحہ کی پہلی کھیپ براؤن کے دورہ کے ایک ماہ بعد حوالے کی گئی جو امریکی طیاروں نے پاکستان پہنچا دی۔ اس کھیپ میں اور دوسری ابتدائی کھیپوں میں اسالٹ رائفلیں' مشین گنیں' ہلکی مارٹر توپیں اور گولہ بارود شامل ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد چین نے راکٹ لانچر بھی فراہم کرنے شروع کر دیئے۔

بعد میں یہ افواہ پھیلی جس کی تصدیق کبھی نہیں ہو سکی کہ اسلحہ کی بعض کھیپیں زمینی راستے سے سنکیانگ کے ذریعے افغانستان بھیجی گئی ہیں۔ سنکیانگ کا سب سے آخری کونہ جو 40 میل چوڑا اور 120 میل لمبا ہے' افغانستان کے پہاڑی کاریڈور واخان سے ملتا ہے جو تاجکستان اور شمالی جموں و کشمیر کے درمیان واقع ہے۔ واخان پر جس میں تین ہزار کرغیز قبائلی آباد ہیں' سوویت یونین کے 2 ہزار فوجیوں نے 1980ء کے شروع میں قبضہ کر لیا تھا تاکہ مجاہدین کی چینی سرحد تک رسائی روکی جا سکے۔ بعد ازاں سوویت یونین نے اسے اپنے اندر ضم کر لیا کیونکہ افغانستان نے ماسکو کے دباؤ کے تحت یہ رسمی طور اس کے حوالے کر دیا تھا۔ یہاں قلعہ بند اڈے بنائے گئے جن میں ہوائی اڈے اور ہیلی کاپٹروں کے لینڈنگ زون بھی تھے۔ اس کے بعد سوویت فوجوں نے افغان دستوں کی مدد سے کرغیز

قبائل کو وہاں سے نکال کر پاکستان بھگا دیا۔

چین کی طرف سے مبینہ طور پر استعمال ہونے والا دوسرا راستہ شاہراہ قراقرم تھا۔ جو سنکیانگ کو پاکستان سے ملاتی ہے اور اس شاہراہ ریشم کا ایک حصہ ہے جو قدیم زمانے میں چین نے رومن سلطنت کے ساتھ منسلک ہونے کے لیے تعمیر کی تھی۔ 4 ہزار میل لمبی یہ شاہراہ ابتدا میں صوبہ شینسی کے دارالحکومت سیان سے شروع ہو کر شمال مغرب میں دیوار چین کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی، تکلامکان کے صحرا سے ہٹ کر نکلتی ہوئی، پامیر کے پہاڑوں پر جا چڑھتی تھی اور اس کے بعد افغانستان کو عبور کرتی ہوئی مغرب میں لیونت کی طرف نکل جاتی تھی۔ شاہراہ قراقرم کے استعمال کے بارے میں مختلف بیان تھے۔ بعض کا کہنا تھا کہ اسلحہ اس راستے سے بھیجا جاتا تھا جبکہ بریگیڈیر محمد یوسف کا کہنا ہے کہ شاہراہ قراقرم مجاہدین کے لیے بڑی تعداد میں خچروں کی سپلائی کے لیے استعمال ہوتی تھی۔

25 مئی کو چینی نائب وزیر اعظم اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی فوجی اور کمیٹی کے سیکرٹری جنرل جنگ بیاؤ نے امریکہ کا دو ہفتے کا سرکاری دورہ کیا۔ اس دورے میں اعلان کیا گیا کہ امریکہ چین کو طیارے اور فضائی دفاع کا راڈار فروخت کرے گا۔ اسی سال ستمبر میں ایک امریکی فوجی وفد نے بیجنگ کا دورہ کیا جس کے فوراً بعد چین کا ایک اور وفد امریکہ کے دورے پر پہنچا۔ دونوں ملکوں کے درمیان اس تیز رفتار مصالحت کے کچھ دوسرے مخفی فائدے بھی تھے جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر سنکیانگ کے بالترتیب شمال مشرق اور وسط میں قطائی اور کورلا کے مقامات پر دو ''ایلنٹ'' مانیٹرنگ چوکیوں کا قیام تھا جو 1979ء کے شروع میں ایران میں ضائع ہو جانے والی ایلنٹ چوکیوں کا ازالہ تھیں۔ ایسی چوکیاں سوویت یونین کے اندر ہونے والی فوجی سرگرمیوں کی جاسوسی کے لیے امریکہ کے نزدیک نہایت اہمیت کی حامل تھیں۔

ایرانی انقلاب کے بعد امریکہ نے ترکی میں موجود ایسی چوکیوں پر انحصار شروع کر دیا تھا تاہم 1970ء کے دوران قبرص پر ترکی کے حملے کے بعد یہ چوکیاں عارضی طور پر معطل کر دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ امریکہ نے ترکی کی فوجی امداد پر بھی پابندی لگا دی تھی جو 1978ء میں ختم ہوئی۔ اگرچہ اس کے بعد یہ چوکیاں دوبارہ قائم ہوگئی تھیں لیکن ان کی مزید موجودگی مشکوک تھی، بالخصوص اس وجہ سے کہ ترکی نے ان کو فوجی امداد کے تسلسل کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ چین میں ان چوکیوں کے قیام کی اجازت از حد اہم تھی۔ ان چوکیوں پر امریکہ سے ''سگنٹ'' کی مہارت میں تربیت یافتہ چینی عملہ تعینات کیا گیا اور انہیں سی آئی اے کے سائنس و ٹیکنالوجی کے ڈویژن کی رہنمائی میں چلایا جاتا تھا۔ دونوں کا مقصد ایک تھا یعنی افغانستان اور سوویت یونین میں سوویت فوجوں کی جاسوسی۔

مجاہدین کے لیے دوسرے ذرائع سے بھی اسلحہ پاکستان پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ 1980ء کے آخر تک اس میں وہ اسلحہ بھی شامل تھا جو پشاور اس کے اردگرد کے اسلحہ ساز اپنی ورکشاپوں میں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

سوویت یونین، پولینڈ اور دیگر ممالک کے ہتھیاروں کی نقل کے طور پر تیار کرتے تھے۔ سوویت اسلحہ کی نقل میں سام۔7 ۔ گریل میزائل بھی شامل تھا جو کندھے پر رکھ کر چلایا تھا، اگرچہ یہ اس کی مصری اور چینی نقول کی طرح سے ہی کم مؤثر تھا۔ ایک اور ذریعہ خود افغانستان میں قابض سوویت فوج کے اندر تھا۔ کابل میں 40ویں فوج کے ہیڈکوارٹر کے لاجسٹک سٹاف کا ایک افسر یہ ہتھیار براہ راست مجاہدین کو بیچ دیتا تھا۔

1983ء میں سوویت ساختہ ہتھیاروں کی متعدد کھیپیں امریکہ سے سیدھی پاکستان روانہ کی گئیں۔ یہ اسلحہ اسرائیل سے خریدا گیا تھا جس نے یہ لبنان سے پی ایل او کے اخراج کے بعد قبضہ میں لیا تھا۔ یہ اسرائیل کے کام کا نہیں تھا کیونکہ وہ یا تو امریکی اسلحہ استعمال کرتا تھا یا اپنا بنا ہوا۔ چنانچہ اس نے یہ اسلحہ امریکہ سے ایف 6 اور دوسرے اسلحہ میں رعایت کے عوض دے دیا۔ پینٹاگون کے نائب وزیر دفاع برائے انٹرنیشنل سیکیورٹی افیئر (مشرق قریب، افریقہ و جنوبی ایشیا) میجر جنرل رچرڈ سیکارڈ کو تبادلے کے پروگرام کا انچارج بنا دیا گیا۔ اسلحہ لبنان سے ولمنگٹن (شمالی کیرولینا) بھیجا جاتا جہاں سے سڑک کے راستے سان انتونیو، ٹیکساس میں سی آئی اے کے ایک خفیہ گودام تک پہنچایا جاتا۔ اس کے بعد ان کا معائنہ و مرمت ہوتی اور ان کے سیریل نمبر صاف کیے جاتے۔ کچھ اسلحہ سی آئی اے اپنے استعمال کے لیے رکھ لیتی جبکہ باقی کو یا تو وسطی امریکہ میں نکاراگوا کے کونٹرا باغیوں کے استعمال کے لیے بھیج دیا جاتا یا پاکستان روانہ کر دیا جاتا جہاں اسے آئی ایس آئی وصول کرتی۔

اسلحہ کی ان کھیپوں کے علاوہ جو امریکی یا سعودی طیاروں سے چکلالہ میں پاکستان فضائیہ کے اڈے پر بھیجی جاتیں، باقی تمام اسلحہ سمندری راستے سے کراچی کی بندرگاہ پہنچتا۔ وہاں سے اسے مسلح حفاظت میں ریل کے ذریعے آئی ایس آئی کے ہیڈکوارٹرز واقع اوجھڑی کیمپ بھیج دیا جاتا۔ بعض اوقات اس کا کچھ حصہ براہ راست کوئٹہ روانہ کر دیا جاتا۔ راولپنڈی پہنچنے پر یہ اسلحہ آئی ایس آئی کے شہری ٹرکوں کے بیڑے پر لاد دیا جاتا جو اسے پشاور لے جا کر مجاہدین کے مختلف گروہوں کے گوداموں میں پہنچا دیتا۔ ان گوداموں سے اسلحہ دوبارہ پیک کر کے ٹرکوں پر لاد کر قبائلی علاقوں میں واقع مجاہدین کے اڈوں کو روانہ کر دیا جاتا۔

یہاں سے مجاہدین یہ اسلحہ اور دوسری سپلائی خچروں کے ذریعے افغانستان میں اپنے آپریشنل اڈوں پر لے جاتے۔ افغانستان جانے کے بالعموم چھ راستے استعمال کیے جاتے۔ سب سے شمالی راستہ صرف جون سے اکتوبر تک کے عرصے میں استعمال کیا جا سکتا تھا کیونکہ باقی آٹھ ماہ کے دوران برفباری اسے بند کر دیتی تھی۔ یہ راستہ چترال سے شروع ہو کر ہندوکش کو عبور کرتا ہوا پنج شیر کی وادی، فیض آباد اور شمالی افغانستان تک جاتا تھا۔

سب سے زیادہ استعمال ہونے والا راستہ پاراچنار سے شروع ہو کر سرحد پار علی خیل اور

مشرق افغان صوبے لوگر جاتا تھا۔ وہاں سے یہ دو راستوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ایک کابل کو اور دوسرا شمال کے پہاڑوں سے نکلتا ہوا مزار شریف کے میدانوں تک جا پہنچتا تھا۔ ایک اور راستہ میراں شاہ سے مغرب میں زاور اور وہاں سے شمال میں لوگر یا غزنی کے راستے جنوب کو چلا جاتا تھا۔

بلوچستان کا دارالحکومت کوئٹہ چوتھے راستے کا سرآغاز تھا جو چمن سے سرحد کو عبور کر کے شمال مغرب میں کھلے میدانوں سے گزر کر قندھار اور اس سے ملحقہ علاقوں میں پہنچتا تھا۔ پانچواں راستہ وہاں سے 250 میل مغرب میں ہلمند صوبے کی سرحد پر گزری کے جنگل میں واقع ایک اڈے سے شروع ہو کر نمروز' فرح اور ہرات تک جاتا تھا۔ کوئٹہ سے جانے والے راستے کی طرح یہ بھی کھلے میدانوں سے گزرتا تھا چنانچہ اس پر خچروں کے بجائے ٹرک چلائے جاتے کیونکہ ہوائی حملے سے بچنے کے لیے تیز رفتاری ضروری تھی۔ چھٹا راستہ سب سے لمبا تھا۔ قافلوں کو بلوچستان کی ساری سرحد کے ساتھ ساتھ چل کر ایران کی سرحد عبور کرنا پڑتی اور وہاں سے شمال میں افغانستان اور ایران کی مشترکہ سرحد جا کر مغربی افغانستان جانا پڑتا جہاں سے راستہ مشرق کی طرف مڑنے سے قبل دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا۔

پاکستان میں مقیم سات جماعتوں میں سے حکومت اور آئی ایس آئی کی سب سے پسندیدہ گلبدین حکمت یار کی بنیاد پرست حزب اسلامی تھی' جسے سی آئی اے کی طرف سے فراہم کیے جانے والے اسلحے اور فنڈز کا نصف دیا جاتا۔ بریگیڈیئر یوسف نے اپنی کتاب ''بیئر ٹریپ'' میں تسلیم کیا ہے کہ 73 فیصد اسلحہ اور فنڈ چار بنیاد پرست جماعتوں کو دیا جاتا تھا۔ اس سے سی آئی اے ناراض تھی کیونکہ وہ روایت پسند سید پیر گیلانی کی قومی اسلامی محاذ اور صبغت اللہ مجددی کے قومی محاذ آزادی کو پسند کرتی تھی لیکن اس عدم توازن کو دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی کیونکہ اس نے پاکستان کو اسلحہ تقسیم کا اختیار دے رکھا تھا۔ بریگیڈیئر کے مطابق آئی ایس آئی اسلحہ کی تقسیم خالصتاً اس بنیاد پر کرتی کہ بنیاد پرست گروپ فوجی اعتبار سے زیادہ مؤثر تھے۔ تاہم دوسرے تجزیہ کار اور حالات کا قریب سے مشاہدہ کرنے والے مبصرین کا کہنا ہے کہ سی آئی اے کی امداد چار بنیاد پرست گروپوں کے حق میں محض آئی ایس آئی اور جنرل ضیاء الحق کے سیاسی ایجنڈے کی بنیاد پر تقسیم کی جاتی تھی۔

1980ء کے وسط میں' بریگیڈیئر یوسف کے مطابق' آئی ایس آئی نے مجاہدین کی تربیت کے لیے دو کیمپ قائم کیے ایک میں 200 افراد کی گنجائش تھی۔ ایک پشاور اور دوسرا کوئٹہ کے قریب واقع تھا۔ دونوں کیمپ خفیہ مقامات پر واقع تھے جہاں گوریلوں کو رات کی تاریکی میں لے جایا جاتا۔ یہاں آئی ایس آئی کے وہ افسر تعینات ہوتے جنہوں نے امریکہ میں تربیت حاصل کی تھی۔ ان کیمپوں میں عموماً دو دو ہفتے پر مشتمل کئی قسم کے تربیتی کورس کرائے جاتے۔ ان میں مارٹر توپوں' بکتر شکن اور طیارہ شکن ہتھیاروں کا استعمال' تباہ کاری' تخریب کاری بشمول پائپ لائنوں' برقی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلینٹ ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

لائنوں اور پلوں کی تباہی' بارودی سرنگیں بچھانے اور ان کو صاف کرنے کے فنون شامل ہوتے۔ مجاہدین کی تربیت کافی مشکل کام تھا کیونکہ کوئی گروپ بھی اپنے مجاہدین کو دوسرے گروپ کے مجاہدین کے ساتھ تربیت میں شرکت کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس کے علاوہ مجاہدین کے کمانڈر اپنی مخصوص اپریشنل ضروریات کے مطابق تربیت دینے کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کیمپوں کی رازداری بھی مسئلہ تھی' کیونکہ کیمپ فائرنگ کی آوازوں سے گونجتے رہتے تھے۔ ایک سے زائد بار کیمپوں کو دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا تھا۔

اگلے برسوں کے دوران آئی ایس آئی نے تربیتی سہولیات میں اس حد تک اضافہ کر دیا کہ 1984ء کے دوران وہ ہر ماہ ایک ہزار گوریلوں کو تربیت دے رہی تھی۔ مزید وسائل حاصل ہونے کے بعد اس نے 1985ء میں ساڑھے سترہ ہزار اور 1986ء میں ساڑھے انیس ہزار گوریلوں کو تربیت دی۔ 1987ء میں اس کے سات تربیتی کیمپ تھے۔ چار پشاور کے علاقے میں اور تین کوئٹہ کے اردگرد۔ 1988ء تک 80 ہزار مجاہدین ان کیمپوں سے تربیت حاصل کر چکے تھے۔

1981ء اور اس کے بعد سے آئی ایس آئی نے جنگ میں مزید فعال کردار کرنا شروع کیا۔ اس نے ''سپیشل اپریشنوں'' کے لیے تین رکنی ٹیمیں افغانستان بھجوانا شروع کر دیں۔ بالعموم کسی میجر کی زیرقیادت ہر ٹیم کو ایک خاص مشن تفویض کیا جاتا۔ کمانڈر مجاہدین کے ایک گروپ کا انتخاب کرتا جسے ٹیم کے زیرنگرانی تربیت دی جاتی' پھر مشن پر روانہ کر دیا جاتا۔ چنانچہ یہ ٹیمیں وہی کردار ادا کرتی تھیں جو اومان میں ایس اے ایس رجمنٹ کی طرف سے بھیجی جانے والی ''بی اے ٹی ٹی'' ٹیموں نے ادا کیا تھا۔ مجاہدین کا روپ دھارے یہ ٹیمیں کئی کئی ہفتے جاری رہنے والے مشن سرانجام دیتیں۔ اس عرصہ کے دوران ان کا رابطہ اپنے اڈے سے کٹا رہتا کیونکہ دشمن کے سمت تلاش کرنے والے یونٹوں (ڈائریکشن فائنڈنگ۔ ڈی ایف) کی طرف سے سراغ لگا لیے جانے کے خدشے کے پیش نظر انہیں ریڈیو سیٹ فراہم نہیں کیے جاتے تھے۔ 1984ء تک آئی ایس آئی 7 ٹیمیں کابل کے علاقے میں' دو بگرام ایئربیس کے گرد اور دو جلال آباد کے علاقے میں تعینات کر چکی تھی۔

شروع ہی سے مجاہدین کی امداد کے اس سارے اپریشن کے اخراجات ڈرامائی طور پر بڑھتے رہے۔ 1980ء کے دوران فنڈ سی آئی اے فراہم کرتی رہی جس نے 30 ملین ڈالر کانگرس سے حاصل کیے۔ اس کے علاوہ سعودی عرب اور دوسرے وسائل سے بھی 45 ملین ڈالر کی رقم حاصل کی۔ اگلے برس صرف سی آئی اے کا حصہ 50 ملین ڈالر ہو چکا تھا۔

1981ء کے شروع میں رونالڈ ریگن امریکہ کا صدر بن گیا۔ اس کا ڈی سی آئی ولیم کیسی تھا جو زمانہ جنگ میں سی آئی اے کے پیشرو ادارے' آفس آف سٹریٹجک سروسز (او ایس ایس) میں خدمات انجام دے چکا تھا۔ اپنے پیشرو کی طرح کیسی کو کوئی خدشات تھے نہ تحفظات' اس لیے اس نے

چارج سنبھالتے ہی اپریشن اور بہتر اسلحہ اور سازوسامان کی سپلائی میں توسیع کی کوششیں شروع کردیں۔ اپریل 1981ء کے دوران اس نے سعودی حمایت میں اضافے کے لیے سعودی عرب کا دورہ کیا۔ اس نے ریگن انتظامیہ کی طرف سے سعودی عرب کو پانچ ''ایئربارن وارننگ اینڈ کنٹرول سسٹم'' (اواکس) فروخت کرنے کی پیشکش کرکے اس کی ہچکچاہٹ ختم کردی۔ اس سال کے آخر میں وہ 82-1981ء کے عرصہ کے لیے سعودی امداد میں اضافہ کرا کے اس کی مالیت 80 ملین ڈالر کرانے میں کامیاب ہوگیا۔

افغان مہم جوئی کے لیے کیسی کے جوش و جذبے میں متعدد امریکی سیاستدان بھی شریک تھے جنہوں نے خود کو مجاہدین اور افغانستان کی خفیہ جنگ کی حمایت کے لیے وقف کردیا تھا۔ ان میں ری پبلکن سینیٹر گارڈن ہمفرے' ڈیموکریٹک رکن کانگرس چارلس ولسن اور ری پبلکن رکن کانگرس ڈیوڈ ڈریئر اور بل میک کولم شامل تھے۔ 1984ء میں ولسن نے' جو اعتراف کرچکا تھا کہ اس پر روس سے ویت نام کی جنگ اور وہاں مارے جانے والے 58 ہزار امریکیوں کے انتقام کا جنون طاری ہے' کیسی کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کرلیے اور دونوں نے افغان اپریشن میں مل کر کام کیا۔ اسی سال کے دوران اس نے ایوان کی رقم مختص کرنے والی (اپروپری ایشن) کمیٹی' جس کا وہ رکن تھا اور ایوان کی انٹیلی جنس کمیٹی میں لابی انگ کی تاکہ فنڈز میں 40 ملین ڈالر کا اضافہ کرایا جاسکے...... یہ رقم محکمہ دفاع کے ''بلیک بجٹ'' سے فراہم کی گئی جو خفیہ سرگرمیوں کے لیے فنڈ مختص کرتا تھا۔ افغان اپریشن کے لیے مختص کردہ رقم کے اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں تاہم اس کے حجم کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ بلیک بجٹ کے لیے مختص سالانہ رقم جو 1980ء تک زیادہ سے زیادہ 9 ارب ڈالر تھی' 1981ء اور اس کے بعد اس کی مالیت کل 36 ارب ڈالر ہوگئی۔ ہتھیاروں کی طرح آئی ایس آئی کے زیرنگرانی اور عرب ممالک سے ملنے والے فنڈز کا بڑا حصہ بھی چار بنیاد پرست گروپوں کو جاتا تھا۔ سعودی عرب کی زیادہ تر امداد عبدالرسول سیاف کی جماعت اتحاد اسلامی کو ملتی تھی۔

اسلحہ کی خریداری کے لیے فنڈز فراہم کرنے کے علاوہ سی آئی اے نے آئی ایس آئی کو ماہانہ بنیادوں پر مزید رقوم بھی دی تھیں۔ مجاہدین کے ہر دھڑے کے اڈوں' کیمپوں کے انتظامات کے علاوہ' ان کے ملازموں کی تنخواہوں' گوداموں کے اخراجات اور آئی ایس آئی کی طرف سے جو سامان فراہم نہیں کیا جاتا تھا' اس کی خریداری مثلاً کپڑے' خوراک اور اسلحہ کی اگلے اڈوں تک منتقلی پر ہونے والے اخراجات ان رقوم سے ادا کیے جاتے تھے۔ اسلحہ کی اگلے اڈوں تک منتقلی سب سے مہنگی تھی' کیونکہ اس کے لیے گاڑیاں فراہم کرنے والے ٹھیکیدار اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوشش کرتے تھے۔ بریگیڈیئر یوسف کے مطابق ایک مارٹر توپ مزار شریف تک پہنچانے پر 11 سو ڈالر لگتے تھے جبکہ اس کے ہر ایک گولے کے لیے 65 ڈالر دینا پڑتے تھے چنانچہ

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

صرف اس اپریشن کے ماہانہ اخراجات 15 لاکھ ڈالر تھے۔

اس کے علاوہ وہ فنڈ بھی تھے جو دنیا بھر سے مسلمان افراد اور عالمی تنظیمیں چار بنیاد پرست جماعتوں کو بھیجتی تھیں۔ یہ اور بنیاد پرست دھڑوں کے ساتھ آئی ایس آئی کا ترجیحی سلوک مل کر روایت پسند گروپوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جاتے تھے۔ وہ اپنی کم مائیگی کے باعث زیادہ موثر اپریشن نہیں کرپاتے تھے اس طرح آئی ایس آئی کو سی آئی اے کے سامنے بنیاد پرستوں کو ترجیح دینے کا جواز مل جاتا تھا۔

1987ء میں' جب مجاہدین کے لیے مالی امداد کا حجم بڑھ کر 630 ملین ڈالر ماہانہ ہوچکا تھا' امریکہ میں شبہ پیدا ہوا کہ فنڈز اور اسلحہ میں خورد برد ہورہی ہے۔ اس سلسلے میں ان پر انگلی اٹھی جو پاکستان میں مجاہدین کو سپلائی کے ذمہ دار تھے۔ بعض رپورٹوں میں الزام لگایا گیا کہ سپلائی کا 80 سے 85 فیصد تک حصہ پاکستانی افسر خورد برد کرلیتے ہیں۔ اس سال فروری کے آخر میں پنسلوانیا سے ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندے ولیم ایچ گیری نے مطالبہ کیا کہ امریکہ کا جنرل اکاؤنٹنگ آفس (جی اے او) اس بات کی تحقیقات کرائے کہ سی آئی اے کی طرف سے مجاہدین کو دی جانے والی خفیہ امداد خورد برد تو نہیں ہورہی۔ آفس نے یہ تحقیقات شروع کردی مگر سی آئی اے اور کانگرس کی انٹیلی جنس کمیٹی نے اپنی فائلیں کھولنے سے انکار کردیا جس پر یہ تحقیقات رک گئیں۔

جیمز جی شارٹ' جس نے دو مرتبہ افغانستان کا دورہ کیا اور پیر گیلانی کی پارٹی کے مجاہدین کے ساتھ کئی ماہ گزارے' بتاتا ہے کہ اس تنظیم اور دوسرے دھڑوں کے سینئر ارکان شاکی تھے کہ پاکستانی یہ امداد خورد برد کررہے ہیں۔ رسالے ''سپیشل فورسز'' کے شمارہ اگست میں اپنے مضمون میں شارٹ نے لکھا کہ اس نے امریکہ کی طرف سے مجاہدین کو سپلائی کیا جانے والا کپڑا اور سازوسامان پشاور کی دکانوں پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت یہ لطیفہ عام تھا کہ اگر کوئی مجاہد ہسپتال سے بیمار ہی واپس آتا تو اسے بتایا جاتا کہ پاکستانیوں نے اس کی جیب ہی صاف نہیں کی بلکہ اس کی صحت بھی چوری کرلی ہے۔

امریکہ کے علاوہ برطانیہ بھی افغان جنگ میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس کی مدد ان روایت پسند گروپوں کے لیے تھی جو ظاہر شاہ کی واپسی چاہتے تھے۔ ان میں سے نمایاں پیر گیلانی کا قومی محاذ آزادی تھا جس کا فوجی سربراہ بریگیڈیئر جنرل رحمت اللہ صافی تھا۔ مشرقی صوبے پروان کے رہنے والے صافی نے رائل افغان آرمی میں شمولیت سے قبل کابل کی ملٹری اکیڈمی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ 1956ء میں اسے سوویت یونین بھیجا گیا جہاں اس نے تین سال تک پہاڑی گوریلا جنگ کی تربیت حاصل کی۔ افغانستان واپس آکر اس نے 30واں پہاڑی بریگیڈ بنایا۔ 1968ء میں اسے امریکہ تربیت کے لیے بھیجا گیا۔ 1970ء سے 1973ء کے عرصہ میں جب وہ لیفٹیننٹ کرنل ہوچکا تھا' اس

نے برطانیہ میں 22 ایس اے ایس میں تربیت حاصل کی۔ وہاں سے واپسی پر اس نے 444 واں سپیشل فورسز بریگیڈ قائم کیا اور 1978ء میں کمیونسٹ انقلاب تک اس کا کمانڈر رہا۔ انقلاب کے بعد اسے گرفتار کرکے اذیت رسانی کا نشانہ بنایا گیا۔ ساڑھے تین سال قید کے بعد اسے گھر پر نظر بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ افغانستان سے فرار ہو گیا اور اٹلی پہنچ کر ظاہر شاہ سے جاملا اور 1980ء میں پیر گیلانی کی درخواست پر وہ پاکستان آ گیا اور سوویت فوجوں کے خلاف ہتھیار اٹھا لیے۔

1980ء کے آغاز میں برطانیہ کی سیکرٹ انٹیلی جنس سروس (ایس آئی ایس) نے بھی سی آئی اے سے تعاون شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں ''گھوسٹ فورس'' کے مصنف کین کانر نے ایک واقعہ کا حوالہ دیا ہے جس میں ایس آئی ایس نے دو سابق ایجنٹ بھرتی کر کے ایک سوویت ہوائی اڈے اپریشن کے لیے تیار کیے۔ انہیں بعدازاں سی آئی اے کے افسروں کے گروپ سے ملوایا گیا اور ہوائی اڈے پر کھڑے 24 مگ 21 طیاروں کی تصاویر دکھائی گئیں۔ دو روز بعد دونوں نے مجاہدین کے ایک یونٹ کو حملے کا منصوبہ تیار کر کے دیا جس کے تحت مجاہدین نے ایئرپورٹ کے اندر گھس کر ہر ایک طیارے کی دم کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا۔

اس سے پچھلے برس ایس آئی ایس نے جمعیت اسلامی کے مجاہدین کو تربیت فراہم کرنے کے لیے ایک ٹیم افغانستان بھیجی تھی۔ پہلے یہ تربیت پاکستان میں دی جاتی تھی لیکن 1982ء میں یہ کام افغانستان کے اندر ہی شروع کر دیا گیا۔ ایسے ہی ایک تربیتی مشن کے بعد یہ ٹیم واپس آ رہی تھی کہ کابل کے شمال میں اس پر 900 سپاہیوں پر مشتمل روسی بریگیڈ نے حملہ کر دیا۔ ان فوجیوں نے مجاہدین کا بھیس بدلا ہوا تھا جو اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ لڑائی میں ٹیم کے اسباب سے لدے ہوئے خچر ہلاک ہو گئے اور اس کا سارا ساز و سامان روسیوں کے قبضے میں آ گیا۔ البتہ اہلکار بچ نکلے۔ روسیوں نے سامان میں سے ان کے پاسپورٹ نکالے اور پریس کانفرنس میں ثبوت پیش کر دیا کہ برطانیہ بھی افغان جنگ میں ملوث ہے۔

اس کی وجہ سے جو پریشانی پیدا ہوئی' اس کے نتیجے میں تربیتی کام برطانیہ منتقل کر دیا گیا۔ 1983ء میں احمد شاہ مسعود کے جونیئر کمانڈروں کا ایک وفد پاکستان سے برطانیہ بھیجا گیا جہاں اس نے ایک تجارتی کمپنی کے ایم ایس کے زیر اہتمام کئی ہفتے تربیت حاصل کی۔ یہ فرم جرسی (جزائر چینل) میں رجسٹرڈ تھی اور اس کے دفاتر مغربی لندن میں کینسنگٹن میں تھے۔ اس کا عملہ سابق برطانوی سپیشل فورسز اہلکاروں پر مشتمل تھا۔ اس کے تین انسٹرکٹروں نے افغانستان میں بارہ ماہ پر مشتمل تربیتی پروگرام کے لیے ایک لاکھ 60 ہزار پونڈ طلب کیے تھے۔ یہ فرم دس برس سے قائم تھی اور اس عرصہ میں اس نے جنوبی امریکہ' مشرق وسطی اور جنوب مشرقی ایشیا کے گوریلا دستوں اور سپیشل فورسز کو تربیت فراہم کی تھی۔

کتاب گھر کی پیشکش
SCANNED PDF By HAMEEDI ®
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM

برطانیہ میں جمعیت اسلامی کے جونیئر کمانڈروں کو شمالی انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ کے تین مقامات پر گوریلا جنگ کے مختلف فنون میں مہارت کی تربیت دی گئی۔

وسطی مغربی افغانستان کے گوریلا گروپوں کو ایران سے مدد ملتی تھی۔ سی آئی اے کی جولائی 1985ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق ایرانی علماء فروری 1979ء میں ایرانی انقلاب کے فوراً بعد ہی ہزارہ جات کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔ 1980ء کے شروع سے 1982ء کے آخر تک ایرانیوں نے پاکستان میں مقیم بعض سنی گروپوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوششیں کیں اور انہیں چھوٹے اسلحے' بشمول ایرانی ساختہ ہیکلر اینڈ کوچ رائفلوں' بارودی سرنگوں' ہلکے میزائلوں اور کپڑوں کی فراہمی کی۔ ان گروپوں میں حکمت یار کی حزب اسلامی' بالخصوص قابل ذکر تھی۔ تاہم 1983ء کے وسط سے ایرانیوں نے پشاور میں مقیم ساتوں گروپوں سے تعلقات ختم کر لیے اور افغانستان کے وسط اور مغرب میں سرگرم جماعتوں پر توجہ مرکوز کر دی۔ حرکت اسلامی اور دوسرے شیعہ گروپوں کے لیے ان کی امداد آخر کار فرقہ وارانہ لڑائی پر منتج ہوئی جس میں بڑی تعداد میں گوریلا لیڈر مارے گئے اور وسطی و مغربی افغانستان میں تحریک مزاحمت کمزور پڑ گئی۔ ایرانی امداد کا بیشتر حصہ حزب اللہ اور سپاہ پاسداران کو ملتا تھا لیکن عراق ایران لڑائی کی وجہ سے اسلحہ کی سپلائی محدود ہو گئی۔

1981ء کے شروع سے بعد تک منتخب شیعہ افغان مجاہدین کی تربیت ایران کے متعدد مقامات پر ہوتی رہی۔ ان میں سب سے اہم تہران کے شمالی مضافات میں واقع منظریہ پارک کا اڈہ تھا جہاں شمالی کوریا اور شام کے انسٹرکٹر ایرانی پاسداران انقلاب اور ان کے علاوہ مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کے دہشت گردوں کو تربیت فراہم کرتے تھے جنہیں بعدازاں لبنان بھیجا جاتا تھا۔ دوسرا اڈہ قم کے مضافات میں ارم پارک اور تیسرا تہران سے 400 میل مشرق میں گورگان کے میدان میں جبکہ چوتھا تہران کے 600 میل مشرق میں وکیل آباد کے مقام پر تھا۔

1980ء کے شروع میں ایس آئی ایس نے ایک تین رکنی ٹیم مجاہدین کے ہاتھوں مار گرائے جانے والے ایم آئی 24 ہند ہیلی کاپٹر کے ٹیٹانیم آرمر' کنٹرول پینل اور بعض دوسرے اجزاء لینے کے لیے افغانستان بھیجی۔ یہ تینوں ارکان 22 ایس اے ایس کے کرائے پر لیے گئے سابق اہلکار تھے۔ مجاہدین کی قیادت میں ٹیم ہیلی کاپٹر سے مطلوبہ اجزاء نکال کر واپس ہوئی ہی تھی کہ دو مزید ہند ہیلی کاپٹر آئے اور ان سے اترنے والے افراد نے اس تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کو بارود لگا کر اڑا دیا۔

اکتوبر 1983ء میں کابل حکومت نے روسی تعاون سے مغربی ممالک کی مداخلت پر احتجاج کے طور پر اقوام متحدہ پر تنقیدی حملہ کیا۔ ساتھ ہی اس نے ایک تیس سالہ برطانوی سٹوارٹ براڈ مین کی تصویر شائع کر دی جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا کہ وہ یکم جولائی کو ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اس کی نعش سے ایک موٹرولا یو آر سی 10 سیٹلائٹ ریڈیو' برطانوی پاسپورٹ' انٹرنیشنل

ڈرائیونگ لائسنس اور بعض کاغذات نکلے جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ گلف فیچرز سروس لندن کا ملازم تھا اور اس کے ساتھ 'تین دوسرے افراد' ٹام' کرس اور فل نے بھی اس سے آملنا تھا۔ 5 اکتوبر کو سوویت ریڈیو مواصلات کی جاسوسی کرنے والی پاکستانی مانیٹرنگ نے چھ برطانویوں کی گرفتاری کی اطلاع پکڑی۔ افغان وزارت خارجہ کے مطابق ان میں بوڈمین' اس کے تین ساتھی اور دو دیگر افراد راڈرک اور سٹیفن شامل تھے۔ جیمز جی شارٹ کے مطابق بوڈمین کی لاش سے ملنے والی دستاویزات میں جن افراد کے نام شامل تھے ان میں سے دو 22 ایس اے ایس کے اڈے ہیرفورڈ میں ملازم تھے۔ ان سے تفتیش کی گئی تو دونوں نے اعتراف کیا کہ وہ پاکستان اور افغانستان میں کام کرتے رہے ہیں۔

برطانوی دفتر خارجہ نے ان چھ افراد کے بارے میں معلومات سے انکار کیا۔ اس دوران میڈیا کی تفتیش سے معلوم ہوا کہ برطانیہ میں موجود سٹوارٹ بوڈمین نام کا واحد آدمی سرے میں موجود تھا اور اس نے کبھی غیر ملکی سفر نہیں کیا تھا۔ روسی حملے میں مارے جانے والے بوڈمین کی اصلی شناخت آج تک نہیں ہوسکی۔ افغانستان نے دعویٰ کیا کہ اس پانچ رکنی گروپ کا مقصد روسی اسلحہ کو تجزیہ کے لیے حاصل کر کے برطانیہ اور امریکہ بھجوانا تھا۔

سی آئی اے نے بھی سوویت اسلحہ کے حوالے سے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اس وقت ایجنسی کے پاس سوویت یونین میں کئی قیمتی انسانی جاسوس (ہیومنٹ) موجود تھے۔ جو موجود اور زیر تکمیل نظاموں کے بارے میں منصوبوں' تفصیلات اور تجربات کے اعداد و شمار سمیت براہ راست اطلاعات فراہم کرتے تھے۔ ان میں ''ایک اے جی ٹولکا چیف ماسکو ایرونائیکل انسٹی ٹیوٹ'' کا رکن اور دوسرا بھارتی حکومت کا ایک افسر تھا جو سوویت یونین کی طرف سے بھارت کو فراہم کیے جانے والے فضائی دفاع کے ہتھیاروں کے بارے میں معلومات دیتا تھا۔ تاہم ایجنسی کو تجزیہ کے لیے حقیقی ہتھیاروں کی ضرورت تھی' چنانچہ اس نے ایک نہایت درجے کا خفیہ اپریشن کیا۔ جس کا کوڈ نام 'ایس او وی ایم اے ٹی' رکھا گیا۔ بہت سے مواقع پر چھوٹے ہتھیار روسی فوجیوں کی لاشوں سے حاصل کیے جاتے تھے۔ دوسری قسم کے ہتھیار اور آلات مجاہدین براہ راست بدعنوان روسی افسروں سے خرید لیتے تھے۔ ان میں انفراریڈ شعلے بھی شامل تھے جو روسی طیارے مجاہدین کے سام میزائلوں سے بچنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ زیادہ بڑے ہتھیار جن میں جدید ترین بکتر بند گاڑیاں اور طیاروں میں نصب راڈار شامل تھے' سی آئی اے کے عالمی نیٹ ورک سے وابستہ فرنٹ کمپنیاں اور کارپوریشنیں مشرقی بلاک کے اسلحہ ڈیلروں اور بعض اوقات خود حکومتی اداروں سے خریدتی تھیں۔

تاہم سی آئی اے کو سب سے بڑا تحفہ آئی ایس آئی نے پیش کیا۔ آئی ایس ایس ایک ثابت اور محفوظ ایم آئی 24 ہنڈ (جس کے ایکسپورٹ ماڈل کو سرکاری طور پر ایم آئی 35 کا نام دیا گیا تھا) طیارہ حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے افغان پائلٹ نے طیارے سمیت منحرف ہوکر آنے کی

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلب ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE-URDU-FORUM.COM

تمام پیشکشیں مسترد کردیں' جس پر آئی ایس آئی کے افغان بیورو کے کمانڈر بریگیڈیئر یوسف نے سات مجاہدین گروپوں کو اپنی ضرورت سے آگاہ کیا۔ جلد ہی کابل رابطے کیے گئے اور کچھ عرصہ بعد' 1985ء کے وسط میں دو ہنڈ طیارے پاکستان کے اندر میران شاہ کے مقام پر اتر گئے۔ چند ہفتے بعد انہیں امریکہ روانہ کردیا گیا۔ اس کا دلچسپ حاشیہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک طیارہ' افغان ایئرفورس کے نشان کے ساتھ' 1997ء میں جنوبی انگلینڈ کے شہر فارن برا میں رائل ایئرونائیکل کے ایک اڈے کے ہینگر میں کھڑا پایا گیا۔

افغانستان پر حملے سے پہلے سوویت یونین نے حملے اور قبضے کے کچھ بنیادی نکات مرتب کیے تھے۔ اس کی فوج کا ابتدائی کام مجاہدین سے براہ راست تصادم سے گریز کرتے ہوئے بڑے شہروں میں گیریژنیں قائم کرنا اور ایئرپورٹس' بڑی شاہراہوں اور دیگر اہم علاقوں کا کنٹرول حاصل کرنا تھا۔ اس کے بعد افغان فوج کو دیہی علاقوں میں تعینات کیا جانا تھا تاکہ وہ سوویت فضائیہ' توپ خانے اور لاجسٹکل تعاون سے مجاہدین کا صفایا کردے' جس کے بعد سوویت فوج نے واپس چلے جانا تھا۔

تاہم سوویت یونین کو مجاہدین کی گوریلوں کے طور پر صلاحیتوں اور طاقت کا اندازہ تھا' نہ افغان فوج میں جوش و جذبے کی کمی کا۔ دو ماہ بعد ہی سوویت فوجی مجاہدین سے براہ راست لڑائی میں ملوث ہونے پر مجبور ہوگئے۔ سوویت موٹر رائفل ڈویژن کے سپاہیوں کو' جن میں سے اکثر کا تعلق وسط ایشیائی ریاستوں سے تھا' جلد ہی معلوم ہوگیا کہ وہ پھرتیلے مجاہدین' جن کے پاس آر پی جی 7 'اور اسی قسم کا 'کندھے پر رکھ کر چلایا جانے والا دوسرا بکتر شکن بھاری اسلحہ تھا' کے مقابلے میں کم مسلح اور کم چالباز ہیں۔ جونہی ان کا گولہ بارود ختم ہوتا' مجاہدین انہیں ان کی گاڑیوں کے اندر ہی ذبح کردیتے۔

ابتدائی سوویت اپریشنوں میں سے ایک مارچ 1980ء میں مشرق کی وادی کنڑ میں ہوا۔ زبردست فضائی بمباری اور توپخانے کی گولہ باری کے بعد' 201 واں موٹر رائفل ڈویژن مجاہدین کے نرغے میں آئی ہوئی افغان فوج کو نکالنے کے لیے وادی کے اندر بڑھا۔ بکتر بند حملے کو دیکھ کر مجاہدین وہاں سے کھسک گئے اور ملحقہ پہاڑوں پر چلے گئے۔ تین ماہ بعد سوویت فوج نے گردیز سے خوست کی طرف آنے والی سڑک کو صاف کرنے کے لیے ایک اور اپریشن کیا۔ مجاہدین نے اپریشن کے لیے آنے والی ساری بٹالین کو گھیرے میں لے کر اس کا صفایا کردیا۔ اس قسم کے واقعات سے روسی ہائی کمان کو اپنی حکمت عملی اور فوجی تنظیم نو کی ضرورت کا احساس ہوا۔

یہ تبدیلیاں 1980ء کے موسم گرما میں ہوئیں۔ وسط ایشیا سے تعلق رکھنے والے دستے جو مسلمان ہونے کے ناطے مقامی آبادی کے لیے برادرانہ جذبات رکھتے تھے اور جن کی وفاداری مشکوک تھی' واپس بھیج دیئے گئے اور ان کی جگہ روس سے تعلق رکھنے والے دستے لائے گئے۔ 1980ء

سے 1982ء کے وسط تک سوویت فوجیوں کی تعداد بڑھا کر ایک لاکھ دس ہزار اور ایک لاکھ 20 ہزار تک کر دی گئی۔ 40 آرمی کے تحت ان میں تین موٹر رائفل ڈویژن شنداد' کابل اور قندز میں' دو موٹر رائفل ڈویژن کشکا میں جبکہ ایک اور ایرانی سرحد کے ساتھ اشکاباد میں تعینات کیا گیا۔ دو انڈی پنڈنٹ موٹر رائفل رجمنٹیں بگرام' مزار شریف' غزنی اور فیض آباد میں تعینات کی گئیں۔ ان کی امداد کے لیے انجینئر بریگیڈ اور آرٹلری بریگیڈ بھی تھے۔

افغانستان میں ایئر بارن فوجیوں کی بڑی فورس' ہیڈ کوارٹرز کے 103 ویں گارڈ ایئر بارن کے ماتحت تھی جو کابل میں تعینات تھی۔ اس میں چار ایئر بارن رجمنٹیں اور تین ایئر موبائل بریگیڈ تھے۔ دو سپیٹسناز بریگیڈ الگ تھے جن میں دو قسم کے یونٹ تھے: ریڈو کے یونٹ حملہ آور دستوں پر مشتمل تھے جبکہ وائی سوتنیکی جاسوسی اور براہ راست کارروائی کے ماہر تھے۔

1980ء میں سوویت یونین نے اپنی فوج کی مرکزیت ختم کرتے ہوئے افغانستان کو سات فوجی زونوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر زون کا اپنا ہیڈ کوارٹر تھا اور ہر زون کو الگ سے ہیلی کاپٹر مختص کیے گئے تھے جن کے بارے میں سوویت یونین کو جلد اندازہ ہو گیا کہ لڑائی میں ان کا اہم کردار ہوگا۔ شروع میں ان کی تعداد 60 تھی' جو 18 ماہ کے بعد 81 اور پھر بڑھا کر 300 کر دی گئی۔ یہ بگرام' قندز' قندھار اور شنداد کے ہوائی اڈوں پر مقیم رجمنٹوں میں تعینات تھے اور ان کے کچھ سکواڈرن باہر تعینات یونٹوں کے پاس تھے۔ متعین پروں والے اور ٹرانسپورٹ طیاروں کی تعداد بھی لڑائی کے ساتھ ساتھ بڑھائی جاتی رہی لیکن یہ کابل میں 40 ویں آرمی کے فارورڈ ہیڈ کوارٹرز کے کنٹرول میں رہے۔

اس دوران سوویت فوج بریگیڈ اور ڈویژنل سطح پر روایتی طریقوں پر کاربند رہی۔ ہر اپریشن میں 6 سے 12 ہزار فوجی استعمال کیے جاتے جن میں افغان دستے بھی شامل ہوتے تھے۔ ان کا مخصوص آغاز زبردست بمباری سے ہوتا جس کے بعد بکتر بند دستے وادی کی سڑکوں پر پیش قدمی کرتے تاہم اس دوران وہ فضائیہ کے کور اور توپ خانے کی رینج کے اندر رہتے۔ مجاہدین کو اکثر ان کی آمد کی خبر ہو جاتی اور وہ پہاڑوں پر چڑھ جاتے۔ جن کے بعد سوویت فوجی علاقے پر قابض ہو جاتے لیکن یہ عارضی ہوتا۔ وہ اپنا مستقل اڈہ نہیں بنا سکتے تھے اور واپس گیریژنوں کو چلے جاتے اور گوریلے پھر آ جاتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک ہی علاقے میں بار بار اپریشن کرنا پڑتا۔

تاہم 1980ء کے آخر میں سوویت فوجوں نے اپنا طریقہ کار تبدیل کر دیا۔ موٹر رائفل دستے پیش قدمی کرتے' اس علاقے میں موجود مجاہدین کے دستوں کے عقب یا دائیں بائیں ایئر بارن دستے اتار دیئے جاتے جو انہیں الگ تھلگ کر دیتے' ان کے فارورڈ اڈے تباہ کر دیتے اور ان کے سپلائی راستے کاٹ دیتے۔ ایسا ایک پہلا اپریشن صوبہ کنڑ میں دسمبر 1980ء کے دوران ہوا جب

® SCANNED PDF By HAMEEDI

ONEURDUFORUM.COM

سوویت فوج نے 50 مجاہدین کے ایک دستے کو پاکستان سے آتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہ دستہ دریائے کنڑ کو عبور کر کے چغہ سرائے کے جنوب مشرق کے غاروں کی طرف جا رہا تھا۔

ایک ایئر بارن بٹالین کو چغہ سرائے کے شمال میں تعینات کر دیا گیا۔ 15 دسمبر کی صبح وہاں سے ایک کمپنی سڑک کے ذریعے غاروں کے جنوب میں ایک میل کے فاصلے پر واقع مقام پر پہنچی جہاں سے اس نے جنوب اور جنوب مغرب میں ہدف کی ناکہ بندی کر دی۔ دوسری ناکہ فوج اس دوران شمال اور مغرب کی ناکہ بندی کے لیے پہنچ گئی تھی۔ شام پانچ بجے ایک اور دستہ مشرق سے غاروں میں داخل ہوا۔ مجاہدین وہاں سے پسپا ہوئے تو ناکہ بندی کرنے والے دستوں سے ان کا سامنا ہو گیا۔ اس جھڑپ میں 24 مجاہد ہلاک اور 4 گرفتار ہو گئے۔

1981ء کے دوران زیادہ تر سوویت اپریشنوں کا مقصد کابل اور دیگر بڑے اڈوں کا تحفظ کرنا ہوتا تھا۔ اپریل میں سوویت اور افغان دستوں نے احمد شاہ مسعود کی فوجوں کے خلاف پنج شیر کی وادی پر حملہ شروع کیا جو سوویت سرحد سے کابل کی طرف آنے والی سڑک کے آر پار واقع تھی۔ اس وادی کا محل وقوع ایسا مثالی تھا کہ احمد شاہ مسعود کے فوجی کابل سے سالانگ کی سرنگ تک آنے والے راستے کو کاٹ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری جنگ کے دوران سوویت فوج نے سب سے زیادہ حملے اسی جگہ پر کیے۔ مارچ میں مسعود نے بگرام کے ہوائی اڈے پر چھاپہ مارا جہاں سے سوویت فوجیں مسعود کے اڈوں پر حملے کرتی تھیں۔ اگرچہ حملے میں مسعود اور اس کے فوجیوں کو وادی سے نکال دیا گیا لیکن وہ بحفاظت ملحقہ پہاڑوں پر پہنچ گئے اور دشمن کو وہاں سے لرزاں و ترساں کرتے رہے۔

اسی قسم کا اپریشن اپریل میں کابل کے جنوب میں لوگر کی وادی میں کیا گیا۔ یہ بھی ناکام رہا۔ اگست میں بلخ کے صوبے میں مرماؤل کی پہاڑیوں پر واقع مجاہدین کے ایک اڈے کا محاصرہ کرنے کی کوشش بھی ناکام رہی۔

1981ء کے آخر میں سوویت یونین نے افغانستان میں متعدد سینئر کمانڈر تبدیل کر دیئے۔ نئے آنے والوں نے پاکستان سے مجاہدین کا رابطہ کاٹنے کی نئی حکمت عملی پر سوچ بچار شروع کیا۔ اکتوبر سے دسمبر تک سوویت اور افغان طیاروں نے پاکستان فضائی حدود کی کئی بار خلاف ورزی کی اور متعدد بار سرحد کے قریب مجاہدین کے کیمپوں پر بمباری کی۔ ننگرہار اور پروان کے صوبوں میں بھی کچھ کامیاب اپریشن کیے گئے جن میں مجاہدین کا بھاری جانی نقصان ہوا۔

1982ء کے شروع میں سوویت فوجوں نے دوبارہ بڑے پیمانے پر یلغاریں شروع کیں اور جنوری میں پروان صوبے میں مجاہدین کو بھاری جانی نقصان پہنچایا۔ اسی طرح کے اپریشن ہرات اور قندھار میں بھی کیے گئے۔ 25 اپریل کی رات مجاہدین نے بگرام ایرپورٹ پر حملہ کر کے ایک درجن سے زیادہ طیارے تباہ کر دیئے جس پر مشتعل ہو کر 11 ہزار سوویت فوج نے 4 ہزار افغان فوجیوں کے ہمراہ

پنجشیر پر ایک اور حملہ کر دیا۔ کچھ فوج وادی کے جنوب سے اور کچھ شمال سے بڑھی اور وادی کو دونوں طرف سے بند کر دیا جس کے بعد سوویت طیاروں نے پورے علاقے پر بے پناہ بمباری کی اور بہت بڑی تعداد میں دیہات تباہ کر دیئے جو پہلے ہی خالی ہو چکے تھے۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹروں نے بڑی تعداد میں ایر بارن فوجی اتارنے شروع کر دیئے۔ تاہم مسعود کی فوج بحفاظت پہاڑوں پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئی اور تعاقب میں آنے والے فوجیوں پر حملے کرتی رہی۔

1982ء کے باقی عرصے میں کابل کے شمال میں وادی غوربند، پنجشیر اور کابل کے جنوب میں وادی نعمان پر حملے کیے گئے، تینوں ناکام رہے۔

1983ء میں سوویت فوج نے پھر حکمت عملی تبدیل کی۔ بجائے مجاہدین سے لڑنے کے انہوں نے بمباریاں کر کے دیہات سے آبادیوں کو نکالنا، مویشی ہلاک اور فصلیں تباہ کرنا شروع کر دیں۔ کھیتوں میں بارودی سرنگیں بچھا کر انہیں آئندہ کے لیے بھی ناکارہ بنا دیا جاتا۔ طیاروں سے زہریلے مادے چھڑک کر علاقوں کے علاقے آلودہ کر دیئے جاتے۔ اس عمل میں وسیع علاقے بے آباد ہو گئے اور بڑی تعداد میں لوگ پاکستان کی طرف ہجرت کر گئے۔

اسی سال روسیوں نے اپنی حکمت عملی ایک بار پھر تبدیل کی۔ انہیں احساس ہوا کہ ان کے موٹر رائفل دستے ایسی جنگ کے لیے موزوں طور پر مسلح اور تربیت یافتہ نہیں ہیں جس میں ضروری ہے کہ فوجی کے پاس ہلکے ہتھیار ہوں اور ایسی متحرک انفنٹری ہو جو موثر گولہ باری کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایر بارن اور ایر اسالٹ دستوں سے خصوصی انسداد بغاوت فورس تیار کی جو دو سپٹسناز دستوں کے ساتھ نہ صرف فضائی اپریشنوں کے لیے اتاری جاتی بلکہ اس کے چھوٹے یونٹ مجاہدین کے داخلہ دستوں اور سپلائی لائنوں پر بھی تعینات کیے جاتے۔

ایسا ایک اپریشن 20رکنی دستے نے جولائی 1983ء میں کیا۔ اس نے صوبہ ہلمند میں مجاہدین کے لیے سپلائی لے کر آنے والے قافلوں کے زیر استعمال راستے پر گھات لگائی۔ یہ دستہ رات کو علاقے کے جنوب میں تین میل کے فاصلے پر ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اتارا گیا تھا۔ صبح سویرے یہ گھات والے مقام کی طرف بڑھا جہاں اس نے مجاہدین کی ایک مشاہدہ چوکی دیکھی جس پر 2 افراد متعین تھے، تین چوتھائی میل شمال میں 'انووا' نامی جبکہ نصف میل مغرب میں 'مرجا' نامی گاؤں واقع تھا۔

ساڑھے نو بجے پل پر دو بارودی سرنگیں بچھا کر دستے نے گھات لگا لی۔ اگلے ساڑھے پانچ گھنٹوں کے دوران کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔ جس کے بعد دستے کے کمانڈر کو احکام کے مطابق 3 بجے وہاں سے نکل جانا تھا لیکن 25 منٹ پہلے ایک ٹرک نمودار ہوا۔ جیسے ہی وہ پل پر آیا، سرنگیں پھٹ گئیں اور دستے نے فائر کھول دیا۔ ساتھ ہی دستے نے مشاہدہ چوکی پر بھی دستی بموں سے حملہ کر دیا۔ دو منٹ کے اندر اندر گاڑی پر سوار 28 کے 28 افراد ہلاک ہو چکے تھے۔

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

اگلے دو ماہ کے دوران اس بٹالین نے آٹھ اپریشنوں میں 200 مجاہد ہلاک اور 20 کو گرفتار کیے۔ اسلحہ کے علاوہ اسے بھاری مقدار میں ایران اور پاکستان کرنسی بھی ملی۔

1983ء میں مجاہدین نے ارگون، خوست اور جاجی کی گیریژنوں کا محاصرہ کر لیا جس کے لیے انہوں نے بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود جمع کیا تھا۔ تاہم تربیت یافتہ عملہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ سوویت فوجوں کی بچھائی ہوئی بارودی سرنگیں صاف نہ کر سکے۔ بارہ ہزار سوویت فوج نے اگست میں جاجی کا محاصرہ ختم کرایا جبکہ خوست کا محاصرہ کہیں دسمبر میں جا کر ختم کرایا جا سکا۔ دس ہزار سوویت اور ساڑھے ساتھ ہزار افغان فوج نے مجاہدین کو پیچھے دھکیل دیا۔ ارگون کا محاصرہ اگلے برس 22/ جنوری تک جاری رہا، جب سوویت ایر بارن فوج نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اتر کر کارروائی کی۔

مجاہدین نے کابل کا دفاع توڑنے کی بھی خاصی کوششیں کیں۔ اب تک وہ شہر میں سوویت سپاہیوں اور بیرکوں پر چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں حملے کرتے رہے تھے لیکن سیکورٹی انتظامات میں اضافے کے بعد کابل پر حملے جاری رکھنے مشکل ہو گئے تھے۔ چنانچہ بالا حصار کے قلعے پر بڑے حملے کا فیصلہ کیا گیا جو شہر سے باہر سوویت فوج کا ایک بڑا گڑھ تھا۔ 13/اگست کو مجاہدین کی ایک بڑی فوج نے دفاعی حدود میں داخل ہو کر قلعے پر حملہ کر دیا۔ ساری رات لڑائی ہوتی رہی جس کے بعد مجاہدین وہاں سے نکل گئے۔

اس کے بعد شمال مشرق میں واقع ایک بڑے افغان اڈے پر حملہ کیا گیا جس میں کئی طیارے اور اسلحے کے ذخائر تباہ ہو گئے۔ اس کے بعد کابل جانے والی بڑی سڑک پر کئی روسی قافلے بھی حملوں کا نشانہ بنائے گئے جن سے مشتعل ہو کر سوویت فوج نے کابل کے شمال میں شومالی کے علاقے کی تینوں وادیوں پر اندھا دھند کارپٹ بمباری کی۔ مجاہدین کے خلاف کارروائی کے لیے ہیلی کاپٹروں سے فوج بھی اتاری گئی۔

1983ء میں احمد شاہ مسعود نے سوویت فوج اور کابل حکومت سے مذاکرات کے بعد جنگ بندی کر لی۔ یہ جنگ بندی ایک سال جاری رہی لیکن مارچ 1984ء میں سوویت فوج پر یہ ظاہر ہو گیا کہ مسعود اس کی تجدید نہیں کرے گا۔ اپریل میں اس نے سالانگ کی شاہرہ پر پھر سے حملے شروع کر دیئے۔ چنانچہ سوویت فوج نے ''پنجشیر 7'' کے نام سے ایک بڑی فوجی کارروائی شروع کی جس کا مقصد احمد شاہ مسعود کی فوج کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا تھا۔ اس اپریشن میں 20 ہزار سوویت فوج نے حصہ لیا۔ اس میں سوویت یونین سے کمک کے طور پر آنے والے 6 ہزار فوجی بھی شامل تھے۔ 6 ہزار افغان فوج الگ تھی۔ اس فوج کو 36 ٹی یو-16 بیجر بمبار طیاروں اور ایس یو 24 فینسر حملہ آور طیاروں، عام ہیلی کاپٹروں، گن شپ اور ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں کی مدد حاصل تھی۔ کارروائی کے لیے کمانڈ اینڈ کنٹرول کا زبردست ڈھانچہ تیار کیا گیا جس کی کمان خاص طور پر ساز و سامان سے لیس

ایک 12- کب ٹرانسپورٹ طیارے کے اندر موجود چوکی کے پاس تھی۔

تاہم مسعود کو جلد ہی اس اپریشن کا علم ہو گیا اور مارچ میں اس نے شاہراہ سالانگ پر ایک روسی قافلے پر پیشگی حملہ کر دیا۔ اسے افغان فوج میں اپنے ہمدردوں سے منصوبے کی تفصیلات بھی مل گئی تھیں چنانچہ اس نے شہری آبادی اور اپنی فوج کے اہم حصہ کو وادی کے مرکزی علاقے سے نکال لیا۔

بہت سی بارودی سرنگیں بچھانے کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ فوج کو لے کر پہاڑوں کی طرف نکل گیا۔

اپریشن سے پہلے پورے علاقے پر زبردست بمباری کی گئی۔ 21/اپریل کو توپوں کی زبردست گولہ باری کے جلو میں 10 ہزار سوویت میکانائزڈ فوجی 5 ہزار افغان فوجیوں کے ہمراہ وادی کے دہانے کی طرف بڑھے۔ بارودی سرنگوں کی وجہ سے ہونے والی کچھ تاخیر کے بعد وہ وادی کے اندر داخل ہو گئے اور 24/اپریل کو ردخا کے مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں سے وہ اپنے ہدف خنج کی طرف روانہ ہوئے۔ مئی کے شروع میں اپریشن کے دوسرے مرحلے میں ایر بارن فوجی دشت راوت اور پہلو کی بڑی وادی کے دہانے پر اترے۔ یہاں شدید لڑائی ہوئی اور مجاہدین نے ایک ایر بارن بٹالین کا صفایا کر دیا جبکہ وادی کے اندر مجاہدین کو بھاری بمباری سے شدید جانی نقصان ہوا۔

اس دوران سوویت فوجی ملحقہ وادیوں میں پیش قدمی کر چکے تھے اور ایک اور دستے نے سالانگ کی شاہراہ سے اندراب کی وادی میں آ کر ایر بارن یونٹ سے رابطہ قائم کر لیا۔ جلال آباد میں سے دوسرے دستے وادی کو آنے والے دوسرے راستوں' علی شانگ اور کانتی وار کے دروں کا جائزہ لے رہے تھے۔ تاہم پہلو میں واقع وادیوں میں سوویت بہت کم بڑھ سکے۔

ادھر مسعود کو دوسرے مجاہدین کی کمک ملنا شروع ہو گئی تھی جنہوں نے دباؤ کم کرنے کے لیے جلال آباد اور کابل پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ مسعود نے بگرام ایرپورٹ پر ایک اور حملہ کر دیا جس میں متعدد مگ 21 طیارے تباہ ہو گئے۔

جون کے آخر تک اپریشن ختم ہو چکا تھا اور سوویت فوجی واپس چلے گئے تھے۔ مسعود کو تباہ کرنے کا مقصد پورا نہیں ہو سکا تھا جو وادی میں واپس لوٹ آیا تھا اور علاقے میں موجود سوویت اڈوں پر حملے کر رہا تھا۔ اس اپریشن میں 500 سوویت فوجی مارے گئے جبکہ بہت بڑی تعداد میں ہیلی کاپٹر تباہ ہوئے۔ تقریباً 200 مجاہدین بھی ہلاک ہوئے۔

ستمبر میں سوویت فوج نے پنجشیر پر ایک اور حملہ کیا لیکن یہ بھی ناکام رہا۔

ایئر بارن اپریشنوں پر سوویت فوج کا انحصار 1985ء میں بھی جاری رہا۔ اگست میں مجاہدین نے لوگر صوبے میں اپنی سرگرمیاں تیز کر دی تھیں اور وہ جنوب مشرق کی طرف سے کابل پر بھی گولہ باری کر رہے تھے اس کے علاوہ بیرونی چوکیوں اور قافلوں پر بھی ان کے حملے جاری تھے۔

اس دوران افغان جاسوسی ادارے ''خاد'' کو اطلاع ملی کہ چھ سو مجاہدین جو 15 گروپوں میں منظم ہیں'

خورد کابل' مالا نگ' کالا اور مالی خیل کے قصبات میں موجود ہیں اور وہاں سے سے دس بارہ میل جنوب مشرق میں تزینی خاش کے قصبے میں بھی ان کی خاصی فوج موجود ہے جہاں ان کا اسلحہ ڈپو بھی ہے۔

چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ افغان فوج لوگر کی وادی میں ایک اڈہ بنائے جبکہ 103 واں گارڈز ایر بارن ڈویژن' میجر جول یوری یاری جن کی قیادت میں مجاہدین پر حملہ کرے۔ دو ایر بارن رجمنٹوں کی تین بٹالینوں کی ایک فوج بنائی گئی جس میں مزید بٹالینیں بھی شامل کرائی گئیں۔

اس فوج کو 19/ سے 11/اگست کے عرصے میں اپریشن شروع کرنا تھا۔ 13/اگست کو دو جاسوس کمپنیاں 30 میل آگے پہنچا کر ایسے مقام پر تعینات کی جانی تھیں جہاں سے وہ لوگر کی وادی کے جنوب میں واقع غاروں کی ناکہ بندی کرتیں۔ تین بٹالین کی مرکزی فوج کو بعد میں خود کابل کے شمال میں حملہ کرنا تھا۔

تاہم اپریشن سے کچھ پہلے ہی مجاہدین کے گروپوں نے لوگر کی وادی میں افغان فوج کے اڈے پر حملہ کر دیا۔ اس پر منصوبے میں تبدیلی کر دی گئی اور دونوں جاسوس کمپنیوں کو ایک ایک کر کے مالی خیل میں ناکہ بندی کرنے کے لیے بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔

13/اگست کو جاسوس کمپنی اور افغان بٹالین غاروں کی مغربی ڈھلوان پر اتار دی گئی۔ وہاں سے وہ جنوب کی طرف بڑھی لیکن اردگرد کے بلند علاقوں سے مجاہدین نے زبردست فائرنگ کر کے اسے روک دیا۔ چنانچہ یہ فوج ایک پہاڑی پر مورچہ بند ہو گئی اور بڑی فوج کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ جو اگلی صبح پہنچی لیکن اس وقت تک مجاہدین وہاں سے نکل چکے تھے۔

یاری جن نے اب اپریشن کے اگلے مرحلے یعنی تزینی خاش پر حملے کا فیصلہ کیا۔ اس روز سوا دو بجے دوپہر توپ خانے نے شدید گولہ باری کی جس کے بعد علاقے پر فضائی حملے کیے گئے۔ پونے تین بجے دستوں کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے دو لینڈنگ زونز میں اتار دیا گیا جہاں سے وہ ناکہ بندی کی پوزیشنوں پر روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد بڑی فوج دوسرے دو لینڈنگ زونوں پر اتاری گئی۔

جاسوس ٹیموں کو ان کے اصلی لینڈنگ زون کے بجائے وہاں سے چار میل مغرب میں اتار دیا گیا۔ وہاں سے وہ چلتی ہوئی تزینی خاش کے مغرب میں پہنچی لیکن وہاں مجاہدین کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ بعد میں انہیں پتہ چلا کہ نقشے میں گاؤں کا نام غلط تھا اور اصل ہدف زندخ کلائی تھا۔ چنانچہ فوج نے اس گاؤں کا رخ کیا اور شدید جنگ میں ڈیڑھ سو مجاہدین مارے گئے جبکہ اسلحہ اور گولہ بارود کی بھاری مقدار ہاتھ آئی۔

ایئر بارن اور ایئر اسالٹ یونٹوں کے ذریعے جو حملے کیے جاتے ان کو کامیاب بنانے کی ذمہ داری کمپنیوں اور پلٹنوں کی کمان کرنے والے جونیئر افسروں کو دے دی جاتی جو کہ سرخ سوویت فوج کی پالیسی سے انحراف تھا۔ اس کی ایک عمدہ مثال اکتوبر 1985ء میں دیکھنے میں آئی جب چوتھی

ONEURDUFORUM.COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

ایراسالٹ بٹالین نے جو قندھار میں تعینات 70ویں انڈی پنڈنٹ موٹر رائفل بٹالین سے ملحق تھی، ایک اپریشن کیا۔

اطلاعات ملی تھیں کہ مجاہدین نے شہر کے جنوب مغرب میں ایک تربیتی اڈہ قائم کر رکھا ہے چنانچہ بٹالین کو اس پر حملے کا حکم دیا گیا۔ 13/ اکتوبر کو سات بجے شام بارہویں ایراسالٹ کمپنی، کیپٹن وی جی اسٹرائلی کی قیادت میں ہدف کے مشرق میں واقع ایک پہاڑی کے نزدیک اتار دی گئی۔ مجاہدین نے اس پر فوراً ہی شدید فائرنگ شروع کر دی اور باقی سارا دن، توپ خانے اور فضائیہ کی مدد کے باوجود باقی بٹالین نہیں اتاری جا سکی۔

شام تک کمپنی کا گولہ بارود کم پڑنے لگا تھا۔ 14/ اکتوبر کی صبح اس کی پہلی پلٹن مغرب کی طرف بڑھی اور تربیتی کیمپ کی حدود کے جنوب مغرب میں پہنچ گئی۔ دوسری پلٹن پہاڑ کے جنوب مشرقی رخ پر واقع مجاہدین کی پوزیشنوں کی طرف بڑھی۔ تیسری پلٹن اڈے کے جنوب میں پہنچی۔ اڑھائی بجے تینوں پلٹنوں نے بیک وقت حملہ کیا اور جب جنگ جاری تھی تو دوسری پلٹن نے رخ بدل کر اڈے پر مشرق سے حملہ کر دیا۔ حملہ کامیاب رہا اور چار بجے شام تک اڈے پر قبضہ ہو گیا۔ مجاہدین نے جوابی حملہ کیا مگر پسپا کر دیئے گئے۔ آخر مجاہدین اس علاقے سے نکل گئے۔

سوویت یونین کی طرف سے ایربارن اور ایراسالٹ یونٹوں کے حملوں میں اضافے کی وجہ سے مجاہدین نے آئی ایس آئی پر دباؤ بڑھا دیا کہ موثر جوابی اقدامات کیے جائیں۔ سب سے بڑا خطرہ ایم آئی 24 گن شپ ہیلی کاپٹر تھے جس میں مشین گین یا توپ نصب ہوتی تھی۔ بموں اور راکٹوں میں لیس اس ہیلی کاپٹر کے عقبی کیبن میں 10 مسلح فوجی بھی سوار ہو سکتے تھے۔

جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا کہ مصر اور چین کے فراہم کردہ ایس اے 7 گریل سام میزائل اور امریکی ساختہ ریڈ آئی میزائل غیر موثر ثابت ہوئے تھے۔ 1984ء میں آئی ایس آئی نے سی آئی اے سے ایف آئی ایم 92-اے سٹنگر میزائل کے حصول کے لیے رابطہ کیا۔ یہ انفرارڈ گائیڈ میزائل امریکی فوج میں 1982ء سے ریڈ آئی کی جگہ استعمال ہو رہے تھے۔ امریکہ کے پاس ایسے تین ہزار میزائل تھے۔ سی آئی اے نے آئی ایس آئی کی درخواست مسترد کر دی جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس میزائل میں استعمال ہونے والی خفیہ ٹیکنالوجی سوویت یونین کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ تھا۔ امریکی وزیر دفاع کاسپر وائن برگر بھی اس موقف کا حامی تھا۔ جبکہ محکمہ خارجہ کا یہ خیال تھا کہ اعلیٰ ٹیکنالوجی والے امریکی ہتھیاروں کے افغانستان میں استعمال پر سوویت یونین مشتعل ہو کر پاکستان کے خلاف سنگین اقدام اٹھا سکتا تھا۔

مئی 1985ء میں امریکی نائب وزیر دفاع برائے پالیسی فریڈ اکلے اور افغان امور پر اس کا رابطہ کار مائیکل پلس بری نے اسلام آباد کا دورہ کیا اور آئی ایس آئی کے ہیڈکوارٹر بھی گئے، جہاں

ONE URDU FORUM .COM

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

ان کی ملاقات اس کے ڈی جی لیفٹیننٹ جنرل اختر عبدالرحمٰن سے ہوئی جس نے انہیں موثر طیارہ شکن ہتھیاروں کے حوالے سے اپنی ضروریات کی فہرست دی۔ اس فہرست میں سٹنگر کا نام بھی تھا۔ جلد ہی یہ فہرست امریکی سفارت خانے نے تار کے ذریعے ڈائریکٹر جنرل آف سنٹرل انٹیلی جنس ولیم کیسی کو بھجوا دی۔ اکلے اور پلس بری نے جنرل ضیاء الحق سے بھی ملاقات کی۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ میزائل پاکستانی فوج کو دیئے جانے چاہئیں۔ مجاہدین کو ان کی سپلائی کے بارے میں صرف یہ کہا کہ وہ معاملے کو دیکھے گا۔

اکلے اور پلس بری کو فوج کے ایک سینئر افسر لیفٹیننٹ جنرل مرزا اسلم بیگ نے، جس کی کور افغانستان سے ملحقہ بیشتر پاکستانی سرحدی علاقے کی ذمہ دار تھی، بتایا کہ مجاہدین کو سوویت یونین کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہے۔ اس کی گفتگو اور بعد میں جنرل اختر عبدالرحمٰن سے ہونے والی ملاقات سے یہ لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ مجاہدین کے لیے امریکی امداد میں اضافہ ضروری ہے۔ واشنگٹن واپسی پر انہوں نے اس بات پر زور دیا۔ چنانچہ امریکی محکمہ خارجہ کے خفیہ فنڈز سے مزید 200 ملین ڈالر کی امداد جاری کر دی گئی لیکن سٹنگر میزائل فراہم کرنے کی درخواست ایک بار پھر مسترد کر دی گئی۔

سی آئی اے کے ڈائریکٹوریٹ آف آپریشنز کے سربراہ جان میک موہن نے تجویز دی کہ مجاہدین کو بلوپائپ سام میزائل دیئے جائیں۔ یہ بھاری اور تکلیف دہ میزائل برطانوی فوج نے 1975ء میں استعمال کیے تھے۔ تاہم آئی ایس آئی جانتی تھی کہ اس کے استعمال کرنے والے کو کمین گاہ سے باہر آنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وہ کھلا ہدف بن جاتا ہے جبکہ سٹنگر کو چھپ کر چلایا جا سکتا ہے۔ پھر فاک لینڈ کی جنگ میں بھی بلوپائپ کی کارکردگی مایوس کن رہی تھی۔ جس کے بعد 22 ایس اے ایس نے امریکی فوج سے سٹنگر میزائل حاصل کیے تھے۔ خود برطانیہ نے 1984ء میں اس کی جگہ جاولین میزائل استعمال کرنا شروع کر دیئے تھے۔

تاہم سی آئی اے بلوپائپ دینے پر ہی مصر رہی۔ جب یہ میزائل پہنچے تو ان کی پہلی کھیپ ہی ناقص تھی۔ ان کا گائیڈنگ سسٹم خراب تھا جس کی وجہ سے یہ میزائل چلتے ہی آوارہ ہو جاتے تھے۔ ردوبدل کے بعد بھی یہ میزائل ناقابل اعتبار رہے۔ اس کے باوجود مزید بلوپائپ بھیج دیئے گئے۔ ایک اپریشن میں ناکامی کے بعد ایسے چار میزائل سوویت فوج نے پکڑ لیے اور اپنے ٹی وی پر ان کی نمائش کر کے یہ ثابت کیا کہ برطانوی براہ راست جنگ میں ملوث ہیں۔

سی آئی اے کی طرف سے مجاہدین کو دیا جانے والا ایک اور غیر موزوں ہتھیار 20 ایم ایم کی طیارہ شکن توپ تھی جو سوئٹزر لینڈ کی اوئرلیکن بوہرلے کمپنی کی تیار کردہ تھی۔ 1200 پونڈ وزنی یہ توپ کافی بڑی اور بھدی تھی اور گوریلا جنگ کے لیے ہرگز موزوں نہیں تھی۔ یہ توپ ایک منٹ میں

ایک ہزار گولے فائر کرتی تھی اور ہر گولہ 50 ڈالر کا پڑتا تھا۔ گوریلوں میں گولہ باری کے لیے کوئی اصول قاعدہ بھی نہیں تھا چنانچہ ان توپوں کے لیے بہت بڑی تعداد میں گولے منگوانا پڑتے۔ اس قسم کے مسائل کے باوجود یہ 50 توپیں پاکستان پہنچا دی گئیں۔

سٹنگر میزائلوں کی فراہمی کی مخالفت پر جنرل ضیاء الحق کی طرف سے' جواب مجاہدین کو یہ میزائل فراہم کرنے پر راضی ہو گیا تھا' کی جانے والی درخواست اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ سٹنگر کا مارک 1 ماڈل اب امریکی فوج سے واپس لیا جا رہا ہے اور اس کی جگہ زیادہ جدید ماڈل متعارف کرایا جا رہا ہے' قابو پا لیا گیا۔ اس کے علاوہ اس کے بنانے والے ادارے جنرل ڈائنامکس نے تصدیق کر دی کہ وہ مارک 1 کی پیداوار جاری رکھنے کے قابل ہے۔ 26/فروری 1986ء کو انٹر ایجنسی سب کمیٹی نے مجاہدین کو اس کی فراہمی کی منظوری دے دی تاہم 1987ء کے وسط میں کہیں جا کر 250 لانچر اور ایک ہزار میزائل آئی ایس آئی کے ذریعے افغانستان پہنچے۔

اپریل 1986ء میں سوویت فوج نے کنڑ' ننگرہار اور پکتیا پر حملہ کیا جس کا مقصد پاکستان سے مجاہدین کی سپلائی کاٹنا تھا۔ اس علاقے میں بڑا سوویت اڈہ جلال آباد تھا جہاں افغان فوجوں کے علاوہ سوویت یونین کا 15 واں موٹر رائفل بریگیڈ اور ایک سپیٹناز بٹالین تعینات تھی۔ شمال مشرق میں کنڑ کے اسد آباد میں ایک افغان ڈویژن اور ایک دوسری سپیٹناز یونٹ اسمار کے مقام پر تعینات تھی۔ جلال آباد کے جنوب میں خوست کا شہر تھا جہاں ایک افغان ڈویژن اور بریگیڈ تعینات تھا۔ جبکہ دوسری گیریژنیں علی خیل اور زاور میں متعین تھیں۔ دونوں کے درمیان پاکستانی علاقہ طوطے کی چونچ کی طرح اندر کو آیا ہوا تھا جہاں پارا چنار کا شہر تھا جس کے ذریعے آئی ایس آئی مجاہدین کو تقریباً 40 فیصد سپلائی کرتی تھی۔

1985ء کے دوران گوریلا فوج نے خوست کا محاصرہ کر لیا جس کے گرد بارودی سرنگیں نصب تھیں۔ خوست کی گیریژن اس پہاڑی سلسلے پر قابض تھی جو شہر کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ خوست پر حملے کے لیے اس پہاڑی سلسلے پر قبضہ ضروری تھا لیکن وہ اس میں ناکام رہے۔ 20/اگست کو 20 ہزار سوویت فوج نے مشرقی علاقے پر ایک بڑا حملہ شروع کر دیا جس کا مقصد طوطے کی چونچ والے علاقے سے مجاہدین کو نکال باہر کرنا تھا۔ مجاہدین کو محاصرہ ختم کرنا پڑا۔

پانچ ماہ بعد مارچ 1986ء میں سوویت فوج نے زاور میں مجاہدین کے اڈے پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ جو اپریل میں ہونا تھا۔ افغان ڈویژن خوست میں مرتکز ہونے لگے اور سوویت ایئر اسالٹ بریگیڈ بھی پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ جی آر یو کے سپٹناز یونٹ بھی اس اپریشن کے لیے متعین کر دیئے گئے جن کا کام مجاہدین کے قافلوں پر حملے کرنا تھا۔ حملے کے بارے میں اطلاعات ملنے پر آئی ایس آئی کو پریشانی ہوئی اور اس نے مجاہدین کو اڈے کا دفاع مزید مضبوط بنانے کے لیے کہا۔

ONE URDU FORUM.COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

اڈے کو آنے والے راستوں پر بارودی سرنگیں بچھا دی گئیں۔ ان راستوں پر بکتر شکن ہتھیار اور توپیں بھی نصب کر دی گئیں۔ جبکہ گہری سرنگوں میں بھی دستے تعینات کر دیئے گئے لیکن خود اڈے کا دفاع مضبوط بنانے پر توجہ نہیں دی گئی' جبکہ آئی ایس آئی مجاہدین سے کہہ رہی تھی کہ اس کے ارد گرد خندقیں کھودی جائیں۔

آئی ایس آئی کی پریشانی یہ تھی کہ زاور مجاہدین اور آئی ایس آئی کے لیے بہت زیادہ اہم تھا۔ تربیتی مرکز اور اپریشنوں کا اڈہ ہونے کے علاوہ یہاں ''آزاد'' علاقے کی حکومت اور عدلیہ بھی قائم تھی۔ یہ سارا علاقہ مولوی یونس خالص کی حزب اسلامی کے کمانڈر جلال الدین حقانی کے کنٹرول میں تھا جس کی 10 ہزار مجاہدین پر مشتمل فوج شہر کے شمال میں روسی فوج کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تعینات تھی۔ زاور کے دائیں طرف پیر گیلانی کے قومی اسلامی محاذ اور مولوی نبی محمدی کی اسلامی انقلابی تحریک کے مجاہدین تعینات تھے۔

اپریل کے پہلے ہفتے میں زاور پر حملہ ہو گیا۔ پہلے سوویت ایئر اسالٹ اور افغان کمانڈو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے اتارے گئے' پھر میکانائزڈ انفنٹری اور بکتر بند دستوں نے خوست سے تانی کے راستے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ تاہم تانی کے جنوب میں مجاہدین نے ان کی شدید مزاحمت کی۔ اس کے ساتھ ہی مجاہدین نے خوست کے ایئرپورٹ پر گولہ باری کی جس کے نتیجے میں سوویت فوج کے فضائی اپریشن درہم برہم ہو گئے۔

کئی دن بعد بھی حملے میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی جس پر اپریشن کے افغان کمانڈر بریگیڈیئر عبدالغفور نے اپنے منصوبے میں تبدیلی کی۔ 11/اپریل کو اس نے ایک بٹالین 10 ہیلی کاپٹروں کے ذریعے زاور کے نزدیک اتاری۔ بٹالین کے چار سو فوجی کھلے میدان میں اترتے ہی مجاہدین کی بھاری مشین گنوں اور راکٹوں کی زد میں آ گئے۔ تین ہیلی کاپٹر تباہ ہو گئے اور باقی ہیلی کاپٹروں پر بھی گولیاں لگیں اور تمام فوجی یا ہلاک ہو گئے یا پکڑ لیے گئے۔

11 سے 22/اپریل کے عرصے میں زاور پر بڑی تعداد میں ہوائی حملے ہوتے رہے۔ گولہ باری بھی جاری رہی۔ سٹنگر میزائل ابھی میدان میں نہیں آئے تھے۔ مجاہدین کے پاس طیاروں کے مقابلے کے لیے کوئی مؤثر ہتھیار نہ تھا' چنانچہ طیارے ان کے اڈے پر براہ راست حملے کرتے رہے اور وہ سرنگیں بھی زد میں آ گئیں جن میں جلال الدین حقانی کے ہیڈکوارٹر واقع تھے۔ آئی ایس آئی نے اپنی بلو پائپ ٹیم وہاں بھیجی جس نے طیاروں پر تیرہ میزائل داغے لیکن وہ سب غیر مؤثر رہے۔ آخر زاور پر قبضہ ہو گیا۔ سوویت اور افغان فوجیوں نے 48 گھنٹوں تک منظم طریقے سے تباہی پھیلائی اور ہر شے برباد کرنے کے بعد وہاں سے نکل گئے۔ کابل حکومت نے اعلان کیا کہ اسے بڑی فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس معرکے میں 2 ہزار مجاہد ہلاک اور 4 ہزار زخمی ہوئے ہیں

تاہم بریگیڈیئر یوسف کے مطابق صرف 300 مجاہد ہلاک ہوئے اور تین ٹرک اسلحہ تباہ ہوا جبکہ افغان فوج کے 15 سو سپاہی ہلاک یا زخمی' 100 گرفتار اور تیرہ ہیلی کاپٹر تباہ ہوئے۔ دو روز بعد مجاہدین نے پھر ژاور پر قبضہ کرلیا۔

اگلے ماہ کابل میں قیادت تبدیل ہوگئی۔ 11 مارچ 1985ء کو سوویت کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری جنرل کے عہدے پر میخائل گورباچوف کی تعیناتی کے بعد سوویت یونین نے افغانستان کے بارے میں اپنی پالیسی پر نظرثانی کی۔ اکتوبر میں خود گورباچوف نے ببرک کارمل سے خفیہ ملاقات کی اور اسے اپنی حکومت کی سیاسی بنیاد میں توسیع کرنے اور اس میں غیر کمیونسٹ عناصر کو شامل کرنے کو کہا۔ اس نے کہا کہ وہ مجاہدین سے سمجھوتہ کرلے تاکہ سوویت فوج کی واپسی کی راہ پیدا ہو۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد سوویت پولٹ بیورو نے ایک قرارداد منظور کی جس میں افغانستان سے سوویت فوج کی جلد واپسی کا کہا گیا تھا۔

نومبر کے شروع میں کارمل نے اعلان کیا کہ وہ ''حکومتی ڈھانچے'' میں توسیع کرے گا۔ اس کے بعد اس نے نائب وزیراعظم' نائب وزراء اور دیگر وزارتوں پر غیر کمیونسٹ افراد کا تقرر کردیا۔ لیکن یہ محض نمائشی کارروائی تھی۔ اصل اقتدار کمیونسٹوں کے پاس ہی رہا۔

سوویت قیادت اس کارروائی سے قائل نہیں ہوئی اور سوویت فوج کی مجوزہ واپسی کے ٹائم ٹیبل پر مذاکرات سے کارمل کے انکار پر اس کی تشویش مزید بڑھ گئی۔ 30 مارچ 1986ء کو کارمل علاج کے لیے ماسکو پہنچا۔ اسے متعدد عوارض لاحق تھے۔ ماسکو میں اس کے ایک ماہ کے قیام کے دوران کے جی بی نے اس پر واضح کردیا کہ اب اسے اقتدار چھوڑ دینا چاہیے اور پی ڈی پی اے کے جنرل سیکرٹری کے عہدے سے بھی مستعفی ہوجانا چاہیے البتہ وہ انقلابی کونسل کا چیئرمین رہ سکتا ہے۔ یکم مئی کو کارمل کابل واپس آ گیا جہاں کے جی بی کے فرسٹ چیف ڈائریکٹوریٹ کے سربراہ ولادیمیر الیگزانڈرووچ نے مسلسل دباؤ ڈال کر اسے مستعفی ہونے پر آمادہ کرلیا۔ 4 مئی کو کارمل نے استعفیٰ دینے کا اعلان کردیا اور کہا کہ اس کی وجوہات سوویت یونین کے عالمی مفادات ہیں۔ اس کی جگہ خاد کے سربراہ میجر جنرل محمد نجیب اللہ کو مقرر کردیا گیا۔ کارمل کے استعفیٰ دینے کی وجہ سے سوویت یونین اس قابل ہوگیا کہ وہ جنیوا مذاکرات کے تازہ ترین دور میں فوجی واپسی کے بارے میں بات چیت کرسکے۔

1986ء کے آخری نصف میں سٹنگر میزائلوں کی پہلی کھیپ پاکستان پہنچ گئی۔ سی آئی اے نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہر سال 12 سو میزائل اور 250 لانچر کے حساب سے فراہمی کرے گی۔ جون میں آئی ایس آئی نے دس پاکستانی فوجی اہلکاروں پر مشتمل ایک ٹیم 8 ہفتے کے تربیتی پروگرام پر روانہ کی۔ جبکہ ایک تربیتی اڈہ اوجھڑی کیمپ میں بھی بنایا گیا۔ جہاں منتخب مجاہدین کے لیے تین تین ہفتے

کتاب گھر کی پیشکش
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

کے تربیتی پروگرام منعقد کیے گئے۔

افغانستان میں جو سٹنگر میزائل سب سے پہلے پہنچے ان میں چھ میزائل 22 ایس اے ایس کا ایک سابق رکن لے کر گیا تھا جس نے بعدازاں ایک کتاب ''شوٹنگ گیلری'' گاز ہنٹر کے جعلی نام سے لکھی۔ اس نے بتایا کہ افغانستان جانے سے پہلے اسے اور انسٹرکٹروں کی ٹیم کو مشرق وسطیٰ کے ایک ملک میں احمد شاہ مسعود کی جمعیت اسلامی کے 16 رکمانڈروں کو تربیت دینے کے لیے بھرتی کیا گیا تھا۔ تربیتی کورس چھ ہفتے کا تھا جس میں دیگر امور کے علاوہ سٹنگر میزائل کے استعمال کی تربیت بھی شامل تھی' جو ہنٹر اور اس کی ٹیم کو دیئے گئے تھے۔ وہاں سے برطانیہ واپسی پر ہنٹر سے رابطہ کرکے اسے چھ میزائل افغانستان لے جانے اور وہاں احمد شاہ مسعود کے ایک گروپ سے تعاون کرنے کے لیے کہا گیا۔

پاکستانی سرحد سے افغانستان بھجوائے جانے کے بعد ہنٹر وادی پنج شیر میں مصروف عمل ایک 20 رکنی گروپ سے جا ملا اور ایک قافلے پر حملے میں شرکت کی۔ اس کے بعد اس نے کچھ گوریلوں کو سٹنگر میزائل کے استعمال کی تربیت دینا شروع کی جن میں سے چھ باصلاحیت ثابت ہوئے۔ جن کو گروپ کی ایئر ڈیفنس ٹیم میں شامل کرلیا گیا۔ اس نے انہیں میزائل کی تنصیب' ہوائی اڈوں اور فضائی راستوں کے قریب گھات لگا کر ان کے ذریعے حملے کرنے کے طریقے سکھائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتایا کہ کیسے خود کو ہدف ظاہر کرکے طیارے کو حملے کے لیے بلا کر پھندے میں پھنسایا جائے یا زمینی فوج پر حملے کرکے اسے فضائی مدد طلب کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ کسی طیارے پر بھاری مشین گن سے فائرنگ کی جائے اور جب وہ ان پر حملہ کرے تو سٹنگر میزائل داغ دیا جائے۔

تقریباً تین ہفتے بعد گروپ نے اپنا پہلا سٹنگر آپریشن کیا۔ نشانہ وادی میں ایک سوویت سپلائی راستے پر تعینات تین طیارے تھے۔ مجاہدین نے جعلی گروپ وادی میں تعینات کردیئے تاکہ یہ طیارے ان پر حملہ کریں۔ آخر ان میں سے ایک طیارہ اچانک ان پر حملے کے لیے نیچے آیا اور اس سے پہلے کہ ٹیم میزائل کو حرکت میں لاتی' وہ کارروائی کرکے واپس چلا گیا۔ اس پہلے آپریشن میں ناکامی کے بعد ٹیم کابل کی طرف بڑھی اور اگلے دن ایک اور گھات لگائی۔ تاہم اس دوران سوویت دستے علاقے کی تلاشی مہم پر آ نکلے جن سے ٹیم بال بال بچی۔ اس کے بعد گوریلا کمانڈر نے فیصلہ کیا کہ وہ کابل ایئرپورٹ پر حملے کے لیے ایک گروپ روانہ کرے گا۔ ہنٹر کو اس حملے میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تاہم اس نے منصوبہ سازی میں تعاون کیا۔ دو تربیت یافتہ افراد اور آٹھ مجاہد کابل کے لیے روانہ ہوگئے۔ دو ہفتے بعد یکم جولائی کو ایک سوویت انتونوف اے این 26 ٹرانسپورٹ طیارہ جو ایک کمپنی کو لے جارہا تھا' کابل ایئرپورٹ سے پرواز کرتے ہی مار گرایا گیا۔ یہ سٹنگر کی پہلی

کارروائی تھی۔

ہنٹر اور اس کی ٹیم جو چھ میزائل پنج شیر لے کر گئی تھی' احمد شاہ مسعود کی فوج کو ان کے علاوہ کوئی سٹنگر نہیں دیا گیا۔ امریکی فوج کے سوویت امور کے ماہر لیفٹیننٹ کرنل سکاٹ مک مکائل نے اپنی کتاب ''سٹمبلنگ بیئر......سوویت ملٹری پرفارمنس ان افغانستان'' میں لکھا ہے کہ دوتہائی میزائل آئی ایس آئی نے مجاہدین کو تقسیم کیے جن کا بڑا حصہ حکمت یار کی حزب اسلامی اور دیگر بنیاد پرست گروپوں کو ملا۔ باقی میزائل روایت پسند دھڑوں کو دیئے گئے۔ احمد شاہ مسعود کو کوئی میزائل نہیں دیا گیا۔ شارٹ کے مطابق احمد شاہ مسعود کو یہ میزائل پاکتیا کے مجاہدین سے خریدنے پڑے۔ مک مائیکل کا الزام ہے کہ سی آئی اے نے جو سٹنگر میزائل آئی ایس آئی کو دیئے' ان کا ایک تہائی حصہ ''کھو'' گیا۔ بعض پاکستان نے ''ٹیکس'' کے طور پر خود رکھ لیے باقی مجاہدین نے فروخت کر دیئے یا سوویت۔ افغان فوجوں نے چھین لیے۔

سٹنگر میزائلوں کی وجہ سے سوویت یونین کو فضائی طاقت کا استعمال محدود کرنا پڑا۔ پائلٹ بہت بلندی پر جا کر' اکثر رات کو' بمباری کرتے تھے۔ مجاہدین نے سپلائی لے کر آنے والے قافلوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا اور بڑے پیمانے پر حملے شروع کر دیئے۔ تاہم دعوؤں کے برعکس جنگ میں گرائے جانے والے طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کی بڑی تعداد سٹنگر کی وجہ سے تباہ نہیں ہوئی۔ سکاٹ مک میکائل کے مطابق سٹنگر کی آمد سے پہلے' 1986ء تک سوویت یونین کے 6 سو طیارے اور ہیلی کاپٹر تباہ ہوئے۔ یہ یا تو حادثات کے نتیجے میں تباہ ہوئے یا پھر چین کی فراہم کردہ ''ڈی ایس ایچ کے'' بھاری مشین گنوں کی فائرنگ سے۔ روسیوں کو اعتراف تھا کہ مجاہدین کے پاس یہ سب سے مؤثر طیارہ شکن ہتھیار ہے۔

1986ء اور اس کے بعد سوویت طیاروں کا نقصان بڑھ کر 438 سے 547 سالانہ ہو گیا۔ ان کی تباہی کے اسباب کے بارے میں اختلافات ہیں کہ ان میں سے کتنے فنی خرابی یا پائلٹ کی غلطی سے تباہ ہوئے۔ مک میکائل کے مطابق ویت نام کی جنگ میں تباہ ہونے والے 20 فیصد امریکی ہیلی کاپٹر فنی خرابیوں کے باعث تباہ ہوئے اور یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ افغانستان کے موسمی حالات ویت نام سے خاصے زیادہ سخت تھے۔ اس کے مطابق جنگ کے پہلے دو برسوں کے دوران 75 سے 80 فیصد تک تباہ ہونے والے طیاروں کے پیچھے فنی خرابی تھی۔ بہت سے طیارے تخریب کاری اور زمینی حملوں کی وجہ سے تباہ ہوئے۔ مجاہدین کے پاس طیارہ شکن ہتھیاروں کی بہت زیادہ موجودگی کے باوجود 80ء کی دہائی کے وسط میں سوویت طیاروں کے نقصان میں بہت کم اضافہ ہوا۔ تاہم 1986ء کے بعد زیادہ تر طیارے مجاہدین کی طیارہ شکن فائرنگ اور میزائلوں سے تباہ ہوئے۔ اس کے اندازے کے مطابق ساری جنگ کے دوران سوویت یونین کے 13 سو سے لے کر

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM .COM

15 سو تک طیارے تباہ ہوئے جبکہ 1989ء میں منحرف ہونے والے ایک پائلٹ کے مطابق افغان فضائیہ کے 975 اور سوویت یونین کے 1700 طیارے تباہ ہوئے۔

سٹنگر میزائلوں کے مؤثر ہونے کے بارے میں بھی اختلافات ہیں۔ جنگ کے بعد ہونے والے ایک امریکی جائزے کے مطابق ہدف پر لگنے کا تناسب 50 فیصد جبکہ دوسرے جائزے کے مطابق 79 فیصد تھا۔ مجاہدین کی کارروائیوں کا نزدیک سے مشاہدہ کرنے والے بعض مبصرین کے مطابق 50 فیصد والا جائزہ زیادہ ٹھیک ہے حقیقت یہ تھی کہ امریکہ کو صرف 30 فیصد کارکردگی کی توقع تھی۔

1986ء میں مجاہدین نے سرحد پار ازبکستان اور تاجکستان بھی حملے کیے۔ بریگیڈیئر یوسف کے مطابق اس حکمت عملی کی بنیاد سی آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل ولیم کیسی نے رکھی تھی۔ 1984ء کے دوران ابتدائی اپریشن نفسیاتی جنگ تک محدود تھے جن میں آئی ایس آئی کے زیراہتمام مجاہدین کے شمالی گروپ آمو دریا کو عبور کر کے ازبکستان جا کر سوویت مظالم کی تفصیلات پر مبنی کتابیں تقسیم کرتے تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کے دس ہزار نسخے بھی تقسیم کیے۔ 1985ء میں آئی ایس آئی نے آمو دریا پر واقع ایک ہزار گز لمبا ''دوستی کا پل'' اڑانے کا فیصلہ کیا۔ یہ پل ترمذ کے مغرب میں ساڑھے سات میل کے فاصلے پر واقع تھا اور ازبکستان اور افغانستان کے درمیان سڑک اور ریل کے رابطے کا بڑا ذریعہ تھا۔ یہیں پر سے تیل کی پائپ لائن بھی گزرتی تھی۔ تاہم جنرل ضیاء الحق کے حکم پر یہ منصوبہ روک دیا گیا کیونکہ خطرہ تھا کہ روس مشتعل ہو کر پاکستان پر حملہ نہ کر دے۔

اگلے برس متعدد مجاہدین کو پاکستان میں ریلوے لائنیں اور ریل گاڑیاں تباہ کرنے کی خصوصی تربیت دی گئی۔ اس کے بعد آمو دریا کے پار واقع ریلوے لائن پر متعدد حملے کیے گئے۔ اس لائن پر سمرقند سے ترمذ تک مال گاڑیاں آتی جاتی تھیں۔ کئی حملے کامیاب رہے لیکن دو ناکام رہے۔ خیال ہے کہ روسیوں کو ان کی پیشگی خبر ہو گئی تھی۔ برطانیہ کی فراہم کردہ بارودی سرنگوں کی مدد سے ٹریفک تباہ کرنے کے لیے بھی کئی کارروائی کی گئیں۔

سوویت سرحدی چوکیوں پر بھی حملے کیے گئے۔ مجاہدین ان چوکیوں کو ملانے والے راستوں پر بارودی سرنگیں بچھا دیتے تھے اور ان کے ٹیلی فون اور بجلی کے تار کاٹ دیتے تھے۔ بڑی بڑی تنصیبات کو بھی نشانہ بنایا گیا اور دسمبر 1986ء میں 30 مجاہدین نے آمو دریا عبور کر کے تاجکستان کے دو بجلی گھروں پر حملہ کر دیا۔ زیادہ تر حملے راکٹ لانچروں سے کیے جاتے تھے جن کی مار پانچ سے ساڑھے سات میل تک ہوتی تھی۔ جن اہداف کو ان حملوں میں نشانہ بنایا گیا ان میں پیانذہ نامی شہر کے نواح میں واقع ایک ایئرپورٹ اور شرکان اور نزنی پیانذہ کے درمیان واقع ایک تیل کا سٹوریج اڈہ بھی تھا۔

یہ حملے 1986ء اور 1987ء کا سارا عرصہ جاری رہے۔ اپریل کے شروع میں ترمذ سے 15 میل شمال مغرب میں شروب کے مقام پر واقع ہوائی اڈے پر راکٹوں سے زبردست حملہ کیا گیا۔ اس وقت مجاہدین کے ایک دوسرے گروپ نے ترمذ اور تاجک سرحد کے درمیان ایک قافلے پر حملہ کر کے پانچ گاڑیاں تباہ اور متعدد روسی فوجی ہلاک و زخمی کر دیئے۔

وسط اپریل میں ازبکستان کے 12 میل اندر ایک فیکٹری کمپلیکس پر حملہ کیا گیا۔ یہ کمپلیکس آمودریا کے شمال میں کرگان تیوبے نامی شہر کے قریب واقع تھا جس میں بڑی تعداد میں کارخانے' ریلوے تنصیبات' بجلی گھر اور ہوائی اڈے واقع تھے۔ حملہ آور پارٹی دو لانچروں اور 30 راکٹوں سے مسلح تھی۔ وہ ہدف کے نزدیک ایک مقام میں جا کر چھپ گئی۔ اگلی رات وہ وہاں سے چل کر فائرنگ پوزیشن تک پہنچی جس کا تعین مہینے کے شروع میں ان کے کمانڈر اور اس کے دو ساتھیوں نے یہاں آ کر کر لیا تھا۔ یہاں انہوں نے ہدف پر پانچ میل کے فاصلے سے راکٹ داغ دیئے۔ 20 دھماکے ہوئے اور متعدد عمارتیں بری طرح تباہ ہو گئیں۔ تمام مجاہد صبح سے پہلے وہاں سے نکل آئے۔ روسیوں کا ردعمل نہایت سخت تھا۔ ان کے ہیلی کاپٹروں نے آمودریا کے جنوب میں 'امام صاحب' کے اردگرد کے علاقے پر زبردست بمباری کی اور بہت سے دیہات تباہ کر دیئے۔

اگلی رات مجاہدین دریا عبور کر کے امام صاحب کی طرف بڑھے۔ اس دوران ان کے کمانڈر کا ایک پاؤں بارودی سرنگ پھٹنے سے کٹ گیا۔ اگلے چھ روز کے دوران سوویت طیاروں نے ان پر کئی مرتبہ بمباری کی جس سے ان کے چار مزید افراد زخمی ہو گئے تاہم کئی ہفتوں کے بعد یہ لوگ پاکستان پہنچ گئے۔

سوویت یونین نے اس حملے پر ردعمل دیتے ہوئے پاکستان کو خبردار کیا کہ آئندہ اس قسم کے حملے کے سنگین نتائج نکلیں گے۔ امریکہ اور پاکستان نے فیصلہ کیا کہ اب ایسا کوئی حملہ نہیں کیا جائے گا۔

افغانستان میں 1987ء کے موسم گرما کے دوران سرکاری فوجوں کو بڑی بڑی شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مئی اور جون میں قندھار کے قریب ارغنداب پر کیا جانے والا حملہ بری طرح ناکام رہا۔ صوبہ پاکتیا میں جالی کے مقام پر بھی ایک حملہ ناکام ہوا۔ اس دوران سوویت فوج کو اندازہ ہوا کہ صاف موسم میں سٹنگر میزائل کو طیارے کا ہدف تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی لیکن اگر طیارہ نچلی پرواز کر رہا ہو تو سٹنگر میزائل کا انفراریڈ شعاعیں تلاش کرنے والا نظام اردگرد کی تپتی ہوئی چٹانوں سے خارج ہونے والی حرارت میں الجھ جاتا ہے۔ چنانچہ ٹرانسپورٹ اور گن شپ ہیلی کاپٹروں نے نیچے آ کر پروازیں شروع کر دیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف یہ کہ مجاہدین کی مشین گنوں کی زد میں آنے لگے بلکہ پہاڑوں سے ٹکرا کر تباہ ہونے کا خطرہ بھی بڑھ گیا جس سے ان

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کے اپریشن کرنے کی صلاحیت محدود ہو گئی۔

جون 1987ء میں مجاہدین نے کابل جلال آباد شاہراہ کو کاٹنے کے لیے اپریشن کا فیصلہ کیا اور اگلے ماہ شمال میں احمد شاہ مسعود کی فوجوں نے صوبہ تخار کی کالا افغان گیریژن پر حملہ کر دیا۔ اس کے لیے کئی ہفتے تک زبردست تیاری کی جاتی رہی تھی اور 14 رجولائی کی سہ پہر گیریژن کی دفاعی لائن کی پانچ اہم چوکیوں پر زبردست راکٹ باری کی گئی جس نے گیریژن کے توپ خانے کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ نزدیک ہی تعینات روسی توپ خانے کو احمد شاہ مسعود کے ایک اور دستے نے لڑائی میں الجھا لیا جس کی وجہ سے وہ گیریژن کی امداد نہیں کر سکا۔

کچھ ہی دیر بعد مسعود کی فوج نے اردگرد بچھی بارودی سرنگوں سے راستہ نکال کر زمینی حملہ کر دیا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر پانچوں مضبوط چوکیاں روند ڈالیں اور اس کے بعد گیریژن کی دفاعی پوزیشنوں کو بھی تباہ کر دیا۔ شام کو وہ وہاں سے نکل گئے اور اپنے ساتھ قیدی اور بھاری مقدار میں گولہ بارود بھی لے گئے۔

1987ء کے آخر میں خوست کی گیریژن کا پھر محاصرہ کر لیا گیا۔ مجاہدین نے فضائی راستے سے ملنے والی تمام کمک سٹنگر میزائلوں سے روک دی۔ سوویت یونین نے گیریژن کی امداد کے لیے 20 ہزار فوج گردیز پہنچا دی جس میں بعد ازاں کئی افغان ڈویژن بھی شامل ہو گئے۔ فضائی کارروائی کے لیے ٹرانسپورٹ اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کے علاوہ ایس یو 25 فراگ فٹ بمبار لڑاکا طیاروں کے دو سکواڈرن سوویت یونین سے منگوائے گئے۔ یہ امدادی کارروائی ''مسترال'' کے نام سے نومبر کے آخر میں شروع ہوئی۔ دو افغان ڈویژنوں اور ایک سوویت ایئربارن بریگیڈ نے گردیز سے خوست جانے والی شاہرہ پر پیش قدمی شروع کی۔ آغاز سے ہی مجاہدین نے اس کی سخت مزاحمت کی جس کے جواب میں سوویت فوج گولہ اور راکٹ باری کرتی اس کے علاوہ ایس یو 25 بھی بلندی سے بمباری کرتے۔ اس دوران ایک افغان بریگیڈ ارگون سے بڑھا تا کہ مجاہدین کا دونوں دروں کے شمال سے رابطہ کاٹ دیا جائے۔ تاہم مجاہدین نے یہ خطرہ بروقت بھانپ لیا اور وہاں سے نکل گئے۔

سوویت فوجوں نے رات کے وقت ہیلی کاپٹر سے ایک ایئربارن بریگیڈ اتارا تا کہ میروجان نامی شہر پر قبضہ کر لیا جائے جو گردیز خوست روڈ کے ساتھ واقع پہاڑوں کے جنوبی سرے پر واقع ہے۔ ایک اور بریگیڈ خوست میں اتارا گیا جس کے بعد محاصرہ توڑ کر گردیز کو جانے والی سڑک پر شمال کی طرف پیش قدمی کی گئی۔

مجاہدین اس اثنا میں گردیز خوست روڈ پر بہت زیادہ بارودی سرنگیں نصب کر کے وہاں سے نکل گئے تھے۔ بکتر بند اور میکانائزڈ دستے جنوب کی طرف پیش قدمی کرتے رہے جس کی رفتار

باردوی سرنگوں اور مجاہدین کی راکٹ باری کی وجہ سے ست تھی۔ آخر ان کا رابطہ خوست سے شمال کی طرف بڑھنے والے دستوں سے ہوگیا اور 30 دسمبر کو امدادی فوج کے ہراول دستے شہر میں داخل ہوگئے۔

جنگ ختم کرنے کے لیے مذاکرات 1982ء کے وسط سے جاری تھے جو اقوام متحدہ کی زیرنگرانی افغانستان اور پاکستانی حکومتوں کے درمیان بالواسطہ بات چیت کی شکل میں تھے۔ یہ عمل پاکستان کی طرف سے کابل کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کی وجہ سے پیچیدہ ہوگیا۔ اس پر اقوام متحدہ نے ثالثی کی اور ڈیگو کارڈویز کو اپنا خصوصی نمائندہ مقرر کیا۔ ان مذاکرات کی تفصیلات بہت زیادہ طویل اور پیچیدہ ہیں، جن کی تفصیل کارڈویز نے صحافی سیلگ ایس ہیریسن کے ساتھ اپنی مشترکہ کتاب ''آؤٹ آف افغانستان ...... دی سٹوری آف دی سوویت وِدڈرال'' میں بیان کی ہے۔ 1987ء کے آخری اور 1988ء کے ابتدائی حصے میں جنیوا معاہدہ ہونے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان کے اندر اس بات پر اختلاف رائے تھا کہ جنگ کے بعد افغانستان میں کس قسم کی حکومت قائم ہوگی۔

آئی ایس آئی، جس کا اثر و رسوخ ضیاء الحق کی سرپرستی میں بہت بڑھ گیا تھا، طے کرچکی تھی کہ کابل میں بنیاد پرست حکومت قائم ہونی چاہیے۔ اس وقت اس کا سربراہ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل تھا جو سخت گیر بنیاد پرست نظریات کا حامل تھا۔ تاہم پاکستان کا نیا نامزد وزیراعظم محمد خان جونیجو اور وزیرخارجہ یعقوب خان نئی حکومت میں جلاوطن بادشاہ ظاہر شاہ کو شامل کرنے کے حامی تھے جو ماسکو کے لیے بھی قابل قبول ہوتا اور قوم پرست اور غیر کمیونسٹ عناصر بھی اس کی حمایت کرتے۔ اگرچہ ضیاء الحق نے یعقوب خان کو اجازت دے دی تھی کہ وہ یہ نظریہ روس کے گوش گزار کردے لیکن پھر آئی ایس آئی اور ضیاء الحق نے ہی اسے ناکام کردیا۔ ضیاء الحق نے روسی وزیرخارجہ اناطولی کوول یاف سے ملاقات میں اس پر زور دیا کہ کابل میں اسلامی بنیاد پرست حکومت ہی قائم ہونی چاہیے۔

1988ء کے ابتداء میں پاکستان سیاسی عدم استحکام کا شکار ہوگیا۔ ضیاء الحق اور جونیجو کے درمیان، جس نے نومبر میں یعقوب خان کو برطرف کرکے وزارت خارجہ کا قلمدان خود سنبھال لیا تھا اور فوجی بجٹ جیسے معاملات پر اپنا اختیار ظاہر کررہا تھا، طاقت کی کشمکش شروع ہوچکی تھی۔

اب تک ضیاء الحق سوویت یونین کے اس مطالبے کی مخالفت میں کہ فوجی انخلاء کو کابل میں مخلوط حکومت کے قیام پر امریکہ اور پاکستان کی رضامندی سے منسلک ہونا چاہیے، امریکہ کے ساتھ تھا۔ لیکن اب اس نے پلٹا کھا کر یہ اعلان کردیا کہ پاکستان اس وقت تک کسی معاہدے پر دستخط نہیں کرے گا جب تک روس نجیب اللہ کو ہٹا کر اس بات پر متفق نہیں ہوجاتا کہ کابل میں ایک ایسی عبوری حکومت بنائی جائے جس کا انتخاب پاکستان میں مقیم مجاہدین کی سات جماعتیں کریں۔ اس نے کہا کہ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

کابل حکومت کو ایسے غیر کمیونسٹ عناصر کی وساطت سے اقلیتی نمائندگی دی جاسکتی ہے جو پی ڈی پی اے کے لیے قابل قبول ہوں اور اچھے مسلمان ہوں۔ اس نے مزید تجویز دی کہ 30 رکنی حکمران کونسل قائم کی جائے جس کے 12 رکن اچھے مسلمان ہوں۔

ضیاء الحق اور جونیجو کے درمیان طاقت کی کشمکش تیز ہوگئی اور مارچ میں اس وقت تصادم کا رخ اختیار کرگئی جب پاکستان کی 19 سیاسی جماعتوں کی کانفرنس میں جماعت اسلامی اور دو دیگر بنیاد پرست گروپوں کے سوا سب نے اتفاق کرلیا کہ پاکستان کو جنیوا معاہدے پر دستخط کردینے چاہئیں۔ اسی قسم کا خیال پاکستانی کابینہ نے ظاہر کیا جس کا اجلاس 6 مارچ کی شام ہوا۔ اس میں ایک وزیر کے سوا باقی سب نے دستخط کرنے کے حق میں رائے دی۔

اپنی ہی حکومت کی طرف سے ایسی مخالفت پر اور امریکہ اور سوویت یونین کی طرف سے بھی مخالفت کے باعث ضیاء الحق کے پاس جنیوا معاہدہ کی حمایت کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، جس پر 14 اپریل کو دستخط ہوگئے۔ تاہم 6 ہفتے بعد اس نے اپنا انتقام لے لیا اور جونیجو کو برطرف کردیا لیکن اس کے نتیجے میں اس نے پاکستان میں سیاسی بحران پیدا کردیا۔ موسم گرما میں وہ خود سیاسی منظر سے غائب ہوگیا۔ 17 اگست کو پاکستان فضائیہ کا ہرکولیس سی 130 وی آئی پی ٹرانسپورٹ طیارہ بہاولپور سے اسلام آباد آتے ہوئے گر کر تباہ ہوگیا۔ اس میں ضیاء الحق، لیفٹیننٹ جنرل اختر عبدالرحمٰن، امریکی سفیر آرنلڈ رافیل اور بریگیڈیئر جنرل ہربرٹ واسم (پاکستان میں امریکی دفاعی اتاشی) سوار تھے۔ پاکستانی تحقیقاتی بورڈ اور امریکی ماہرین نے تحقیقات کے بعد نتیجہ اخذ کیا کہ طیارے کے عملے کو کسی کیمیائی اعصابی گیس کے ذریعے مفلوج کرکے رکھ دیا گیا تھا۔ مجرموں کا کبھی سراغ نہیں مل سکا۔

ضیاء الحق اور اختر عبدالرحمٰن کی موت مجاہدین کے لیے بہت بڑا نقصان تھی لیکن روس کی واپسی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ سوویت فوجوں کی واپسی 15 مئی کو شروع ہوچکی تھی جب 66 واں موٹررائفل ڈویژن جلال آباد کا اڈہ افغان فوج کے حوالے کرکے کابل کے راستے خیرخانہ اور حیرتان کی طرف روانہ ہوگیا اور چار روز بعد سرحد عبور کرکے سوویت یونین داخل ہوگیا۔ واپسی کے وقت افغانستان بھر میں سوویت فوجیوں کی تعداد ایک لاکھ تین سو تھی۔ مجاہدین سوویت فوج کا راستہ روکنے کی خواہش نہیں رکھتے تھے لیکن اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہے۔ جون کے وسط میں انہوں نے غزنی، کابل شاہراہ کاٹ دی جس کی وجہ سے سوویت یونٹوں کو واپسی کے لیے زیادہ لمبا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ اگست میں انہوں نے کلگئے کے مقام پر اسلحہ کے ایک بہت بڑے ڈپو پر زبردست راکٹ باری کرکے اسے مکمل طور پر تباہ کردیا۔

نومبر کے شروع میں سوویت فوجوں نے اپنی واپسی عارضی طور پر روک دی اور جلال آباد سے مشرق کی طرف پیش قدمی کرنے والی افغان فوج کو زبردست فضائی اور میزائل مدد فراہم کی۔ اس

کے بعد واپسی دوبارہ شروع ہوگئی اور اگلے برس فروری تک جاری رہی' جب آخری سوویت سپاہی' افغانستان میں تمام سوویت فوج کا کمانڈر جنرل بورس گروموف ترمذ سے ازبکستان کے درمیان دوستی کا پل عبور کرگیا۔ افغانستان پر سوویت یونین کا قبضہ ختم ہو چکا تھا۔ 9 سال کے عرصے میں 13310 سوویت فوجی ہلاک' 35478 زخمی اور 311 لاپتہ ہوئے۔ مجاہدین کی ہلاکتوں کے کوئی اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں لیکن پونے دو لاکھ سے لے کر دس لاکھ تک ہلاکتوں کے مختلف اندازے ہیں۔

سوویت یونین کی واپسی سے افغانستان میں امن قائم نہیں ہوا۔ کابل حکومت کے خلاف جنگ جاری رہی۔ مارچ 1989ء کے شروع میں مجاہدین نے قبل از وقت روایتی جنگ شروع کردی اور جلال آباد پر قبضہ کے لیے حملہ کردیا تاکہ وہاں عبوری حکومت' جو دسمبر 1988ء میں پشاور میں قائم کی گئی تھی' کا عبوری ہیڈ کوارٹر بنایا جاسکے۔ ان کا خیال تھا کہ جلال آباد کی فتح کے بعد کابل بھی فتح ہوجائے گا۔ جلال آباد پر گیارہواں افغان بریگیڈ قابض تھا اور اس کا دفاع جس کے تحت بارودی سرنگیں بہت زیادہ تعداد میں بچھائی گئی تھیں' ناقابل تسخیر تھا۔ اس کے علاوہ افغان فوج نے فضائی طاقت کا بھرپور استعمال کیا۔ مجاہدین کے اڈوں پر زبردست بمباری کے علاوہ سکڈ میزائل بھی برسائے۔ جب ستمبر 1989ء میں محاصرہ ختم ہوا تو تقریباً دس ہزار مجاہد ہلاک ہوچکے تھے۔

اگلے برس فروری میں امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان معاہدہ ہوگیا کہ جب تک اقوام متحدہ کی نگرانی میں الیکشن نہیں ہوتے' نجیب اللہ اقتدار میں رہے گا۔ مئی میں نجیب نے کثیر الجماعتی سیاسی نظام نافذ کرنے کا اعلان کیا لیکن مجاہدین نے اس کی تمام مصالحتی کوششوں کی مزاحمت کی۔

اس دوران دونوں بڑی طاقتیں فریقین کو فوجی امداد بند کرنے کے بارے میں مذاکرات کرتی رہیں۔ سوویت یونین اب بھی بڑے پیمانے پر کابل حکومت کو ہتھیار دے رہا تھا۔ 1989ء کے پہلے چھ ماہ کے دوران اس نے ڈیڑھ ارب ڈالر کی امداد فراہم کی جس میں 50 سکڈ میزائل بھی شامل تھے۔ دوسری طرف امریکہ نے مجاہدین کی امداد بہت محدود کردی تھی۔ 13 ستمبر کو ماسکو میں امریکی وزیرخارجہ جارج بیکر اور سوویت وزیرخارجہ بورس پانکن کے درمیان معاہدہ ہوگیا اور یکم جنوری 1992ء کو دونوں طاقتوں نے دونوں فریقوں کی امداد بند کردی۔

جنگ کے بعد سی آئی اے کی طرف سے فراہم کردہ سٹنگر میزائلوں کی ایک بڑی تعداد غائب ہوچکی تھی۔ سی آئی اے نے مجاہدین سے یہ میزائل خریدنے کی کوشش کی لیکن بہت کم کامیابی ہوئی۔ 1990ء کی دہائی کے وسط میں یہ میزائل ایک لاکھ ڈالر کے حساب سے بلیک مارکیٹ میں فروخت ہو رہے تھے۔ 'ایران میں' جہاں مجاہدین کے ایک قافلے سے سٹنگر میزائلوں کی ایک کھیپ پکڑی گئی تھی' کرپٹ افسر یہ میزائل 3 لاکھ ڈالر کے حساب سے سمگلروں کو فروخت کر رہے تھے جو حکومتی ہیلی کاپٹروں سے بچاؤ کے لیے انہیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ

حکمت یار کی حزب اسلامی کے ارکان نے 16 سٹنگر میزائل ایران کے پاسداران انقلاب کو ایک ملین ڈالر کے عوض فروخت کردیئے تھے۔ سی آئی اے اتنی پریشان تھی کہ اس نے کانگرس سے 10 ملین ڈالر کی منظوری حاصل کی تاکہ وہ یہ میزائل واپس خرید سکے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس وقت تک ان میزائلوں کی بیشتر تعداد اس کی رسائی سے باہر جاچکی تھی۔ وہ اسلحہ کی عالمی بلیک مارکیٹ میں دور دور تک پہنچ دیئے گئے تھے۔ جنگ میں سی آئی اے کی طرف سے فراہم کردہ سٹنگر میزائلوں کی حقیقی تعداد' سپلائی پائپ لائن کے دوران خورد برد ہونے والے میزائلوں کی تعداد اور ان میزائلوں کی تعداد کے بارے میں جو بالآخر بلیک مارکیٹ پہنچ گئے' کوئی اعداد و شمار موجود نہیں ہیں۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ سی آئی اے نے اس خطرناک ہتھیار کی فراہمی میں خاصی فیاضی سے کام لیا تھا۔ ایک افسر کے مطابق ''ہم انہیں لالی پاپس کی طرح بانٹتے رہے۔''

اپریل 1992ء میں نجیب اللہ بالآخر اقتدار سے ہٹا دیا گیا جب جنرل عبدالرشید دوستم نے وفاداری بدل لی اور اپنی ازبک ملیشیا کو اسے ہٹانے کے لیے استعمال کیا۔ نجیب اللہ نے اقوام متحدہ کے کمپاؤنڈ میں پناہ لی جہاں وہ اگلے چار برس عملاً قیدی کے طور پر رہا۔ اس کے فوراً بعد ایک کے سوا باقی تمام مجاہدین دھڑوں کے لیڈروں نے معاہدہ پشاور پر دستخط کردیئے جس کے تحت ایک عبوری حکومت بنائی جانی تھی۔ دستخط نہ کرنے والی جماعت حکمت یار کی حزب اسلامی تھی۔ جون کے آخر میں برہان الدین ربانی کو افغانستان کی اسلامی ریاست کا صدر مقرر کردیا گیا۔ جولائی میں کابل میں افغان دھڑوں کی باہمی جنگ چھڑ گئی اور دسمبر 1992ء میں برہان الدین ربانی کو معاہدہ پشاور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مزید 2 برس کے لیے صدر مقرر کردیا گیا۔ اگرچہ اگلے سال مارچ میں یہ مدت کم کرکے 18 ماہ تک محدود کردی گئی۔ جون 1993ء میں گلبدین حکمت یار کو وزیراعظم مقرر کردیا گیا جس پر اس کا سخت دشمن احمد شاہ مسعود وزیر دفاع کے عہدے سے مستعفی ہوگیا۔ لڑائی دوبارہ چھڑ گئی جو جنوری 1996ء میں شدید ہوگئی جب جنرل عبدالرشید دوستم نے جس کے کنٹرول میں شمالی افغانستان کا زیادہ تر علاقہ تھا' حکمت یار سے اتحاد کرلیا جس نے وزارت عظمیٰ چھوڑ کر پھر ہتھیار اٹھا لیے تھے۔

اکتوبر 1996ء میں اب تک غیر معروف گروپ طالبان پہلی مرتبہ نمودار ہوا۔ ملا محمد عمر کی قیادت میں اس نے قندھار اور ملحقہ علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ اگلے برس ستمبر میں اس کی فوج نے ہرات اور مغربی افغانستان پر بھی قبضہ کرلیا اور اس کے بعد اکتوبر میں کابل کے قریب جاکر اس پر راکٹ باری شروع کردی۔ ستمبر 1996ء کے شروع میں طالبان نے مشرقی افغانستان پر حملہ کیا اور جلال آباد پر اور 27 ستمبر کو کابل پر بھی قابض ہوگئے۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے نجیب اللہ کو اقوام متحدہ کے متروکہ کمپاؤنڈ سے گرفتار کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

24 مئی 1997ء کو طالبان نے مزار شریف پر قبضہ کرلیا۔ جنرل دوستم ایک ہفتہ قبل ہی'

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

اپنے ایک کمانڈر عبدالمالک پہلوان کے منحرف ہونے کے بعد' ترکی فرار ہو چکا تھا۔ اگلے دن پاکستان' سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے طالبان حکومت کو تسلیم کر لیا۔ تاہم 28 مئی کو پہلوان نے اپنی وفاداری پھر تبدیل کر لی اور حکمت یار سے اتحاد کر کے شدید جنگ کے بعد طالبان کو مزار شریف سے نکال دیا۔ اس جنگ میں' بہت سے طالبان ہلاک ہو گئے۔

جولائی میں مزار شریف میں طالبان مخالف حکومت قائم کی گئی۔ برہان الدین ربانی اس کا صدر' عبدالرحیم غفور زئی وزیر اعظم' احمد شاہ مسعود وزیر دفاع اور عبدالمالک پہلوان وزیر خارجہ بن گیا۔ اس کے بعد پہلوان اور مسعود کی فوجوں نے ہزارہ جات کی شیعہ ملیشیا سے مل کر طالبان کو کابل کی طرف دھکیل دیا۔ طالبان نے ستمبر میں مزار شریف پر پھر قبضہ کے لیے حملہ کیا مگر ناکام رہے۔ چنانچہ 1997ء کے آخر میں افغانستان پر عملاً دو حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ ایک طالبان کی جو پشتون اکثریت والے جنوبی علاقے پر' جس میں کابل بھی شامل تھا' حکومت کر رہے تھے۔ دوسری نام نہاد شمالی اتحاد کی جو شمال میں تاجک' ازبک' ترکمان اور ہزارہ علاقوں پر حکمران تھی۔

طالبان نے ملک کو لاقانونیت اور کرپشن سے نجات دلانے کا عہد کیا تھا۔ حکومت میں ان کی آمد پر شروع میں عوام نے جوش وخروش کا مظاہرہ کیا تھا لیکن جلد ہی یہ جوش وخروش ختم ہو گیا' کیونکہ طالبان نے اسلامی نظام نافذ کر دیا تھا۔ نوجوانوں کو داڑھیاں رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔ عورتوں کو کام سے روک دیا گیا۔ سکول بند کر دیئے گئے اور کوڑے مارنے' ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے کے شرعی قانون لاگو کر دیئے گئے۔ موسیقی' کتابوں اور ہر قسم کی تفریح پر پابندی لگا دی گئی اور چند برس بعد ہی افغانستان قرون مظلمہ میں واپس جا چکا تھا۔

افغانستان میں سی آئی اے کا آپریشن ختم ہوئے پانچ سال گزر چکے تھے لیکن وہ اپنا خطرناک ورثہ چھوڑ گئی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد بڑی تعداد میں اعلیٰ تربیت یافتہ اور جنگ آزمودہ گوریلوں نے خود کو مہاجر کیمپوں میں پایا۔ ان کی اب افغانستان' پاکستان یا امریکہ کسی کو ضرورت نہیں رہی تھی۔ ان میں مالدار سعودی اسامہ بن لادن کے پیروکار بھی تھے جو مجاہدین کی بھرتی کرنے اور ان کے لیے فنڈز اکٹھا کرنے والا سب سے بڑا شخص تھا۔ سوویت یونین کی واپسی کے بعد اس نے 'القاعدہ' کے نام سے ایک تنظیم بنائی تاکہ پاکستان میں موجود سینکڑوں غیر ملکی مجاہدین کی مدد کی جا سکے۔

1991ء میں بن لادن اپنے وطن لوٹ گیا جہاں اسے سعودی سرزمین پر مغربی افواج کی موجودگی کے مخالفین میں نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس کی عدم موجودگی میں پاکستان نے فیصلہ کیا کہ وہ اب مجاہدین کو مزید قیام کی اجازت نہیں دے گا جو صوبہ سرحد کے کیمپوں میں پناہ گزین تھے۔ اب وہ ناپسندیدہ مہمان تھے۔ پاکستان نے اس مسئلہ کے حل کے لیے سی آئی اے سے مدد مانگی لیکن

کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONEURDUFORUM.COM

اس نے کچھ نہیں کیا۔ پاکستان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور اس نے دھمکی دی کہ وہ بن لادن اور دوسرے دھڑوں کے مجاہدین کو اسلام آباد کے امریکی سفارت خانے میں چھوڑ دے گا۔

صحافی اور مشرق وسطیٰ کے امور کے ماہر عادل درویش کے مطابق سی آئی اے نے اس پر سعودی عرب اور خلیج فارس کے دیگر ممالک سے رابطہ کیا اور ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ ان مجاہدین کو پاسپورٹ دے۔ انہیں مختلف مقامات سے ان کے وطن پہنچایا گیا۔ 900 ایسے مجاہدین الجزائر پہنچے جہاں انہوں نے انتہاپسند اسلامی آرمی گروپ (جی آئی اے) بنایا جس نے 1990ء کے بعد سے خوف اور خونریزی کی مہم شروع کر دی۔ کچھ دوسرے مصر پہنچ گئے جہاں انہوں نے حسنی مبارک کی حکومت کا تختہ الٹنے کے خواہشمند انتہاپسند گروپوں میں شمولیت اختیار کر لی۔ کچھ بوسنیا چلے گئے اور سرب فوج سے لڑنے والے مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔ کچھ لبنان' آذربائیجان اور چیچنیا چلے گئے جس کا دارالحکومت گروزنی مجاہدین کا ٹرانزٹ پوائنٹ بن گیا۔ عبدالرسول سیاف کی اتحاد اسلامی کے افراد فلپائن پہنچ گئے۔

بہت سے مجاہدین نے اسامہ بن لادن کی القاعدہ میں شمولیت اختیار کر لی جو مغرب کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے دنیا بھر میں اسلامی دہشت گردوں کا ایک نیٹ ورک قائم کر دیا تھا۔ امریکہ اس کا سب سے بڑا ہدف تھا اور 1992ء میں اس نے پہلا حملہ کیا۔ 29 دسمبر کو یمن کے بندرگاہی شہر عدن میں ایک بم اس ہوٹل میں پھٹا جسے امریکی فوجی صومالیہ سے آمدورفت کے موقع پر قیام کے لیے استعمال کرتے تھے۔ دو امریکی سیاح مارے گئے۔ اس دوران عدن کے ایئرپورٹ سے دہشت گردوں کی ٹیم بھی پکڑی گئی جو ایک امریکی طیارے پر فائرنگ کرنے والی تھی۔

کئی ماہ بعد دہشت گردوں نے امریکہ کے خلاف اسی کی سرزمین پر حملہ کیا۔ 23 فروری 1993ء کو ایک بڑا بم نیویارک ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے نیچے ایک کار پارکنگ میں پھٹا۔ اس میں 6 افراد ہلاک اور ایک ہزار زخمی ہوئے اور عمارتوں کو خاصا نقصان پہنچا۔ چار اسلامی انتہاپسند محمود ابو حلیمہ' محمد سلامہ' احمد عجاج اور ندال ایاز گرفتار کیے گئے اور 24 مئی 1994ء کو انہیں عمر قید کی سزا سنا دی گئی۔ اس معاملے میں ابھی تک اسامہ بن لادن کے براہ راست ملوث ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملی لیکن اس بارے میں مضبوط شبہے موجود ہیں کہ اس نے حملے کے لیے مدد فراہم کی۔ بعد کی تحقیقات سے علم ہوا کہ بم بنانے والوں کو ان فون نمبروں سے فون آتے رہے جو اسامہ بن لادن سے تعلق رکھتے تھے۔

بم دھماکے کا منصوبہ بنانے والا رمزی احمد یوسف مفرور رہا۔ اس کے بارے میں 14 مارچ 1994ء تک کوئی بات معلوم نہیں ہو سکی جب اس نے تھائی لینڈ کے دارالحکومت بنکاک میں ایک حملے کی کوشش کی۔ وہ ایک بڑا بم کرائے کی ایک ویگن میں رکھ کر امریکی یا اسرائیلی سفارت خانے کی طرف لے جا رہا تھا کہ راستے میں اس کی دو دوسری گاڑیوں سے ٹکر ہو گئی۔ دہشت گرد ویگن کو وہیں

چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ تین دن بعد ویگن کے مالک نے ویگن کے حصول کے لیے پولیس سے رابطہ کیا تو اس میں سے بم اور ڈرائیور کی لاش نکلی جسے دہشت گردوں نے گلا دبا کر ہلاک کر دیا تھا۔ بم پر سے رمزی کے فنگر پرنٹ ملے لیکن اس وقت تک وہ فرار ہو کر پاکستان جا چکا تھا۔

یوسف کا دوسرا مشن جو مبینہ طور پر اسامہ بن لادن کے ایما پر تھا' 1994ء کے وسط میں انجام دیا گیا۔ وہ فلپائن گیا اور ابوسیاف گروپ کے مسلمان علیحدگی پسندوں کو فنی تعاون اور تربیت فراہم کی۔ یہ گروپ ان سینکڑوں مجاہدین پر مشتمل تھا جو افغانستان میں عبدالرسول سیاف کی اتحاد اسلامی کے ساتھ جہاد میں حصہ لے چکے تھے۔ 80ء کی دہائی کے وسط تک گروپ کا ایک مرکزہ عبدالرزاق ابوبکر جنجلانی کی زیر قیادت پاکستان چھوڑ کر جنوبی فلپائن آ چکا تھا اور ایک مسلمان جمہوریہ کے قیام کے لیے مہم چلا رہا تھا۔ اس نے فلپائنی حکومت اور مورو نیشنل لبریشن فرنٹ (ایم این ایل ایف) کے درمیان امن مذاکرات کو روکنے کے لیے بم حملوں اور اغوا کی کئی وارداتیں کیں۔ 1990ء کی دہائی میں یہ سارے جنوبی ایشیا کے سب سے پرتشدد اور انتہا پسند اسلامی گروپ کی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ اسامہ بن لادن ابوسیاف گروپ کو فنڈز فراہم کر رہا تھا جبکہ یوسف رمزی کو اسے بم بنانے اور چلانے کی تربیت دینے کی ذمہ داری دی گئی۔

یوسف نے باسیلان جزیرے میں ابوسیاف کے کیمپ پر کئی ہفتے گزارے اور انہیں بم بنانے کی تربیت فراہم کی۔ ستمبر 1994ء میں وہ منیلا گیا جہاں اس نے ایک اور اسلامی گروپ حزب الدعوۃ الاسلامیہ کے دو ارکان سے ملاقات کی۔ اس گروپ کے فلپائن سمیت دنیا بھر میں سیل موجود تھے۔ ان کے تعاون سے اس نے 20 مسلمان بھرتی کیے اور اسامہ کی طرف سے تفویض کردہ اگلے مشن' صدر کلنٹن کے قتل کی تیاری کی جو نومبر میں منیلا آنے والا تھا۔ یوسف نے اس کی کافی منصوبہ بندی کی لیکن بہت زیادہ سکیورٹی انتظامات کی وجہ سے اسے اپنا منصوبہ ترک کرنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے پوپ جان پال دوئم کے قتل کا منصوبہ بنایا جو اگلے برس منیلا آ رہا تھا۔

اس سے پہلے یوسف ایک بہت زیادہ جدید' چھوٹا لیکن بہت طاقتور بم تیار کر چکا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ایسے بہت سے بم دنیا بھر میں بہت سے طیاروں میں نصب کر دیئے جائیں۔ 11 دسمبر کو اس نے فلپائن کے ایک بوئنگ طیارے' جس پر 273 مسافر اور 20 عملہ کے افراد سوار تھے اور جو منیلا سے سیبو کے راستے ٹوکیو جا رہا تھا' میں یہ بم رکھنے کا تجربہ کیا۔ وہ منیلا سے طیارے میں بیٹھا اور اپنی سیٹ کے نیچے بم رکھ دیا۔ جہاز سیبو پہنچا تو وہ اتر گیا۔ سیبو سے ٹوکیو کے لیے روانگی کے دو گھنٹے بعد یہ بم پھٹ گیا اور سیٹ پر بیٹھا مسافر جس نے رمزی کی جگہ لی تھی' ہلاک ہو گیا اور طیارے کے فرش میں سوراخ ہو گیا۔ پائلٹ طیارے کو اوکیناوا اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔

چند روز بعد رمزی منیلا واپس آ گیا اور وہاں سے اسلام آباد چلا گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

ایک پرانے دوست عبدالحکیم مراد کے ہمراہ منیلا واپس آ گیا اور ابوسیاف گروپ کی تربیت پھر شروع کر دی۔ جنوری 1995ء کے پہلے ہفتے میں اس کے گھر جہاں وہ بم بناتا تھا' آگ لگ گئی جس پر وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ فائر بریگیڈ نے آ کر آگ بجھائی جس کے بعد پولیس مکان میں داخل ہوئی تو اسے بم فیکٹری کا پتہ چلا۔ تلاشی پر وہاں سے لیپ ٹاپ کمپیوٹر' بم بنانے کی ترکیبیں' کیمیاوی اشیاء' الیکٹرانک ٹائمر اور دوسرے آلات اور دستاویزات ملیں۔ کچھ وقت بعد عبدالحکیم مراد گرفتار کر لیا گیا۔

ہارڈ ڈسک کے ابتدائی جائزے سے معلوم ہوا کہ یوسف جنوب مشرقی ایشیا سے امریکہ اور دوسرے مقامات کو جانے والے طیاروں پر حملے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ مزید تفتیش اور کمپیوٹر کی یادداشت کے جائزے سے یوسف کی قاتلانہ سرگرمیوں اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں بم دھماکے سے اس کے تعلق کے بارے میں قیمتی معلومات حاصل ہوئیں۔

یوسف پاکستان فرار ہو گیا لیکن جنوری کے آخر میں اپنے ساتھی کے ہمراہ تھائی لینڈ آ گیا جہاں اس نے بنکاک سے امریکہ جانے والے ایک طیارے پر حملے کا منصوبہ بنایا جو ناکام رہا' جس پر دونوں واپس پاکستان آ گئے۔ تاہم چند روز بعد اس کے ساتھی نے امریکی سفارت خانے سے رابطہ کیا اور اپنے پتے سے آگاہ کیا۔ 7 فروری کو ایف بی آئی اور ڈی ایس ایس (ڈپلومیٹک سکیورٹی سروس) کے ارکان کی ایک ٹیم نے آئی ایس آئی کے افسروں کے ہمراہ اسے ایک گیسٹ ہاؤس سے گرفتار کر لیا جو اسامہ بن لادن کی فیملی کے ایک رکن کی ملکیت تھا۔

پاکستان اور دوسرے مقامات پر انتہا پسندوں نے کئی انتقامی کارروائیاں کیں جن کے بعد یوسف کو امریکہ کے حوالے کر دیا گیا۔ 8 مارچ کو کراچی میں امریکی قونصلیٹ کے تین ارکان پر ایک بندوق بردار نے حملہ کر دیا۔ ان میں سے 2 ہلاک اور تیسرا زخمی ہو گیا۔ تین ہفتے بعد ابوسیاف کے 200 گوریلوں نے جنوبی فلپائن کے شہر آئیپل میں عیسائیوں پر حملہ کر کے 50 افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی کر دیئے۔

رمزی یوسف پر مئی 1996ء کے آخر میں مقدمہ چلا۔ 5 ستمبر کو اس پر فرد جرم عائد کی گئی اور 12 فروری 1997ء کو اسے 240 سال قید سخت کی سزا سنا دی گئی۔

اس دوران اسامہ نے امریکہ' سعودی عرب اور شمالی افریقہ کی دوسری حکومتوں کے خلاف جنہیں وہ "شیطان بزرگ" کا ساتھی قرار دیتا تھا' اپنی جنگ جاری رکھی۔ جون 1993ء میں اردن کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ اور جون 1995ء میں اتھوپیا کے دورہ کے موقع پر مصر کے صدر حسنی مبارک پر قاتلانہ حملوں کے پیچھے اسی کا ہاتھ بتایا گیا۔ اس وقت تک اس کی سرگرمیوں پر واشنگٹن' ریاض اور دیگر دارالحکومتوں میں شدید تشویش پیدا ہو چکی تھی۔ اپریل 1994ء میں اس کی سعودی شہریت ختم

کردی گئی اور اگلے برس سوڈان پر دباؤ بڑھ گیا کہ وہ اسے ملک سے نکال دے۔

13 نومبر 1995ء کو سعودی دارالحکومت ریاض میں نیشنل گارڈ کمیونیکیشن سنٹر کے باہر بم پھٹنے سے پانچ امریکی اور دو بھارتی ہلاک اور 60 سے زائد افراد زخمی ہوگئے۔ تین منزلہ عمارت بری طرح تباہ ہوگئی۔ اس کی ذمہ داری دو جماعتوں' اسلامی تحریک برائے تبدیلی اور گلف ٹائیگرز نے قبول کی۔ گلف ٹائیگرز نے بیان دیا کہ امریکی جلد از جلد سعودی عرب سے نہ نکلے تو ہم اپنی کارروائیاں کرتے رہیں گے۔ واقعہ کے بعد چار سعودی انتہا پسند عبدالعزیز بن فہد بن ناصر' خالد بن احمد بن ابراہیم' ریاض بن سلیمان اور مصلح بن ایاز گرفتار کیے گئے اور 30 مئی کو ان کا سر قلم کردیا گیا۔ ان میں سے تین سابق افغان مجاہد تھے جبکہ چوتھا بوسنیا میں جہاد کرتا رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سعودی حکام کو علم تھا کہ اس واقعہ میں اسامہ بن لادن کا ہاتھ ہے۔

سعودی عرب نے اسامہ کو 'خبردار' کرنے کا فیصلہ کیا۔ خرطوم میں اس کے گھر پر چار افراد نے فائرنگ کردی جن میں سے چار جوابی فائرنگ میں مارے گئے۔ چوتھا گرفتار کرلیا گیا جسے سوڈانی حکام نے ہلاک کردیا۔

1996ء کے شروع میں بن لادن پر ایک ناکام قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس کے پیچھے بھی سعودیوں کا ہاتھ تھا جو اس سے پہلے اسے پیشکش کرچکے تھے کہ اگر وہ اپنی جنگ بند کردے تو اس کی شہریت بحال کردی جائے گی۔ اسامہ نے یہ پیشکش مسترد کردی جس پر سعودی عرب نے امریکہ اور مصر کے ساتھ مل کر سوڈان پر دباؤ بڑھا دیا جس نے آخرکار اسامہ کو ملک بدر کردیا۔ مئی میں وہ اپنے اہل خانہ اور 200 ساتھیوں کے ہمراہ افغانستان آ گیا۔

جلد ہی اس نے اگلا حملہ کیا۔ 25 جون کی رات سعودی عرب کے دہران ایئرپورٹ پر امریکی ایئرفورس کے رہائشی کمپلیکس' خوبر ٹاورز کے باہر ایک طاقتور بم پھٹا جس سے 19 امریکی سپاہی ہلاک اور 385 زخمی ہوگئے۔ دھماکے سے قریب ترین واقع عمارت مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ دھماکے سے پہلے 5 ہزار گیلن تیل سے بھرا ہوا ایک ٹینکر بیرونی باڑ کے قریب لاکر کھڑا کیا گیا تھا اور صرف تین منٹ پہلے دو افراد کو ایک چھوٹی کار میں وہاں سے جاتا ہوا دیکھا گیا تھا۔ اس دھماکے کی ذمہ داری شہید عبداللہ الحذیفہ کی تنظیم اور حزب اللہ نے قبول کی۔

اسامہ نے اس دھماکے کو بہادرانہ قرار دیا۔ اس کے ملوث ہونے کے شبہے کو تقویت امریکی نیشنل سکیورٹی ایجنسی کی طرف سے پکڑی جانے والی ٹیلی فون گفتگو سے ملی جو اسامہ اور مصری تنظیم حرکت الجہاد الاسلامی کے رہنما ایمن الظواہری کے درمیان ہوئی۔ اس میں الظواہری نے دھماکے پر اسامہ کو مبارکباد دی تھی۔ 1983ء میں' مصری صدر انور سادات کے قتل کے دو سال بعد' الظواہری پر قتل کی سازش کے جرم میں مقدمہ چلا تھا جس میں اسے تین سال قید ہوئی تھی تاہم اس

نے صرف 16 ماہ قید بھگتی۔ 1998ء میں اسے اس کے بعض ساتھیوں سمیت اسامہ بن لادن سے بڑھتے ہوئے روابط کے الزام میں حرکت الجہاد الاسلامی سے نکال دیا گیا۔ الظواہری کی اسامہ سے پہلی ملاقات 1985ء میں ہوئی تھی۔ بعد میں وہ القاعدہ میں شامل ہوگیا اور اسامہ کا نائب اور تنظیم کا سیاسی سربراہ بن گیا۔

18 ماہ بعد دہشت گردی میں اسامہ کے ملوث ہونے کی ایک ٹھوس شہادت ملی۔

7 اگست 1998ء کو کینیا کے دارالحکومت نیروبی میں امریکی سفارت خانے کے باہر ایک بڑا بم دھماکہ ہوا جس میں 200 افراد ہلاک اور ساڑھے چار ہزار سے زائد زخمی ہوئے۔ اس سے پانچ منٹ پہلے تنزانیہ کے دارالحکومت دارالسلام میں امریکی سفارت خانہ کے باہر بم دھماکہ ہوا جس میں 11 ہلاک اور 85 زخمی ہوئے۔

دونوں دھماکے القاعدہ کے خودکش بمباروں نے کیے تھے۔ اس کی تصدیق اس وقت ہوئی جب نیروبی دھماکے کا انتظام کرنے والے سیل کا فلسطینی لیڈر محمد صدیق عودے جو دھماکے سے ایک شام پہلے پاکستان گیا تھا' گرفتار کرلیا گیا۔ پاکستانی حکام نے تفتیش کے بعد اسے امریکہ کے حوالے کردیا۔ اس دوران بعض دوسرے مقامات پر بھی القاعدہ سیل کے افراد پکڑے گئے اور تفتیش میں ان سے مزید معلومات حاصل ہوئیں۔ ان میں محمد راشد داؤد العوالی (عرف خالد سلیم) بھی تھا جو نیروبی میں گرفتار ہوا۔ وہ ایک ہفتہ پہلے پاکستان سے آیا تھا اور اس گاڑی میں سوار تھا جس میں بم لادا گیا تھا۔ جب اس کے ساتھی' خودکش بمباز نے بم چلایا تو اس سے چند لمحے قبل وہ گاڑی سے کود گیا تھا۔ دھماکے میں زخمی ہونے کے باعث اسے ہسپتال پہنچایا گیا۔ چند روز بعد شناخت ہوئی تو گرفتار کرکے اسے امریکہ کے حوالے کردیا گیا۔ سیل کا چوتھا رکن فضل عبداللہ محمد کینیا سے فرار ہوگیا۔

دارالسلام دھماکے کا ایک ملزم محمد صادق ہویدہ بھی گرفتار ہوا۔ یہ بھی فلسطینی تھا اور بم بنانے کے بعد' دھماکہ سے پہلے' پاکستان چلا گیا تھا۔ اسے اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ جعلی پاسپورٹ پر افغانستان داخل ہونے کی کوشش کررہا تھا۔ اسے امریکہ کے سپرد کردیا گیا جہاں اس سے مزید معلومات حاصل ہوئیں۔

20 اگست کو امریکہ نے اسامہ کے خلاف کارروائی کی۔ بحیرہ عرب میں کھڑے امریکی جنگی جہاز سے 75 کروز میزائل افغانستان میں دہشت گردوں کے اڈوں پر داغے گئے۔ جو کیمپ نشانہ بنے ان میں القاعدہ کا البدر کیمپ نمبر 2 اور اسامہ کی حمایت یافتہ کشمیری دہشت گرد تنظیم حرکت الانصار کا امیر معاویہ کیمپ شامل تھے۔ امیر معاویہ کیمپ ان تین کیمپوں میں سے ایک تھا جن کو مبینہ طور پر پاکستان کی آئی ایس آئی چلاتی تھی۔

بحیرہ احمر سے سوڈان میں واقع شفا فارماسیوٹیکل پلانٹ پر بھی میزائل داغے گئے۔ یہ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

پلانٹ خرطوم کے شمال مشرق میں چند میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس پر شبہ تھا کہ یہاں اعصابی گیس کے اجزاء تیار کیے جاتے ہیں لیکن یہ غلط تھا۔

اسامہ کو حملے کی اطلاع پہلے ہی ہوگئی تھی جس پر وہ شمالی افغانستان چلا گیا تھا۔ کیمپوں پر حملوں سے ہونے والی اموات کے نتیجے میں اس کے پیروکاروں کی امریکہ سے نفرت اور بڑھ گئی اور مسلمان انتہا پسندوں میں اسامہ کی مقبولیت میں بھی اضافہ ہوگیا۔

اس کا ردعمل بھی جلد آ گیا۔ 25 اگست کو کیپ ٹاؤن' جنوبی افریقہ کے پلینٹ ہالی وڈ ریسٹورنٹ میں بم دھماکہ ہوا جس سے 2 افراد ہلاک اور 27 زخمی ہوگئے۔ ''عالمی جبر کے خلاف مسلمان'' نامی تنظیم نے اس کی ذمہ داری قبول کی اور کہا کہ یہ کارروائی امریکی حملے کے جواب میں ہے۔ کیپ ٹاؤن میں مسلمانوں کی خاصی بڑی آبادی ہے اور یہاں 90ء کی دہائی کے دوران متعدد انتہا پسند تنظیمیں قائم ہوئی تھیں۔ مذکورہ تنظیم بھی ان میں شامل تھی جس کے نسل پرستی کی سخت مخالف تنظیم پی اے جی اے ڈی سے بھی رابطے تھے۔

اپنے اڈوں پر حملوں کے بعد اسامہ نے شمالی اور مشرقی افغانستان میں نئے اڈے قائم کر لیے۔ القاعدہ کا بڑا اڈہ صوبہ قندوز میں منتقل کر دیا گیا اور جلال آباد کے قریب تورا بورا' دیرنتہ' ملاوہ اور حدہ جبکہ کابل کے قریب گلریز کے مقام پر کیمپ قائم کیے گئے۔ دو مزید کیمپ پاکستانی سرحد کے قریب مستون چندائی اور ستی کنداؤ کے مقام پر واقع تھے۔ اسامہ کا نیٹ ورک پشاور کے ذریعے پاکستان میں بھی قائم ہو رہا تھا جہاں افغانستان سے آنے والے القاعدہ ارکان کے لیے ایک ٹرانزٹ سنٹر بنایا گیا تھا۔

1999ء کے شروع میں طالبان حکومت پر امریکہ اور برطانیہ کی طرف سے اسامہ کی ملک بدری کے لیے دباؤ بڑھ گیا تھا۔ برطانیہ کو تشویش تھی کہ لندن میں قائم بعض تنظیمیں برطانیہ بھر میں خفیہ مقامات پر مسلمانوں کو تربیت دے رہی ہیں۔ ان کیمپوں میں آنے والے نوجوان مسلمانوں کو یمن اور افغانستان جا کر فوجی تربیت لینے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال 2 ہزار تک برطانوی مسلمان تربیت لے رہے تھے۔

24 دسمبر 1998ء کو آٹھ برطانوی مسلمانوں کا ایک گروپ یمن میں عدن کے مقام پر بم دھماکے کرنے کی کوشش کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ ان کا ہدف برطانوی قونصل خانہ' ایک چرچ اور دو ہوٹل تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے مشرقی یمن میں شابوا کے مقام پر تربیت بھی حاصل کی تھی۔ یہاں ''اسلامک آرمی آف عدن۔ ابیان'' نامی ایک تنظیم کا کیمپ تھا جس نے 28 دسمبر کو جنوبی یمن میں 16 مغربی باشندے اپنے 8 قیدیوں کو رہا کرانے کے لیے یرغمال بنا لیے تھے۔ اگلے روز ان میں سے چار یرغمالی' تین برطانوی اور ایک آسٹریلوی' اس وقت ہلاک ہوگئے جب یمنی فوج نے

کتاب گھلبے ون اردو کے شکر گزار ہیں ® SCANNED PDF By HAMEEDI
ONE URDU FORUM . COM

انہیں چھڑانے کے لیے آپریشن کیا۔ 9 اگست کو آٹھوں افراد کو سزا سنا دی گئی تاہم ان میں سے تین کو کاٹی گئی قید کی بنیاد پر رہا کر دیا گیا۔ باقی کو 2 اور 7 سال قید کی سزا دی گئی۔

چھ ماہ قبل اسامہ کے غائب ہونے کی اطلاعات آئی تھیں۔ تاہم مارچ 1999ء میں مغربی انٹیلی جنس اداروں نے اسے مشرقی افغانستان میں جلال آباد کے جنوب میں واقع اپنے کیمپوں کا دورہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اطلاع بھی آئی کہ وہ کشمیری گروپ حرکت الانصار کی مدد بھی کر رہا ہے۔ حرکت کے دو گروپ ہیں۔ دونوں 1980ء کی دہائی میں افغانستان کی جنگ کے لیے تیار کیے گئے تھے۔ ایک حرکت المجاہدین جس کی قیادت فضل الرحمن خلیل کے پاس تھی اور دوسرا زیادہ انتہا پسند حرکت الجہاد۔ 1999ء کے شروع میں معلوم ہوا کہ حرکت صرف کشمیر سے ہی نہیں' افغانستان' پاکستان اور برطانیہ سے بھی بھرتیاں کر رہی ہے۔

اس بات کی شہادت کہ برطانوی مسلمانوں کو نہ صرف کشمیر میں کارروائیوں کے لیے بلکہ پاکستان' کوسوو اور چیچنیا کے لیے بھی بھرتی کرنے کی کوشش ہو رہی ہے' اس وقت سامنے آئی جب سنڈے ٹیلی گراف نے انکشاف کیا کہ ''ریل ٹریک'' کا انفارمیشن ٹیکنالوجی سیکورٹی کا مشیر محمد سہیل کمپنی کا کمپیوٹر اور ای میل ایڈریس رضا کاروں کی بھرتی کے لیے استعمال کرتا رہا ہے وہ لندن میں قائم ''گلوبل جہاد فنڈ'' جس کا سربراہ ایک سعودی منحرف محمد المصری تھا' کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس نے حرکت سمیت کئی گروہوں کی مالی امداد کی تھی۔ اس نے اخبار نویسوں کے سامنے المصری اور اسامہ بن لادن کے لیے کام کرنے کا اعتراف کیا۔

حرکت پہلی مرتبہ 1990ء کے وسط میں نمایاں ہوئی جب اس نے کشمیر میں متعدد مغربی باشندے اغوا کیے۔ ان کی رہائی کے لیے 10 انتہا پسند کشمیریوں کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ تاہم پولیس نے ایکشن کر کے یرغمالی رہا کرا لیے۔ جولائی 1995ء میں حرکت المجاہدین نے ''الفاران'' کے نام سے چار برطانوی' ایک امریکی اور ایک جرمن کو اغوا کر کے ان کی رہائی کے عوض اپنے لیڈر مولانا مسعود اظہر سمیت 21 کشمیری جنگجوؤں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ایک مغوی فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا جبکہ دوسرے کی سرکٹی نعش ملی۔ ایک نعش کے ٹکڑے جنوری 2000ء میں ملے۔ بھارت میں کیے گئے ڈی این اے ٹیسٹ کے مطابق یہ نعش ایک برطانوی مغوی کی تھی تاہم برطانیہ میں کیے گئے ٹیسٹ سے یہ بات غلط نکلی۔ باقی ماندہ 4 مغویوں کے انجام کا اب تک علم نہیں ہو سکا۔

جولائی 1999ء میں القاعدہ سے بھی زیادہ انتہا پسند گروپ کی موجودگی کا پتہ چلا۔ ''تکفیر'' نامی یہ گروپ مصر کی جیلوں میں 1970ء کی دہائی میں بنایا گیا تھا۔ جہاں بڑی تعداد میں مسلمان انتہا پسند قید تھے۔ اس کے بہت سے ارکان افغانستان کے جہاد میں شریک تھے لیکن جہاد ختم ہونے کے بعد یہ تنظیم غائب ہوگئی۔ 1999ء کے پہلے نصف میں یہ تنظیم ان اطلاعات کے ساتھ

نمودار ہوئی کہ اسے اسامہ بن لادن کی تلاش ہے جسے یہ جھوٹا نبی قرار دیتی ہے۔ اطلاعات تھیں کہ اس نے اسامہ پر تین قاتلانہ حملے کیے اور یہ کہ تکفیر اور القاعدہ کے ارکان کے درمیان متعدد جھڑپیں ہو چکی ہیں۔

اکتوبر 1999ء میں طالبان حکومت دہشت گردی کیمپ بند کرنے کے لیے راضی ہو گئی اور اس نے بڑی تعداد میں انتہا پسند پاکستان واپس بھجوا دیے۔ یہ واقعہ آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل خواجہ ضیاء الدین کے دورۂ افغانستان کے بعد ہوا جس نے وہاں طالبان لیڈر ملا عمر سے پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کے ایما پر ملاقات کی تھی۔ تاہم طالبان نے اسامہ بن لادن کو اقوام متحدہ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر امریکہ میں مقدمہ چلایا جانا تھا۔ اس پر امریکہ نے افغانستان پر پابندیاں لگا دیں۔ ان کے تحت طالبان کے سمندر پار اثاثے اور افغان ایئر لائن آریانا کے امریکہ میں 450 ملین ڈالر کے اثاثے منجمد کر دیے گئے۔ اس کے نتیجے میں کابل میں ہنگامے ہوئے اور اسلام آباد میں امریکی سفارت خانے' اقوام متحدہ کے مشن' اور اقوام متحدہ کے پروگرام برائے خوراک کے ہیڈ کوارٹر پر بموں اور راکٹوں سے حملے ہوئے۔

طالبان اسامہ کی حوالگی سے انکار کر چکے تھے لیکن اقوام متحدہ کی پابندیوں نے ان کے لیے مخمصہ پیدا کر دیا تھا۔ ایک طرف وہ عالمی سطح پر اپنے تسلیم کیے جانے اور امداد کا مطالبہ کر رہے تھے اور دوسری طرف وہ دنیا کے سب سے مطلوب دہشت گرد کو پناہ دیے ہوئے تھے' جس کے سر کی قیمت 3 ملین ڈالر تھی۔ اس خطرناک صورتحال کا اندازہ خود اسامہ کو بھی تھا جو قتل کیے جانے کا خطرہ محسوس کر رہا تھا اور ہر وقت حرکت میں رہتا تھا۔ اس کے اہل خانہ اور زبردست طور پر مسلح محافظ بھی اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔ اسے اب بھی متعدد وسائل سے امداد مل رہی تھی جن میں سے بعض سعودی عرب میں تھے۔ ان میں پانچ تاجر تھے۔ جو مبینہ طور پر اپنی حفاظت کے لیے اسے باقاعدگی سے بھتہ (پروٹیکشن منی) دیتے تھے۔

1999ء کے اختتام پر کئی ممالک میں دہشت گرد تنظیموں کے حملوں کا خطرہ تھا۔ امریکہ میں یہ خدشہ اس وقت صحیح نکلا جب 14 دسمبر کو ایک الجزائری احمد رسام شمال مغربی ریاست واشنگٹن کے مقام پورٹ اینجلس میں گرفتار ہوا۔ وہ کینیڈا کے شہر وکٹوریہ سے کشتی کے ذریعے یہاں پہنچا تھا۔ اس کی کار سے نائٹرو گلیسرین اور بم بنانے کا دوسرا سامان نکلا۔ ایسے چار ٹائمر بھی نکلے جو پہلے القاعدہ استعمال کرتی رہی تھی۔ رسام جو افغان جنگ میں حصہ لے چکا تھا' مانٹریال میں رہائش پذیر تھا اور اس کے رابطے الجزائری تنظیم جی آئی اے سے بتائے گئے تھے۔ پولیس کے مطابق وہ سیاٹل میں ملینیئم کے جشن کی ایک تقریب پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔

اس کی گرفتاری کے تین روز بعد معلوم ہوا کہ اس کا ایک الجزائری ساتھی مانٹریال سے

امریکہ داخل ہو چکا ہے۔ چار دن بعد ایک تیسرا الجزائری بھی کینیڈا سے امریکہ پہنچ گیا۔ گرفتاری کے بعد اس کی کار کی تلاشی سے کافی مقدار میں دھماکہ خیز مواد نکلا۔ اس کی ہمسفر کینیڈین عورت کے بارے میں اطلاع ملی کہ اس کے ایک انتہا پسند الجزائری تنظیم سے تعلقات ہیں۔

10 ماہ بعد اسامہ بن لادن نے ایک بار پھر حملہ کیا۔ 8 /اگست 2000ء کو گائیڈڈ میزائل ڈسٹرائر یو ایس ایس کول ورجینیا میں اپنے اڈے ''نارفاک نیول سٹیشن'' سے یمن کو روانہ ہوا۔ 12 /اکتوبر کو وہ ایندھن بھروانے کے لیے عدن رکا اور ساحل سے 600 گز دور سمندر میں لنگر انداز ہو گیا۔ ساڑھے دس بجے اس میں ایندھن بھرنا شروع کیا گیا۔ 45 منٹ بعد دھماکہ خیز مواد سے لدی ایک کشتی اس سے آ ٹکرائی اور پھٹ گئی۔ جہاز کے عملہ کے 7 افراد ہلاک اور 39 زخمی ہو گئے جبکہ جہاز میں 39 فٹ گہرا شگاف ہو گیا۔ نقصان کا اندازہ 240 ملین ڈالر تھا۔ کشتی پر سوار دونوں خودکش بمبار بھی مارے گئے۔

تحقیقات سے پتہ چلا کہ بم 4 سے 7 سو پونڈ وزنی تھا اور اس میں نہایت دھماکہ خیز مواد سی 4 استعمال کیا گیا تھا جو امریکہ میں تیار ہوتا تھا اور سعودی عرب' کویت اور ایران (شاہ کے زمانے میں) سمیت متعدد ممالک کو فراہم کیا جاتا تھا۔ افغان جنگ کے دوران یہ مواد مجاہدین کو بھی دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ 20 سال قبل سی آئی اے کے ایک سابق رکن فرینک ٹرپل کو اس الزام کے تحت سزا ہوئی تھی کہ اس نے 21 ٹن سی 4 لیبیا کو دہشت گردوں کی تربیت کے لیے فراہم کیا تھا۔

یو ایس ایس کول پر حملہ کے 24 گھنٹے کے اندر اندر ایک اور دھماکہ 13 /اکتوبر کو 6 بجے صبح یمنی دارالحکومت صنعا کے برطانوی سفارت خانے پر بھی کیا گیا۔ یہ بم دیوار پر پھینکا گیا جس سے عمارت کے اندر کافی نقصان ہوا۔

ان دھماکوں کی ذمہ داری تین گروپوں' اسلامک آرمی آف عدن۔ ابیان' جیش محمد اور اسلامی مزاحمتی فورس نے قبول کی۔ اسلامک آرمی ابوالحسن المحضر کی زیر قیادت 98ء میں جنوبی یمن میں 16 مغربی شہریوں کے اغوا کی بھی ذمہ دار تھی۔ یہ تنظیم جہاد آرگنائزیشن سے الگ ہوئی تھی جس نے 1990ء کی دہائی کے آغاز میں کئی حملے کیے تھے۔ اس میں سابق افغان مجاہدین اور متعدد ممالک کے انتہا پسند شامل تھے۔ اس کا قریبی تعلق لندن کی فنسبری پارک کی مسجد کے امام ابوحمزہ المصری اور عدن میں امریکی و برطانوی اہداف پر حملوں کی سازش میں گرفتار ہونے والے برطانوی مسلمانوں سے بتایا جاتا تھا۔

یمنی حکام نے دھماکوں کے ملزموں کی تلاش شروع کی اور 60 افراد کو گرفتار کر لیا۔ 16 /اکتوبر کو انہیں عدن کے ایک مکان سے بم بنانے کے آلات اور دستاویزات ملیں جو دو خودکش بمباروں نے ایک مہینہ سے کرائے پر لیا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک عرب تھا۔ قریبی صحن میں انہوں

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

نے فائبر گلاس کی ایک کشتی رکھی ہوئی تھی جو حملہ کے بعد سے غائب پائی گئی۔ ان میں سے ایک نے اپنے جعلی کاغذات عبداللہ احمد خالد کے نام سے مالک مکان کو دیئے تھے۔ 23 اکتوبر کو تحقیقات کرنے والوں نے اعلان کیا کہ انہیں کئی مکانات سے جعلی شناختی کارڈ اور دیگر کاغذات ملے ہیں اور کئی گاڑیاں بھی ملی ہیں۔ اس پر سول رجسٹریشن آفس کے اہلکاروں سے تفتیش کی گئی تو پتہ چلا کہ انہوں نے خودکش بمباروں کو نہ صرف جعلی شناختی کارڈ بنا کر دیئے بلکہ سرکاری کاریں بھی فراہم کی تھیں۔

نومبر کے پہلے ہفتے میں چار مزید افراد گرفتار کیے گئے۔ 11 تاریخ کو معلوم ہوا کہ بعض مشتبہ افراد نے یمن میں امریکی اہداف پر مزید حملوں میں ملوث ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ بعد میں یہ انکشاف بھی ہوا کہ ایک سال قبل، نومبر 1999ء میں انہوں نے بارودی سرنگیں صاف کرنے کے یمنی قومی مرکز کی طرف جانے والے امریکی فوجی افسروں پر حملے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن یمنی فوج نے اس راستے پر بچھائے جانے والا دھماکہ خیز مواد برآمد کر کے اسے ناکام بنا دیا۔ یہ فوجی روزانہ عدن کے رائل ہوٹل سے اس مرکز کو جایا کرتے تھے۔ اس ہوٹل پر حملے کا منصوبہ بھی بنایا گیا وہ بھی ناکام رہا۔ اس کے بعد تیسرا حملہ 3 جنوری 2000ء کو امریکی تباہ کن جہاز یو ایس ایس سلیوان پر کیا جانا تھا لیکن دھماکہ خیز مواد والی کشتی ناکارہ ہو جانے پر اسے بھی ترک کر دیا گیا۔

مزید تفتیش سے معلوم ہوا کہ یو ایس ایس کول پر حملے کا ''ماسٹر مائنڈ'' ایک سابق افغان مجاہد، محمد عمر الحرازی (عرف عبدالرحمٰن حسین النشاری) ہے جو ایک یمنی باشندہ ہے اور عرب امارات میں مقیم ہے، لیکن اکثر عدن آتا رہتا ہے۔ بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ نیروبی کے امریکی سفارت خانے پر حملہ کرنے والے ایک خودکش بمبار کا کزن بھی ہے۔ جہاز پر حملے سے چار دن پہلے ہی وہ یمن سے غائب ہو گیا تھا۔

حکام کے زیر حراست سب سے بڑا ملزم جمال البداوی تھا۔ وہ یمنی تھا اور سابق افغان مجاہد رہ چکا تھا۔ افغانستان میں اس کی ملاقات الحرازی سے ہوئی۔ وسط نومبر میں یمنی حکام نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے دو خودکش بمباروں میں سے ایک کی شناخت کر لی ہے۔ اس کا نام سعید اوّد الخمری تھا۔ وہ یمن کے علاقے حضرموت کا رہنے والا تھا۔ اسامہ بن لادن کے خاندان کی جڑیں اسی علاقے میں تھیں۔

بالآخر یمنی حکام نے ملزموں کی تعداد محدود کرتے ہوئے 6 کر دی۔ امریکہ نے انہیں اپنے حوالے کرنے کی درخواست کی جو مسترد کر دی گئی کیونکہ یمنی قانون کے تحت اس کی گنجائش نہیں تھی۔

16 فروری 2001ء کو دو مزید ملزم پکڑے گئے جو افغانستان سے یمن واپس آئے تھے۔ ان کے نام محمد احمد الاحدال اور احمد محمد امین تھے۔ دونوں کے ساتھ تفتیش کے بعد حکام نے بتایا کہ محمد عمر الحرازی دوسرے شریک ملزم کے ساتھ افغانستان میں ہے۔ ایک مرتبہ پھر افغان تعلق نے امریکہ کو یہ

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کلب وَن اردو کے شکر گزار ہیں
ONEURDUFORUM.COM

باور کرایا کہ اس حملے کا تعلق بھی اسامہ بن لادن سے ہے۔

یو ایس ایس کول پر حملے کے 18 ماہ بعد دنیا بھر میں دہشت گردی کی بدترین واردات ہوئی۔ پیر 11 ستمبر 2001ء کو پونے نو بجے، امریکن ایئر لائنز کا ایک بوئنگ 767 مسافر طیارہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر نیویارک کے 1368 فٹ اونچے شمالی ٹاور سے جا ٹکرایا۔ یہ منظر دیکھنے والوں نے اسے ایک خوفناک حادثہ تصور کیا۔ لیکن گیارہ منٹ بعد آٹھ بجکر 56 منٹ پر یہ خیال باطل ہو گیا۔ امریکہ اور دنیا بھر میں دسیوں لاکھ افراد جو ٹی وی دیکھ رہے تھے، کی نظروں کے سامنے ایک اور بوئنگ 767 طیارہ جو یونائیٹڈ ایئر لائنز کا تھا، اڑتا ہوا جنوبی ٹاور میں گھس گیا۔ خوفزدہ لوگوں کے سامنے دونوں ٹاوروں کی بالائی منزلیں شعلوں اور دھوئیں میں چھپ گئیں۔ 10 بجکر 7 منٹ پر جنوبی ٹاور زمین بوس ہو گیا۔ 20 منٹ بعد شمالی ٹاور بھی گر گیا۔ ہزاروں افراد ہلاک ہو گئے۔ کئی افراد پہلے ہی زندہ جلنے سے بچنے کے لیے کود کر ہلاک ہو چکے تھے۔

واشنگٹن میں دریائے پوٹامک کے پار ایک تیسرا امریکن ایئر لائنز کا بوئنگ 757 طیارہ 9 بج کر 38 منٹ پر پینٹاگون کی مغربی دیوار سے ٹکرا کی عمارت کی کنکریٹ سے بنی ہوئی پانچ میں سے تین دیواروں کے اندر گھس گیا تھا جس کے نتیجے میں عمارت کا ایک حصہ گر کر تباہ ہو گیا تھا۔ 58 مسافروں اور عملہ کے 6 افراد سمیت 90 افراد ہلاک ہو گئے۔ اس وقت ایف بی آئی کو یہ پتہ چلا کہ تین طیارے اغوا کیے گئے ہیں لیکن ساڑھے دس بجے ایک چوتھے طیارے کی اطلاع بھی ملی۔ 20 منٹ پہلے یونائیٹڈ ایئر لائنز کی پرواز یو اے 093 نیویارک سے سان فرانسسکو جاتے ہوئے پٹس برگ کے قریب گر کر تباہ ہو گئی تھی۔

اگلے دنوں میں پتہ چل گیا کہ چاروں طیارے عرب دہشت گردوں نے اغوا کیے تھے۔ یہ بھی اندازہ ہوا کہ پرواز 930 کے جانباز مسافروں کے ایک گروپ نے چوتھے تباہ کن حملے کی کوشش ناکام بنا دی تھی۔ مزید چند دنوں میں واضح ہو گیا کہ یہ حملے ایک جدید ترین دہشت گرد تنظیم کے نہایت محتاط منصوبہ بند آپریشن کا حصہ تھے۔ فوراً ہی اسامہ بن لادن پر شبہ ہوا اور مغربی دنیا کے انٹیلی جنس اداروں کو ضروری شواہد حاصل کرنے پر لگا دیا گیا۔ جلد ہی ایف بی آئی نے پتہ چلا لیا کہ دہشت گردوں کا ایک نیٹ ورک امریکہ میں قائم ہو چکا ہے جس کے بعض ارکان نے یہاں ہوابازی کی تربیت بھی حاصل کی تھی۔ 19 عرب ہائی جیکروں کے ناموں کا پتہ چل گیا لیکن ان کے عرفی ناموں کا الجھاؤ اتنا زیادہ تھا کہ حقیقی شناخت کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔

اگلے ہفتوں کے دوران تفتیش جاری رہی اور 4 اکتوبر کو برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے اعلان کیا کہ ناقابل تردید ثبوت مل گئے ہیں کہ 11 ستمبر کے حملوں میں اسامہ اور القاعدہ ملوث ہے۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ 19 میں سے 3 ہائی جیکروں کی حقیقی شناخت ہو گئی ہے جو اسامہ کے

معروف ساتھی ہیں۔ ان میں سے 15 کے متعلق پتہ چلا کہ وہ سعودی تھے۔

اس دوران اسامہ افغانستان میں خاموشی سے حالات کو دیکھ رہا تھا۔ اسے علم تھا کہ امریکہ اور اس کے اتحادی اس کے خلاف انتقامی کارروائی کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

ستمبر کے آخر میں امریکہ اور برطانیہ کی بحری اور بری فوج بڑی تعداد میں بحیرۂ عرب اور خلیج فارس میں تعینات کردی گئی۔ 10 واں امریکی ماؤنٹین ڈویژن افغانستان کی شمالی سرحد کے قریب ازبکستان میں سابق سوویت اڈوں خان آباد اور قرشی میں تعیناتی کے لیے روانہ کردیا گیا۔ جہاں اس نے امریکی اور برطانوی سپیشل فورسز کے لیے دو فارورڈ اپریشن اڈے قائم کیے۔ 7 اکتوبر کو امریکی طیاروں نے افغانستان میں اہداف پر حملے شروع کردیئے۔ شروع میں زیادہ تر طالبان کے ہوائی اڈے تباہ کیے گئے۔ اس دوران اطلاع ملی کہ امریکی اور برطانوی سپیشل فورسز کے دستے افغانستان داخل ہوچکے ہیں اور ان میں سے بعض نے شمالی اتحاد کی فوجوں سے رابطے قائم کرلیے ہیں۔

19 اکتوبر کو قندھار کے شمال مغربی مضافات میں 75 ویں رینجرز رجمنٹ کے 100 سپاہیوں نے پہلی سپیشل فورسز کے اپریشنل حصے (ڈیلٹا فورس) کے سپاہیوں سے مل کر چھاپہ مارا۔ رینجرز کو ایم سی 130 طیاروں نے پیراشوٹ کے ذریعے اتارا تھا جبکہ ڈیلٹا فورس کی ٹیم ہیلی کاپٹروں سے اتاری گئی۔ یہ کارروائی پاکستان کے ساحل کے قریب کھڑے امریکی طیارہ بردار جہاز یو ایس ایس کٹی ہاک سے کی گئی۔ چھاپہ مار ٹیم بابا صاحب اور میاں کوہ کے درمیان واقع وادی میں اتری۔ اسے اے سی 130 سپیکٹر گن شپ ہیلی کاپٹروں کی مدد حاصل تھی۔ اس نے عمارتوں کے اس کمپلیکس پر حملہ کیا جس میں طالبان کا ریڈیو مواصلات کا مرکز اور طالبان لیڈر ملا عمر کی رہائش گاہ تھی۔ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق اس موقع پر مزاحمت بھی ہوئی جس میں کچھ سپاہی زخمی بھی ہوئے۔ ٹیم نے ایک ایئر فیلڈ پر بھی حملہ کیا اور ہتھیاروں کی ایک بڑی کھیپ برآمد ہوئی۔ اس کے بعد وہ ایک پل کو تباہ کرکے دو گھنٹے بعد ہیلی کاپٹروں کے ذریعے واپس آگئی۔

اس چھاپے کے بعد اتحادیوں نے افغانستان پر زمینی حملہ کردیا اور اسامہ کی تلاش اور القاعدہ کی تباہی کے مرحلے کا آغاز ہوگیا۔ صدر بش نے کہا کہ یہ ایک لمبی اور مشکل جدوجہد ہوگی جس کے تحت نہ صرف افغانستان بلکہ باقی مقامات پر بھی' جہاں دہشت گردی کے خطرے کا سراغ لگے گا' اپریشن کیے جائیں گے۔

افغانستان کے بعد عراق اور پھر......

نائن الیون کے بعد کے مہینوں میں عالمی سیاسی بساط پر سی آئی اے کے خفیہ مہروں کی نقل وحرکت نہایت تیز رفتار رہی۔ دنیا کو اپنی ترجیحات کے مطابق بدلنے میں کوشاں امریکی خفیہ اداروں کے شاطر منصوبہ سازوں کی انگلیاں پھرتی سے اپنا کام کرتی رہیں اور نتیجہ کے طور پر واقعات وحوادث کے ہجوم نے سنسنی خیز خبروں کا روپ دھار کر لوگوں کے دل دہلائے۔ تجزیہ نگاروں کی ایک قابل ذکر تعداد کے بقول سی آئی اے نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی تخلیق کرکے اسامہ بن لادن کی مدد سے جو اس کا ایک انتہائی تربیت یافتہ جنگجو ہے' افغانستان پر قیامت ڈھائی۔ 7 اکتوبر 2001ء کو امریکہ نے دنیا کے سب سے پسماندہ اور تباہ حال ملک پر فضائی حملے شروع کیے۔ B-52 اور دوسرے تباہ کن طیاروں سے کارپٹ بمباری کرکے افغانستان کو آگ اور خون سے نہلا دیا گیا۔ طالبان حکومت اپنے انجام کو پہنچی اور حامد کرزئی کٹھ پتلی صدر کے طور پر نامزد کیا گیا لیکن ملا عمر' ایمن الظواہری اور اسامہ بن لادن کا سراغ ملنا تھا نہ ملا۔ افغانستان میں اپنی فوجی موجودگی کو یقینی بنانے کے بعد رفتہ رفتہ سی آئی اے کی رہنمائی میں امریکی صدر جارج واکر بش نے عراق کے انسانی تباہی کے ہتھیاروں کا معاملہ اٹھایا' شمالی کوریا اور ایران کے ایٹمی پروگرام پر بھی اپنی بے چینی ظاہر کی اور ترجیحاً تیل کے وسیع ذخائر سے مالا مال عراق کو ہی اگلا ہدف قرار دیا۔ اس پر پوری دنیا ایک طرف اور بش چند اتحادیوں سمیت دوسری طرف تھا۔ دنیا بھر کے عوام نئی جنگ کے خلاف تھے لیکن خون کو تیل سے سستا

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب گھر کی پیشکش
ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM.COM

خیال کرنے والا امریکی صدر پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق حالات کو دن بہ دن پیچیدہ اور خطرناک بنا رہا تھا۔ دنیا بھر کے شدید احتجاج، عالمی برادری کی مخالفت اور اقوام متحدہ کی اجازت کے بغیر بش نے عراق کو بھی افغانستان بنانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں 30 جنوری 2003ء کو عراق کے گرد علاقے میں امریکی جنگی طیارے اتارے گئے۔ اس کارروائی کے لیے خفیہ طور پر تمام انتظامات سی آئی اے کے ایجنٹ پہلے ہی مکمل کر چکے تھے۔ سفارت کاری اگرچہ خوب ہو رہی تھی لیکن چند ہی ہفتوں بعد صدر بش نے واضح کر دیا کہ اب سفارت کاری کا باب بند ہو گیا ہے اور گفت وشنید کی ناکامی کا مطلب صرف اور صرف جنگ ہے۔ اس نے عراق کے ڈکٹیٹر صدام حسین کو الٹی میٹم دیا کہ وہ 48 گھنٹوں کے اندر ملک چھوڑ دے اور اصرار کیا کہ صدام کے ایسا کرنے کے باوجود بھی امریکی فوج انسانی تباہی کے ہتھیاروں کی تلاش کے لیے عراق میں ضرور داخل ہوگی۔ یہ ایک کھلا راز ہے کہ صدام حسین کا سیاسی عروج بھی سی آئی اے کی پشت پناہی اور سرپرستی ہی کا مرہون منت ہے تاہم بعض لوگ اسے سچا عرب رہنما بھی قرار دیتے ہیں جیسا کہ وہ خود کو کہلوانا چاہتا تھا۔ بہرحال صدام نے ڈیڈ لائن مسترد کر دی اور 19 مارچ 2003ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کر دیا۔ اولین کارروائی سی آئی اے کی اطلاعات کی بنا پر عمل میں آئی۔ اس حوالے سے وائٹ ہاؤس میں ہونے والی مشاورت میں سی آئی اے کا سربراہ جارج ٹینٹ بھی شامل تھا۔ اس نے جس جگہ صدام کی موجودگی کی اطلاعات فراہم کیں، وہاں میزائلوں سے حملہ کیا گیا لیکن صدام بچ نکلا۔ یہ خفیہ اطلاعات کی بنیاد پر ناکام ہونے والا پہلا آپریشن نہیں تھا بلکہ سی آئی اے اس سے قبل بھی کئی بار صدام حسین کا تختہ الٹنے یا اسے قتل کروانے کی سازش میں دانستہ یا واقعتاً ناکام ہو چکی تھی۔

بہرحال جنگ اپنی پوری ہولناکی سمیت جاری رہی اور اس میں سی آئی اے کا کردار ہر سطح پر نمایاں رہا۔ ''آپریشن عراقی فریڈم'' کے نام سے جاری حملوں کے بعد 9 اپریل کو امریکی افواج بغداد پر قابض ہو گئیں۔ 21 اپریل 2003ء کو جنرل جے گارنر نے عراق کا نظم ونسق سنبھالا۔ اس سے قبل سی آئی اے کے ایما پر صدر بش جنرل ٹومی فرینکس کو عراق کا نیا سربراہ نامزد

کر چکے تھے جو نئی جنگ کا سالار اعلیٰ تھا۔ بعدازاں گارنر کی چھٹی ہو گئی اور پال بریمر کو عراق کی عبوری انتظامی کونسل کا سربراہ اور ملک کا منتظم اعلیٰ بنایا گیا۔ اب عراقیوں کی مزاحمت سے نبرد آزما امریکہ نے ایک طرف شام کو آنکھیں دکھائیں اور دوسری طرف ایران کو دبکایا، ساتھ ہی شمالی کوریا کا معاملہ اچھالا اور لگے ہاتھوں پاکستان پر بھی دہشت گردی اور ایٹمی پھیلاؤ کے حوالے سے شدید دباؤ ڈالا۔ 29 مئی 2003ء کے اپنے بیان میں تو بش نے واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ایران میں حکومت کی تبدیلی کے حامی ہیں۔ صدام، اس کے دونوں بیٹے اودے اور قصے اپنے وفاداروں سمیت روپوش ہو گئے، اس دوران بہت سے عراقی وزراء، فوجی حکام اور حکومتی عہدیدار پکڑے جا چکے تھے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری تھا۔ 22 جولائی 2003ء کو امریکی خفیہ اداروں کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر صدام کے دونوں بیٹوں کو ہلاک کر دیا گیا جبکہ 19 اگست کو بغداد میں قائم اقوام متحدہ کا ہیڈ کوارٹر خودکش حملے میں تباہ ہوا جس سے 22 لوگوں کی جان گئی۔ 12 اکتوبر کو سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر کے باہر جو بغداد میں قائم تھا، فدائی حملہ ہوا جس میں 12 افراد ہلاک ہوئے۔ 15 دسمبر 2003ء کو عراق پر امریکی حملے کے بعد سب سے بڑی خبر یہ سامنے آئی کہ سابق صدر صدام حسین کو تکریت کے قریب ایک تہہ خانے سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس موقع پر کوئی مزاحمت ہوئی نہ کوئی دوسرا شخص پکڑا گیا۔ صدام کے گرفتار ہونے کے بعد بھی اتحادی فوج کے خلاف حملے دن بدن بڑھتے گئے حالانکہ توقع اس کے برعکس کی جا رہی تھی۔ اس کے چند ہفتوں بعد بی بی سی نے اپنے ایک خصوصی تحقیقی پروگرام میں انکشاف کیا کہ صدام کو گرفتار کروانے والا اس کا ایک بااعتماد ساتھی ہی تھا جسے سب موٹا آدمی کہہ کر بلاتے تھے۔ اس نے امریکی خفیہ اہلکاروں تک اطلاعات پہنچائیں اور پھر آپریشن ریڈ ڈان کے نتیجہ میں صدام کو حراست میں لے لیا گیا۔ بعدازاں دس محرم الحرام کو ایک اور نہایت سنگین واقعہ پیش آیا اور خودکش دھماکوں میں سینکڑوں شیعہ ہلاک و زخمی ہوئے۔ واضح رہے کہ اس واقعہ سے چند روز قبل ہی امریکی خفیہ اداروں کو ایسی دستاویزات ملی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ عراق میں شیعہ سنی فساد کی سازش رچی جا رہی ہے۔ بعض حلقوں نے واضح طور

ONE URDU FORUM .COM
® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں

پر عراق کی بدامنی اور وہاں موجود امریکی فوج کے قیام کو طول دینے کی بش انتظامیہ کی خواہش کو یکجا کر کے دیکھا اور درجنوں خونیں واقعات کی ذمہ داری حملہ آور فوج اور خفیہ اداروں پر عاید کی۔ تاہم بعد کے حالات نے تصویر کا ایک اور ہی رخ پیش کیا اور فلوجہ میں سنی جبکہ نجف و کربلا وغیرہ میں انتہاپسند شیعہ رہنما مقتدیٰ الصدر کے حامیوں نے سنگین بغاوت کر کے شہروں سے امریکی قیادت والی فوج کو نکال باہر کیا۔ محض ایک ہفتے کے دوران 100 سے زیادہ اتحادی فوجی اور 1000 کے قریب عراقی مارے گئے۔ فلوجہ کے سنیوں اور مقتدیٰ الصدر کے ساتھ امریکی انتظامیہ براہ راست مقابلے کے علاوہ گفت وشنید کا حربہ بھی استعمال کر رہی ہے۔ دوسری طرف امریکہ میں دن بدن نزدیک آرہے صدارتی انتخابات کے موقع پر اور اس سے قبل بھی بیسیوں بار اسامہ بن لادن' ایمن الظواہری اور القاعدہ کے دیگر رہنماؤں کے وڈیو اور آڈیو ٹیپ منظر عام پر آتے رہے ہیں' جن میں دھمکیاں بھی ہوتی ہیں اور جذباتی نعرے بھی۔ مبصرین کا ایک گروہ اس روش کو بھی سی آئی اے ہی کی ''دشمن کو زندہ اور متحرک بنائے رکھنے کی پالیسی'' کا حصہ تسلیم کرتا ہے۔ واضح رہے کہ ایسے وڈیو اور آڈیو پیغامات صرف مخصوص ٹی وی چینلوں کو ہی بھیجے جاتے ہیں۔ اگرچہ آج کل 11 ستمبر کے حملوں کی تحقیقات کرنے والے کمیشن کی کارروائی کے باعث امریکی خفیہ ادارے قدرے پریشان ہیں لیکن بایں ہمہ سی آئی اے عراق کے اندر اور باہر' دنیا میں تقریباً ہر جگہ اپنی خفیہ کارروائیاں اور جنگیں جاری رکھے ہوئے ہے اور عراق کے بعد تباہی کا تندر یلا کس خطے کا رخ کرتا ہے' یہ کہنا فی الحال بہت مشکل ہے' تاہم شام' ایران' شمالی کوریا اور پاکستان اب بھی امریکہ کے کڑے تیوروں کی براہ راست زد میں ہیں۔

(ادارہ)

® SCANNED PDF By HAMEEDI
کتاب کیلئے ون اردو کے شکر گزار ہیں
ONE URDU FORUM . COM